

”فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ“..... (التوبة)
 ”قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“..... (الحديث)

ارشاد المفتین

(جلد چہارم)

(کتاب الصلوٰۃ)

فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر، ولی کامل

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی جامعۃ الحمید لاہور

ناشر

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

﴿جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں﴾

| | |
|-----------------------|--|
| نام کتاب: | ارشاد المفتین (جلد چہارم) |
| مجموعہ فتاویٰ جات: | حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ |
| باہتمام: | حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ |
| تصحیح و تخریج: | مفتیان و متخصصین جامعۃ الحمید لاہور |
| کمپوزنگ ترتیب و تویب: | مفتی محمد حامد علی نقیسی |
| اشاعت اول: | اکتوبر 2017ء |
| قیمت: | |
| ناشر: | مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور |

ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشاد المفتین کی تصحیح و تخریج و کمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکر گزار ہوگا۔ از مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ارشاد المفتين (جلد چهارم)

اجمالی فہرست

کتاب الصلوة

| | | |
|--------|-------------------|--------------------|
| ☆ (۱) | الباب السادس: | فی الحدث فی الصلوة |
| ☆ (۲) | الباب السابع: | فی مفسدات الصلوة |
| ☆ (۳) | الباب الثامن: | فی صلوة الوتر |
| ☆ (۴) | الباب التاسع: | فی النوافل |
| ☆ (۵) | الباب العاشر: | فی قضاء القوائت |
| ☆ (۶) | الباب الحادی عشر: | فی سجدة السهو |
| ☆ (۷) | الباب الثانی عشر: | فی سجدة التلاوة |
| ☆ (۸) | الباب الثالث عشر: | فی صلوة المريض |
| ☆ (۹) | الباب الرابع عشر: | فی صلوة المسافر |
| ☆ (۱۰) | الباب الخامس عشر: | فی صلوة الجمعة |

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشاد المقتین (جلد چہارم)

| | |
|----|----------|
| 31 | عرض مرتب |
|----|----------|

کتاب الصلوٰۃ

الباب السادس فی الحدث فی الصلوٰۃ

| صفحہ نمبر | عنوان مسئلہ | مسئلہ نمبر |
|-----------|---|----------------|
| 34 | دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱) |
| 35 | دوران نماز وضو ٹوٹ گیا جب واپس آیا تو نماز ہو چکی تھی اب کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۲) |
| 36 | دوران نماز اگر نیند آ جائے تو وضو اور نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳) |

الباب السابع فی مفسدات الصلوٰۃ

| | | |
|----|--|-----------------|
| 37 | عمل قلیل سے موبائل فون بند کرنا: | مسئلہ نمبر (۴) |
| 38 | کیا نماز توڑ کر موبائل فون بند کیا جاسکتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۵) |
| 38 | دوران نماز ادھر ادھر دیکھنا اور کپڑے ٹھیک کرنا: | مسئلہ نمبر (۶) |
| 39 | شیشوں سے مزین محراب میں امامت کا حکم: | مسئلہ نمبر (۷) |
| 39 | نماز میں عمل کثیر کا حکم: | مسئلہ نمبر (۸) |
| 40 | نماز کے دوران کھجلی کرنا: | مسئلہ نمبر (۹) |
| 41 | نماز میں فتح دینے والے اور لینے والے کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰) |
| 42 | مساجد میں رکھی گئی ٹوپوں میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱) |
| 43 | نماز کے دو جہدوں میں سے ایک جہد چھوڑ دیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲) |
| 43 | ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۳) |

| | | |
|----|---|-----------------|
| 43 | مرد و عورت کا برابر کھڑے ہو کر جدا جدا نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۴) |
| 46 | نماز میں وقع و سوسہ کے لیے استغفار پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۱۵) |
| 46 | دوران نماز مصافحہ کرنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۶) |
| 47 | تصویر والا کپڑا پہننے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۷) |
| 47 | جس کمرے میں تصاویر لگی ہوئی ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۸) |
| 50 | دوران نماز فون کی گھنٹی بج جائے تو بند کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۹) |
| 50 | دوران نماز موبائل فون کو بند کرنے کے احکام: | مسئلہ نمبر (۲۰) |
| 52 | دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل بند کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱) |
| 54 | بجلی اور گیس کے ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲) |
| 55 | ہیٹر اگر دیوار میں لگے ہوئے ہوں تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳) |
| 56 | ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے: | مسئلہ نمبر (۲۴) |
| 56 | دوران نماز دونوں ہاتھوں سے قمیص کو پکڑنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵) |
| 58 | دوران نماز کشف عورت سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶) |
| 58 | عورت کا مرد کی مانند نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷) |
| 59 | نیوب لائٹ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸) |
| 59 | خوراک کا ذرہ منہ میں آنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۹) |
| 60 | ذخم والے شخص کا مسجد میں آنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۰) |
| 61 | خارج صلوٰۃ مسکمر کی تکبیر پر ارکان کی ادائیگی سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۱) |
| 61 | نماز کے دوران بچے کو سائیڈ پر کرنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۲) |
| 63 | امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے: | مسئلہ نمبر (۳۳) |
| 64 | نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۴) |
| 65 | کیا سترہ کے لیے ٹوپی یا چھڑی ہونا کافی ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۵) |

| | | |
|----|---|-----------------|
| 67 | پی کیپ میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶) |
| 67 | کھجور یا پلاسٹک کی ٹوپوں میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷) |
| 68 | مسجد میں اپنے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸) |
| 69 | دوران نماز آنکھوں کے کونے سے ادھر ادھر دیکھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۹) |
| 70 | سرخ بلب جل رہا ہو تو نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۰) |
| 71 | مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱) |
| 72 | نماز کے بعد اگر کسی نے خبر دی کہ آپ نے رکعتیں کم پڑھی ہیں تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۴۲) |
| 73 | کیا شلوار کو تختوں سے اوپر رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے؟ | مسئلہ نمبر (۴۳) |
| 74 | شیشے کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۴) |
| 74 | جیب میں اگر نوٹ ہوں تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۵) |
| 75 | دوران نماز قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر سماع کرنا: | مسئلہ نمبر (۴۶) |
| 76 | عمداً واجب چھوڑنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۷) |
| 76 | دوران نماز اذان کا جواب دینے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۸) |
| 77 | دوران نماز کسی کے جواب میں درود پڑھنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۹) |
| 78 | عمل کثیر کسے کہتے ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۵۰) |
| 79 | ایک رکن میں تین مرتبہ خارش کرنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱) |
| 79 | سر، گردن اور کان چھپانے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲) |
| 80 | دوران نماز جسم کھجلانے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳) |
| 81 | سورۃ الفاتحہ کی کسی آیت کو بار بار پڑھنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴) |
| 82 | بیوی کا دوران نماز بوسہ لینے سے اس کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵) |
| 82 | کیا مسبوق نام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہوگا؟ | مسئلہ نمبر (۵۶) |

الباب الثامن فی صلوٰۃ الوتر

| | | |
|----|---|-----------------|
| 84 | تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہونا: | مسئلہ نمبر (۵۷) |
| 84 | دعائے قنوت کی جگہ ثناء پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۸) |
| 85 | وتر میں دعائے قنوت یاد نہ ہو: | مسئلہ نمبر (۵۹) |
| 86 | کیا دعائے قنوت پوری پڑھنا ضروری ہے؟ | مسئلہ نمبر (۶۰) |
| 87 | دعائے قنوت سے پہلے درود پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۶۱) |
| 87 | قنوت وتر و قنوت نازلہ میں کونسی دعا پڑھنی بہتر ہے؟ | مسئلہ نمبر (۶۲) |
| 89 | وتروں کی جماعت کے بعد دعائے مانگنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۶۳) |
| 89 | عید کا چاند نظر آنے سے پہلے وتروں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۶۴) |
| 91 | جس نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو کیا وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۶۵) |
| 91 | حنفی المذہب آدمی رمضان میں حرم میں وتر جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے: | مسئلہ نمبر (۶۶) |

الباب التاسع فی النواہل

| | | |
|-----|--|-----------------|
| 94 | گرمی کی وجہ سے پورا مہینہ مسجد میں نماز چھوڑنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۶۷) |
| 94 | تسبیح تراویح کا حکم: | مسئلہ نمبر (۶۸) |
| 95 | فرض نماز مسجد میں پڑھ کر نماز تراویح گھر میں پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۶۹) |
| 96 | عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شرکت کا ایک نیا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۷۰) |
| 97 | تراویح اور نماز جنازہ کے بعد انفرادی دعا کا حکم: | مسئلہ نمبر (۷۱) |
| 98 | ختم قرآن میں تعاون لاجل الختم جائز ہے بعض الختم جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۷۲) |
| 99 | ختم قرآن پر حافظ قرآن کا کچھ ہدیہ دینا یا لینا: | مسئلہ نمبر (۷۳) |
| 100 | تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا: | مسئلہ نمبر (۷۴) |
| 101 | نماز تراویح میں بچے کی امامت اور اقتداء کا مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۷۵) |

| | | |
|-----|--|-----------------|
| 102 | امامت کے ضروری مسائل سے واقفیت اور تراویح میں تلاوت کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۷۶) |
| 103 | تراویح کی جماعت میں امام کے بھول جانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۷۷) |
| 104 | آٹھ تراویح پڑھنے والے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۷۸) |
| 105 | نماز میں دوران تلاوت بخش غلطی اسی رکعت میں ٹھیک کرنا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۷۹) |
| 106 | تراویح میں آیت کی غلطی یا کسی آیت کے رہ جانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۸۰) |
| 107 | حافظ لڑکی کا تراویح کی جماعت کرنا: | مسئلہ نمبر (۸۱) |
| 108 | آٹھ رکعات تراویح پڑھنا اور ۲ رجب کو نوافل پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۸۲) |
| 109 | تابالغ بچے کی اقتداء مطلقاً درست نہیں: | مسئلہ نمبر (۸۳) |
| 109 | دعوت افطار کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو ترک کرنا: | مسئلہ نمبر (۸۳) |
| 110 | بیس رکعات تراویح کا مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۸۵) |
| 111 | تراویح کی چار رکعات کے بعد خاموش بیٹھ کر ذکر کرنا چاہیے: | مسئلہ نمبر (۸۶) |
| 112 | نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور دوران تراویح ”صلاۃ بر محمد“ کا نعرہ لگانا: | مسئلہ نمبر (۸۷) |
| 112 | نماز تراویح گھر میں ادا کرنے والے فرض عشاء مسجد میں باجماعت ادا کریں: | مسئلہ نمبر (۸۸) |
| 113 | ڈاڑھی کٹوانے والے کا تراویح پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۸۹) |
| 114 | صلاۃ التَّسْبِيح کی شرعی حیثیت: | مسئلہ نمبر (۹۰) |
| 115 | صلاۃ التَّسْبِيح باجماعت ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۹۱) |
| 115 | قضاء عمری کی شرعی حیثیت: | مسئلہ نمبر (۹۲) |
| 116 | نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۹۳) |
| 117 | امام کا فرض نماز کے بعد سنتیں اپنے کمرے میں پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۹۴) |
| 117 | بوجہ شرعی گھر والوں کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۹۵) |
| 118 | خواتین کا تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۹۶) |
| 118 | خواتین کا نماز تراویح کے لیے مسجد میں آنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۹۷) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 120 | نماز تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۹۸) |
| 121 | دوروں کے ایک خاص طریقے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۹۹) |
| 122 | تراویح میں قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر سننے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰۰) |
| 123 | نماز عشاء اور تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰۱) |
| 124 | عورتوں کا گھر میں حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰۲) |
| 125 | بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی شرعی حیثیت: | مسئلہ نمبر (۱۰۳) |
| 125 | پندرہ سالہ حافظ قرآن کا تراویح پڑھانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰۴) |
| 126 | محلہ کی مسجد میں تراویح کے باوجود گھر میں تراویح پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۱۰۵) |
| 127 | تہجد کی کم سے کم کتنی رکعات ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۱۰۶) |
| 128 | تراویح کے پیچھے نفلوں کی نیت سے کھڑے ہونا: | مسئلہ نمبر (۱۰۷) |
| 129 | حافظ قرآن خواتین کا تراویح کی جماعت کروانا: | مسئلہ نمبر (۱۰۸) |
| 130 | اجرت علی التراویح کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۰۹) |
| 131 | امام کو مختصر تراویح پڑھانے پر مجبور کرنا: | مسئلہ نمبر (۱۱۰) |
| 133 | جو شخص عشاء کی جماعت میں شامل نہ ہو کیا وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۱۱) |
| 135 | عصر کی اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۲) |
| 136 | مغرب کی اذان کے بعد نوافل ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۳) |
| 137 | اذان مغرب کے بعد سجدہ کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۴) |
| 137 | مغرب کی نماز سے پہلے تہجد المسجد پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۵) |
| 138 | عورتوں کی تراویح کے ایک خاص طریقہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۶) |
| 140 | ۱۲ سالہ بچے کو تراویح میں سامع بنانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۱۷) |
| 140 | نابالغ تراویح میں امامت نہیں بن سکتا: | مسئلہ نمبر (۱۱۸) |
| 141 | نماز چاشت کا صحیح وقت کیا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۱۹) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 144 | سنت اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲۰) |
| 144 | نماز تراویح کی شرعی حیثیت: | مسئلہ نمبر (۱۲۱) |
| 145 | سنت و نوافل اپنے کمرے میں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲۲) |
| 146 | اوائین کے نوافل کی تعداد اور وقت: | مسئلہ نمبر (۱۲۳) |
| 146 | پندرہ سالہ لڑکے کا تراویح میں امامت کروانا: | مسئلہ نمبر (۱۲۴) |
| 147 | بیمار عورت کا بیٹھ کر تراویح ادا کرنا: | مسئلہ نمبر (۱۲۵) |
| 149 | امام مسجد کا عورتوں کو صلوٰۃ التیسع کی جماعت کروانا: | مسئلہ نمبر (۱۲۶) |
| 150 | وتروں کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲۷) |
| 153 | ختم قرآن فی التراویح پر امام کو ہدیہ یا عیدی دینے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲۸) |
| 154 | مسجدیں کم ہوں تو گھروں میں قرآن کریم سنانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۲۹) |
| 155 | نماز استخارہ کا صحیح طریقہ: | مسئلہ نمبر (۱۳۰) |
| 157 | گھر میں تراویح کی جماعت کروانا: | مسئلہ نمبر (۱۳۱) |
| 158 | تراویح میں باہر کے پسیکر بند کروانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۳۲) |
| 159 | عورتوں کا مسجد میں تراویح پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۳۳) |
| 160 | عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکلنا: | مسئلہ نمبر (۱۳۴) |
| 161 | مسجد کے متصل کمرہ میں عورتوں کا تراویح ادا کرنا: | مسئلہ نمبر (۱۳۵) |
| 163 | حفظ کے بچوں سے نوافل میں قرآن پاک سننا: | مسئلہ نمبر (۱۳۶) |
| 164 | ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۳۷) |
| 166 | وتروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھے جائیں یا کھڑے ہو کر؟ | مسئلہ نمبر (۱۳۸) |
| 166 | عورتوں کا تراویح کی جماعت کروانا: | مسئلہ نمبر (۱۳۹) |
| 167 | صلوٰۃ التیسع باجماعت پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۴۰) |
| 168 | کیا استخارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا ضروری ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۴۱) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 170 | مرد کا صلوٰۃ النسیح میں عورتوں کا امام بننا: | مسئلہ نمبر (۱۴۲) |
| 171 | صلوٰۃ النسیح باجماعت پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۴۳) |
| 172 | محلہ کی مسجد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نماز اور تراویح پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۱۴۴) |
| 172 | تراویح میں تیز رفتاری سے قرآن پاک پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۱۴۵) |
| 173 | ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۴۶) |
| 174 | کیا ظہر کی سنتوں کو دو، دو کر کے پڑھ سکتے ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۱۴۷) |

الباب العاشر فی قضاء الفوائت

| | | |
|-----|--|------------------|
| 175 | فجر کی نماز ہمیشہ قضاء کر کے پڑھنے والے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۴۸) |
| 175 | فرض لوٹانے کی صورت میں سنن مؤکدہ لوٹائے گا یا نہیں؟ | مسئلہ نمبر (۱۴۹) |
| 176 | فی نماز کا فدیہ: | مسئلہ نمبر (۱۵۰) |
| 176 | قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۱۵۱) |
| 177 | نمازوں کے فدیہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۵۲) |
| 178 | میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ: | مسئلہ نمبر (۱۵۳) |
| 179 | نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۵۴) |
| 180 | قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۱۵۵) |
| 181 | سابقہ قضاء شدہ نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۱۵۶) |
| 182 | قضاء نماز ادا کرنے کے لئے نیت کیسے کی جائے؟ | مسئلہ نمبر (۱۵۷) |
| 183 | قضاء نماز کے پہلے تشہد میں درود شریف و دعا پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۵۸) |
| 184 | فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو کب پڑھی جائیں گی؟ | مسئلہ نمبر (۱۵۹) |
| 185 | فی نماز کا فدیہ کتنا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۶۰) |
| 185 | نماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۶۱) |
| 186 | نماز عصر کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۶۲) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 187 | قضاء نمازوں میں کیا نیت کرے گا؟ | مسئلہ نمبر (۱۶۳) |
| 188 | کیا میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۶۴) |
| 189 | خفتگی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۶۵) |
| 189 | فدیہ کے حکم میں وتر الگ نماز شمار ہوگی: | مسئلہ نمبر (۱۶۶) |
| 190 | بوڑھا آدمی جس کو کوئی سورت یاد نہ ہو تو قرأت کیسے کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۶۷) |
| 191 | جماعت کھڑی ہو تو فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۶۸) |
| 192 | جس کی چھ نمازیں قضاء ہو جائیں تو کیا وہ صاحب ترتیب رہے گا؟ | مسئلہ نمبر (۱۶۹) |
| 194 | کیا فجر کی سنتوں کی قضاء لازم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۷۰) |
| 195 | صاحب ترتیب پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟ | مسئلہ نمبر (۱۷۱) |
| 195 | وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نہیں ہوئے تو کیا وتروں کی قضاء ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۷۲) |
| 196 | فجر کی جماعت کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۷۳) |
| 197 | کیا قضاء نمازیں تو بہرہ استغفار سے معاف ہو سکتی ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۱۷۴) |
| 198 | صاحب ترتیب پہلے قضاء نماز پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۱۷۵) |
| 199 | مقتدی مسبوق تشہد پورا پڑھے گا یا نہیں؟ | مسئلہ نمبر (۱۷۶) |

الباب الحادی عشر فی سجدة السهو

| | | |
|-----|--|------------------|
| 200 | ایک نماز میں کئی بار بھولا تو ایک سجدہ سہو کافی ہے: | مسئلہ نمبر (۱۷۷) |
| 200 | فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ضم کرنے سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۷۸) |
| 201 | تیسری رکعت کے بعد تین تسبیحات کی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۷۹) |
| 202 | سہو آئین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے: | مسئلہ نمبر (۱۸۰) |
| 203 | سورت فاتحہ کے تکرار کا مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۱۸۱) |
| 203 | چار رکعات والی نماز میں قعدہ اولیٰ میں بیٹھنا بھول جائے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۸۲) |
| 205 | تراویح میں آخری قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے امام کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۸۳) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 206 | مقتدی مسبوق یا منفرد اگر سہواً دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۸۳) |
| 207 | مسبوق کے لیے ایک نماز میں دو مرتبہ سجدہ سہو کرنے کی ایک صورت: | مسئلہ نمبر (۱۸۵) |
| 207 | درو شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا: | مسئلہ نمبر (۱۸۶) |
| 208 | سورت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو سجدہ سہو لازم ہے: | مسئلہ نمبر (۱۸۷) |
| 209 | سورت فاتحہ کے بعد ضم سورت بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۸۸) |
| 209 | مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۸۹) |
| 210 | سجدہ سہو واجب ہو اور ادا نہ کیا جائے تو نماز واجب الاعداء ہے: | مسئلہ نمبر (۱۹۰) |
| 211 | قعدہ اولیٰ میں بھول کر درو شریف پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۱۹۱) |
| 211 | مسبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے تو سجدہ سہو ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۱۹۲) |
| 212 | مسبوق پر امام کا سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۱۹۳) |
| 213 | قصد نماز میں واجب چھوڑنے سے نماز واجب الاعداء ہے: | مسئلہ نمبر (۱۹۴) |
| 214 | نماز میں سورت فاتحہ اور دوسری سورت میں سے کوئی ایک یا دونوں چھوڑنا: | مسئلہ نمبر (۱۹۵) |
| 215 | امام پانچویں رکعت کا رکوع کرنے سے قبل بیٹھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے: | مسئلہ نمبر (۱۹۶) |
| 215 | نماز میں سورتوں کو بغیر ترتیب کے پڑھنے سے سہو واجب نہیں ہوتا: | مسئلہ نمبر (۱۹۷) |
| 216 | مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد منفرد کی طرح ہے: | مسئلہ نمبر (۱۹۸) |
| 216 | مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۱۹۹) |
| 217 | واجب عمد نماز میں چھوڑنے سے سجدہ سہو کافی نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۰۰) |
| 218 | قعدہ میں تشہد کی بجائے کوئی سورت پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۰۱) |
| 218 | مسبوق اگر سہواً امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو واجب نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۰۲) |
| 219 | سجدہ سہو واجب نہ ہو اور ادا کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی: | مسئلہ نمبر (۲۰۳) |
| 220 | سجدہ سہو واجب ہو جائے تو امام کے ساتھ مسبوق بھی ادا کرے گا: | مسئلہ نمبر (۲۰۴) |
| 221 | قعدہ اخیرہ فرض ہے اگر چھوٹ جائے تو فرض نماز باطل ہو جائیگی: | مسئلہ نمبر (۲۰۵) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 222 | جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۰۶) |
| 223 | سجدہ سہو واجب تھا اور ادا نہ کیا تو کیا حکم ہے: | مسئلہ نمبر (۲۰۷) |
| 224 | سجدہ سہو کے بارے میں دو مسئلے: | مسئلہ نمبر (۲۰۸) |
| 225 | چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۲۰۹) |
| 225 | ”اللہم صل علی“ تک درود پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ | مسئلہ نمبر (۲۱۰) |
| 226 | امام سہوا کھڑا ہو گیا پھر مقتدی کے لقمے پر بیٹھ گیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۱) |
| 229 | امام چوتھی رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا پھر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۲) |
| 230 | بعد میں آنے والا مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا: | مسئلہ نمبر (۲۱۳) |
| 231 | مقتدی اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۴) |
| 232 | امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۵) |
| 232 | امام پر سجدہ سہو لازم تھا اس نے نہیں کیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۶) |
| 233 | نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۱۷) |
| 235 | مقتدی اگر امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۱۸) |
| 235 | مسبق نے سہوا امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۱۹) |
| 237 | نماز عید میں تکبیرات کے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۰) |
| 238 | امام نے دعائے قنوت کی جگہ رکوع کر لیا پھر لقمہ دینے پر واپس آ گیا تو سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۱) |
| 238 | مقتدی مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۲) |
| 239 | قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۳) |
| 240 | قعدہ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۴) |
| 241 | عمد رکوع اور سجدہ کی تسبیحات چھوڑنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۵) |
| 243 | سورۃ الفاتحہ بھول کر دوبارہ پڑھنے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۶) |
| 244 | قعدہ اخیرہ میں قصد آیا سہوا نکر ار تشہد سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۷) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 244 | تعدہ اولیٰ میں تکرار شہد سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۸) |
| 245 | اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہو ساتھ جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۲۲۹) |
| 246 | تیسری رکعت میں بیٹھ کر قنہ دینے سے کھڑا ہونے سے نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۰) |
| 249 | مسبق پر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۳۱) |
| 249 | قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۲) |
| 250 | احتیاج کی جگہ کوئی سورت پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۳) |
| 252 | سجدہ سہو کرنے کا مستنون طریقہ: | مسئلہ نمبر (۲۳۴) |
| 253 | فرض کی تیسری رکعت میں سورت ملانے سے سجدہ سہو کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۵) |
| 254 | نیت کرتے وقت ظہر کی بجائے عصر کا لفظ منہ سے نکل گیا تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۶) |
| 255 | اگر سجدہ سہو ادا نہ کیا جائے تو نماز اور اس میں کی گئی تلاوت دوبارہ لوٹائی جائے: | مسئلہ نمبر (۲۳۷) |

الباب الثانی عشر فی سجدة التلاوة

| | | |
|-----|---|------------------|
| 257 | ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننا: | مسئلہ نمبر (۲۳۸) |
| 257 | آیت سجدہ کمپوز کرنے سے سجدہ تلاوت کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۹) |
| 257 | سجدہ میں جا کر دعا مانگنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۴۰) |
| 258 | سجدہ شکر کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۴۱) |
| 259 | نمازوں کے بعد سجدہ شکر کو سنت سمجھ کر کرنا مکروہ ہے: | مسئلہ نمبر (۲۴۲) |
| 260 | سجدہ شکر کا ثبوت: | مسئلہ نمبر (۲۴۳) |
| 261 | دوران نماز سجدہ تلاوت کا مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۲۴۴) |
| 262 | دوران تلاوت سجدہ تلاوت کا مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۲۴۵) |
| 263 | آیت سجدہ کو صرف لکھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا: | مسئلہ نمبر (۲۴۶) |
| 263 | سورت ص میں سجدہ تلاوت احتیاطاً حسن مآب پر کرنا چاہیے: | مسئلہ نمبر (۲۴۷) |
| 264 | مصلیٰ غیر مصلیٰ سے آیت سجدہ سننے تو کیا کرے؟ | مسئلہ نمبر (۲۴۸) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 264 | کئی سجدہ تلاوت ادا کرتے وقت آیات سجدہ کی تعیین ضروری نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۴۹) |
| 265 | ریڈیو اور لوڈ پیسنگ پر سنی ہوئی آیت پر سجدہ تلاوت کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵۰) |
| 267 | حائضہ عورت کے پاس اگر آیت سجدہ تلاوت کی تو کیا اس پر سجدہ لازم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۵۱) |
| 267 | خارج از صلوٰۃ سجدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۲۵۲) |
| 268 | آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا: | مسئلہ نمبر (۲۵۳) |
| 268 | دوران نماز آیت سجدہ تلاوت کی لیکن سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۵۴) |
| 269 | آیت سجدہ کا قلمہ دینے سے ایک ہی سجدہ واجب ہے: | مسئلہ نمبر (۲۵۵) |

الباب الثالث عشر فی صلوٰۃ المریض

| | | |
|-----|---|------------------|
| 271 | کرسی پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵۶) |
| 280 | دماغی توازن درست نہ ہو تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵۷) |
| 281 | نمازی کا اونچی جگہ پر سجدہ لگانے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵۸) |
| 281 | شیخ فانی کی تعریف اور اس کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۵۹) |
| 283 | کرسی پر نماز پڑھنے کے ایک طریقہ کا شرعی حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶۰) |
| 284 | مساجد میں پڑی ہوئی مروجہ کرسیوں پر نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶۱) |
| 285 | معذور شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا: | مسئلہ نمبر (۲۶۲) |
| 286 | جو آدمی سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو کیا اس سے قیام ساقط ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۶۳) |
| 287 | زمین سے ڈھائی فٹ اونچے تختے پر نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶۴) |
| 288 | مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے: | مسئلہ نمبر (۲۶۵) |
| 289 | معذور کی نماز کے بعض احکام: | مسئلہ نمبر (۲۶۶) |
| 290 | جس آدمی کو قطرات کی بیماری ہو اس کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶۷) |
| 291 | بغیر عذر کے سنت مؤکدہ بیٹھ کر پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۶۸) |

الباب الرابع عشر فی صلوٰۃ المسافر

| | | |
|-----|---|------------------|
| 293 | نماز قصر پڑھنے کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۲۶۹) |
| 293 | نماز قصر کے بارے میں: | مسئلہ نمبر (۲۷۰) |
| 294 | بس میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷۱) |
| 295 | نماز قصر کے مسائل: | مسئلہ نمبر (۲۷۲) |
| 296 | وطن اصلی کے بعد تبدیلی کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷۳) |
| 297 | سفر شرعی کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۲۷۴) |
| 298 | سسرال میں نماز قصر کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷۵) |
| 299 | مسافر اگر متعین امام کی اقتداء کرے تو تعداد رکعت کی نیت ضروری نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۷۶) |
| 300 | سفر میں سنت و نوافل پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷۷) |
| 300 | ملک کی سرحدوں پر فوجی مسافر ہوں گے یا متعین؟ | مسئلہ نمبر (۲۷۸) |
| 301 | چھاؤنی سے باہر غیر آباد علاقے میں فوجی کیمپ لگانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۷۹) |
| 302 | بیوی بچے وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ رکھے ہوں تو وہاں نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۰) |
| 302 | مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۸۱) |
| 303 | وطن اقامت سے شرعی سفر کے بعد واپسی پر وہاں نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۲) |
| 304 | شہر سے دور شرعی مسافت پر سکیم پر جانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۳) |
| 304 | مسافر مقتدی کا متعین امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۲۸۴) |
| 305 | امام مسافر ہو تو قصر پڑھائے گا: | مسئلہ نمبر (۲۸۵) |
| 305 | پندرہ دن سے زائد تکمیل میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۶) |
| 306 | مسافر بننے کے لئے شہر سے خروج ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۲۸۷) |
| 306 | شہر سے باہر شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کی ایک صورت: | مسئلہ نمبر (۲۸۸) |
| 307 | سفر شرعی محقق ہو جائے اور نیت ۱۵ دن سے کم قیام کی ہو تو قصر کرے گا: | مسئلہ نمبر (۲۸۹) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 308 | سفر شرعی کی مقدار مسافت شرعیہ پر ہے خوف خطرے پر نہیں ہے: | مسئلہ نمبر (۲۹۰) |
| 309 | سفر میں سنتوں اور نوافل کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۹۱) |
| 310 | وطن اصلی ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں: | مسئلہ نمبر (۲۹۲) |
| 311 | وطن اصلی میں پوری نماز پڑھی جائے گی: | مسئلہ نمبر (۲۹۳) |
| 312 | شرعاً مقیم ہونے کے لیے نیت اقامت ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۲۹۴) |
| 312 | اپنے گھر میں ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۲۹۵) |
| 313 | سسرال میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟ | مسئلہ نمبر (۲۹۶) |
| 314 | سفر شرعی کے وقت عورت اپنے سسرال میں پوری نماز پڑھے گی: | مسئلہ نمبر (۲۹۷) |
| 314 | شادی کے بعد عورت اپنے خاوند کے تابع ہوتی ہے: | مسئلہ نمبر (۲۹۸) |
| 316 | مستقل رہائش جس جگہ اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے: | مسئلہ نمبر (۲۹۹) |
| 316 | مستقل رہائش کا ایک اور مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۳۰۰) |
| 317 | دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۰۱) |
| 318 | عارضی طور پر مقیم سرکاری ملازم وطن اصلی میں پوری نماز ادا کریگا: | مسئلہ نمبر (۳۰۲) |
| 319 | سفر شرعی کی مسافت اس کی پیمائش اور نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۰۳) |
| 319 | حالت سفر میں مسافر سنتیں ادا کرے گا یا نہیں؟ | مسئلہ نمبر (۳۰۴) |
| 321 | وطن اصلی کو عارضی طور پر چھوڑنے سے اس کی اصلیت ختم نہیں ہوتی: | مسئلہ نمبر (۳۰۵) |
| 321 | مدت اقامت کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۰۶) |
| 322 | دوران سفر نماز ادا کرنے کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۳۰۷) |
| 322 | کیا مسافر ملازم نماز قصر پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۳۰۸) |
| 323 | دوران سفر ڈرائیور اور کنڈیکٹر کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۰۹) |
| 323 | ایک مقام کی جانب دو الگ الگ راستوں سے جاتے ہوئے نماز ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۱۰) |
| 324 | وطن اصلی چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا: | مسئلہ نمبر (۳۱۱) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 325 | مسافر اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نیت کیسے پاندھے؟ | مسئلہ نمبر (۳۱۲) |
| 326 | وطن اصلی میں بہر حال پوری نماز ادا کی جائے گی: | مسئلہ نمبر (۳۱۳) |
| 326 | وطن اصلی اگر مستقلاً چھوڑ دے تو اس کی اصلیت ختم ہو جاتی ہے: | مسئلہ نمبر (۳۱۴) |
| 327 | ڈرائیور حضرات پوری نماز ادا کریں یا قصر کریں؟ | مسئلہ نمبر (۳۱۵) |
| 328 | سفر میں قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۱۶) |
| 329 | آبائی شہر، جائے ملازمت اور جائے سکونت میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۱۷) |
| 330 | مستقل رہائش والی جگہ ہی وطن اصلی ہے: | مسئلہ نمبر (۳۱۸) |
| 331 | تبلیغی جماعت کا کسی شہر میں ۱۵ دن یا اس سے زائد تشکیل میں نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۱۹) |
| 333 | سرکاری ملازمت کی جگہ وطن اقامت بننے کی ایک صورت: | مسئلہ نمبر (۳۲۰) |
| 334 | نماز قصر اور اس کی ادائیگی کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۳۲۱) |
| 335 | مقیم حضرات اگر قصر نماز پڑھ لیں تو پوری نماز لوٹانا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۳۲۲) |
| 336 | وطن اصلی کی حدود سے باہر نکلنے پر سفر شرعی شروع ہوتا ہے: | مسئلہ نمبر (۳۲۳) |
| 336 | مستقل سکونت جہاں اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے: | مسئلہ نمبر (۳۲۴) |
| 337 | تین یا چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے مقیمین کی نماز کا طریقہ: | مسئلہ نمبر (۳۲۵) |
| 338 | سفر شرعی کا حکم صرف نیت پر نہیں بلکہ حدود شہر سے باہر نکلنے پر ہے: | مسئلہ نمبر (۳۲۶) |
| 339 | کسی جگہ اقامت کی نیت کے بعد پندرہ دن سے پہلے اس کو چھوڑ دے تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۲۷) |
| 339 | ایام حج میں آفاقی منی، عرفات اور مزدلفہ میں قصر نماز پڑھیں گے: | مسئلہ نمبر (۳۲۸) |
| 340 | مقیم کا وقت جمعہ داخل ہونے کے بعد شہر سے نکلنا جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۳۲۹) |
| 341 | سفر کا ارادہ رکھنے والے کو وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں: | مسئلہ نمبر (۳۳۰) |
| 342 | وطن اقامت سے سفر پر جانے کے بعد نیت اقامت نہ کرنے بعد رہنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۳۱) |
| 342 | سفر میں وتر پڑھنا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۳۳۲) |
| 343 | مسافر کتنے سفر پر قصر کرے گا؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۳) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 343 | کیا وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۳) |
| 345 | مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے نماز کس طرح مکمل کرے گا؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۵) |
| 346 | کسی جگہ ۱۴ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھی جائے گی: | مسئلہ نمبر (۳۳۶) |
| 347 | چلہ میں جانے والے تبلیغی حضرات نماز پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۷) |
| 347 | مدرسہ میں مقیم اور مسافر ہونے میں اساتذہ کی نیت معتبر ہوگی یا طلباء کی؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۸) |
| 348 | کیا مسافر مسجد میں دوسری جماعت کروا سکتے ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۳۳۹) |
| 349 | کیا ایک جگہ مقیم ہونے کے لیے صرف نیت اقامت کافی ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۰) |
| 351 | کیا دوران سفر میں سنتیں اور نوافل ادا کیے جائیں گے؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۱) |
| 351 | مہاجر اگر اپنے وطن میں واپس آئے تو نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۲) |
| 352 | سفر شرعی کے ارادے سے نکلنے والا اگر راستہ میں کہیں ٹھہر جائے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۳) |
| 353 | ایک ضلع میں مختلف جگہوں میں تشکیل ہو تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۴۴) |
| 355 | ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۵) |
| 356 | کیا وطن اقامت میں ہر دفعہ اقامت کی نیت ضروری ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۶) |
| 358 | تونس سے ملتان نوکری کے لیے آنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟ | مسئلہ نمبر (۳۴۷) |
| 360 | قرآن پاک سے قصر نماز کا ثبوت: | مسئلہ نمبر (۳۴۸) |
| 361 | سفر شرعی میں پیدل کا اعتبار ہے یا سواری کا: | مسئلہ نمبر (۳۴۹) |
| 363 | جو شخص ہمیشہ سفر میں رہے اس کے لیے قصر کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۵۰) |
| 363 | آدی شرعی مسافر کب بنتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۵۱) |
| 364 | مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۳۵۲) |
| 365 | ایک بستی میں اگر چند دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو سواری جماعت مسافر ہے: | مسئلہ نمبر (۳۵۳) |
| 366 | ۶ دن یا ۱۳ دن ایک جگہ رہنے والا مسافر ہوگا: | مسئلہ نمبر (۳۵۴) |
| 367 | ملازمت کی جگہ ۶ دن قیام کرنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟ | مسئلہ نمبر (۳۵۵) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 368 | کیا مسافر شرعی سنتیں پڑھے گا؟ | مسئلہ نمبر (۳۵۶) |
| 369 | غیر شرعی سفر کی نیت کرنے والا اگر شرعی سفر کا ارادہ کرے تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۵۷) |
| 370 | شہر کی حدود سے باہر نکلنے والا قصر پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۳۵۸) |
| 372 | سہیال میں رہنے والا وطن اصلی میں مقیم ہوگا یا مسافر؟ | مسئلہ نمبر (۳۵۹) |
| 373 | مسافر اگر وقت کے اندر گھر پہنچ جائے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۰) |
| 374 | لڑائی کے منتظر فوجی مسافر ہوں گے یا مقیم؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۱) |
| 375 | دوران سفر پاک ہونے والی عورت قصر کرے گی یا اتمام؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۲) |
| 375 | حالت سفر میں قضاء ہونے والی نماز میں قصر کی جائے گی: | مسئلہ نمبر (۳۶۳) |
| 376 | کمایہ سے فیصل آباد ملازمت کے لیے آنے والے کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶۴) |
| 376 | کیا جنگل وطن اقامت بن سکتا ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۵) |
| 378 | دیہات کے مدارس کے طلباء مسافر ہوں گے یا مقیم؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۶) |
| 379 | ملک سے باہر سفر کرنے والے لیے قصر نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶۷) |
| 380 | ملتان کو چھوڑ کر جب لاہور کو وطن اصلی بنا لیا تو ملتان میں قصر ہوگی: | مسئلہ نمبر (۳۶۸) |
| 381 | کیا گھر سے نکلتے ہی انسان مسافر شمار ہوگا؟ | مسئلہ نمبر (۳۶۹) |
| 382 | مسافر اگر بھول کر پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ | مسئلہ نمبر (۳۷۰) |
| 383 | تریبلا ڈیم سے ہری پور جانے والے کے لیے قصر نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۱) |
| 384 | مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا: | مسئلہ نمبر (۳۷۲) |
| 385 | ایک ہی شہر میں اگر ۲۵ دن کی تشکیل ہو تو سب مقیم ہوں گے؟ | مسئلہ نمبر (۳۷۳) |
| 386 | ملازمت کی جگہ پر ایک ہفتہ رہنے والا مسافر شمار ہوگا: | مسئلہ نمبر (۳۷۴) |
| 387 | وطن اصلی کو جب مستقل نہ چھوڑا ہو تو اس میں اتمام ہوگا: | مسئلہ نمبر (۳۷۵) |
| 388 | قصر اور اتمام میں اعتبار آخری وقت کا ہے: | مسئلہ نمبر (۳۷۶) |
| 389 | ریت اٹھانے والے ٹرک ڈرائیوروں کے قصر اور اتمام کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۷) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 390 | ۵ یا ۱۰ دن کی نیت سے لاہور آنے والا مسافر ہوگا: | مسئلہ نمبر (۳۷۸) |
| 391 | ہر ہفتہ میں ۵ دن پشاور میں رہنے والا پشاور میں قصر کرے گا: | مسئلہ نمبر (۳۷۹) |
| 391 | جوڈرا نیور مسلسل سفر میں ہو وہ مسلسل قصر کرے گا: | مسئلہ نمبر (۳۸۰) |
| 392 | منیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟ | مسئلہ نمبر (۳۸۱) |
| 412 | شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۲) |
| 414 | وطن اصلی کی رہائش اگر مستقل ترک نہ کی ہو تو نماز کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۳) |
| 415 | ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۴) |

الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعة

| | | |
|-----|--|------------------|
| 417 | جمعہ فی القریٰ: | مسئلہ نمبر (۳۸۵) |
| 418 | جمعہ کی شرائط: | مسئلہ نمبر (۳۸۶) |
| 419 | گاؤں میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۷) |
| 420 | جمعہ کی اذان اول سے بیچ کے حرام ہونے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۸) |
| 421 | گاؤں میں نماز جمعہ: | مسئلہ نمبر (۳۸۹) |
| 422 | عدم جواز جمعہ پر ایک شبہ کا جواب: | مسئلہ نمبر (۳۹۰) |
| 423 | تین سو گھر والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۹۱) |
| 424 | عید کی نماز سے جواز جمعہ پر استدلال کا جواب: | مسئلہ نمبر (۳۹۲) |
| 425 | عورتوں کی نماز جمعہ میں شرکت کی ایک صورت: | مسئلہ نمبر (۳۹۳) |
| 426 | ”التحصیر فی التحصیر“ گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں مفصل فتویٰ: | مسئلہ نمبر (۳۹۴) |
| 439 | عورت کا نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا: | مسئلہ نمبر (۳۹۵) |
| 440 | بلا عذر جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۳۹۶) |
| 442 | سومکانات والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۹۷) |
| 442 | جمعہ وعیدین کے لیے مسلم حاکم کا حاضر ہونا ضروری نہیں: | مسئلہ نمبر (۳۹۸) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 443 | گر جاگھر میں جمعہ اور عیدین پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۳۹۹) |
| 444 | شہر کی مارکیٹ کے ایک کمرے میں نماز جمعہ ادا کرنا: | مسئلہ نمبر (۴۰۰) |
| 444 | ورکشاپ میں نماز جمعہ پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۴۰۱) |
| 445 | شہر سے تین کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۴۰۲) |
| 447 | شہر میں جس جگہ بنگلہ نماز ادا نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۰۳) |
| 447 | میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۰۳) |
| 448 | وانڈہ شہاب خیل میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۰۵) |
| 450 | سرحد کی حفاظت کے لیے متعین سکاؤٹ دستے کا نماز جمعہ ادا کرنا: | مسئلہ نمبر (۴۰۶) |
| 451 | نماز جمعہ کے لیے اقامت کہنا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۴۰۷) |
| 452 | جمعہ کے فرض کے بعد چار سنتوں کا ثبوت: | مسئلہ نمبر (۴۰۸) |
| 453 | ایک ہزار افراد والی آبادی (سیال) میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۰۹) |
| 454 | شہر سے آٹھ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۰) |
| 455 | آری کے تحت حساس سرکاری ادارے میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۱) |
| 456 | پندرہ سو آبادی والا علاقہ "بیکٹر" ڈیرہ بکٹی بلوچستان میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۲) |
| 457 | چھ سو افراد والی بستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۳) |
| 459 | ایک سو نوے مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۴) |
| 460 | چھ کلومیٹر شہر سے دور فیکٹری میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۱۵) |
| 461 | مارکیٹ میں غیر وقف شدہ جگہ میں نماز جمعہ: | مسئلہ نمبر (۴۱۶) |
| 462 | خطبہ جمعہ سے پہلے تعویذ و تسمیہ پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۴۱۷) |
| 463 | قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ و عیدین جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۴۱۸) |
| 464 | قیام جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے: | مسئلہ نمبر (۴۱۹) |
| 466 | اذان جمعہ کے بعد کاج پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۴۲۰) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 467 | فلینس والی عمارت میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۱) |
| 468 | قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۲۲) |
| 469 | دو تین گھرانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۳) |
| 470 | نماز جمعہ فوت ہو جائے تو علیحدہ علیحدہ نماز ظہر ادا کرے: | مسئلہ نمبر (۲۲۴) |
| 470 | مصر جامع کی تعریف اور اس میں اختلاف: | مسئلہ نمبر (۲۲۵) |
| 472 | نماز جمعہ کے عدم جواز کی ایک صورت: | مسئلہ نمبر (۲۲۶) |
| 473 | جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی بلکہ ظہر واجب الاداء ہے: | مسئلہ نمبر (۲۲۷) |
| 475 | دو سو کانوں پر مشتمل اڈے اور اس سے متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۸) |
| 476 | شہر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر سو مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۲۹) |
| 477 | تقریباً چھتیس سو افراد پر مشتمل گاؤں (تاجہ زئی لکی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۰) |
| 478 | جہاں صلوٰۃ جمعہ جائز نہیں وہاں صلوٰۃ عیدین بھی جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۲۳۱) |
| 479 | نماز جمعہ کے لئے اذان عام شرط ہے: | مسئلہ نمبر (۲۳۲) |
| 480 | بلا ضرورت ایک شہر میں تکثیر جمعہ خلاف سنت ہے: | مسئلہ نمبر (۲۳۳) |
| 481 | سرحدی علاقے، صحرا اور بیابان میں فوجی یونٹ کے جمعہ پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۴) |
| 482 | جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں اور عرصہ دراز سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو تو کیا کیا جائے؟ | مسئلہ نمبر (۲۳۵) |
| 483 | شہر سے دو، تین میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۶) |
| 484 | جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم مجاز (اے، ہی، حج) کا ہونا شرط ہے: | مسئلہ نمبر (۲۳۷) |
| 485 | چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۸) |
| 487 | تین سو گھروں پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۳۹) |
| 488 | جہاں شرائط جمعہ پوری نہ ہوں وہاں مسجد قدیم میں بھی جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۲۴۰) |
| 489 | جہاں جمعہ پڑھنے کی شرائط موجود ہوں اس جگہ کے مصلحتات میں بھی جمعہ جائز ہے: | مسئلہ نمبر (۲۴۱) |
| 490 | فیکٹری میں نماز جمعہ اور ایک مشین سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۴۲) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 491 | جہاں شرائط جمعہ نہ پائی جائیں وہاں علماء کی اجازت کے باوجود جمعہ جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۴۴۳) |
| 492 | پندرہ سو آبادی والے چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۴۴) |
| 493 | ایک ہزار گھروں پر مشتمل گاؤں موضع ”بالی منگ“ میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۴۵) |
| 494 | دوران خطبہ عصا ہاتھ میں پکڑنا اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا: | مسئلہ نمبر (۴۴۶) |
| 495 | دوسو گھروں پر مشتمل گاؤں ”چسوال“ میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۴۷) |
| 496 | ایک سو پچتر گھرانوں پر مشتمل چھوٹی بستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۴۸) |
| 497 | پرچون، ہنری اور دوائی کی دکانیں صحت جمعہ کے لئے کافی نہیں: | مسئلہ نمبر (۴۴۹) |
| 499 | سرکاری سکول، آنا پیپے کی مشین اور پختہ سڑک صحت جمعہ کے لئے کافی نہیں ہیں: | مسئلہ نمبر (۴۵۰) |
| 500 | قریب صغیرہ میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں: | مسئلہ نمبر (۴۵۱) |
| 501 | پہنچی کمر (تحصیل لکی مروت بنوں) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۵۲) |
| 502 | شہر گلوئی (ضلع لکی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۵۳) |
| 503 | جہاں عرصہ دراز سے جمعہ جاری ہو اور شرائط پوری نہ ہوں وہاں حکمت اور بصیرت سے فوراً جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے: | مسئلہ نمبر (۴۵۴) |
| 504 | عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی: | مسئلہ نمبر (۴۵۵) |
| 506 | خطبہ جمعہ، شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا: | مسئلہ نمبر (۴۵۶) |
| 507 | پرائمری سکول، ڈاکٹر اور گوشت کی دوکانیں موجود ہونے سے جمعہ جائز نہیں ہوتا: | مسئلہ نمبر (۴۵۷) |
| 508 | نماز جمعہ کا بدل نماز ظہر ہے: | مسئلہ نمبر (۴۵۸) |
| 509 | صحت جمعہ کے لیے امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا شرط ہے: | مسئلہ نمبر (۴۵۹) |
| 510 | بڑے قصبے سے ایک کلومیٹر دور چھوٹے دیہات میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۶۰) |
| 511 | جمعہ کی دوسری اذان کی شرعی حیثیت: | مسئلہ نمبر (۴۶۱) |
| 511 | نماز جمعہ کی شرائط: | مسئلہ نمبر (۴۶۲) |
| 512 | گاؤں ”تھروسہ“ (ضلع قصور) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۴۶۳) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 513 | جمعہ کے بارے میں مفتی کفایت اللہ کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب: | مسئلہ نمبر (۳۶۳) |
| 515 | ”گواہی“ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶۵) |
| 516 | جمعہ وعیدین کی نماز کا ایک مسئلہ: | مسئلہ نمبر (۳۶۶) |
| 516 | عورت کا نماز جمعہ وعیدین کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور امامت کرانا: | مسئلہ نمبر (۳۶۷) |
| 518 | ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶۸) |
| 519 | شہر کے ساتھ غیر متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۶۹) |
| 520 | نماز جمعہ کے بارے میں بعض مسائل: | مسئلہ نمبر (۳۷۰) |
| 521 | موضع ”چہل خورد“ (ضلع گوجرانوالہ) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۱) |
| 522 | خطبہ جمعہ میں محض ذکر اللہ فرض ہے: | مسئلہ نمبر (۳۷۲) |
| 523 | قریب کبیرہ سے متصل ایک مل میں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۳) |
| 524 | مہندا بجنسی کے ایک گاؤں (خویزو) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۴) |
| 525 | گاؤں (جنڈیالہ شیرخان) میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۵) |
| 526 | نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد شرط نہیں: | مسئلہ نمبر (۳۷۶) |
| 527 | جنگل کے قریب ایک گاؤں (کسک) میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۷) |
| 528 | کم آبادی والے گاؤں میں دو تین جگہ نماز جمعہ پڑھنا: | مسئلہ نمبر (۳۷۸) |
| 529 | جس جگہ کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوں مگر مستقل بازار نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۷۹) |
| 530 | ایک مسجد میں نفل پھر دوسری مسجد میں فرض کی نیت سے نماز جمعہ پڑھنا پڑھانا: | مسئلہ نمبر (۳۸۰) |
| 531 | شہر سے باہر فارم کی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۱) |
| 532 | کئی سالوں سے جاری نماز جمعہ کو عدم شرط کی وجہ سے بند کرنا اتباع شریعت ہے: | مسئلہ نمبر (۳۸۲) |
| 533 | جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب؟ | مسئلہ نمبر (۳۸۳) |
| 534 | آبادی سے باہر مدرسہ سے نماز جمعہ شہر کی مسجد میں منتقل کرنا: | مسئلہ نمبر (۳۸۴) |
| 535 | ڈیرہ مراد جمالی کے ایچ پروجیکٹ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۳۸۵) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 536 | سکول، ڈپنٹری اور چند کالونوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۶) |
| 537 | پندرہ سو پچاس افراد پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۸۷) |
| 539 | استفتاء بابت نماز جمعہ (موضع میرا عظیم محن خیل لگی مروت بنوں): | مسئلہ نمبر (۲۸۸) |
| 540 | چھوٹے گاؤں میں اگر پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو اس کا کیا حکم ہے: | مسئلہ نمبر (۲۸۹) |
| 542 | جمعہ کی پہلی اذان زوال کے فوراً بعد دینی چاہیے: | مسئلہ نمبر (۲۹۰) |
| 542 | نماز جمعہ پڑھانے میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے: | مسئلہ نمبر (۲۹۱) |
| 544 | نواء شہر سے باہر ایک مدرسہ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۹۲) |
| 545 | خطبہ جمعہ میں کسی بزرگ آدمی کی تعریف کرنا: | مسئلہ نمبر (۲۹۳) |
| 546 | جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا: | مسئلہ نمبر (۲۹۴) |
| 547 | مقامی علماء کا کسی گاؤں کو قریہ کبیرہ قرار دینا اور جمعہ قائم کرنا جبکہ وہ قریہ کبیرہ نہ ہو: | مسئلہ نمبر (۲۹۵) |
| 547 | قریہ صغیرہ کسی کے کہنے سے قریہ کبیرہ نہیں بنتی: | مسئلہ نمبر (۲۹۶) |
| 548 | دوران خطبہ چندہ جمع کرنا: | مسئلہ نمبر (۲۹۷) |
| 549 | خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۹۸) |
| 549 | علاقہ ہمزونی میں نماز جمعہ کو قائم کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۲۹۹) |
| 551 | جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟ | مسئلہ نمبر (۵۰۰) |
| 552 | پانچ سو آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۱) |
| 553 | کیا جمعہ سے پہلے والی سنتیں مؤکدہ ہیں یا بعد والی؟ | مسئلہ نمبر (۵۰۲) |
| 554 | دھبول گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۳) |
| 555 | شہر سے ایک کلومیٹر دور بستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۴) |
| 556 | مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا: | مسئلہ نمبر (۵۰۵) |
| 556 | خوشحال سنگھ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۶) |
| 558 | استفتاء از مفتی اعظم مفتی حمید اللہ جان، جامعہ المدینہ عظیم آباد اور ایجوکیشنل بورڈ: | مسئلہ نمبر (۵۰۷) |

| | | |
|-----|--|------------------|
| 562 | دوہزار والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۸) |
| 563 | جہاں جمعہ کی شرائط موجود ہوں اس سے دو کلو میٹر دور ڈیروں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۰۹) |
| 564 | جس ٹیکسٹری میں پانچ نمازیں نہ ہوتی ہوں اس میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۰) |
| 565 | بارہ گھروں والی ہستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۱) |
| 566 | چک حیدری میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۲) |
| 567 | چائے کی یونیورسٹی میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۳) |
| 569 | 150 گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۴) |
| 569 | شہر سے پانچ کلو میٹر دور گھر میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۵) |
| 570 | دوہزار والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۶) |
| 571 | ذکر کے مرکز میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۷) |
| 572 | دوران خطبہ ہاتھ باندھنا یا گھٹنوں پر رکھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۸) |
| 572 | تین سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۱۹) |
| 573 | موضع بگالہ موڑ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۰) |
| 574 | بڑی جامع مسجد کے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۱) |
| 575 | اگر کسی علاقہ میں شرائط جمعہ مفقود ہو جائیں تو جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۲) |
| 576 | گاؤں عبدل خیل میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۳) |
| 576 | ساتھ گھروں والے گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۴) |
| 577 | ساڑھے آٹھ سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۵) |
| 578 | خانوخیل میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۶) |
| 579 | شہر سے دس کلو میٹر دور دیہات میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۷) |
| 581 | پاندوڑیا گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۸) |
| 583 | موضع محمودہ جو دھیرکا میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۲۹) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 585 | ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۰) |
| 586 | ٹی، آر، پی کمپنی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۱) |
| 587 | واغذہ شاہدہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۲) |
| 589 | چھ ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۳) |
| 591 | گاؤں پتھراڈہ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۴) |
| 592 | تین چار ہزار آبادی والے قصبہ میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۵) |
| 593 | صالح آباد کالونی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۶) |
| 594 | جمعہ کا خطبہ ایک آدمی دے اور نماز دوسرا پڑھائے: | مسئلہ نمبر (۵۳۷) |
| 595 | جواز جمعہ اور وجوب جمعہ کی شرائط: | مسئلہ نمبر (۵۳۸) |
| 597 | پانچ سو گھرانوں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۳۹) |
| 598 | سوا ۲۰۰ اصل میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۰) |
| 599 | گاؤں اور متصل بستیوں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۱) |
| 601 | سرائے نورنگ کے ساتھ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۲) |
| 602 | مختصر خطبہ پڑھنے سے نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۳) |
| 603 | شہر سے چودہ کلومیٹر دور شوگر ملز میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۴) |
| 604 | گاؤں ڈھاگڑی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۵) |
| 605 | خان خیل منڈاڑی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۶) |
| 607 | گاؤں میٹونچہ ضلع بونیر میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۷) |
| 608 | شہر کے قریب چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۸) |
| 610 | ارضی کے درمیان بسائی ہوئی بستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۴۹) |
| 611 | بڑے گاؤں سے ۱۶ یکڑ کے فاصلے پر موجود چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۰) |
| 612 | چالیس گھروں والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۱) |

| | | |
|-----|---|------------------|
| 613 | گاؤں ڈیرہ اسلام دین میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۲) |
| 614 | تبلیغی جماعت میں شرکت کی بنا پر نماز جمعہ چھوڑنا: | مسئلہ نمبر (۵۵۳) |
| 615 | موضع پہاڑ نیل تحصیل لکی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۴) |
| 618 | ایک سواسی گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۵) |
| 620 | جن کو جمعہ کی نماز نہ ملی ہو وہ ظہر انفرادی پر پڑھیں گے یا جماعت کے ساتھ؟ | مسئلہ نمبر (۵۵۶) |
| 621 | آفس کی بلڈنگ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۵۷) |
| 622 | چھ سو پچاس افراد والی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے: | مسئلہ نمبر (۵۵۸) |
| 624 | تقریر کے بعد خطیب منبر پر بیٹھا ہے یا نیچے اتر جائے؟ | مسئلہ نمبر (۵۵۹) |
| 625 | شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۰) |
| 626 | شہر سے ۱۳ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۱) |
| 628 | گاؤں سپہ نین والی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۲) |
| 631 | حویلی کہہار والی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۳) |
| 632 | 20 گھرانوں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۴) |
| 633 | گاؤں پھیالہ ضلع ہری پور میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۵) |
| 635 | ۱۲ گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۶) |
| 636 | نماز جمعہ میں تعیل افضل ہے: | مسئلہ نمبر (۵۶۷) |
| 637 | مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم: | مسئلہ نمبر (۵۶۸) |



عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ نے دین کے جو احکامات سرور کائنات ﷺ کے واسطے سے ہم تک پہنچائے ہیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان پر عمل کرنا ہمارے لیے لازم ٹھہرایا ہے، وہ مختلف شعبہ جات میں تقسیم ہیں، بعض احکامات کا تعلق انسان کے عقائد کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی عبادات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کے معاملات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی اخلاقیات کے ساتھ ہے، قرآن و حدیث میں ان تمام احکام کے قواعد و ضوابط اور اصول اور کلیات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے، اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان تمام احکامات کی تفصیل اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل فقہاء کرام نے بڑی محنت، جانفشانی اور خدا داد اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور بڑی ہی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ان تمام جزئیات کو اپنی کتب فقہ میں بیان کر کے امت محمد ﷺ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا راستہ متعین کر دیا ہے، جس طرح ان کا یہ احسان عوام پر ہے اس سے بڑھ کر یہ احسان آج کے دور کے علماء کرام پر بھی ہے کہ ان کے سامنے جزئیات کا ذخیرہ موجود ہے، اگر فقہاء کرام نے یہ محنت نہ کی ہوتی تو جیسے آج کے دور میں علمی انحطاط بہت زیادہ ہو چکا ہے تو مسائل بتلانے میں اور ان مسائل کا استنباط کرنے میں بہت دقت پیش آتی تھی، اللہ تعالیٰ پوری امت کے تمام فقہاء و محدثین اور مفسرین کو اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے (آمین)

اب موجودہ دور کے اعتبار سے دو معاملات پیش نظر تھے، ایک یہ کہ علماء عربی کتب سے دور ہو کر اردو کتب کی طرف مائل ہیں جس کی وجہ سے علماء میں عربی ذوق کم ہوتا جا رہا ہے اور عربی کتابوں کا فہم بھی کم ہوتا جا رہا ہے اس بات کا تقاضا یہ تھا کہ ان فقہ اور فتاویٰ کی عربی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے یا اردو میں ان مسائل کو جمع کر کے ترتیب دیا جائے تاکہ ان مسائل کو سمجھنے میں اور اس مجموعہ کو امت کے دوسرے افراد تک پہنچانے میں آسانی ہو، اس لیے علماء کرام نے بہت ساری عربی کتب کے اردو تراجم کیے، اور مفتیان کرام نے فتاویٰ کے باب میں بہت سارے اردو فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں لاکھوں مسائل موجود ہیں، اور وہ مسائل امت کی رہنمائی کے لیے چھپ کر منظر عام پر آ گئے ہیں، اور امت مسلمہ ان سے مستفید ہو رہی ہے۔

اور دوسری بات یہ تھی آج کے دور میں ہر آدمی ہر عالم سے اس کی بات کے حوالہ کا طلب گار ہے کہ آپ نے جو بات کی ہے اس کا حوالہ کیا ہے؟ اگرچہ ایک غیر عالم کے لیے ایک مستند عالم کی بات ہی حوالہ ہے، قطع نظر اس بات

سے یہ دوران بات کا متقاضی ہے کہ عالم کے پاس اپنی ہر بات کا حوالہ موجود ہو، تاکہ لوگ مطمئن ہوں اور یہ بدگمانی نہ کریں کہ یہ اپنی طرف سے ہی کوئی بات کر رہے ہیں۔

الحمد للہ! فتاویٰ ”ارشاد المفتین“ ان دونوں باتوں کا مجموعہ اور ایک حسین گلدستہ ہے، جس میں عوام کو پیش آمدہ مسائل کا جواب اردو میں دیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے ساتھ اس مسئلہ کا ماخذ اور عربی حوالہ بھی موجود ہے، ہر آدمی کے لیے مسائل سمجھنا بھی آسان ہو گیا اور ہر مسئلہ کا حوالہ اور دلیل بھی ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

جس طرح اللہ والوں کا فیضان ان کی زندگی میں جاری ہوتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان کا فیضان جاری رہتا ہے، اور فتاویٰ کا یہ مجموعہ استاذ محترم مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک عظیم علمی فیضان ہے، جس طرح پہلے فقہاء کرام کی کی ہوئی محنت آج تک اس امت کے کام آ رہی ہے اور امت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے، اسی طرح یہ فتاویٰ جو کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی زندگی کا نچوڑ ہے جس میں مسائل کا بیان بھی ہے اور فقہی اصول اور کلیات کو بھی بیان بھی کیا گیا ہے یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک ایک عظیم علمی سرمایہ کے طور پر اہل علم اور عوام الناس کی دینی رہنمائی اور علمی پیاس کو بجھاتا رہے گا۔

فتاویٰ ”ارشاد المفتین“ کی تیسری جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے مسائل شروع ہوئے تھے اور اس جلد میں شروع کے پانچ ابواب باب الامامة تک کے مسائل آگئے تھے، اب چوتھی جلد میں باب الحدیث فی الصلوٰۃ سے لے کر باب الجمعة تک کے مسائل کو ترتیب دے کر یکجا کر دیا گیا ہے، مزید یہ کہ اس جلد میں حضرت کے لکھے ہوئے اہم تفصیلی فتاویٰ جات مثلاً جمعہ فی القریٰ کا تفصیلی فتویٰ، منیٰ میں قصر ہے یا تمام؟ کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم، ماہ رمضان میں حرم میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم وغیرہ تفصیلی فتاویٰ جات کو شامل کتاب کیا گیا ہے (الحمد للہ علی ذالک) اور کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ مسائل جلد نمبر پانچ میں انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہو جائیں گے، اور وہ جلد بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ جائے گی۔

اس کتاب میں جو خوبی نظر آئے وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے ہے اور جو کمی کو تا ہی نظر آئے وہ بندہ کی کم توجہی اور غفلت کا نتیجہ سمجھا جائے، اکابر علماء کرام اور مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران مسائل یا کتابت کی کوئی غلطی محسوس کریں یا کسی چیز کو قابل اصلاح سمجھیں تو بندہ کو مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے اور مسائل نکھر کر امت کے سامنے آسکیں۔

آخر میں انتہائی مشکور ہوں اپنے تمام اساتذہ اور اکابرین کا خصوصاً جانشین حضرت مفتی اعظمؒ، پیکر اخلاص و محبت، مجسمہ شفقت حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جنہوں نے ہر معاملہ میں بھرپور سرپرستی

اور بہترین رہنمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ شفقت و عافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے اور ہمیں ان کے علوم اور فیضان سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

اور ان تمام حضرات کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس فتاویٰ کی ترتیب صحیح اور تخریج پر کام کیا اور تعاون فرمایا، اور کتاب میں دیے گئے عربی حوالوں کو ان کے اصل مراجع سے بڑی جستجو اور جانفشانی سے تلاش کیا، میری مراد مفتی دین محمد صاحب مدرس جامعہ الحمید، مفتی محمد ساجد صاحب مدرس جامعہ عربیہ قادریہ بہاولنگر، مفتی محمد امیر معادیہ صاحب متخصص جامعہ الحمید اور ان کے رفقاء جنہوں نے دن رات ایک کر کے بڑی محنت سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اور ان تمام حضرات کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، اور استاذ جی کے اس فیض سے ہم سب کو حظ وافر نصیب فرمائے، اور استاذ جی کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری فرمائے اور اس کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی نصیب فرما کر چہار دانگ عالم میں اس کا فیض پھیلائے، اور اس جامعہ کو پورے عالم کے لیے رشد و ہدایت کا عظیم مرکز بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اجمعین۔

والسلام

و عاؤں کا طلب گار

محمد حامد علی نقیسی

یکے از تلامذہ و خادمین حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم مدرس جامعہ الحمید عظیم آباد رابوینڈروڈ لاہور

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

﴿الباب السادس في الحدث في الصلاة﴾

دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱): محترم و مکرم جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوال کا جواب عطا فرمائیں، ایک شخص باجماعت فرض نماز ادا کر رہا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ جب ایک شخص نماز جمعہ کی جماعت میں صف اول میں کھڑا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ایسا واقعہ ہو جائے تو جس طرح سے بھی صفوں سے باہر نکلنا آسان ہو نکل کر دوبارہ وضو کرے، اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اور یہی حکم جمعہ کا بھی ہے۔

”منہا اذا كان مقتديا ان يعود الى الإمام إن لم يكن فرغ الإمام“..... (الهنديہ :

۹۵/۱)

البتہ نماز میں بناء کرنے کی چند شرائط فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں:

- ۱۔ کہ حدث ایسا ہو جو موجب وضو ہو اور اس کا وجود نادر نہ ہو اور آفات سماویہ میں سے ہو فعل اختیاری نہ ہو۔
- ۲۔ محدث کو فی الفور وضو کرنے کے لیے لوٹنا پڑے گا۔
- ۳۔ نماز کے منافی کوئی فعل بھی نہ کرے۔
- ۴۔ اگر صاحب ترتیب ہو تو حدث سماوی کے بعد فرائض یاد نہ آئے۔
- ۵۔ اگر محدث امام ہے تو وہ ایسے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کرے جو ابتداء امامت کے قابل ہو۔
- ۶۔ اگر محدث مقتدی ہے تو جب تک امام صاحب نماز سے فارغ نہ ہوں، بناء کر سکتا ہے، امام کے سلام کے بعد نہیں کر سکتا، یعنی جہاں سے نماز ٹوٹی تھی وہیں سے آگے نماز شروع کرے۔

”من سبقه حدث ترضاً وبنی كذا في الكنز..... منہا أن يكون الحدث موجبا للوضوء

ولا يندرو وجوده وأن يكون سماويا لا اختيار للعبد..... منہا أن ينصرف من ساعته

حتى لو أدى ركنا مع الحدث أو مكث مكانه قدر ما يؤدى ركنا فسدت صلاته.....

منہا أن لا یظهر حدثه السابق بعد الحدث السماوی منہا أن لا یتذکر فائتة بعد الحدث السماوی وهو صاحب ترتیب کذا فی البحر الرائق ومنہا إذا کان إماما أن لا یتخلف من لا یصلح للإمامة“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۹۳، ۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز وضو ٹوٹ گیا جب واپس آیا تو نماز ہو چکی تھی اب کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ پڑھتے ہوئے یا نماز عید پڑھتے ہوئے اگر وضو ٹوٹ جائے یعنی جماعت میں شریک ہونے کے بعد وضو ٹوٹ جائے اور آدمی وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور جب واپس جماعت میں شریک ہونے کے لیے آئے تو جماعت ہو گئی ہو تو اپنی نماز جمعہ یا عیدین کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال نماز عید کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو مصلیٰ کے لیے تیمم کرنا جائز ہے، البتہ جمعہ کے لیے تیمم کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کا خلیفہ موجود ہے، دونوں کے فوت ہو جانے کی صورت میں عید کی نماز بالکل نہیں پڑھ سکتا، البتہ جمعہ کی نماز کی جگہ ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ ظہر کی نماز جمعہ کا خلیفہ ہے۔

”ولا یجوز للمقتدی ان لم یخف فوت الصلوٰۃ لو توحضا والایجوز ولو احدث احدہما بعد الشروع فیہا بالتیمم تیمم وبنی بلا خلاف وکذلک بعد الشروع بالوضوء ان خاف ذهاب الوقت بالاجماع وان لم یخف ذهابہ فان کان یرجوا ادراک الامام قبل الفراغ لایباح له التیمم بالاجماع وان لم یرج ادراکہ قبل الفراغ تیمم وبنی عندابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ خلافا لہما ہکذا فی النہایۃ والاصل ان کل موضع یفوت فیہ الاداء لالی خلف فانہ یجوز لہ التیمم وما یفوت الی خلف لایجوز لہ التیمم کالجمعة کذا فی الجوہرۃ النیرۃ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اگر نیند آجائے تو وضو اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز باجماعت کے دوران سو جاتا ہے تو کیا اس کا وضو برقرار رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بالا مسئلے میں دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر ہیئت مسنونہ کے ساتھ نماز پڑھے اور نیند کی وجہ سے اس کی ہیئت مسنونہ میں تغیر نہ آئے تو وضو برقرار رہے گا۔

(۲) اور اگر ہیئت مسنونہ کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو نیند کی وجہ سے اس کی نماز اور وضو ٹوٹ جائے گا۔

”ينقضه النوم مضطجعا في الصلاة وفي غيرها بلاخلاف بين الفقهاء وكذا النوم متوركا بان نام على احد وركيه هكذا في البدائع وكذا النوم مستلقيا على قفاه هكذا في البحر الرائق ولو نام قاعدا واضعا اليديه على عقبه شبه المنكب لا وضوء عليه وهو الاصح كذا في محيط السرخسي ولو نام مستندا الى مالوازيل عنه لسقط ان كانت مقعدته زائلة عن الارض نقض بالاجماع وان كانت غير زائلة فالصحيح ان لا ينقض هكذا في التبيين ولا ينقض نوم القائم والقاعد ولو في السرج او المحمل ولا الراكع ولا الساجد مطلقا ان كان في الصلاة وان كان خارجا فكذلك الا في السجود فانه يشترط ان يكون على الهيئة المسنونة له بان يكون رافعا بطنه عن فخذيته مجافيا عضديه عن جنبيه وان سجد على غير هذه الهيئة انتقض وضوءه كذا في البحر الرائق“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲)

”و النوم مضطجعا او متكنا او مستندا الى شيء لو ازيل لسقط“..... (هدايه: ۱/۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب



﴿الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها﴾

عمل قلیل سے موبائل فون بند کرنا:

مسئلہ نمبر (۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ساز والی ٹون بجنی شروع ہو جائے تو نمازی کیا کرے؟ کیا حالت نماز میں عمل قلیل کے ذریعے سے موبائل بند کر سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کو یہ عادت اپنی چاہئے کہ نماز سے پہلے اپنا موبائل فون کو بند کر دے یا کم از کم اس کی ٹون (گھنٹی) ہی کو خاموش (silent) کر دے، اگر اتفاق سے گھنٹی بند کرنا بھول گیا اور دوران نماز ٹون (گھنٹی) بجنے لگے تو اگر ممکن ہو تو عمل قلیل کے ذریعے (ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر) موبائل فون کو بند کر دے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی، اگر موبائل بند نہیں کیا اور گھنٹی بجتی رہی تو نماز درست ہو جائے گی لیکن دوسرے نمازیوں کے لیے سخت ناگواری اور خشوع و خضوع میں خلل کا باعث ہوگی۔

”واشار بالاكل والشرب الى ان كل عمل كثير فهو مفسد واتفقوا على ان الكثير مفسد والقليل لا لامكان الاحتراز عن الكثير دون القليل (الى قوله) ثم اختلفوا فيما يعين الكثرة والقللة على اقوال احدها ما اختاره العامة كما في الخلاصة والخاتمة ان كل عمل لا يشك الناظر انه ليس في الصلوة فهو كثير وكل عمل يشبهه على الناظر ان عامله في الصلوة فهو قليل، قال في البدائع وهذا اصح وتابعه الشارح والولوالجى وقال في المحيط انه الاحسن قال الصدر الشهيد انه الصواب“..... (البحر الرائق: ۲/۱۹، ۲۰)

”قوله (الاحاجة) كحك بدنه لشيء اكله واضر به وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه“..... (رد المحتار: ۱/۴۷۳)

”وحاصله ان كل عمل هو مفيد للمصلي فلا باس به اصله ما روى ان النبي ﷺ عرق في صلاته فسلت العرق عن جبينه اى مسحه لانه كان يؤذيه فكان مفيدا“..... (رد المحتار: ۱/۴۷۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

کیا نماز توڑ کر موبائل فون بند کیا جاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز ساز والی ٹون بجنی شروع ہو جائے تو نمازی کیا کرے؟ کیا نماز کو توڑ کر موبائل بند کر دے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران نماز موبائل فون کے بجنے سے نمازیوں کے خشوع میں خلل واقع ہونا کوئی ایسا عذر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نماز توڑنے کی گنجائش ہو کیونکہ اگر نمازی کو کوئی ضرورت یا حاجت ہو تو اصلاح صلوٰۃ کے لیے نماز میں عمل قلیل کی گنجائش ہے اس سے نماز نہیں ٹوٹی۔

”ویکرہ ان یذب بیده الذباب والبعض الا عند الحاجة بعمل قلیل کذا فی التتارخانیة“..... (الہندیة: ۱۰۹/۱)

”و کرہ (کفہ) ای رفعہ ولولتراب کمشمر کم او ذیل (وعبثہ بہ) ای بثوبہ و بجسده للنہی الا لحاجة ولا یاس بہ“..... (الدر المختار: ۹۱/۱)

”قولہ (الاحاجة) کحک بدنہ لشیء اکلہ واضرہ و سلت عرق یؤلمہ و یسغل قلبہ“..... (ردالمحتار: ۳۷۳/۱)

”وحاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا یاس بہ اصلہ ماروی ان النبی ﷺ عرق فی صلاتہ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانه کان یؤذیہ فکان مفیداً“..... (ردالمحتار: ۳۷۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



دوران نماز ادھر ادھر دیکھنا اور کپڑے ٹھیک کرنا:

مسئلہ نمبر (۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران زیادہ تر لوگ سر کو اوپر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور کپڑے کو بار بار ٹھیک کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسا کرنا مکروہ ہے۔

”یکرہ للمصلی ان یبعث بثوبه أو لحيته أو جسده وان یکف ثوبه بان یرفع ثوبه من بین یدیه أو من خلفه اذا اراد السجود. کذا فی معراج الدرایۃ“.....
(الہندیۃ: ۱۰۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیشوں سے حرمین محراب میں امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ محراب میں شیشے کی چھوٹی چھوٹی ٹکریوں کو جوڑ کر آرائش و زیبائش کی جاتی ہے، اور یہ چھوٹے چھوٹے شیشے کے ٹکڑے امام صاحب اور مقتدیوں کے اشکال کا عکس بناتے ہیں اس طرح امام کے سامنے کئی اشکال تصویروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس طرح نماز میں خلل نہیں ہوگا امام صاحب اور نمازیوں کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

محراب میں آرائش و زیبائش کے لیے لگے ہوئے شیشوں میں اگر امام اور مقتدیوں کا عکس نظر آئے اور دل اس طرف متوجہ ہو اور خشوع صلوٰۃ فوت ہو جاتا ہو تو اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

”وتکرہ بحضرة کل (ما یسغل البال) کزینة (و) بحضرة ما یرخل بالخشوع“..... (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۶۰)

”ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی الخ“..... (الدر المختار علی الرد: ۴۸۶/۱)

”ومحل الاختلاف فی غیر نقش المحراب اما نقشه فهو مکروہ لانہ یلہی المصلی کما فی فتح القدیر وغیرہ“..... (البحر الرائق: ۲/۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں عمل کثیر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے

معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کرے، چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہو تو نماز کی باجماعت ادائیگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، عمل کثیر کی علامہ شامیؒ نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ان کے ہاں رائج یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو کوئی دوسرا دیکھنے والا یقین کے ساتھ یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا، لہذا اس صورت میں اگر امام صاحب کی حالت کو اس اصول سے دیکھا جائے گا کہ اگر ان کے اس فعل کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص ان کو یقین کے ساتھ خارج از نماز تصور کرتا ہو تو نماز فاسد ہے اور اگر ایسا نہیں تو نماز فاسد نہیں ہے۔

”ويفسد هاكل عمل كثير ليس من أعمالها ولا صلاحها وفيه أقوال خمسة: أصحاب مالائشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه ليس فيها وان شك أنه فيها أم لا فقليل (قوله وفيه أقوال خمسة أصحاب مالائشك) صححه في البدائع وتابعه الزيلعي والولوالجى وفي المحيط أنه الأحسن وقال الصدر الشهيد أنه الصواب وفي الخانية والخلاصة أنه اختيار العامة“.....
(الدرمع الرد: ١/٣٦١)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران کھجلی کرنا:

مسئلہ نمبر (۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کریں، چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہو تو نماز باجماعت کی ادائیگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

۲۔ کئی افراد نماز باجماعت یا تنہا ادا کرتے ہیں جب دائیں طرف سلام پھیرتے ہیں تو اچھی طرح نمازیوں کو پوچھتے ہیں پھر بائیں طرف بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے، یہ عمل بندہ کی نماز کو کس حال میں داخل کرتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں ایک ہی رکن میں بغیر عذر کے تین دفعہ لگا تا رکھ لی کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، لہذا نماز باجماعت کی ادائیگی درست نہ ہوگی۔

۲۔ سلام پھیرتے وقت اتنی تاخیر کرنا کہ ایک نظر سے لوگوں کو پہچان لے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

”قوله كالحركات الثلاثة المتواليات كثير) حتى لوروح على نفسه بمروحة ثلاث مرآت أو حرك موضعاً من جسده كذلك أورمي ثلاثة أحجار أو تنف ثلاث شعرات فإن كانت على الولا فسدت صلاته وإن فصل لا تفسدون أكثر بوفى الخلاصة وإن حرك ثلاثاً في ركن واحد تفسد صلاته إذا رفع يده في كل مرة وإلا فلا تفسد لأنه حرك واحد“..... (الطحاوی: ۱/۳۲۳) و(المحیط: ۲/۱۶۵)

”الثالث: الحركات الثلاث المتواليه كثير وإلا فقليل“..... (رد المحتار: ۱/۳۶۲)

”قوله (ولفظ السلام)..... وفي قوله لفظ السلام إشارة إلى أن الالتفات به يميناً ويساراً ليس بواجب وإنما هو سنة على ما سيأتي إلى إن الواجب السلام فقط دون عليكم“..... (البحر الرائق: ۱/۵۲۵)

”وفي المجتبى ولم يذكر قدر ما يحول به وجهه وقد ورد في حديث ابن مسعود أنه عليه السلام كان يسلم عن يمينه حتى يرى بياض خده الأيمن وعن يساره حتى يرى بياض خده الأيسر“..... (أيضاً: ۱/۵۸۰)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں فقہ دینے والے اور لینے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نماز جمعہ پڑھا رہا ہے ایک بڑی آیت پڑھ لی ہے دوسری آیت کے آخری الفاظ کے لیے امام نے وقفہ کیا تو مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لے لیا

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خلل فاتح کی نماز میں واقع ہو یا امام کی نماز میں؟ یا سب کی نماز باعث خلل و اعادہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نہ فاتح کی نماز فاسد ہوئی ہے اور نہ امام کی نماز۔

”والصحيح أنها لا تفسد صلاة الفاتح بكل حال ولا صلاة الإمام لو أخذ منه على

الصحيح هكذا في الكافي“ (الهنديّة: ۱/۹۹)

”بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفاتح و آخذ بكل حال قوله بكل

حال ای سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا انتقل إلى آية أخرى أم

لا تكرر الفتح أم لا هو الأصح نهر“..... (الدر مع الرد: ۱/۳۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مساجد میں رکھی گئی ٹوپوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ٹوپیاں پہننی درست ہیں یا اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ مسجد میں ٹوپیاں رکھنا درست ہیں یا غلط؟ مزید یہ کہ اگر ایک مسجد کی ٹوپی اٹھا کر دوسری مسجد میں ثواب کی نیت سے رکھ دیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے لیے عمدہ لباس ہونا چاہیے، قولہ تعالیٰ: ”خذوا زینتکم عند کل مسجد“ (سورۃ اعراف)

اور ایسا لباس جو بڑی تقریبات وغیرہ میں پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو اس میں نماز مکروہ ہے، بناء بریں ان ٹوپوں کا استعمال بھی مکروہ ہوگا، البتہ اگر عمدہ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اور جس مسجد کی ہیں اسی میں ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے دوسری مسجد میں ان کو رکھنا درست نہیں ہے۔

”و کرہ تشاؤ بہ..... (و صلانہ (فی ثياب البذلة) وهی ما یلبس فی البیت

ولا یذهب بها الی اکابر“..... (درر الحکام: ۱/۳۷۵، ب)

”وروی عن عمر رضی اللہ عنہ انه رأى رجلا فعل ذلك فقال ارايتک

لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكنت تمر في ثيابك هذه فقال لا فقال
عمر (رضي الله عنه) الله احق ان يتزين له..... (البحر: ٣/٢٨١ ب)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دو سجدوں میں سے ایک سجدہ چھوڑ دیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز میں دو سجدوں میں سے ایک سجدہ چھوڑ دیا پھر دوسری رکعت میں وہ چھوڑا ہوا سجدہ بھی کر لیا تو اب ایک رکعت میں تین سجدے کیے تو اس حالت میں سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس صورت میں سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو جائے گی۔

”مصلی الاربع اذا رفع راسه عن الركوع من الركعة الثالثة فتذكر انه لم يسجد في الثانية الاسجدة واحدة فانه يسجد تلك السجدة ثم يتشهد للثانية ثم يسجد للثالثة سجدتين ثم يتم صلاته لان عوده الى السجدة المتروكة لا يرض الركوع ويلزم السهو لانه اخر السجدة في الركعة الثانية عن محلها“..... (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳): محترم و مکرم حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

ہماری مسجد میں ایک مسئلہ درپیش ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوئی گیس کا ہیٹر سجدہ کی جگہ نہیں ہونا چاہئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعلے اٹھنے والی آگ نہیں یہ تو صرف سردیوں میں کمرہ گرم کرنے کے لیے سامنے ہیٹر لگائے ہیں، بعض دفعہ نمازیوں میں جھگڑا بھی ہو جاتا ہے کہ نماز میں اکثر مشابہت کے خیالات آتے رہتے ہیں مگر ابھی تک صحیح

صورت حال معلوم نہیں ہو رہی کہ اس طرح کرنے سے نماز ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ اس مسئلہ کا حل قرآن اور سنت کی روشنی میں دے دیں تاکہ اس جھگڑے کا حل ہو سکے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں گیس وغیرہ کے بیٹر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تجبہ بعبدة النار کی وجہ سے، واضح رہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارت دونوں قسم کی ہیں۔

”ومن توجه فی صلوتہ الی تنور فیہ نار تنوقد او کانون فیہ نار یکرہ ولو توجه الی قنديل او الی سراج لم یکرہ کذا فی المعیط السرخسی وهو الاصح کذا فی خزنة الفتاوی“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۰۸)

”ان بعضهم قال تکرہ الی شمع او سراج کما لو کان بین یدیه کانون فیہ جمر او نار موقدة او ظاہرہ ان الکراہة فی الموقدة متفق علیہا کما فی الحجر نامل“..... (رد المحتار: ۱/۳۸۲)

”قوله وظاہرہ ان المراد بالموقدة الخ نعم ظاہرہ ذلك ولكن ظاہرہ ایضا ان عدم الکراہة فیہا قول ضعیف ومافی العناية لا یقتضی انہا متفق علیہا بل یصح التشبیه علی جعل الکراہة علی القول المعتمد“..... (تقریرات رافعی: ۱/۸۵)

”وصار کما اذا صلی الی شمع او سراج علی ما قالوا (قوله علی ما قالوا) یشرع بالخلاف وقیل یکرہ والصحيح الاول لانہم لا یعبدونہ بل الضرام جمر او نار الخ“..... (فتح القدير: ۱/۳۶۳)

”و ذکر الامام التمر تاشی واختلف فیمن صلی و بین یدیه شمع او سراج فقیل یکرہ کما لو کان بین یدیه کانون فیہ جمر او نار موقدة والصحيح انه لا یکرہ لان السراج او الشمع لا یعبدونہ احد وعن ظہیر الدین الاصل ان کل ما یقع تشبہا بہم فیما یعظمونہ یکرہ الاستقبال فی الصلوٰۃ الیہ وهم یعبدون الجمر بدون الضرام الا ان الاستقبال الی الضرام یکرہ لانه لا ینفک عن

الجمر و قالوا ايضا يكره الصلوة الى تنور مفتوح الرأس فيه ناراً..... (الكفاية

على الفتح القدیر : ۱/۳۶۳)

واضح رہے کہ جمرہ کے بارے میں جو مخصوص تصور عرف عام کی وجہ سے قائم ہے یہ یہاں صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو بھی چیز آگ کی وجہ سے سرخ ہو کر آگ کا کام دینے لگ جاتی ہے وہی حکماً جمرہ ہے چاہے اس کا مادہ کوئلہ ہو یا لوہا ہو، نیز جب ایک چیز کے بارے میں کراہت و اباحت میں تردد ہو تو ترجیح کراہت کو ہوتی ہے، اس لیے کہ مباح کو چھوڑنا مکروہ کے مرتکب ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔

”الشیء اذا تردد بین الاباحة والکراهة لرجح الکراهة لان ترک المباح اولیٰ

واحق من ارتکاب المکروه“

نیز واضح رہے کہ تہیہ بالکفار کی وجہ سے کراہت بھی کراہت تحریمی ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ لکھنویؒ سے بول قائم کی بحث میں علامہ بنوریؒ معارف السنن: ۱/۱۰۶، پر نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”ثم ان البول قائما وان كانت فيه رخصة والمنع للتأديب لا للتحريم كما قاله

الترمذی ولكن اليوم الفتویٰ علی تحريمه اولیٰ حیث اصبح شعار الغیر

المسلین من الکفار و اهل الادیان الباطلة“

ہیئر کو شیخ اور چراغ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، سابقہ عبارات سے فرق واضح معلوم ہو رہا ہے، لہذا تعارض عبارات اور تردد بین کراہت التحريم والاباحة کی وجہ سے اصولی طور پر عدم جواز کا فتویٰ احن بالقبول ہے، لہذا ہیئر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرد و عورت کا برابر کھڑے ہو کر جدا جدا نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جبکہ نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مرد اور عورت اگر نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد تو نہیں، البتہ مکروہ ہوگی۔

”فمحاذاة المصلية لمصل ليس في صلاحها مكرهة لا مفسد فتح“..... (درمع

ردالمحتار: ۱/۳۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں دُخ و سوسہ کے لیے استغفار پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز کے اندر سوسہ سے جان چھڑانے کے لیے نمازی آدمی ”استغفر اللہ“ وغیرہ پڑھے تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر سوسہ امور آخرت کے متعلق ہو تو استغفار کہنے کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر سوسہ امور دنیا کے متعلق ہو تو نماز فاسد ہوگی۔

”المصلى إذا سوسه الشيطان فقال (لا حول ولا قوة الا بالله) إن كان ذلك

في امر الآخرة لا تفسد صلاته وإن كان في أمر الدنيا تفسد صلاته“.....

(التارخانية: ۱/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز مصافحہ کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران کوئی شخص مصافحہ کرے تو کیا اس عمل سے نماز کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نمازی نے نماز کے دوران کسی سے مصافحہ کر لیا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

”ويفسد هارد السلام بلسانه ولو سهوا اورد السلام بالمصافحة لانه كلام

معنى“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تصویر والا کپڑا پہننے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تصویر سامنے لگی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تصویر نمازی کے سامنے یادائیں بائیں لگی ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہے نیز تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

”ویکره ان یصلیٰ و بین یدیه او فوق رأسه او علیٰ یمینہ او علیٰ یسارہ او فی ثوبہ
تصاویر“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۰۷)

”ویکره ان یكون فوق رأسه او خلفه او بین یدیه او بحدانہ صورۃ حیوان لانہ
یشبہ عبادتہا و اشدا کراہۃ امامہ ثم فوقہ ثم یمینہ ثم یسارہ ثم خلفہ“.....
(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

**جس کمرے میں تصاویر لگی ہوئی ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا ایسے کمرہ میں جہاں جانوروں کی، انسانوں کی تصویریں یا درختوں دریاؤں وغیرہ کی سینریاں لگی ہوئی ہوں وہاں نماز ادا ہو سکتی ہے؟

(۲) کیا نماز کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے یا زبان سے بھی ادا کرنا ضروری ہے؟

(۳) کچھ لوگ سنت نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں اور فرض نماز کے بعد دعا نہیں مانگتے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں جس کمرے کے اندر جاندار کی تصویر لگی ہوئی ہو چاہے اوپر ہو یا نیچے ہو سامنے ہو، دائیں ہو یا بائیں ہو تو اس کمرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے، غیر جاندار کی تصویر کا کوئی حرج نہیں ہے مثلاً سینریاں وغیرہ۔
(۲) نماز کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔

(۳) ہر نماز کے بعد دعا کرنا چاہئے فرض ہو یا نفل مرغوب و مطلوب فی الشریعہ ہے البتہ اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا کرنی چاہئے اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا کرنی چاہئے۔

(۱) ”ولیس ثوب فیہ تمائیل) ذی روح وان یکون فوق رأسہ او بین یدیه او (بحذائک) یمینہ او یسرة او محل سجودہ (قولہ و لیس ثوب فیہ تمائیل)..... والتتمثال خاص بمثال ذی الروح ویاتی ان غیر ذی الروح لایکرہ قال القہستانی وفيه اشعار بانہ لا تکرہ صورة الرأس وفيه خلاف کما فی اتخاذها کذافی المحيط قال فی البحر وفي الخلاصة وتکرہ التصاویر علی الثوب صلی فیہ اولا انتهى وهذه الکراهة تحريمية“..... (درمع الرد : ۱/۳۷۹)

”ویکرہ ان یصلی و بین یدیه او فوق رأسہ او علی یمینہ او علی یسارہ او فی ثوبہ تصاویر“..... (فتاویٰ خانیا علی هامش الہندیة : ۱/۱۱۹)

(۲) ”المعتبر فی النية عمل القلب ولا يشترط التلفظ عندنا“..... (فتاویٰ سراجیہ : ۶۱)

”اما اصلها ان يقصد بقلبه فان قصد بقلبه وذكر بلسانه كان الفضل“..... (خانیا علی هامش الہندیة : ۱/۸۰)

”والحق انهم انما ذكروا العلم بالقلب لا فائدة ان النية انما هي عمل القلب وانه لا يعتبر باللسان“..... (البحر الرائق : ۱/۳۸۲)

(۳) ”ثم يدعوا بحاجته لقوله تعالى) فاذا فرغت فانصب والى ربك فارغب) قيل معناه اذا فرغت من الصلاة فانصب للدعاء و رغب الى الله تعالى بالاجابة وكان رسول الله في آخر صلواته يتعوذ بالله من المغرم والمأثم ومن فتنه المحيا والممات“..... (مبسوط السرخسی : ۱/۱۲۳)

”وعن ابی امامة قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير و دبر الصلوات المكتوبات“..... (مرقاة المفاتيح : ۳/۳۳)

”وعن عقبه بن عامر قال امرنى رسول الله ﷺ ان اقرء بالمعوذات في دبر كل صلوة“..... (مرقاة المفاتيح : ۳/۳۳)

”من قال دبر كل صلاة سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ثلاث مرات فقد اکتال بالجرب الاوفى من الاجر“.....(کنز العمال : ۲/۶۰)

”يام سليم اذا صليت المكتوبة فقولي سبحان الله عشرا والله اكبر عشرا والحمد لله عشرا ثم سلى ماشئت فانه يقول لك نعم ثلاث مرات“.....
(کنز العمال : ۲/۶۰)

”الا علمكم بشيء تدركون به من سبقكم وتسبقون به من بعدكم ولا يكون احد افضل منكم الا من صنع مثل ما صنعتم تسبحون وتكبرون وتحمدون في دبر كل صلاته ثلاثا وثلاثين مرة“.....(کنز العمال : ۲/۵۷)

”وعن ثوبان رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاکرام“.....(مرقاة المفاتيح ۳/۳۵)

”من صلى فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة“.....
(کنز العمال : ۲/۳۳)

”عن ابى موسى الاشعري رضى الله عنه دعا النبي ﷺ بماء فتوضا ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد بن عامر ورأيت بياض ابطيه فقال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس“.....(فيض الباري : ۶/۲۳۷)

”ثم يدعون لانفسهم وللمسلمين بالادعية الماثورة الجامعة لقول ابى امامة قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير ودبر الصلوات المكتوبات ولقوله ﷺ والله انى لاحبك او صيک يا معاذ لاتدعن دبر كل صلوة ان تقول اللهم اعنى على ذكرک وشکرک وحسن عبادتک“.....
(مرآة الفلاح : ۷۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

دوران نماز فون کی گھنٹی بج جائے تو بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوران نماز فون کی گھنٹی بج رہی ہے تو کیا وہ فون جیب سے نکال کر بند کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز سے قبل موبائل فون کو ضرور بند کرنا چاہیے بصورت دیگر دوران نماز اگر گھنٹی بج جائے تو موبائل فون کو عمل قلیل سے بند کر دیں۔

”ويفسدھا کل عمل كثير ليس من اعمالها ولا اصلاحها وفيه اقوال خمسة اصحها ما لا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس فيها وان شك انه فيها ام لا فليل“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۶۱)

”العمل الكثير يفسد الصلوة والقليل لا كذا في محيط السرخسي واختلفوا في الفاصل بينهما على ثلاثة اقوال الاول ان ما يقام باليدين عادة كثير وان فعله بيد واحدة..... قليل وان فعل بيدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها ونزع اللجام هكذا في التبيين وكل ما يقام بيد واحد فهو يسير مالم يتكرر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱۰۱، ۱۰۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



دوران نماز موبائل فون کو بند کرنے کے احکام:

مسئلہ نمبر (۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت میں شریک نمازی کی ٹون بجتی ہے، ٹون ساز ہے یا گانا ہے، وہ موبائل کو جیب سے نکالتا ہے، اور آف والا بٹن نظر سے دیکھ کر بند کرتا ہے تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

دوسرا شخص جیب کے اوپر سے ہی بغیر دیکھے بلا تخصیص کوئی بٹن موبائل آف کرنے کے لیے دباتا ہے نماز ٹوٹی یا نہیں؟

تیسرا شخص جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے اپنی انگلیوں سے آف بٹن کا اندازہ لگاتا ہے اور آف کر دیتا ہے نماز ٹوٹی یا نہیں؟

ایک شخص تلاوت والی ٹون یا نعت بغیر ساز کے لگاتا ہے نماز میں پانچ منٹ تک یہی کیفیت رہتی ہے، تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

چوتھے شخص کے موبائل میں ساز گانے یا شریعت کے خلاف ٹونیں ہیں تین منٹ تک نماز میں یہی کیفیت رہتی ہے، تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

جماعت کی نماز اور انفرادی نماز میں موبائل بند کرنے کے احکامات میں کوئی فرق ہے؟
مسجد میں موبائل کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر ایک شخص ہمیشہ مسجد میں رہتا ہے اعتکاف وغیرہ میں تو کیا وہ موبائل استعمال کر سکتا ہے؟

اگر ٹون شریعت کے خلاف نہ ہو تو تبلیغی حضرات کے لیے مسجد میں موبائل کا استعمال کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) نماز سے قبل موبائل بند کر دینا چاہئے، یا اس کی آواز بند کر دینی چاہئے، اور اگر کسی وجہ سے موبائل کی گھنٹی بند کرنا بھول جائیں تو دوران نماز عملِ قلیل کے ذریعے اسے بند کر لیا جائے، لہذا صرف یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر کسی بھی بٹن کو دبا دیا جائے اور باقی ان تمام صورتوں سے بچا جائے جو کہ سوال میں مذکور ہیں کیونکہ ان سے عمل کثیر لازم آتا ہے، واضح رہے کہ موبائل کی گھنٹی اگر کسی گانے یا کسی موسیقی پر مشتمل ہو تو چونکہ اس کا سننا ویسے بھی حرام ہے، اس لیے ایسی ٹون لگانا جائز نہیں ہے، اور قرآنی آیات اور نعتیہ اشعار کی صورت میں ٹون رکھنا اس لیے درست نہیں ہے کہ یہ ان کی عظمت کے خلاف ہے۔

(۲) مسجد میں ضرورت کی بناء پر موبائل سنا جاسکتا ہے۔

(۳) معتکف کو ضرورت پڑنے پر مسجد میں موبائل کے ذریعے ضروری بات کرنے کی اجازت ہے۔

”ومثله مالوشمر للوضوء ثم عجل لادراك الركعة مع الامام واذا دخل في الصلاة كذلك وقلنا بالكرهة فهل الافضل ارضاء كميته فيها بعمل قليل او تركهما لم اراه والاظهر الاول بدليل قوله الآتي ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل تأمل هذا“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۷۳)

”القول الثاني ان ما يعمل عادة باليدين كثير وان عمل بواحدة كالتمعم وشذال سراويل وما عمل بواحدة قليل وان عمل بهما كحل السراويل ولبس

القنسوة ونزعها الا اذا تكرر ثلاثا متواليه وضعفه في البحر بانه قاصر عن الفادة
 ما لا يعمل باليد كالمضغ والتقبيل“.....(الدر المختار: ١/٣٦٢)

”قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت التفاق في القلب كما ينبت الماء
 النبات“.....(الدر على هامش الرد: ٥/٢٣٥)

”ويكره تحريما صمت ان اعتقده قربة والا لالحديث من صمت نجوا يجب
 اي الصمت كما في الغرر الاذكار عن شر لعديث رحم الله امرأتكلم فغم
 او سكت فسلم وتكلم الابخير وهو ما لا اثم فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه
 لا عند عدمها وهو محمل ما في الفتح انه مكروه في المسجد يأكل الحسنات
 كما تأكل النار الحطب كما حققه في النهر“.....(الدر على هامش الرد:
 ٢/١٣٤)

”فلا ينبغي له ان يشتغل بامور الدنيا بحر“.....(فتاوى شامى: ٢/١٣٦)
 ”وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام ختم الدر حين
 يقرر“.....(الدر المختار على هامش رد المختار: ٥/٣٠٦)

”قوله لاعلام ختم الدر اما اذا لم يكن اعلاما بانتهائه لا يكره لانه
 ذكر وتفويض بخلاف الاول فانه استعمله آلة للاعلام ونحوه اذا قال الداخل
 يا الله مثلا ليعلم الجلاس بمجيئه ليهيؤ له محلا ويوقروه واذ قال الحارس
 لا اله الا الله ونحوه ليعلم باستيقاظه فلم يكن المقصود الذكر اما اذا جمع
 القصد ان يعتبر الغالب كما اعتبره في نظائره اه“.....(فتاوى شامى: ٥/٣٠٦)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز جیب
 میں موبائل فون موجود ہے، اس کو نماز کی حالت میں جیب میں ہاتھ ڈال کر آف کر سکتے ہیں، یا اس کی گھنٹی بج جائے
 تو اس کو دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کو بند کر سکتے ہیں؟ جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس طریقے سے موبائل فون بند کیا جائے کہ باہر سے آنے والا شخص اس کو نماز سے خارج نہ سمجھے تو نماز قاسد نہ ہوگی یعنی عمل قلیل کے ساتھ بند کر دینا چاہیے۔

”ويفسدها العمل الكثير لا القليل والفاصل بينهما ان الكثير هو الذى لا يشك الناظر لفاعله انه ليس فى الصلاة وان اشبهه فهو قليل على الاصح وقيل فى تفسيره غير هذا كالحركات الثلاث المتواليات كثير ودونها قليل قوله هو الذى لا يشك الناظر الخ قال ابن امير حاج والمراد من الناظر من لا علم له بكونه فى الصلاة والا فمن المعلوم انه لو شاهد شروع انسان فى الصلاة ثم رأى منه ما ينافيها كان تناول مشط او سرح راسه اول حيته مرات متواليات فانه يفسد حمامع انتفاع التيقن بانه ليس فى الصلاة“
.....(طحطاوى على مراقي الفلاح: ۳۳۳، ۳۲۲)

”ويفسدها كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها وفيه اقوال خمسة اصحها ما لا يشك بسببه الناظر من بعيد فى فاعله انه ليس فيها وان شك فيها ام لا فقليل لكنه يشك بمسئلة المس والتقبيل فتأمل (قوله وفيه اقوال خمسة اصحها ما لا يشك الخ) صححه فى البدائع وتابعه الزيلعي والولوالجى وفى المحيط انه الاحسن وقال الصدر الشهيد انه الصواب وفى الخانية والخلاصة انه اختيار العامة وقال فى المحيط وغيره رواه الثلجى عن اصحابنا حلية، القول الثانى ان ما يعمل عادة باليدين كثير وان عمل بواحدة كالتعمم وشد السراويل وما عمل بواحدة قليل وان عمل بهما كحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها الا اذا تكرر ثلاثا متواليية وضعفه فى البحر بانه قاصر عن افادة ما لا يعمل باليد كالمضغ والتقبيل، الثالث الحركات المتواليية كثير والافقليل، الرابع ما يكون مقصود اللفاعل بان يفرد له مجلسا على حدة قال فى التارخانية وهذا القائل يستدل بامرءة صلت فلمسها زوجها او قبلها بشهوة او مص صبي ثديها وخرج اللبن تفسد صلاحاتها، الخامس التفويض الى رأى المصلى فان استكثره فكثير والافقليل قال القهستاني وهو شامل لكل

واقرب الی قول ابی حنیفہ قال فانہ لم یقدر فی مثله بل ینفوض الی رای المبتلی اہ قال فی شرح المنیة ولكنه غیر مضبوط وتفویض مثله الی رای العوام ممالا ینبغی واكثر الفروع او جمعها مفرع علی الاولین والظاهر ان ثانیہما لیس خارجا عن الاول لان ما یقام بالیدین عادة یغلب ظن الناظر انه لیس فی الصلاة وكذا قول من اعتبر التکرار ثلاثا متوالية فانہ یغلب الظن بذلك فلذا اختاره جمهور المشایخ..... (در مختار مع شامی: ۱/۳۶۱)

”وكل عمل قليل بغير عذر فهو مكروه كذا في البحر الرائق“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بجلی اور گیس کے بیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بجلی یا گیس کے بیٹر کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر بیٹر انسانی قد سے اوپر لگا ہوا ہو تو پھر بھی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی وجہ برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بیٹر اگر نمازی کے سامنے ہو اوپر ہو یا نیچے دونوں صورتوں میں آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی، اور اگر دائیں بائیں یا پیچھے ہو تو نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

”ذكر ذلك في القنية كتاب الكراهية ونصه الصحيح انه لا يكره ان يصلی وبين يديه شمع او سراج لانه لم يعبدہما احدو المجوسی يعبدون الجمر لالنار الموقدة حتى قيل لا يكره الی النار الموقدة وظاهره ان المراد بالموقدة التي لها لهب لكن قال فی العناية ان بعضهم قال تکره الی شمع او سراج كما لو كان بين يديه كانون فيه جمر او نار موقدة وظاهره ان الكراهة فی الموقدة متفق عليه كما فی الحمر تامل“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہیٹر اگر دیوار میں لگے ہوئے ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳): بخدمت جناب حضرت اقدس مفتی اعظم صاحب

عرض یہ ہے کہ ہمارے محلے کی جامع مسجد کی سامنے والی دیواروں پر مومن بتی، چراغ اور ہیٹر، گیس والے لگے ہوئے ہیں جو کہ نماز کے وقت میں جلانے جاتے ہیں اور عین جماعت کے وقت وہ جل رہے ہوتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

گیس، ہیٹر یا چولہا اگر نماز میں نمازی کے سامنے جل رہے ہوں تو اس صورت میں اس کے سامنے نماز پڑھنے والے شخص کی نماز مکروہ ہے، اس لیے مذکورہ اشیاء سامنے کی بجائے دائیں بائیں ایسی جگہ لگائی جائیں جہاں وہ کسی نمازی کے سامنے نہ آتی ہوں، مفتی بقول کے مطابق جلتی ہوئی آگ اور انگارے دونوں کا حکم ایک ہے۔

”ومن توجه فی صلوتہ الی تنور فیہ نار تنوقد او کانون فیہ نار یکرہ ولو توجه الی قندیل او الی سراج لم یکرہ کذا فی محیط السرخسی وهو الاصح کذا فی خزائن الفتاویٰ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱۰۸ / ۱)

”ویکرہ ان یصلی و بین یدیه تنور او کانون فیہ نار موقودۃ لانہ یشبہ عبادۃ النار وان کان بین یدیه سراج او قندیل لایکرہ لانہ لایشبہ عبادۃ النار“..... (قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱۱۹ / ۱)

”ولایکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعدہ او قائمہ ولو یحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار تنوقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقودۃ قنیۃ (قولہ قنیۃ) ذکر ذلک فی القنیۃ فی کتاب الکراہیۃ ونصہ الصحیح انہ لایکرہ ان یصلی و بین یدیه شمع او سراج لانہ لم یعدہما احدو المجوس یعدون الجمر لا النار الموقودۃ حتی قبل لایکرہ الی النار الموقودۃ او ظاہرہ ان المراد بالموقودۃ التی لہالہب لکن قال فی العنایۃ ان بعضہم قال تکرہ الی شمع او سراج کما لو کان بین یدیه کانون

فیه جمر او نار موقدة او و ظاہرہ ان الکراہۃ فی الموقدة متفق علیہا کما
فی الحمر تامل..... (الدرمع الرد: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر (۲۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موسم سرما میں مساجد کے اندر نمازی کے سامنے والی دیوار میں پیوست یا سجدہ کی جگہ فرش پر سوئی گیس یا بجلی کے ہیٹر رکھے ہوتے ہیں، اس صورت میں نماز کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نمازی کے سامنے یا سجدہ والی جگہ کے سامنے سوئی گیس یا بجلی والا ہیٹر رکھا ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ مجوسیوں اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

”قال فی العناية ان بعضهم قال تکره الی شمع او سراج کما لو کان بین یدیه
کانون فیه جمر او نار موقدة او و ظاہرہ ان الکراہۃ فی الموقدة متفق علیہا
کما فی الحمر تامل..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۲)
”ومن توجه فی صلاتہ الی تنور فیه نار تنوقد او کانون فیه نار یکره ولو توجه الی
قندیل او الی سراج لم یکره کذا فی محیط السرخسی..... (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز دونوں ہاتھوں سے قمیص کو پکڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۵): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
خداوند کریم آپ کو صحت اور زندگی عطا فرمائے (آمین)

ایک طویل عرصہ ہوا آپ کی محفل میں ایک مسئلہ سنا تھا کہ دوران قیام نمازی اگر دونوں ہاتھوں میں ایک ہی وقت میں کسی چیز کو پکڑ لے مثال کے طور پر بعض لوگ اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں قمیص کو درست کرنے کے لیے، تو کیا ایسا کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ برائے مہربانی اس کی صحیح صورت حال سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لینے سے نماز تو نہیں ٹوٹی البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا احتیاط اور نماز کے ادب کے منافی ہے۔

”العمل الكثير يفسد الصلاة والقليل لا كذا في محيط السرخسي واختلفوا في الفاصل بينهما على ثلاثة اقوال الاول ان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيدواحدة كالتعمم ولبس القميص وشد السراويل والرمي عن القوس ومايقام بيدواحدة قليل وان فعل بيدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها ونزع اللجام هكذا في التبيين وكل مايقام بيدواحدة فهو يسير مالم يتكرر كذا في فتاوى قاضى خان والثانى ان يقوض الى راي المبتلى به وهو المصلى فان استكثره كان كثيرا وان استقله كان قليلا وهذا اقرب الاقوال الى راي ابى حنيفه رحمه الله تعالى والثالث انه لو نظر اليه ناظر من بعيد ان كان لايشك انه فى غير الصلاة فهو كثير مفسد وان شك فليس بمفسد وهذا هو الاصح“..... (فتاوى الهندية: ۱۰۱، ۱۰۲/۱)

”ويكره نزع القميص والقلنسوة ولبسهما وخلق الخف فى الصلوة بعمل يسير“..... (فتاوى الناقار خانية: ۱/۱۱۹)

”ويكره للمصلى ان يعبت بثوبه او لحيته او جسده“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۰۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

دوران نماز کشف عورت سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر غفلت کی وجہ سے کسی آدمی کی دوران نماز کشف عورت ہو جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں اگر کشف عورت کی حالت میں ایک رکن ادا کر لیا تو بالاجماع نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کشف عورت ہوتے ہی دوبارہ ستر کو ڈھانپ لیا تو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر رکن تو ادا نہیں کیا لیکن کشف عورت اتنی دیر رہا جس میں رکن کو ادا کیا جاسکتا تھا تو اس صورت میں اختلاف ہے، واضح رہے کہ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب کشف عورت عمداً نہ ہو، اور عمداً کی صورت میں ہر حال میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

”وان انكشفت عورتہ فی الصلاة فسترها بلامكث جازت صلاتہ اجماعاً وان

ادى ركنا مع الانكشاف فسدت اجماعاً وان لم يؤده لكن مكث قدر ما يمكن

الاداء تفسد عند ابى يوسف رحمه الله تعالى خلافاً لمحمد رحمه الله ولانص

عن ابى حنيفة رحمه الله كذا فى شرح النقاية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۵۸)

”وانكشفت عورتہ فقيماً اذا تعد ذلك فسدت صلاتہ قل ذلك او كثر وان

لم يتعمد فان سجد مع ذلك اور كع فسدت صلاتہ علم ذلك اولم يعلم

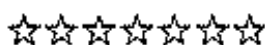
وان لم يؤدر كنا ومكث فان كان بعذرہ لا تفسد فى قولهم وان وجد سبباً من

التعبد عنها فمكث من غير عذر اختلفت الروايات فيه وظاهر الرواية

عن محمد رحمه الله تعالى ان صلاتہ تفسد وقيل قول ابى حنيفة رحمه الله

تعالى فى هذا كقول محمد رحمه الله تعالى“..... (فتاوى خانبة: ۱/۱۳۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

**عورت کا مرد کی مانند نماز پڑھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا مرد کی طرح نماز پڑھنا خصوصاً سجدہ مرد کی طرح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورت کے لیے کچھ افعال میں مرد کی طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ بعض افعال عورت کے بوجہ ستر کے مختلف ہیں۔

”والمرءة تنخفض فلا تلبس عصبديا وتلصق بطنها بفخذيها لانه استر
وحررنا في الخزائن انها تخالف الرجل في خمسة وعشرين“..... (در مختار
مع رد المحتار: ۱/۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ثیوب لائٹ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کے سامنے بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہو تو شرعی مسئلہ کیا ہے کہ اس کو بند کر دینا چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ جل رہی ہو اس کے سامنے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تقویٰ کس بات پر عمل کرنے میں ہے؟ اگر کوئی شخص اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اس لیے نماز دوہرائے کہ ٹیوب لائٹ کی وجہ سے تقویٰ کی نماز نہیں ہوتی، تو اس کا عمل ٹھیک ہے یا نہیں؟ نماز دوہرائی جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ٹیوب لائٹ چراغ اور موم بتی کے حکم میں ہے، اس کے آگے جلنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
”الصحيح انه لا يكره ان يصلی وبين يديه شمع او سراج لانه لم يعدهما
احد“..... (رد المحتار: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خوراک کا ذرہ منہ میں آنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر منہ میں خوراک کا ذرہ آجائے تو اسے باہر نکال دینا چاہیے یا نگل لینا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران نماز اگر منہ میں خوراک کا ذرہ آجائے تو اسے نکال دینا چاہیے، البتہ اگر نگل لیا اور اس کی مقدار چپنے کی مقدار سے کم ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

”وفی باب الحدث من الاصل اذا كان بين اسنانه شيء فابتلعه لا تفسد صلاته لان ما بين اسنانه تبع لريقه ولهذا لا يفسد به الصوم قالوا وهذا اذا كان بين اسنانه قليل دون الجمعة لانه يبقى بين الاسنان عادة فاما اذا كان اكثر من ذلك تفسد صلاته“..... (المحيط البرهاني: ۲/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

زخم والے شخص کا مسجد میں آنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک شخص کے پاؤں میں گہرا اور سیاہ زخم ہے جب وہ شخص مسجد میں آتا ہے تو اس کے زخم کے بدبو کی وجہ سے لوگوں کا مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کا مسجد میں آنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسے شخص کو جس کے زخم سے بدبو آتی ہے اور اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو، مسجد میں آنا شرعاً ممنوع ہے۔

”قوله واكل نحوثوم) ای كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري قلت علة النهي اذى الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلوة والسلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع خلافا لمن شذو ويلحق بمانص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا او غيره وانما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره ايضا بالبصل والكراث لكثرة اكلهم لها وكذلك الحق بعضهم بذلك من يفیه بخر أو به جرح له رائحة“..... (رد المحتار: ۱/۳۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خارج صلوٰۃ تکبیر کی جگہ پر ارکان کی ادائیگی سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے وقت مسجد کی نیچے والی منزل اور اوپر والی منزل دونوں نمازیوں سے بھری ہوئی تھیں، اور تکبیر ان میں ایسا شخص تھا جو کہ نماز سے خارج تھا لوگوں نے ارکان نماز اس کی تکبیروں پر ادا کیے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح نمازیوں کا ایسے آدمی کی تکبیر کے ساتھ ارکان نماز ادا کرنا جو نماز میں شامل نہیں ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر تکبیر ایسے شخص نے کہی ہے جو نماز میں شریک نہیں تھا تو جن نمازیوں نے اس کی تکبیر پر عمل کیا تو ان کی نماز فاسد ہوگئی ہے۔

”المبلغ اذا قصد التبليغ فقط خاليا عن قصد الاحرام فلا صلاة له ولا لمن يصلى بتبليغه في هذه الحالة لانه اقتدى بمن لم يدخل في الصلاة فان قصد بتكبيره الاحرام مع التبليغ للمصلين فذلك هو المقصود منه شرعا كذا في فتاوى الشيخ“..... (فتاوى شامی : ۱/۳۵۱)

”قالوا يسن جهر الامام بالتكبير بقدر الحاجة لتبليغ من خلفه فلوزاد على ذلك زيادة فاحشة فانه يكره لما فرق في ذلك بين تكبير الاحرام وغيرها ثم اذا قصد الامام او المبلغ الذي يصلى خلفه بتكبيره الاحرام مجرد التبليغ خاليا عن قصد الاحرام للصلاة فان صلاته تبطل وكذا صلاة من يصلى بتبليغه اذا علم منه ذلك واذا قصد التبليغ مع الاحرام فانه لا يضر بل هو المطلوب“..... (كتاب الفقه على مذاهب الاربعة : ۱/۲۲۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران بچے کو سائیڈ پر کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر نماز کے وقت میں گھر میں

ہوتا ہوں، میری ایک چھوٹی سی بچی ہے جو کہ التحیات پڑھتے وقت میری گود میں بیٹھتی ہے، یا سجدہ کی جگہ پر بیٹھ جاتی ہے، کیا نماز کے دوران یہ ممکن ہے کہ میں اس کو ہٹا کر ایک طرف کروں اور نماز بھی ادا ہوتی رہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر باپ ایک ہاتھ سے بچی کو ہٹا کر ایک طرف کر دے اور نماز جاری رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”العمل الكثير يفسد الصلاة والقليل لا كذا في محيط السرخسي.....
ان مايقام باليدین عادة كثير وان فعله بيدواحدة كالتعمم ولبس القميص
وشدالسراويل والرمى عن القوس ومايقام بيدواحدة قليل“.....(فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۰۱)

”وفی الظہیریۃ قال بعضهم کل عمل یقام بالیدین عادة فهو كثير وان فعل
بيدواحدة ومايقام بيدواحدة فهو يسير وقال بعضهم کل عمل يشک الناظر
فی عامله انه فی الصلاة اولیس فی الصلاة فهو يسير وکل عمل لا يشک
الناظر انه لیس فی الصلاة فهو كثير وفی الصغریٰ وهو المختار“.....(الفتاویٰ
التاتاریخانیہ: ۳۲۸/، قدیمی کتب خانہ)

”واتفقوا على ان الكثير مفسد والقليل لا.....ثم اختلفوا فيما يعين الكثرة
والقلة على اقوال احدها ما اختاره العامة كما في الخلاصة والخانية ان كل
عمل لا يشک الناظر انه لیس فی الصلاة فهو كثير وکل عمل يشبهه على
الناظر ان عامله فی الصلاة فهو قليل قال فی البدائع وهذا صح وتابعه الشارح
والولوالجی وقال فی المحيط انه الاحسن وقال الصدر الشهيد انه
الصواب“.....(البحر الرائق: ۲/۳۰)

”عن ابی قتادة الانصاری ان رسول الله ﷺ كان یصلی وهو حامل امامة بنت
زينب بنت رسول الله ﷺ ولا یبى العاص ابن ربيعة بن عبد شمس فاذا سجد
وضعاها اذا قام حملها“.....(صحيح البخاری: ۱/۷۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز باجماعت کے لیے سترہ صرف امام صاحب کے لیے ہی کافی ہے؟ جو لوگ علیحدہ علیحدہ اپنی نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے سترہ کا الگ اہتمام کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد یعنی مسجد شہداء میں جب جماعت کی نماز ہوتی ہے تو لوگوں کو زیادہ نمازی ہونے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ پلاٹ میں نماز ادا کرنی پڑتی ہے، پلاٹ میں جو نمازی ہوتے ہیں ان کے آگے لکڑی دو یا تین جگہ کھڑی کر کے اوپر لمبا بانس باندھ دیتے ہیں، شمال اور جنوب کی طرف سترہ کے لیے اور لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پلاٹ میں جو اپنی بقایا رکعت فرض نماز کے بعد والی سنت نوافل وغیرہ الگ الگ پڑھ رہے ہوتے ہیں، آیا ان کے آگے سے گزر جانا گناہ تو نہیں ہے، کیونکہ جو بانس اوپر شمال اور جنوب کی جانب باندھا گیا ہے، زمین سے تقریباً دو فٹ اونچا ہوتا ہے، اوپر کوئی کپڑا وغیرہ بھی نہیں ڈالا جاتا، آپ بتائیں کہ یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ بانس اور زمین کے درمیان کھلا راستہ ہوتا ہے آدمی بیٹھ کر اس کے نیچے سے گزر سکتا ہے، اس مسئلہ میں آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

باجماعت نماز میں امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

”وکفت سترۃ الامام للکل اہ“..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار:

۱/۳۷۲)

سترہ کے لیے ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) کے بقدر لمبا ہونا ضروری ہے، اور صورت مذکورہ شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے سترہ میں داخل نہیں ہے، لہذا آگے سے گزرنا درست نہیں ہے۔

”سترۃ بقدر زراع طولاً وغلط اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلاثة ذراع علی

حذاء حاجبہ لابین عینیہ والایمن افضل“..... (الدر المختار علی هامش

رد المحتار: ۱/۳۷۱)

”قال فی البحر وانہ لا اعتبار بالعرض وظاہرہ انہ المذہب“.....

(البحر الرائق: ۲/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی جو نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرنے کا جائز ہے یا نہیں؟ اور بوقت ضرورت آدمی کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نمازی صحراء یا بڑی مسجد میں ہو جس کی مقدار چالیس / چالیس شرعی گز ہو تو سجدہ کی جگہ کو دیکھتے ہوئے اس کی نظر جہاں تک پڑتی ہے اس کے اندر اندر سے گز جانا جائز نہیں ہے اس کے باہر سے گزر سکتا ہے، اور اگر کمرے یا چھوٹی مسجد میں ہو تو مطلقاً اس کے سامنے سے گزرنے کا جائز نہیں ہے لہذا سترہ کا استعمال رکھنا چاہیے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں گناہ گار ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ

(۱) اگر نمازی نے گزرنے کا راستہ بند نہ کیا ہو بلکہ گزرنے کے لیے دوسرا راستہ بھی موجود ہو تو گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

(۲) اور اگر راستہ بند کر دیا ہے تو نمازی گناہ گار ہوگا۔

(۳) اور اگر نمازی نے راستہ بند تو کر دیا ہے لیکن ساتھ گزرنے کے لیے دوسری جگہ موجود ہے تو گزرنے کی صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے۔

(۴) اور اگر نمازی نے راستہ بند تو نہیں کیا لیکن گزرنے والے کے لیے سوائے اس کے سامنے گزرنے کے کوئی اور صورت نہیں تو کوئی بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔

”ویکرہ للمازان یمربین یدی المصلی لقول النبی ﷺ لو يعلم المار بین یدی المصلی ما علیہ من الوزر لکان ان یقف اربعین خیر له من ان یمربین یدیہ ولم یوقت یوما او شهرا او سنة ولم یذکر فی الكتاب قدر المرور و اختلف المشایخ فیہ قال بعضهم قدر موضع السجود وقال بعضهم مقدار الصفین وقال بعضهم قدر ما یقع بصره علی مار لوصلی بخشوع و فیما وراء ذالک لایکره وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۰۹)

”و ذکر قاضی خان فی شرحه ان المسجد اذا کان کبیرا فحکمہ حکم

الصحراء وفي الذخيرة من الفصل التاسع ان كان المسجد صغيرا يكره في اى موضع يمر واليه اشار محمد في الاصل قوله ان كان المسجد صغيرا وهو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو مختار القهستاني عن الجواهر..... (البحر الرائق مع منحة الخالق : ۲/۲۸)

”وقد افاد بعض الفقهاء ان هنا صورتان اربعان الاولى ان يكون للمار مندوحة عن المرور بين يدي المصلي ولم يتعرض المصلي لذلك فيختص المار بالاثم ان مر، الثانية مقابلتها وهي ان يكون المصلي تعرض للمرور والمار ليس له مندوحة عن المرور فيختص المصلي بالاثم دون المار، الثالثة ان يتعرض المصلي للمرور ويكون للمار مندوحة فياثمان اما المصلي فلتعرضه واما المار فلمروره مع امكان ان لا يفعل، الرابعة ان لا يتعرض المصلي ولا يكون للمار مندوحة فلا ياثم واحدهما كذا نقله الشيخ تقي الدين ابن دقيق العيد رحمهم الله تعالى“..... (رد المحتار: ۱/۳۶۹)

”ويغرز نذبا بدائع الامام وكذا المنقر في الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولاً وغلظ اصبع لتبدو للناظر“..... (الدر المختار على رد المحتار: ۱/۳۷۱، ۳۷۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا سترہ کے لیے ٹوپی یا چھڑی ہونا کافی ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ ٹوپی رکھ کر اور بعض لوگ چھڑی لگا کر گزر جاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، سترہ کم از کم ڈیڑھ فٹ ہونا چاہیے، بعض کہتے ہیں کہ ٹوپی یا چھڑی بھی کافی ہے، بعض کہتے ہیں کہ نمازی کو چاہیے کہ گزرنے والے کو خود روک دے، شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نماز پڑھنے والا چھوٹی مسجد یا مکان میں ہو جس کا رقبہ ۴۰×۴۰ ہاتھ سے کم ہو تو اس میں نمازی کے آگے سے گزرنے بغیر سترہ کے جائز نہیں ہے۔

اور اگر بڑی مسجد ہو جس کا رقبہ ۴۰×۴۰ ہو یا زیادہ ہو، یا صحراء میں ہو تو بغیر سترہ کے سجدہ کی جگہ سے کم از کم دو صف کا فاصلہ چھوڑ کر گزر سکتا ہے۔

سترہ کی مقدار کم از کم ڈیڑھ ہاتھ ہو اور موٹائی شہادت کے انگلی کے برابر ہو، نیز نمازی سامنے سے گزرنے والے کو روک سکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہاتھ سے نہ روکے، بلکہ اشارے سے یا آواز بلند کرنے سے یا تسبیح کے ساتھ یا قراءت کے ساتھ روکے، البتہ تسبیح اور اشارہ دونوں کا کرنا مکروہ ہے۔

”ومرور مار فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة (قوله فی الاصح) هو ما اختاره شمس الائمة وقاضی خان و صاحب الهدایة واستحسنہ فی المحيط و صححہ الزیلعی و مقابله ما صححہ التمر تاشی و صاحب البدائع و اختاره فخر الاسلام و رجحہ فی النہایة و الفتح انه قدر ما یقع بصرہ علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا بصرہ الی موضع سجودہ و ارجح فی العنایة الاول الی الثانی بحمل موضع السجود علی القریب منه و خالفہ فی البحر و صححہ الاول و کتبت فیما علقته علیہ عن التجنیس ما یدل علی ما فی العنایة فراجعہ..... (قوله فی بیت) ظاہرہ ولو کبیرا و فی القہستانی و ینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار و البیت (قوله و مسجد صغیر) هو اقل من ستین ذراعا و قبل من اربعین و هو المختار کما اشار الیہ فی الجواهر القہستانی (قوله فانہ کبقعة واحدة) ای من حیث انه لم یجعل الفاصل فیہ بقدر صفین مانعا من الاقتداء تنزیلا لہ منزلة مکان واحد بخلاف المسجد الکبیر فانہ جعل فیہ مانعا فکذا هنا یجعل جمیع ما بین یدی المصلی الی حائط القبلة مکانا واحدا بخلاف

مسجد الكبير والصحراء فانه لوجعل كذلك لزم الحرج على المارة فاقتصر
 على موضع السجود هذا ما ظهر لي“.....(در مختار مع الشامى: ۱/۳۶۹)
 ”ورجح في فتح القدير انه لا فرق بين المسجد وغيره اى في انه يكره المرور
 فيما يقع عليه بصره“.....(منحة الخالق حاشية البحر الرائق: ۲/۲۹)
 ”(ويغرز الامام في الصحراء ستره بقلذ ذراع) بيان لاقلمها والظاهر ان المراد
 به ذراع اليد كما صرح به الشافعية وهو شبران (ويُدفعه بتسييح او جهر بقراءة
 او اشارة ولا يزداد عليها عندنا فهستاني لابهما فانه يكره“.....(در مع الرد:
 ۱/۳۷۰ تا ۳۷۲)

والله تعالى اعلم بالصواب



پی کیپ میں نماز پڑھنے کا حکم:

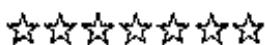
مسئلہ نمبر (۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پی کیپ میں نماز ہو جاتی ہے یا فاسد ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

پی کیپ سجدے میں حائل نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔

”وقد نهيها بما ذكرنا تنبيها حسنا وهوان صحة السجود على الكور اذا كان
 على الجبهة او بعضها اما اذا كان على الرأس فقط وسجد عليه ولم تصب
 جهته الارض على القول بتعيينها ولا نفيه على مقابله لاتصح اه فافهم“
(فتاوى شامى: ۱/۳۷۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



کھجور یا پلاسٹک کی ٹوپوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں انتظامیہ کی طرف

سے کھجور کی ٹوپیاں مہیا کی جاتی ہیں یا پلاسٹک کی یا کپڑے کی ٹوپیاں ہوتی ہیں، ان کا پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
آپ حضرات قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کریں کہ ان ٹوپیوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے جس میں زیادہ میل کچیل ہو یا اس کپڑے کو پہن کر آدمی معزز لوگوں کے سامنے جانے کو عار محسوس کرے، اور مسجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں میں یہ اکثر دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں (میل کچیل، معزز لوگوں کے سامنے پہننے کو عار لہذا ان ٹوپیوں کے استعمال سے بچنا چاہئے، البتہ اگر کسی جگہ ایسی ٹوپیوں کا اہتمام ہو جن میں یہ قباحتیں نہ ہوں ان کا استعمال بالکل جائز ہے، اور ان ٹوپیوں کے استعمال کو حرام کہنا بالکل درست نہیں ہے۔

”و كذلك يكره الصلاة في ثياب البذلة وروى ان عمر رضی اللہ عنہ رأى رجلا فعل ذلك فقال ارایت لو كنت ارسلتک الى بعض الناس اکت ثمه فی ثيابک هذه فقال لا فقال عمر اللہ احق ان يتزين له“ (المحیط البرہانی: ۲/۱۳۹)

”قولہ وصلاحہ فی ثياب بذلة..... قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیتہ ولا یذهب بہ الی الاکابر والظاہر ان الکراهة تنزیہیة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے اندر اپنے لیے جگہ مختص کرنا کیسا ہے؟ اور سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسجد میں نماز کے لیے جگہ مختص کرنا مکروہ ہے اور سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ لگانا بھی مکروہ ہے مگر عذر کی وجہ سے رخصت ہے۔

”ویکره للانسان ان یخص لنفسه مکانافی المسجد یصلی فیہ کذا فی

التارخانیة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۰۸)

”ویکره وضع الید قبل الرکتین اذا سجد ورفعہما قبلہما اذا قام الامن عذر

کذا فی المنیة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آنکھوں کے کونے سے ادھر ادھر دیکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں آنکھوں کے کونے سے ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسؤلہ میں جب تک چہرہ نہ پھرا ہو تو آنکھوں کے کونوں کے ذریعے ادھر ادھر دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ بغیر ضرورت کے دیکھنا خشوع و خضوع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، تاہم امام کے لیے مقتدیوں پر نظر رکھنے کی نیت سے آنکھوں کے کونوں سے دیکھنے کی اجازت ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔

”ویکره ان یلتفت یمینہ او یسرہ بان یحول بعض وجہہ عن القبلة فاما ان ینظر

بموق عینہ ولا یحول وجہہ فلا یاس بہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان“..... (فتاویٰ

الہندیة: ۱/۱۰۶)

”وقد صرحوا بان التفات البصر یمینہ و یسرہ من غیر تحویل الوجه اصلا

غیر مکروہ مطلقا والا ولی ترکہ لغیر حاجۃ قولہ والا ولی ترکہ لغیر حاجۃ ای

فیكون مکروہا تنزیہا کما هو مرجح خلاف الا ولی کما مر وہ صرح فی النہر

وفی الزیلعی و شرح الملتقی للباقانی انه مباح لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ

فی صلاتہ بموق عینیہ ولعل المراد عند عدم الحاجۃ فلا ینافی

ماہنا“..... (البحر الرائق مع منحة الخالق: ۲/۳۷)

”ولاباس بالنظر بموق عينيه يمنة ويسرة من غير تحويل الوجه والاولى تركه
لغير حاجة لماميه من ترك الادب بالنظر الى محل السجود ونحوه
كما تقدم“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ۳۷۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرخ بلب جل رہا ہو تو نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سرخ بلب جلتا ہو تو اس کی روشنی
میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر رنگ اور ہر قسم کے بلب کی روشنی میں نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔

”لا يكره له التوجه لمصحف اوسيف معلق او ظهر قاعد ليتحدث او شمع
اوسراج على الصحيح“..... (مراقى الفلاح : ۸۴)

”واذا كان التمثال مقطوع الرأس اى محور الرأس فليس بتمثال فلا يكره لانه
لا يعبد بدون الرأس وصار كما اذا صلى الى شمع اوسراج على ما قالوا قوله
على ما قالوا اشار به الى ان فيه اختلاف المشايخ حيث قيل يكره التوجه الى
الشمس اوالسراج اوالشمع والمختار انه لا يكره“..... (البنایة شرح الهداية:
۲/۵۸)

”(و) لا الى (مصحف اوسيف مطلقا او شمع اوسراج) اوانار توقد لان
المجوس انما يعبد الجمر لا النار الموقدة قنية (قوله قنية) ذكر ذلك فى القنية
فى كتاب الكراهية ونصه الصحيح انه لا يكره ان يصلى وبين يديه شمع
اوسراج لانه لم يعبدهما احد“..... (الدرمع الرد : ۱/۴۸۲)

واضح رہے کہ اس سرخ بلب سے وہ سرخ بلب مراد نہیں ہے جو مسجدوں میں ممنوعہ اوقات میں جلا یا جاتا ہے

بلکہ وہ سرخ بلب مراد ہے جو روشنی کے لیے جلا یا گیا ہو۔

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) مؤذن اور مکبر جو مقرر ہوں کیا وہ مسجد میں امام صاحب کے بالکل پیچھے اپنی جگہ مختص کر کے وہاں ہر وقت مصلیٰ رکھ کر جگہ روک سکتا ہے؟ یا امام کے دائیں یا بائیں اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کر سکتا ہے؟
- (۲) اگر اس کی مختص کردہ جگہ پر کوئی دوسرا نمازی جو اس کے اذان دینے سے پہلے مسجد میں آجائے اور شرارت سے مؤذن کی جگہ پر بیٹھ جائے تو اسے ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟
- (۳) اگر وہ شریعہ نمازی جو مؤذن کی غیر حاضری میں جب مؤذن اپنے گھر میں ہو امام صاحب کے پیچھے بیٹھ جائے اور کہنے پر بھی جگہ نہ چھوڑے تو اس جھگڑے میں گناہ اس نمازی پر ہے یا مؤذن اور انتظامیہ مسجد پر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال کسی شخص کے لیے مسجد میں اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کرنا درست نہیں ہے بلکہ جو شخص پہلے پہنچ جائے وہ جس جگہ بیٹھنا چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

”ويكره للانسان ان يخص لنفسه مكانا في المسجد يصلى فيه كذا في

التارخانية“..... (فتاوى الهندية: ۱۰۸/۱)

- (۲) اگر کوئی شخص پہلے سے آکر مسجد میں کسی جگہ بیٹھ جائے تو دوسرے آدمی کے لیے اس کو اس جگہ سے ہٹانے کا اختیار نہیں۔

”وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط..... وتخصيص مكان لنفسه

وليس له ادعاج غيره منه ولو مدرسا قوله وليس له قال في القنية له في

المسجد موضع معين يواظب عليه وقد شغله غيره قال الاوزاعي له ان يزعمه

وليس له ذلك عندنا اه اي لان المسجد ليس ملكا لاحد بجر عن النهاية“

..... (درمع الشامی: ۵۸۳، ۴۹۰/۱)

- (۳) مذکورہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ اس آدمی کے بیٹھنے سے کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ ہو اور اگر اس کے بیٹھنے سے جھگڑا اور فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے یا اس سے عام لوگوں کو نقصان ہو تو اس صورت میں اس بیٹھے ہوئے آدمی کو ہٹایا جاسکتا ہے۔

”والمراد بها التي لاتضر العامة والا ازعج القاعد فيها مطلقا“..... (فتاویٰ

شامی: ۱/۴۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد اگر کسی نے خبر دی کہ آپ نے رکعتیں کم پڑھی ہیں تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عشاء کی نماز مکمل کی تو ساتھ والے ساتھی نے بتلایا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کیا اب اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کو اگر مکمل یقین ہو کہ میں نے چار رکعت مکمل پڑھی ہیں تو بتانے والے کی بات کو قبول نہ کرے اور بتانے والا شخص اگر عادل ہو اور نمازی کو اس کی بات کے سچ یا جھوٹ ہونے میں شک ہو تو احتیاطاً نماز کو لوٹالے، اور اگر بتانے والا شخص فاسق ہو تو اس کی بات کو تسلیم نہ کرے، اور اگر بتانے والے دو عادل شخص ہوں اور نمازی کو ان کی بات میں شک ہو تو اپنے شک کو چھوڑ کر ان کی بات کو تسلیم کر لے اور اپنی نماز لوٹالے، اور اگر امام کو شک ہو اور دو عادل شخص خبر دیں تو نماز کا لوٹانا واجب ہے، اور ایک عادل شخص کی وجہ سے لوٹانا مستحب ہے۔

”رجل صلی وحده او صلی بقوم فلما سلم اخبره رجل عادل انک صلیت

الظہر ثلاث رکعات قالوا ان کان عند المصلی انه صلی اربع رکعات لا یلتفت

الی قول المخبر وان شک المصلی فی قول المخبر انه صادق او کاذب روی

عن محمد انه یعید احتیاطاً وان شک فی قول رجلین عدلین اعادة صلاته وان

لم یکن المخبر عدلاً لا یقبل قوله وفي الظہیریة قال محمد بن الحسن

امانا فاعید بقول واحد عدل بكل حال“..... (التاجران خانیا: ۱/۵۴۴، تقریبی

کتب خانہ)

”قوله اخبره عدل تقدم ان الشک خارج الصلوٰۃ لا یعتبر وان هذه الصورة

مستثناة وقید بالعدل اذ لو اخبره عدلان لزمه الاخذ بقولهما ولا یعتبر مثله وان

لم یکن المخبر عدلاً لا یقبل قوله امداد وظاهر قوله اعادة احتیاطاً الوجوب

لکن فی التتارخانیۃ اذا شک الامام فاخبرہ عدلان یجب الاخذ بقولہما لانہ

لو اخبرہ عدل یتحب الاخذ بقولہ..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شلوار کا ٹخنوں سے نیچے ہونا صرف نماز میں مکروہ ہے یا نماز سے باہر بھی؟ اور اسی طرح صرف نماز میں ٹخنوں سے اوپر کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

شلوار کا ٹخنوں سے نیچے ہونا دونوں حالتوں (نماز، غیر نماز) میں مکروہ ہے، اگر نماز سے پہلے ٹخنوں سے نیچے ہو تو نماز کی حالت میں اوپر کرنا ضروری ہے، لہذا صرف نماز کی حالت میں اوپر کرنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث میں صراحتاً اس کا حکم موجود ہے، لہذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ صرف نماز میں اوپر کرنا مکروہ ہے یہ قول درست نہیں ہے۔

”ویکرہ للرجال السراویل التي علی ظہر القدمین“..... (فتاویٰ شامی:

۵/۳۳۳)

”وعنه قال قال رسول اللہ ﷺ بینما رجل یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ

فہو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر نماز میں بھی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم ہے، اسی طرح اور بھی بہت

سی احادیث موجود ہیں جو غیر نماز میں بھی ممانعت پر دال ہیں۔

”حدثنا موسیٰ ابن اسماعیل نا ابان نا یحییٰ عن ابی جعفر عن عطاء بن یسار

عن ابی ہریرۃ قال بینما رجل یصلی مسیلاً ازارہ فقال لہ رسول اللہ ﷺ

اذہب فتوضاً فذہب فتوضاً ثم جاء فقال اذہب فتوضاً فقال لہ رجل یا رسول

اللہ مالک امرتہ ان يتوضاً ثم سکت عنه فقال انه کان یصلی وهو مسبل ازارہ

وان اللہ لا یقبل صلوٰۃ رجل مسبل“..... (سنن ابی داؤد: ۲/۲۱۰)

معلوم ہوا کہ اگر شلوار چٹنوں سے نیچے ہو تو نماز میں اوپر کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیشے کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد کے اندر نماز پڑھ رہا ہے اس کے سامنے شیشہ لگا ہوا ہے جس میں ساری صورت نظر آتی ہے، آیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں شیشے کے سامنے نماز ہو جاتی ہے البتہ اگر شیشہ خشوع و خضوع میں نخل ہو تو پھر نماز مکروہ ہے۔

”بقی من المکروہات اشیاء اخر ذکرھا فی المنیۃ ونور الايضاح وغیر ہما منہا الصلوٰۃ بحضرة ما یسغل البال ویخل بالخشوع کزینۃ ولہو ولعب“.....
(فتاویٰ شامی : ۲۸۳م ۲۸۴م / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جیب میں اگر نوٹ ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نوٹ (پیسہ) جیب میں ہو اور اسی طرح نماز پڑھ لے جب کہ نوٹ پر تصویر ہوتی ہے اور تصویر شریعت محمدیہ میں حرام ہے، تو کیا اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز تصویر کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک ایک ہی ہے یا الگ الگ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

”لایکفرہ ان یصلیٰ ومعہ صرة او کیس فیہ دنانیر او دراہم فیہا صور صغار لا ستارھا“..... (البحر الرائق : ۲/۲۸)

”وفی الخلاصة من کتاب الکراهية رجل صلى ومعه دراهم وفيها تماثيل

ملك لا باس به لصغرها“.....(البحر الرائق: ۲/۵۰)

تصویر جس طرح احناف کے نزدیک حرام ہے اسی طرح باقی سب ائمہ کے نزدیک بھی حرام ہے۔

”وظاهر کلام النووی فی شرح المسلم الاجماع علی تحريم تصويره صورة

الحيوان فانه قال قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صور الحيوان حرام

شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور

فی الاحاديث يعنى مثل ما فى الصحيحين عنه صلى الله عليه وسلم اشهد الناس عذابا يوم

القيامة المصورون يقال لهم احيوا ما خلقتم“.....(البحر الرائق: ۲/۳۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر سماع کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس جگہ تراویح میں قرآن

مجید سنا رہا ہوں وہاں سماع حافظ نہیں ہے، اور وہ قرآن ہاتھ میں لے کر سنتا ہے، کیا اس کی شرعاً اجازت ہے؟

اور کیا اس سے نماز فاسد تو نہیں ہو جاتی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سماع کا قرآن مجید کا ہاتھ میں لے کر نماز پڑھنا اور حافظ کو غلطی بتانا جائز نہیں ہے، اگر حافظ اس کے بتانے

پر غلطی کو درست کرے گا تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی جس کی وجہ سے تمام جماعت کی نماز نہیں ہوگی۔

”لان التلقن من المصحف تعلم ليس من اعمال الصلوة وهذا يوجب التسوية

بين المحمول وغيره ففسد بكل حال وهو الصحيح هكذا فى الكافى“

.....(فتاوى الهندية: ۱/۱۰۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمر اواجب چھوڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کے اندر عمر اواجب چھوڑ دے تو کیا اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی تو کیا آخر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

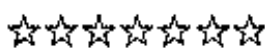
الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے اندر عمر اواجب کو چھوڑنے سے آدمی گناہ گار ہو جاتا ہے اور نماز واجب الاعداد ہو جاتی ہے اگر اعادہ نہ کیا تو فرض ساقط ہو جائے گا لیکن نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

”وان كان تركه الواجب عمدا اثم ووجب عليه اعادة الصلوة تغليظا عليه
لجبر نقصانها فتكون مكملة وسقط الفرض بالاولى وقيل تكون الثانية فرضا
فهى المسقطة ولا يسجد فى الترك العمد للسهو لانه اقوى“..... (مراقى
الفلاح: ۴۶۲)

”وظاهر كلام الجهم الغفير انه لا يجب السجود فى العمد وانما يجب الاعادة
جبر النقصان كذا فى البحر الرائق“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

**دوران نماز اذان کا جواب دینے سے نماز کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مؤذن نے اذان شروع کر دی اور جب مؤذن نے ”اشهد ان محمدا رسول الله“ کہا تو نمازی نے اس کے جواب میں جہراً ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا اور دوسری مرتبہ کے جواب میں یہی الفاظ دوہرائے، جب کہ نمازی اس وقت حالت قعدہ میں تھا، نماز ختم ہو جانے کے بعد ہمارے ایک دوست نے اسے بلا یا تو اس نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے، چنانچہ مسئلہ مسجد مذکورہ کے امام کے پاس پہنچا تو اس نے بھی کہا کہ جائز ہے، درود ہی تو پڑھا ہے، کیا مذکورہ نمازی کا یہ عمل اور مذکورہ امام کا یہ فتویٰ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر حضور ﷺ کا نام سننے کے جواب میں ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئلہ میں نماز فاسد ہوگی اور واجب الاعادہ ہے، کیونکہ غیر کے جواب میں درود پڑھنا گفتگو کے حکم میں ہے۔

”ولو صلى على النبي ﷺ في الصلاة ان لم يكن جوابا لغيره لا تفسد صلواته وان سمع اسم النبي ﷺ فقال جوابا له تفسد صلواته“..... (فتاوى الهندية: ۱/۹۹، كذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۲۳)

”سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله او النبي ﷺ صلى عليه او قراءة الامام فقال صدق الله ورسوله تفسدان قصد جوابه“..... (الدر المختار على رد المحتار: ۱/۳۵۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز کسی کے جواب میں درود پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نماز میں آیت ”ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما“ پڑھ لے اور مقتدی جواب میں درود پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ حالت نماز میں کسی کے جواب میں درود پڑھ لینا مفسد صلوٰۃ ہے، اگر کسی کے جواب میں نہ ہوا تھا تو ایسے پڑھ لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

”ولو صلى على النبي ﷺ في الصلاة ان لم يكن جوابا لغيره لا تفسد صلواته وان سمع اسم النبي ﷺ فقال جوابا له تفسد صلواته“..... (فتاوى الهندية: ۱/۹۹)

”و كذلك اذا سمع اسم النبي ﷺ فصلى عليه فهذا اجابة تفسد وان صلى عليه ولم يسمع اسمه لا تفسد“..... (البحر الرائق: ۲/۹)

”وعن ابى حنيفة من رواية الحسن تفسد ان ادى استفهامه وعن محمد انه يحمد بعد الفراغ ولو سمع اسم النبي ﷺ وصلى عليه تفسد وكذا لو سمع اسم الشيطان فقال لعنة الله تفسد“..... (بنايه شرح الهداية: ۲/۳۱۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمل کثیر کے کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ عمل کثیر کے کہتے ہیں کئی لوگوں سے پوچھا تو سب نے مختلف جوابات دیے، آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ عمل کثیر کی جو راجح تعریف ہو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ تشفی ہو سکے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عمل کثیر کی راجح اور مفتیٰ پہ تعریف یہ ہے کہ عمل کثیر اس عمل کو کہیں گے کہ دیکھنے والے کو یقین ہو کہ یہ آدمی نماز نہیں پڑھ رہا تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو عمل قلیل ہوگا جو کہ مقصد صلوٰۃ تو نہیں لیکن بلا عذر اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

”والثالث انه لو نظر اليه ناظر من بعيد ان كان لا يشك انه في غير الصلوة فهو كثير مفسد وان شك فليس بمفسد وهذا هو الاصح هكذا في التبيين وهو احسن كذا في محيط السر خسي وهو اختيار العامة كذا في فتاوى قاضي خان والخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۰۲)

”وقال بعضهم ان كان بحال لوراه انسان ليستيقن انه ليس في صلاة فهو كثير وان كان يشك انه في الصلاة اوليس في الصلاة فهو يسير وهذا اختيار العامة“..... (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۱۳۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک رکن میں تین مرتبہ خارش کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کرے چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہو تو نماز کی باجماعت ادائیگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس عمل کثیر سے نماز فاسد ہوتی ہے اس میں فقہائے کرام کے پانچ اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ ایسے نمازی کو اپنی حرکات و سکنات کی وجہ سے دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ آدمی نماز کی حالت میں نہیں ہے تو اس آدمی کی نماز فاسد ہوگی، ایک ہی رکن میں تین مرتبہ ایسے عمل کرنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جو کہ افعال نماز کے خلاف ہو، اور اس کو فقہاء کرام نے مذکور الصدر قول میں شمار کیا ہے، صورت مذکورہ میں امام کی نماز فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہے اور واجب الاعادہ ہے۔

” (و) یفسدھا (کل عمل کثیر) لیس من اعمالھا ولا اصلاحھا وفيہ اقوال خمسة اصحھا (مالایشک) بسببہ (الناظر) من بعید (فی فاعلہ انہ لیس فیہا قال ابن عابدین قوله وفيہ خمسة اقوال اصحھا مالایشک الخ صححہ فی البدائع وتابعہ الزیلعی والولوالجی وفي المحيط انہ الاحسن وقال صدر الشہید انہ الصواب وفي الخانیة والخلاصة انہ اختیار العامة “..... (در مختار مع رد المحتار: ۴۶۱، ۴۶۲/۱)

” والظاهر ان ثانیہما لیس خارجا عن الاول لان ما یقام بالیدین عادة یغلب ظن الناظر انہ لیس فی الصلاة وكذا قول من اعتبر التکرار ثلاثا متوالیة فانه یغلب الظن بذلك فلذا اختاره جمهور المشائخ “..... (رد المحتار: ۴۶۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرگردن اور کان چھپانے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب جماعت کراتے وقت

سر پر ٹوپی کے علاوہ رومال سے سر گردن اور کان چھپا لیتے ہیں، حالانکہ مسجد میں دو ہیٹر لگے ہوئے ہیں، سردی کا عذر نہ ہونے کے باوجود سر، کان، رومال سے چھپا لیتے ہیں، کیا نماز میں ایسا کرنا جائز ہے؟ اس سے نماز فاسد تو نہیں ہو جاتی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے دوران منہ اور ناک کو چھپانا مکروہ ہے گردن اور کان چھپانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”وتغطية انفه وفمه لماروینا ویکرہ وضع شیء لایذوب فی فمه وهو یمنع

القراءة“..... (حاشیة الطحطاوی: ۳۵۵)

”ویکرہ التلثم وهو تغطية الانف والغم فی الصلاة“..... (فتاویٰ الہندیۃ:

۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جسم کھجانے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حالت قیام میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر اپنے جسم کو کھجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) رکوع سے اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے قمیص کے پچھلے دامن کو سیدھا کرنا کیسا ہے؟

(۳) مصلیٰ کو نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ احتلام والا تھا اب نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲:۱) پہلی اور دوسری صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔

”الاول ان ما یقام بالیدین عادة کثیر وان فعله بیدواحدة کالتعمم ولبس

القمیص و شد السراویل والرمی عن القوس وما یقام بیدواحدة وان فعل بیدین

کنزع القمیص وحل السراویل..... والثالث انه لو نظر الیہ ناظر من بعید

ان کان لایشک انه فی غیر الصلوٰۃ فهو کثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد

وهذا هو الاصح هکذا فی التبیین وهو احسن کذا فی محیط السرخسی

وهو اختيار العامة كذافي فتاوى قاضى خان والخلصة“.....(فتاوى الهندية:
١/١٠٢)

”ثم اختلفوا فيما بين الكثرة والقلّة على اقوال احدها ما اختاره العامة كما فى
الخلصة والخانية ان كل عمل لا يشك الناظر انه ليس فى الصلوة فهو كثير
وكل عمل يشبهه على الناظر ان عامله فى الصلوة فهو قليل قال فى البدائع
وهذا اصح“.....(البحر الرائق: ٢/٢٠)

(٣) مذکورہ صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔

”ومن اقتدى بامام ثم علم ان امامه محدث اعاد لقوله عليه السلام من ام قوما
ثم ظهر انه كان محدثا او جنبا اعاد صلواته واعادوا“.....(الهداية: ١/١٣٠)

”واذا ظهر حدث امامه وكذا كل مفسد فى رأى مقتد بطلت فليزم اعادتها
لتضمنها صلوة المؤتمر صحة وفسادا كما يلزم الامام اخبار القوم اذا مهم
هو محدث او جنب“.....(الدر المختار على هامش رد المحتار:
١/٣٣٨، ٣٣٤)

والله تعالى اعلم بالصواب



سورة الفاتحة کی کسی آیت کو بار بار پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص فرض نماز میں سورۃ فاتحہ کی کسی
آیت کو بار بار تکرار سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی شخص نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کی کسی آیت کو تکرار سے پڑھے اور اس تکرار کی مقدار سورۃ فاتحہ
کے اکثر حصے کے برابر ہو جائے تو تاخیر واجب (سورۃ کاملانا) کی وجہ سے موجب سجدہ ہو ہے، یہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ
فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کا ہے دوسری رکعتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

”وكذا لو قرأ أكثرها ثم اعادها كما فى الظهيرية..... وقيده بالاولين لان

الاقتصار على مرة في الاخيرين ليس بواجب حتى لا يلزم

سجود السهو بتكرار فيها سهو او لو لقعدة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیوی کا دوران نماز بوسہ لینے سے اس کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ اگر بیوی نماز پڑھ رہی ہو تو اس صورت میں اس کا بوسہ لینا جائز ہے، اور اس کی نماز میں فرق نہیں پڑتا اور یہ جائز بھی ہے کیا یہ واقعی درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ نے جو سنا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نماز کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ یا بغیر شہوت کے مفسد صلوٰۃ ہے۔

”ولو كانت المرأة في الصلوة فجامعها زوجها بين الفخذين فسدت صلاتها

وان لم ينزل منها بلة وكذا لو قبلها بشهوة او بغير شهوة او مسها بشهوة

اما لو قبلت المرأة المصلى ولم يشتهها لم تفسد صلاته“..... (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۰۳)

”والمسئلة ذكرها في الخلاصة بقوله لو كانت المرأة في الصلوة فجامعها

زوجها تفسد صلاتها وان لم ينزل وكذا لو قبلها بشهوة او بغير شهوة او مسها

لانه في معنى الجماع اما لو قبلت المرأة المصلى ولم يشتهها

لم تفسد صلاته“..... (رد المحتار: ۱/۳۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ان

پر سجدہ ہو واجب ہوا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام پر سجدہ ہو واجب ہوا تھا تو جب امام سجدہ ہو کرے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آ کر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے ہوئے سجدہ ہو کرے گا۔

”ولا يشترط ان يكون مقتديا به وقت السهو حتى لو ادرك الامام بعدما سها

يلزمه ان يسجد مع الامام تبعاله“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۸)

”وفى التهذيب اذا دخل المؤتم بعدما سها الامام سجد مع الامام“..... (فتاوى

التاتارخانية: ۱/۵۶۵)

”وكذلك المسبوق يسجد لسهو الامام سواء كان سهوه بعد الاقضاء به

او قبله بان كان مسبوقا بركعة وقد سها الامام فيها“..... (بدائع الصنائع:

۱/۳۲۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



﴿الباب الثامن فی صلوٰۃ الوتر﴾

تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہونا:

مسئلہ نمبر (۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص رمضان المبارک میں تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہو جاتا ہے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کی وتر کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وتر کی نماز ادا نہیں ہوئی البتہ مذکورہ شخص کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت پڑھ لے تو بہتر ہے یہ چار رکعت نفل ہو جائے گی۔

”التعین لتمييز الاجناس الخ ويعرف اختلاف الجنس باختلاف السبب

والصلوة كلها من قبيل المختلف“..... (الاشباه والنظائر: ۳۶)

”وفيهما اقتدى به على ظن انه في التراويح فاذا هو في وتر يتمه معه ويضم اليها

رابعة ولو افسدها لاشيء عليه“..... (كبرى: ۳۵۶)

”ولو صلى الوتر في منزله ثم جاء الى قوم في شهر رمضان يصلون الوتر

وهو يرى انهم في التطوع فدخل في صلاتهم ثم قطع حيث علم انهم في الوتر

فعليه قضاء اربع ركعات، لانه بالشروع التزم صلاة الامام وصلوة الامام ثلاث

ركعات ومن التزم ثلاث ركعات يلزمه اربع ركعات كمن نذر ان يصل ثلاث

ركعات وهذا الان مبني التطوع على الشفع دون الوتر والشفع الواحد

لا يتجزأ فالتزام بعضه التزام لكله“..... (المبسوط: ۱۴۹/۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت کی جگہ ثناء پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک شخص نے وتر میں دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کی بجائے ”سبحانک اللہم“ پڑھ لیا پھر رکوع میں اسے یاد آیا کہ میں دعائے قنوت بھول گیا ہوں پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس طرح نماز ہوگئی یا سجدہ سہو واجب کے ساتھ نماز ہوگئی یا عادیہ نماز واجب ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

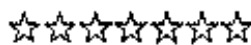
صورت مذکورہ میں ثناء پڑھنے سے واجب ادا ہو گیا نہ سجدہ سہو واجب ہے نہ عادیہ نماز واجب ہے۔

”قوله ويسن الدعاء المشهور قدمنا في بعث الواجبات التصريح بذلك عن النهر وذكر في البحر عن الكرخي ان القنوت ليس فيه دعاء موقت لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة ولان الموقت من الدعاء يذهب بركة القلب وذكر الاسيحي ان ظاهر الرواية وقال بعضهم المراد ليس فيه دعاء موقت ما سوى اللهم انا نستعينك وقال بعضهم الافضل التوقيت ورجحه في شرح المنية تبركا بالمأثور والظاهر ان القول الثاني والثالث متحدان وحاصلهما تقييد ظاهر الرواية بغير المأثور كما يفيد قول الزيلعي وقال في المحيط والذخيرة يعني من غير قوله اللهم انا نستعينك الخ واللهم اهدنا الخ فلفظ يعني بيان المراد محمد في ظاهر الرواية فلا يكون هذا القول خارجا عنها ولذا قال في شرح المنية والصحيح ان عدم التوقيت فيما عدا المأثور لان الصحابة اتفقوا عليه“..... (رد المحتار: ۱/۳۹۳)

”هكذا في التاتارخانية: ۱/۳۸۹) هكذا في البحر الرائق: ۲/۷۳، ۷۴)

”وليس في القنوت دعاء موقت كذا في التبيين والاولى ان يقرأ اللهم انا نستعينك الخ“..... (الهندية: ۱/۱۱۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



وتر میں دعائے قنوت یاد نہ ہو:

مسئلہ نمبر (۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ دوسری کوئی دعا پڑھے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ تو وہ ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار“ پڑھے، یا ”اللهم اغفر لنا“ تین بار پڑھ لے۔ اور دعائے قنوت یاد کرتا رہے۔

”ومن لم يحسن القنوت يقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کذا فی المحيط أو يقول اللهم اغفر لنا ويكرر ذلك ثلاثا وهو اختيار أبي الليث كذا فی السراجية“..... (الهنديّة: ۱/۱۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا دعائے قنوت پوری پڑھنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۰): (۱) ایک شخص وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتا ہے، لیکن آدھی ہوتی ہے کہ رکوع میں چلا جاتا ہے اور باقی رکوع میں پوری کرتا ہے کیا وتر ہو جائیں گے؟

(۲) اور ایک شخص دعائے قنوت درمیان میں آدھی بھول جاتا ہے تو کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) پہلی صورت میں وتر ہو جائیں گے،

(۲) دعائے قنوت جتنی پڑھ لی ہے وہ کافی ہے رکوع کردے نماز ہو جائے گی۔

”قوله قطعه وتابعه) لأن المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق على القليل والكثير وما أتى به منه كاف في سقوط الواجب وتكميله مندوب“..... (رد المحتار: ۱/۴۹۵)

”ولو نسيه أي القنوت ثم تذكره في الركوع لا يقنت فيه لقنوت محله ولا يعود إلى القيام في الأصح لأن فيه رفض الفرض للواجب فإن عاد إليه وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لكون ركوعه بعد قراءة تامة وسجد لسهوق قنت اول الزاولة عن محله الخ“..... (الدر المختار:

۱/۴۹۵، التارخانية: ۱/۴۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت سے پہلے درود پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین رکعت وتر (واجب) عشاء کے دوران تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے اول، آخر کیا ”صلی اللہ علیہ وسلم“ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

” (ومستحبة في كل اوقات الامكان) وعقب اجابة المؤذن وعندنا الإقامة

..... وعقب دعاء القنوت (ومكروهة في صلاة غير تشهد أخیر) ای

وغیر قنوت وتر فانها مشروعة في آخره الخ“ (رد المحتار: ۱/۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قنوت وتر قنوت نازلہ میں کوئی دعا پڑھنی بہتر ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۲): معارف الحدیث کی جلد سوم صفحہ: ۳۳۱ تا صفحہ: ۳۳۴ کتاب الصلوٰۃ میں قنوت وتر کا ذکر ہے حضرت حسن بن علیؑ سے روایت ہے کہ ”اللهم اهدنی فیمن ھدیت الخ“ آخر میں حضرت مولانا منظور صاحب رقم طراز ہیں کہ اکثر ائمہ اور علماء نے وتر میں پڑھنے کے لیے اسی قنوت کو اختیار فرمایا ہے حنفیہ میں جو راجح ہے ”اللهم اننا نستعینک الخ“ اس کو امام ابن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے علامہ شامیؒ نے بعض اکابر احناف سے روایت کی ہے کہ مشہور یہ کہ ”اللهم اننا نستعینک“ کے ساتھ حسن بن علیؑ والی قنوت بھی پڑھی جائے سوال یہ ہے کہ اگر صرف حسن بن علیؑ والی قنوت کو وتر میں پڑھا جائے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ اللہ کی شان ہے کہ اس قنوت کو میں نے بہت جلد یاد کر لیا اور وتر میں پڑھنے کو بہت جی بھی کرتا ہے اگر وتر میں صرف اس قنوت کو پڑھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ قنوت میں کوئی خاص دعائیں نہیں ادعیہ ماثورہ میں سے جو دعا بھی چاہے پڑھ لے،

لیکن بہتر یہ ہے کہ ”اللہم انا نستعینک الخ“ اور اس کے بعد ”اللہم اهدنا فیمن ہدیت“ پڑھ لے اور قنوت نازلہ کے لیے بھی کوئی خاص دعا متعین نہیں، البتہ آپ ﷺ سے منقول دعا پڑھنا افضل ہے۔

”فی الدر: وقت فیہ ویسن الدعاء المشہور، قولہ (ویسن الدعاء المشہور.....

أن القنوت لیس فیہ دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن

المؤقت من الدعاء يذهب بركة القلب“..... (رد المحتار: ۱/۳۹۳)

”والأولى أن یقرأ اللہم انا نستعینک الخ ویقرأ بعده ”اللہم اهدنا فیمن ہدیت

الخ“ ہکذا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی ”التحفة

“ولا یبغی ان یقتصر علی الدعاء المأثورة ”اللہم انا نستعینک الخ واللہم

اهدنا فیمن ہدیت کی لایتوہم العوام أنه فرض ولكن إذا أتى بالدعاء

المأثور فی بعض الأوقات وبغیرہ فی البعض فهو حسن“..... (التاتارخانیة :

۱/۳۸۹، قدیمی کتب خانہ)

”وقد روی عن محمد أنه قال: التوقيت فی الدعاء یذهب رقة القلب وقال بعض

مشائخنا: المراد من قوله لیس فی القنوت دعاء موقت ما سوى قوله ”اللہم

انا نستعینک لان الصحابة رضی اللہ عنہم اتفقوا علی هذا فی القنوت

فالأولى أن یقرأه ولو قرأ غیرہ جاز ولو قرأ معہ غیرہ کان حسناً والأولى

أن یقرأ بعده ما علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی

فی قنوته ”اللہم اهدنا فیمن ہدیت الخ“ وقال بعضهم الأفضل فی الترتیب أن

یکون دعاء مؤقت، لأن الإمام ربما یكون جاهلاً فیأتی بدعاء یشبه کلام الناس

فتفسد الصلاة وماروی عن محمد أن التوقيت فی الدعاء یذهب رقة القلب

محمول علی أدعية المناسک دون لما ذکره“..... (بدائع الصنائع:

۱/۶۱۳، ۶۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وتروں کی جماعت کے بعد دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی جماعت کے بعد امام صاحب کا دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو دیکھتے ہوئے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ ہر اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور ہر انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا مرغوب اور مطلوب ہے۔

”فائدة واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذانية لم يثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الابدی دبر الصلوات في الدعوات الا اقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“..... (فيض الباری علی صحیح البخاری : ۱۶۷/۲)

”عن ابی امامة قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع؟ قال جوف الليل الاخير ودبر الصلوات المكتوبات..... قلت فيه اثبات الدعاء بعد الصلاة..... قد ثبت ذلك عنه ﷺ قولا وفعلا فهذا حديث ابی امامة فيه ارشاد الامة بالدعاء بعد الصلوات المكتوبات واماتوا يله بان المراد من دبر الصلوات ما قبل السلام كما زعمه ابن القيم في اطل..... والحاصل ان ماجرى به العرف في ديارنا من ان الامام يدعو في دبر الصلوات مستقبلا للقبلة ليس ببدعة بل له اصل في السنة“..... (اعلاء السنن: ۱۹۳، ۱۹۹، ۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عید کا چاند نظر آنے سے پہلے وتروں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کی تیسویں شب

کو اگر حکومت کی طرف سے چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں کوئی اعلان تا حال نہ کیا گیا ہو ابھی تک شک ہو کہ آیا اگلے دن روزہ ہوگا یا عید؟ تو اس شب کو وتر اگر جماعت کے ساتھ ادا کر لیے، کیا وتر ادا ہو جائیں گے یا نہیں؟ جب کہ وتروں کی ادائیگی کے بعد عید کا چاند نظر آنے کا اعلان ہو جائے، نیز اس شب کو احتیاط کس امر میں ہے؟ یا جماعت و وتروں کی ادائیگی میں یا منفرداً ادا کرنے میں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ رمضان المبارک میں وتر یا جماعت پڑھنا افضل ہے جب کہ غیر رمضان میں اگر وتر جماعت کے ساتھ ادا کیے تو بعض فقہاء کے نزدیک مع الکرہیۃ ادا ہو جائیں گے، چنانچہ صورت مسئلہ میں آپ کے وتر ادا ہو گئے ہیں جب کہ ایسی شب جس میں عید ہونے کے قرائن غالب ہوں تو احتیاطاً منفرداً وتر پڑھنے میں ہے۔

”ویوتر بجماعة فی رمضان فقط ای علی وجه الاستحباب وعلیہ اجماع

المسلمین كما فی الهدایة“..... (البحر الرائق: ۲/۱۲۳)

”ولو صلوا الوتر بجماعة فی غیر رمضان فهو صحیح مکروه کانتطوع

فی غیر رمضان بجماعة“..... (البحر الرائق: ۲/۱۲۲)

”ولا یصلی الوتر بجماعة فی غیر شهر رمضان وعلیہ اجماع المسلمین قال

ابن الہمام لانه نفل من وجه والجماعة فی النفل فی غیر رمضان مکروهة

فلا احتیاط تر کما فیہ“..... (فتح القدیر: ۱/۳۰۹)

”ولا یصلی الوتر فی جماعة فی غیر شهر رمضان لانه لم یفعله الصحابة رضی

الله عنہم بجماعة فی غیر شهر رمضان واما فی رمضان فهي بجماعة افضل من

ادائها فی منزله لان عمر رضی الله عنه کان یؤمهم فی الوتر و فی النوازل

یجوز الوتر بجماعة فی غیر رمضان ومعنی قول الشیخ ولا یصلی الوتر

فی جماعة یعنی بہ الکراهة لانفی الجواز و فی الینابیع اذا صلی الوتر مع الامام

فی غیر رمضان یجزیہ ولا یتحب ذلك“..... (الجوهرة النيرة: ۱/۱۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جس نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو کیا وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟
مسئلہ نمبر (۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا تو وہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھی ہو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

”وإذا صلى معه شيئا من التراويح أو لم يدرك شيئاً منها أو صلاها مع غيره

له ان يصلي الوتر معه هو الصحيح“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۷)

”قوله (فليراجع) قضية التعليل في المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان يصلي

الوتر بجماعة في هذه الصورة لانه ليس يتبع للتراويح ولا العشاء“.....

(طحطاوى على الدر: ۱/۴۹۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حنفی المذہب آدمی رمضان میں حرم میں وتر جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے:

مسئلہ نمبر (۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی المسلك آدمی رمضان المبارک میں اگر عمرہ کرنے کے لیے حرمین جائے تو وہاں پر ایک وتر کی جماعت ہوتی ہے؟ تو کیا حنفی المسلك آدمی ان کی اقتداء میں وتر کی نماز ادا کرے یا نہ کرے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

احناف کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام اور دو شہد کے ساتھ واجب ہے۔

”هو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنة ثبوتا“

”وهو ثلاث ركعات بتسليمه كالمغرب اه“..... (تنوير الابصار مع الرد:

۳/۳۹۴ تا ۳۹۰)

”وقال ابو حنيفة الوتر واجب ليس بفرض اه“..... (حمة الامة ۳۵، وكذا في

الهندية: ۱/۱۱۱، المحيط البرهاني: ۲/۲۶۵، معارف السنن: ۳/۱۷۰)

جب کہ حنابلہ کے ہاں وتر کی نماز سنت مؤکدہ ہے، المغنی میں ہے۔

”وہو سنة مؤکدة قال احمد من ترک الوتر عمدا فهو رجل سوء“

.....(المغنی: ۲/۱۰۵، رحمة الامة: ۳۵)

اور ادنیٰ و تران کے یہاں ایک رکعت ہے، ادنیٰ الکمال تین رکعات ہیں جن میں سے پہلی دو رکعتیں صلوٰۃ اللیل میں سے ہیں اور آخرت رکعت وتر کی ہے، جب کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہیں، چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

”قال الوتر رکعة نص علی هذا احمد رحمه الله وقال انا نذهب فی الوتر

الی رکعة“.....(المغنی: ۲/۹۸)

”قولہ الوتر رکعة یحتمل انه اراد جمیع الوتر رکعة وما یصلی قبل لیس

من الوتر كما قال الامام احمد.....ولکن یقول قبلها صلوٰۃ عشر رکعات ثم

یوتر ویسلم ویحتمل انه اراد اقل الوتر رکعة فان احمد قال انا نذهب فی الوتر

الی رکعة وان اوتر بثلاث او اکثر فلا بأس.....قال ابو الخطاب اقل الوتر رکعة

واکثره احدى عشر رکعة وادنی الکمال ثلاث رکعات اه“.....(المغنی:

۲/۹۹، رحمة الامة: ۳۶)

اقتداء مخالف کے بارے میں صحیح اور راجح قول کے مطابق مقتدی کی رائے کا اعتبار ہے جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا ہے۔

”لکن ذکر العلامة نوح آفندی ان اعتبار رأى المقتدی فی الجواز وعدمه

متفق علیہ“.....(فتاویٰ شامی: ۲/۸، ایچ ایم سعید، ۱/۳۹۳، رشیدیہ کوئٹہ)

لہذا حرم میں اگر حرمین کی اقتداء میں وتر پڑھنے والے حنفی مقتدی کے اعتقاد کے مطابق وتر واجب ہے جب کہ امام کا اعتقاد سنیت و ترکا ہوتا ہے اس لیے حنفی کی اقتداء کی صورت میں اگر امام بھی حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہو یعنی امام مطلق وتر کی نیت کرے نہ کہ وتر مسنون کی اور اسی طرح دو رکعات پر سلام کے ساتھ فصل بھی نہ کرے تو ایسی صورت میں اقتداء درست ہے، لیکن اگر امام حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء درست نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

”وصح الاقتداء فيه ففى غيره اولى ان لم يتحقق منه ما يفسدها فى اعتقاده
فى الاصح كما بسطه فى البحر بشافعى مثالا لم يفصله بسلام لان فصله على
الاصح، ولذا ينوى الوتر لا الوتر الواجب اه“..... (الدرمع الرد :
٣٩٣، ٣٩٣ / ١)

اور بظاہر بھی حنفی مقتدی کو اپنے امام کی حالت کا علم نہیں ہوتا کہ آیا اس نے مقتدی کے اعتقاد کی رعایت
کی ہے یا نہیں؟ اس لیے بھی ان کی اقتداء درست نہیں ہے۔

فقہاء نے مذہب غیر پر عمل کرنے کے لیے عدم اتباع ہوئی اور ضرورت شدیدہ کے تحقق یقینی کی شرط لگائی
ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اپنے رسالہ ”شفاء العلیل“ استسجار علی الحج کے مسئلے میں اس کی وضاحت فرمائی ہے،
وہ فرماتے ہیں۔

”وهذا من اقوى الادلة على ما قلنا من ان ما افتروا به ليس عامافي كل طاعة بل
هو خاص بما نصوا عليه مما وجد فيه علة الضرورة والاحتياج..... وعللوا
ذالك بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب كيف يسوغ للمقلد
طرذالك والخروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية اه“
..... (رسائل ابن عابدین : ١/١٢٣)

جب کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا احناف کے ہاں صرف درجہ استحباب میں ہے جیسا کہ
المحیط البرہانی میں ہے۔

”ذكر الشيخ القاضى الامام ابو على النسفى رحمة الله تعالى ان الوتر بجماعة
احب الى فى رمضان قال واختار علمائنا رحمهم الله تعالى ان يوتر فى منزله
فى رمضان ولا يوتر بجماعة اه“..... (المحيط البرهاني : ٢/٢٦٥، ٢٠٢، ٢٠٢
القرآن)

لہذا صرف استحباب کے حصول کے لیے خروج عن المذہب درست نہیں ہے، اس لیے حنفی زائرین کو چاہیے
کہ وہ رمضان میں ائمہ حرمین کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھیں، بلکہ علیحدہ پڑھیں۔

ہذا عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وصلى الله تعالى على جيبه محمد وآله واصحابه وسلم
حميد الله جان عفى عنه

﴿الباب التاسع فی النوافل﴾

گرمی کی وجہ سے پورا مہینہ مسجد میں نماز چھوڑنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد ساری ایک کمرہ پر مشتمل ہے صحن نہیں ہے، اور آج کل تراویح گرمیوں میں پڑھنی پڑتی ہیں مگر اندر گرمی کی شدت برداشت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ساتھ کے پڑوسی نے اپنی بیٹھک میں تراویح پڑھنے کی اجازت دی ہے جس کی وجہ سے رمضان کا پورا مہینہ مسجد میں عشاء کی نماز نہیں ہوئی کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو قیاحت کس درجے کی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

پانچوں وقت کی نماز سے مسجد کو آباد رکھنا اہل محلہ کے لیے ضروری ہے یہ اس کا حق ہے لہذا مسجد والے ایسی صورت میں فرض نماز مسجد میں ادا کریں پھر تراویح کے لیے بیٹھک میں جائیں۔

”قوله ومسجد حبه افضل من الجامع ای الذی جماعته اکثر من مسجد الحی وهذا احد قولین حکاھما فی القنیۃ والثانی العکس وما هنا جزم به فی شرح المنیۃ کما مر وکذا فی المصفی والخانیۃ بل فی الخانیۃ لولم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیہ ویؤذن فیہ ویصلی ولو کان وحده لان له حقا علیہ فیؤدیہ“..... (شامی : ۱/۳۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تسبیح تراویح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تسبیح تراویح ثابت ہے یا نہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

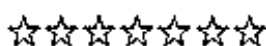
صورت مسئلہ میں تسبیح تراویح بدعت نہیں ہے مولوی صاحب کا بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

”قوله بین تسبیح، قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملك

والمملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمتۃ والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان
الملك الحی الذی ولا یموت سیوح قدوس ورب الملائکة والروح لاله الا
الله نستغفر الله نستلک الجنة ونعوذ بک من النار لما فی منهج العباد
..... (رد المحتار : ۱/۵۲۲)

”ومثله حاشیة الطحطاوی علی الدر : ۱/۲۹۶، ویؤیدہ ما فی کنز العمال عن
الدیلمی : ۲/۹۷“

والله تعالیٰ اعلم بالصواب



فرض نماز مسجد میں پڑھ کر نماز تراویح گھر میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں محلہ کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ
نماز عشاء اور تراویح ادا کرتا ہوں جہاں نماز عشاء اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یاد رہے کہ یہ جگہ
مسجد بھی نہیں ہے، ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی جائے اور تراویح کی
نماز گھر میں جا کر ادا کی جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں، نیز عورتوں کی نماز عشاء
باجماعت ادا کرنے کے لیے گھر سے نکلنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر فرض نماز مسجد میں ادا کر کے نماز تراویح گھر میں باجماعت ادا کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ
حافظ صاحب باشرع ہوں مکمل قرآن پاک تراویح میں سنائیں کیونکہ فرض نماز مسجد میں پڑھنا ہی زیادہ افضل
ہے، فرض نماز باجماعت مسجد سے باہر ادا کرنا بلا عذر شرعی کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کا باجماعت نماز ادا کرنے
کے لیے نکلنا مکروہ ہے۔

” (و یکرہ حضورہن الجماعة) ولو لجمعة و عید و وعظ

(مطلقاً) ولو عجز الیلاہ..... (الدر مع الرد : ۱/۴۱۸)

”و کرہ لهن حضور الجماعة الا للعجز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتوی
الیوم علی الکراهة فی کل الصلوات لظهور الفساد کذا فی
الکافی“..... (الہندیة : ۱/۸۹)

”تنبيه: هذه المضاعفة خاصة بالفرض لقوله ﷺ صلاة أحدكم في بيته

أفضل من صلواته في مسجدي هذا إلا المكتوبة. اه“.....

(رد المحتار: ۱/۴۸۷)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شرکت کا ایک نیا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت نماز تراویح پڑھے اور عورتیں ساتھ کھڑی ہو جائیں اور نماز تراویح ادا کریں اور کہیں کہ ہم نماز تراویح کی جماعت نہیں کروا رہی ہیں بلکہ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہی ہے صورت یہ ہوتی ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد خاموش ہوتی ہیں باقی وہ قرآن خواں عورت کا قرآن سنتی ہیں اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اپنا اپنا کر کے نماز کا سلام پھیرتی ہیں اور نماز ختم کر دیتی ہیں کیا اس صورت میں ان کی تراویح کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور ہاں اس صورت میں جب اکیلے اکیلے پڑھیں امام کی نیت نہ ہو ساتھ کھڑی ہونے والی سامعہ لقمہ دے تو قرآن خواں عورت لقمہ لے لے ایسی صورت میں دونوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اقتداء کی نیت نہ ہو تو اس صورت میں ساتھ کھڑی ہونے والی عورت سے لقمہ لینے کی صورت میں قرآن پڑھنے والی عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اور لقمہ دینے والی نے اگر لقمہ دینے کی غرض سے لقمہ دیا ہے تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر اقتداء کی نیت نہ ہو تو سورت فاتحہ پڑھ کر خاموش ہونے کی صورت میں جو قصد تاخیر ہو رہی ہے اس لیے اس صورت میں بھی نماز نہیں ہوگی، اس لیے عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اکیلے اکیلے تراویح کی نماز ادا کریں اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

”وفتحه على غير امامه الا اذا اراد التلاوة وكذا الاخذ الا اذا نذر فتلا قبل تمام

الفتح (قوله وفتح على غير امامه) لأنه تعلم وتعليم من غير حاجة

بحر. وهو شامل لفتح المقتدى على مثله وعلى المنفرد وعلى غير المصلى

وعلى امام آخر وفتح الامام والمنفرد على أي شخص كان ان اراد به التعليم

لا التلاوة نهر. (و كذا الأخذ) أو أخذ الامام بفتح من ليس في
صلاته“..... (در مع رد المحتار: ۱/۳۶۰)

”قوله وتأخير قيام) أشار الى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلاة على
النبي ﷺ بل لترك الواجب وهو تعقيب التشهد للقيام بلافاصل حتى
لو سكت يلزمه السهو كما قدمناه في فصل اذا
أراد الشروع“..... (رد المحتار: ۱/۵۳۸)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح اور نماز جنازہ کے بعد انفرادی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۱): کیا نماز جنازہ اور نماز تراویح کے بعد انفرادی دعا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ نماز تراویح کے بعد گنجائش ہے نیز جنازہ کے
بعد بیٹھ کر دعا کرنے کی گنجائش ہے، اگر قنہ کا اندیشہ نہ ہو، چنانچہ ان عبارات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکٹھے
ہو کر دعا کی ممانعت ہے نیز وہ عبارات بھی ہیں جن سے مطلق دعا کی اجازت معلوم ہوتی ہے، پہلی قسم کی عبارات
تو بالاتفاق بالہیئۃ الخصوصۃ ہیں کیونکہ نفس دعا بعد صلوٰۃ الجنائزہ کے بارے میں احادیث و آثار صحابہ موجود ہیں،
اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر اس کی تاویل پر یہ الاجتماع سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت
العلامة مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کہ بہر حال نفس دعا انفرادی طور پر جائز ہے اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا ناجائز اور بدعت
ہے۔“ (کفایت المفتی: ۱۱۱/۳)

البتہ نماز تراویح کے بعد اجتماعی دعا کی گنجائش ہے۔

”وقيد بقوله “بعد الثالثة” لانه لا يدعوا بعد التسليم كما في الخلاصة
..... و اشار بقوله “وتسليمتين بعد الرابعة” الى انه لاشئ بعدها غيرهما
وهو ظاهر المذهب“..... (البحر الرائق: ۲/۳۲۱)

” قال الفقیہ ابو بکر بن حامدان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ الخ“.....

(الفوائد البہیۃ: ۱/۱۵۲)

”وقال محمد بن الفضل لاباس به کذا فی القنیۃ الخ“..... (کفایت

المفتی: ۳/۱۵۸)

”وعن الفضلی لاباس به الخ“..... (البحر الرائق: ۲/۳۲۱)

”قال فی الاحیاء فی بیان آداب التلاوة الثامن أن یقول فی مبتدأ قراءتہ

اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطان الرجیم..... ولیقل عند فراغہ من

القرآۃ صدق اللہ تعالیٰ وبلغ رسول اللہ ﷺ اللہم انفعنا بہ وبارک لنا

فیہ الحمد لله رب العالمین استغفر اللہ الحی القيوم

الخ“..... (الإحیاء: ۲/۲۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن میں تعاون لاجل الختم جائز ہے بعض الختم جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۷۲): رمضان المبارک میں سامع کی مال و نقدی وغیرہ سے تراویح سنانے والا خدمت کر سکتا ہے

یا نہیں؟ جب کہ گزشتہ کئی سالوں سے خطیب قائم مقام خطیب مؤذن ان حضرات کی (حافظ صاحب) تراویح سنانے

والا خدمت کرتا رہا ہے، اب صورت حال یہ ہے کہ سماعت کرنے والے ایک مدرسہ میں قاری ہیں اور وہ وقت نکال

کر حافظ صاحب سے دور بھی کرتے ہیں اور وہ مقروض بھی ہیں اکثر قاری صاحب بیمار بھی رہتے ہیں تو ان کی حافظ

صاحب خدمت نقدی کپڑا وغیرہ کی صورت میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تراویح میں قرآن مجید سنانے پر اجرت لینا ناجائز ہے البتہ اگر پہلے سے اجرت طے شدہ نہ ہو

اور نہ مسجد میں کوئی معین مقدر روپے کا طریقہ چلا آ رہا ہو تو حافظ صاحب کا مختلف شکلوں میں تعاون کرنا جائز ہے،

یہ تعاون لاجل الختم ہے، بعض الختم نہیں ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں کے درمیان فرق واضح کر کے بتایا ہے

اور اس سے ختم قرآن پاک کے ثواب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

”وان القراءة لشي من الدنيا لا تجوز وان الآخذ والمعطى آثمان لان ذلك يشبه الاستنجار على القراءة و نفس الاستنجار عليها لا يجوز“..... (فتاویٰ

شامی: ۱/۵۳۲)

”(باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصية بالختمات) وایضاً فیہ لامعنی

ایضاً لصلۃ القاری لان ذالک یشبہ الاجر علی قراءۃ القرآن وذلک

باطل“..... (ردالمحتار جدید: ۲/۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن پر حافظ قرآن کا کچھ ہدیہ دینا یا لینا:

مسئلہ نمبر (۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں ختم قرآن پر حافظ قرآن کو جو نقدی دیکڑے عیدی یا ہدیہ کی صورت میں دئے جاتے ہیں اگر پہلے سے طے ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور مقرر نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟ حافظ قرآن امام مسجد یا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ ناجائز ہونے کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گا؟ اور نماز تراویح کیسے پڑھے؟ جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ختم فی التراویح پراجرت لینا جائز نہیں اور نہ اس صورت میں ختم کا ثواب ملے گا، البتہ اگر پہلے سے حافظ صاحب کے ساتھ کوئی رقم طے شدہ نہ ہو اور نہ اس مسجد میں کوئی معین مقدر دینے کا طریقہ چلا آ رہا ہو اور عوام نے بطور اکرام کے اس کی مدد کی تو جائز ہے یہ امداد بعض الختم نہیں لاجل الختم ہے اور ان دونوں میں فرق فقہائے کرام نے واضح کر دیا ہے۔

”وان القراءة لشي من الدنيا لا تجوز وان الآخذ والمعطى آثمان لان ذلك يشبه

الاستنجار على القراءة و نفس الاستنجار عليها لا يجوز (باب قضاء الفوائت

مطلب فی بطلان الوصية بالختمات) وایضاً فیہ لامعنی ایضاً لصلۃ القاری لان

ذالک یشبه الاجر علی قرأۃ القرآن وذلك باطل“ (ردالمحتار جدید:

(۹۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا:

- ۱۔ رمضان میں ختم تراویح کے بعد مٹھائی تقسیم کرنا اور حافظ کو پیسے یا کپڑے دینا کیسا ہے؟
- ۲۔ مسجد کے اندر سنت، نوافل پڑھنا، وضو کرنا اور پانچامہ میں نماز پڑھنا یہ تمام چیزیں بدعت کیوں نہیں حالانکہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔
- ۳۔ میت کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کرنا اور لوگوں میں چاول وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز اور قاری کو اپنی خوشی سے جو پیسے دیتے ہیں تو کیا میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے؟
- ۴۔ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں مر گیا تو کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- ۱۔ اگر ختم فی التراویح یا کسی اور خوشی کے موقع پر مٹھائی تقسیم کی جائے تو جائز ہے اسلام میں خوشیوں کے مواقع پر کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ثابت ہے نکاح کے وقت مسجد میں چھوہارے تقسیم کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح حضرت عمرؓ نے سورۃ بقرہ اور آل عمران کی تعلیم کی تکمیل پر دو اونٹ ذبح کئے تھے، البتہ چندہ پر لوگوں کو مجبور نہ کیا جائے اسی طرح حافظ کو جو کپڑے اور پیسے دئے جاتے ہیں اگر وہ قرآن پڑھنے کی اجرت کے طور پر دیئے جائیں تو ناجائز ہے اور ویسے ہی خوشی سے بطور ہدیہ دیئے جائیں تو جائز ہے، بشرطیکہ اس مسجد میں معین رقم دینے کا رواج نہ ہو، اور حافظ صاحب بھی ان سے کچھ ملنے کی توقع نہ رکھیں۔

”وان علم القوم حاجته فاعطوه شیئامن غیر شرط فهو حسن لانه من باب

البر والصدقة والمجازاة علی احسانہ لمکانہم وکل ذلک حسن“.....

(البدائع: ۱/۳۷۶)

- ۲۔ اصطلاح شریعت میں ہر ایسے نواہد یا طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو خیر القرون کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس کا داعیہ اور سبب ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً

نہ صراحتاً نہ اشارتاً، مسجد میں نوافل یا سنت پڑھنا تو خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح پاجامہ کو بھی حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اس لیے یہ امور بدعت شمار نہ ہوں گے حدیث میں ہے:

”وقال كعب بن مالك كان النبي ﷺ اذا قدم من سفر يدا بالمسجد فصلى فيه“..... (بخاری: ۶۳/۱)

۳۔ اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اموات مسلمین کو عبادات بدنیہ اور مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے، لہذا وہ ختم قرآن ہو یا کوئی چیز پکا کر تقسیم کی جائے جیسا کہ احادیث اور قرآن کی آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے، لہذا صورت مسئلہ میں میت کو ثواب پہنچتا ہے، اسی طرح اگر قاری کو پیسے دیتے ہوئے میت کی طرف سے صدقہ کی نیت کر لی جائے تو جائز ہے۔

”فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتم عنهم نفع لهم خلاف للمعتزلة“..... (شرح عقائد: ۲۰۵، مکتبہ الحسن لاہور)

”لكن اذا تصدق عن الميت على من يقرأ القرآن..... واهداه الى الميت نفعه ذلك“..... (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۴/۳۰۵)

۴۔ جنابت کی حالت میں مرجانے سے گناہ نہیں ہوتا، البتہ جب غسل کی ضرورت پڑ جائے تو بغیر کسی عذر کے غسل میں تاخیر مناسب نہیں، فوراً غسل کرنا چاہیے۔

”ان المؤمن لا ینجس)..... وفيه دليل على جواز تأخير الاغتسال للجنب وان يسعی فی حوائجه“..... (مرقات: ۲/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح میں بچے کی امامت اور اقامت کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ حافظ قرآن ہے جس کی عمر ۱۳ سال ہے، رمضان المبارک میں قرآن تراویح میں سنانا چاہتا ہے کیا یہ بچہ امامت کروا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں یہ بچہ اگر احتلام وغیرہ کی وجہ سے بالغ ہو چکا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے، لیکن اگر یہ بچہ ابھی نابالغ ہے تو شرعاً اس کی اقتداء کرنا، بالغوں کے لیے جائز نہیں، نابالغوں کے لیے درست ہے۔

”وادی مدیة البلوغ بالاحتلام ونحوه فی حق الغلام التنا عشرة سنة“.....

(الہندیة: ۶۱/۵)

”وعلى قول ائمة بلخ يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة

كذافي فتاوى قاضى خان المختار انه لا يجوز في الصلوات كلها كذا

في الهداية وهو الاصح كذافي المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية

كذافي البحر الرائق“..... (الہندیة: ۸۵/۱)

” (وفسد اقتداء رجل بامرأة اوصى) فرض كان المقتدى فيها

او نفلا بظاهر الرواية وهو المختار ولان نقله غير مضمون بالافساد اما التراويح

فلا يجوز اجماعا“..... (النهر الفائق: ۲۵/۱)

”قال مشانخنا انما لا يقتدى به لانه لا صلاة له اصلا

انما يومر بهات خلقا ولذا وصلت المراهقة بغير قناع يجوز“..... (الهداية:

۱۳۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امامت کے ضروری مسائل سے واقفیت اور تراویح میں تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۷۶): (۱) کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے لئے بنیادی کن کن

باتوں کا پتہ ہونا ضروری ہے اور کیا اس کا حافظ اور باشرع ہونا بھی ضروری ہے؟

(۲) تراویح پڑھانے والے کو کس طرح قرأت کرنی چاہیے اور الفاظ کی ادائیگی کیسی ہونی چاہیے؟ وقت

کتنا لگانا چاہیے؟ اور بوڑھے اور کمزور لوگ ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مرقومہ میں امام کے لیے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ وہ نماز کا طریقہ جانتا ہو نیز اس کے ضروری

مسائل سے واقف ہو، امام کے لئے حافظ قرآن ہونا ضروری نہیں البتہ امام کا باشرع ہونا اور مکمل سنت کے مطابق

ڈاڑھی ہونا لازمی ہے۔

(۲) تراویح پڑھانے والے کو قرأت درمیانی رفتار سے کرنی چاہیے یعنی نہ تو اتنی تیز قرأت کرے کہ الفاظ ہی سمجھ میں نہ آئیں اور نہ ہی اتنی آہستہ قرأت کرے کہ پیچھے کھڑے ہونے والے مقتدی تحسین محسوس کریں البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن حکیم ختم کرنا سابعین اور قاری کے لیے سنت ہے۔

”والختم مرة سنة ومرتين فضيلة وفلا تفضل“..... (الدر علی الر: ۵: ۱/۵۲۲)

اگر ضعیف لوگوں کا ضعف اس قدر شدید ہے کہ وہ بیٹھ کر اشاروں سے بھی تراویح نہیں پڑھ سکتے تو تب وہ معذور ہیں اور اگر مسجد میں آکر جماعت سے تراویح پڑھنا ناممکن ہو تو وہ گھر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر تراویح مکمل کر لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کی جماعت میں امام کے بھول جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام تراویح پڑھا رہا ہو اور دو رکعت کی بجائے تین یا چار رکعتیں بھول کر پڑھا دیں تو نماز تراویح ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر غلطی سے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں دو رکعت تراویح ہوگی اور اگر درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں چار رکعت تراویح ہوگی۔

”فلوصلی الامام اربعاً بتسلیمہ ولم یقع فی الثانیة فاطهر الروایتین عن ابی حنیفة و ابی یوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسلیمہ او تسلیمتین قال ابو اللیث تنوب عن تسلیمتین وقال ابو جعفر و ابن الفضل تنوب عن واحدة وهو الصحیح کذا فی الظہیریة و الخانیة و فی المجتبی و علیہ الفتوی، و لو قعد علی راس الركعتین انه یجوز عن تسلیمتین و هو قول العامة“..... (البحر الرائق: ۲/۱۱۷، ۱۱۸)

اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی اور دو رکعت کی قضا لازم ہوگی، اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں دو رکعت تراویح ہوگی اور دو رکعت کی قضا واجب ہوگی۔

”ولو صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على رأس الركعتين الاصح انه
تفسد صلاته“..... (الهنديّة: ۱/۱۱۳)

”وان صلى ثلاث ركعات بتسليمه واحدة فهو على وجهين اما ان قعد
في الثانية او لم يقعد..... وان لم يقعد في الثانية ساهيا او عامدا الاشك ان
في القياس وهو قول محمد وزفر واحدى الروايتين عن ابي حنيفة تفسد صلاته
ويلزمه قضاء ركعتين لا غير واما في الاستحسان هل تفسد صلاته في قول ابي
حنيفة و ابي يوسف اختلفوا فيه قال بعضهم تفسد ولا يجزئ عن شيء وقال
بعضهم تجزئ عن تسليمه واحدة..... وجه من قال انه لا يجوز عن شيء
وهو الصحيح انه ترك القعدة المشروعة وهو القعدة على رأس الثانية
والقعدة على رأس الثالثة غير مشروعة في التطوع فصار كانه
لم يقعد اصلا فلا يجوز بخلاف ما اذا صلى اربعاً ولم يقعد على رأس الثانية لان
القعدة على رأس الرابعة مشروعة فجازت“..... (قاضى خان: ۱/۲۳۰،
۲۳۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آٹھ تراویح پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں بعض لوگ آٹھ
تراویح پڑھتے ہیں جبکہ عقیدہ کے لحاظ سے وہ اہل حدیث بھی نہیں کیا جو شخص آٹھ تراویح پڑھے گا وہ سنت مؤکدہ
کا تارک نہ ہوگا اور وہ شخص اس ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا یا نہیں براہ کرم تفصیل سے جواب دیں کہ ان کے اس فعل کی
وجہ سے ان کی تراویح ادا ہوگئی ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال تراویح کی بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اگر کوئی شخص ہمیشہ آٹھ تراویح پڑھے اور باقی

چھوڑ دے تو وہ سنت مؤکدہ کا علی سبیل الدوام تارک ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

”ذکر فی الاختیار ان ابیوسف سأل اباحتیفة عنها وما فعله عمر فقال التراویح سنة مؤکدة من السنن المؤکدة التراویح الی ان قال..... (ان التراویح عندنا عشرون رکعة بعشر تسلیمات وهو مذهب الجمهور..... وللجمهور ما رواه الیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال كانوا یقومون علی عهد عمر بعشرين رکعة وعلی عهد عثمان وعلی مثله“..... (حلی کبیری: ۳۲۷ و ۳۵۲، ۳۵۱)

”ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام..... ان اعتاده اثم.. لاشک ان الاثم مقول بالتشکیک بعضه اشد من بعض فالاثم لتارک السنة المؤکدة..... حکم السنة ان یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکها مع لحوق اثم یسیر“..... (رد المحتار: ۷۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں دوران تلاوت فحش غلطی اسی رکعت میں ٹھیک کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۷۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گزارش ہے کہ ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب نماز تراویح میں قرآن پاک سنار ہے ہیں اور وہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵ کا آخری ”ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله وهو فی الآخرة من الخاسرین الخ“ کی جگہ اس نے ”وهو فی الآخرة من المجرمین“ پڑھا مسئلہ مذکورہ میں کچھ علماء کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اور کچھ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی؟ براہ کرم آپ اس کے بارے میں جواب جاری فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ اگر کسی نے نماز میں ایسی غلطی کی جس کی وجہ سے ترجمہ میں تبدیلی آگئی ہے، اگر غلطی کرنے کے بعد فوراً صحیح کر دی تو نماز ہو جائے گی اور اگر صحیح نہ کی، بلکہ دوسری رکعت میں اس کی تصحیح کی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

”وقوله وصح الباقلانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العلمین للاضافة

کما لو بدل کلمة بكلمة وغير المعنى نحو ان الفجار لفي جنات“..... (الدرمع

الرد: ۱/۳۶۸)

”ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندی

صلاحه جائزة الخ“..... (الهندية: ۱/۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں آیت کی غلطی یا کسی آیت کے رہ جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب نماز تراویح میں ”وما کانوا مومنین“ کی جگہ ”وما کانوا افاستقین“ پڑھ لیں تو کیا نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر تراویح میں کوئی آیت رہ جائے اور بعد میں کسی وقت یاد آئے تو اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ آیا وہ آیت اگلی منزل کے ساتھ ملا کر پڑھنی چاہیے یا ایک ہی رکعت میں اس آیت کو پڑھ لینا چاہیے یا اس رکعت میں ایک ہی آیت پڑھنی چاہیے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ آیت کا معنی تبدیل ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی، لہذا اس نماز کا اعادہ ضروری ہے، اور اگر تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے کوئی آیت چھوٹ جائے تو اس سے اگلی تراویح میں پہلے وہ ربی ہوئی آیت پڑھے اور بعد میں وہ جو پڑھ رہا ہے وہ پڑھے ایسا کرنا مستحب ہے۔

”ان ما غیر المعنی تغیرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلک سواء کان

فی القرآن اولاً، الاما کان من تبدیل الجمل مفصلاً بوقف تام وان لم یکن

التغیر کذلک فان لم یکن مثله فی القرآن والمعنی بعید متغیر تغیرا

فاحشاً یفسد ایضاً، کهذا الغبار مکان هذا الغراب وکذا اذالم یکن مثله

فی القرآن ولا معنی له کالسرائل باللام مکان السرائر، وان کان مثله

فی القرآن والمعنی بعید ولم یکن متغیراً فاحشاً تفسد ایضاً عند ابی حنیفۃ

ومحمدٌ وهو الاحوط“..... (ردالمحتار: ۱/۳۶۶)

”وإذا قرأ بالحتم فغلط فترك سورة أو آية وقرأ ما بعدهما فالمستحب له ان يقرأ

المتروك، ثم المقروء ليكون على الترتيب“..... (مراقی الفلاح: ۴۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حافظ لڑکی کا تراویح کی جماعت کرانا:

مسئلہ نمبر (۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ لڑکی رمضان المبارک میں تراویح پڑھا سکتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ فرض نماز اور وتر علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتومہ میں حافظ لڑکی کا رمضان المبارک میں باجماعت تراویح پڑھانا مکروہ ہے اور یہی حکم فرض

نمازوں کا بھی ہے۔

”و(و) یکرہ تحریماً (جماعة النساء) ولو فی التراويح فی غیر صلاة الجنابة

(قوله ویکرہ تحریماً) صرح به فی الفتح والبحر (قوله ولو فی التراويح) افادان

الکراهة فی کل ما شرع فیہ جماعة الرجال فرضاً

اونفلاً“..... (ردالمحتار: ۴۱۸/۱)

”وکذا المرأة تصلح للامامة فی الجملة حتی لو امت النساء جازو ینبغی ان

تقوم وسطهن لماروی عن عائشةؓ ”أنها امت نسوة فی صلاة العصور وقامت

وسطهن“ وامت ام سلمةؓ نساء وقامت وسطهن ولان مبنی حالهن علی

الستر وهذا استرلها الا ان جماعتهن مکروهة عندنا“..... (بدائع

الصنائع: ۳۸۸، ۳۸۷)

”ویکرہ امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلھامن الفرائض والنوافل الا فی

صلاة الجنابة هكذا فی النهاية فان فعلمن وقت الامام وسطهن وبقیامها

وسطهن لا تنزل الکراهة“..... (الهندية: ۸۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور ۲۷ رجب کو نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۲): جناب مفتی صاحب آپ کا تراویح سنت مؤکدہ بتانے کا بہت شکریہ: اگر آٹھ رکعت تراویح ادا کی جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

۲۔ ۲۷ رجب کو کتنے اور کیسے نوافل پڑھنے چاہئیں اور کیا روزہ بھی رکھا جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

میں رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور علماء کا اجماع ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بیس رکعت تراویح کرواتے تھے اور اس پر کسی صحابیؓ نے انکار نہیں کیا، گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو گیا۔

”واما قدرها فاعشرون ركعة في عشر تسليمات في خمس ترويعات كل تسليمتين ترويعة وهذا قول عامة العلماء، وقال مالك في قول ستة وثلاثون ركعة، وفي قول ستة وعشرون ركعة، والصحيح قول العامة لما روي عن عمر فاروقؓ جمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان على ابي بن كعب فصلى بهم في كل ليلة عشرين ركعة، ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعاً منهم على ذلك“..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۳)

”الترابيح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين الخ وهي عشرون ركعة..... وفي رد المحتار وهي عشرون ركعة هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً الخ“..... (الدرمع الر: ۱/۵۲۰، ۵۲۱)

لہذا اگر کوئی بجائے بیس کے آٹھ رکعت تراویح پڑھتا ہے، تو علی سبیل الاستمرار والاصرار تارک سنت اور مخالفت اجماع کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

۲۷ رجب کو مخصوص کیفیت اور کمیت کے ساتھ نوافل کے پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہذا اس دن کے نوافل کو خاص کیفیت اور کمیت کیساتھ پڑھنے کو مسنون سمجھنا بدعت ہے، عام معمول کے مطابق نوافل پڑھنا چاہیے، اسی طرح احادیث صحیحہ میں اس مہینے کے روزہ کی بھی خاص فضیلت ہمیں نہیں ملی اور اس روایت میں جس کی فضیلت مذکور ہے وہ صحیح نہیں۔

”عن علی کرم اللہ وجہہ مرفوعاً ان شہر رجب عظیم من صام منه یوما کتب اللہ لہ صیام الف سنة لا یصح“..... (اللالی المصنوعة فی الاحادیث

الموضوعة: ۱۱۵/۱)

البتہ نفل روزہ کسی کا دل چاہے رکھ لے، اختیار ہے اس پر خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیں اپنی طرف سے ایسے ہزار یا لاکھ فضیلت مقرر نہ سمجھے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ صریحہ میں نہ ملے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نابالغ بچے کی اقتداء مطلقاً درست نہیں:

مسئلہ نمبر (۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و فقہائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حفاظ نابالغ جو رات کو نوافل میں قرآن سنا نا چاہتے ہیں تو کیا ایسے نابالغ نام کی بغرض اصلاح اقتداء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نابالغ حافظ کی اقتداء مطلقاً درست نہیں چاہے نوافل ہوں یا فرائض۔

”ولا یصح اقتداء البالغ بغير البالغ فی الفرض وغیرہ“..... (حلبی

کبیری: ۴۴۴)

”ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بأمرأة او صبی فقط“

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعوت افطار کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو ترک کرنا:

مسئلہ نمبر (۸۴): ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ روزہ افطار کروانے کا بہت ثواب ہے، لہذا ہمیں ایک دوسرے کے گھر دعوت پر جانا چاہیے اور گھر پر ہی مغرب کی نماز باجماعت پڑھ لینی چاہیے، جبکہ میرا یہ موقف ہے کہ مساجد میں نماز کی فضیلت کے پیش نظر ایک دوسرے کی دعوت سے معذرت کرنی چاہیے اور نماز تراویح کی ادائیگی کا بندوبست کیا جبکہ محلہ میں مسجد ہے تو کیا صورت ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

روزہ افطار کی دعوت کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اس کی وجہ سے جماعت کی نماز نہیں چھوٹی چاہیے، اگر فرض مسجد میں ادا کریں اور تراویح گھر پر ہو تو جائز ہے بشرطیکہ کچھ لوگ مسجد میں بھی جماعت قائم کرنے والے ہوں اور اگر سب لوگ ہی مسجد چھوڑ دیں گے تو یہ درست نہیں۔

”ونفس التراويح سنة على الاعيان عندنا..... والجماعة فيها سنة على الكفاية..... وان صلى بجماعة في البيت اختلف المشايخ..... فاذا صلى في البيت بجماعة فقد جاز..... والصحيح ان اداها بالجماعة في المسجد افضل وكذلك في المكتوبات“..... (الهنديّة: ۱/۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیس رکعات تراویح کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل زور و شور سے آٹھ تراویح پر زور دیا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف آٹھ تراویح ادا کی ہیں، جبکہ عموماً بیس تراویح ادا کی جاتی ہیں، جناب سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوا ہے کسی صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اگر بیس رکعات تراویح سنت نہ ہوتیں تو کوئی صحابی تو انکار کرتا، لیکن کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیس رکعات تراویح پر بھی مذکورہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور توارث سے اس حدیث کے متن کو تقویت ملتی ہے، لہذا بیس رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں اور اسی پر امت کا عمل چلا آ رہا ہے۔

”واما قدرها فاعشرون ركعة في عشر تسليمات في خمس ترويعات كل تسليمتين ترويعة وهذا قول عامة العلماء، وقال مالك في قول ستة وثلاثون ركعة، وفي قول ستة وعشرون ركعة، والصحيح قول العامة لما روي ان

عمر فاروقؓ جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان
 علی ابی بن کعب فصلى بهم فی کل لیلۃ عشرين رکعة، ولم ینکر علیہ
 احد فیکون اجماعاً منهم علی ذلك..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۴)
 ”التراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين الخ وهي عشرون
 رکعة..... وفی رد المحتار وهي عشرون رکعة هو قول الجمهور وعلیہ عمل
 الناس شرقاً وغرباً الخ“..... (الدرمع الراد: ۱/۵۲۰، ۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کی چار رکعات کے بعد خاموش بیٹھ کر ذکر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر (۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفس درود پڑھنے کا عقیدہ تو ہمارے
 اہل سنت والجماعت کا جزء ایمان ہے لیکن آج کل جو چار رکعات کے بعد صلاۃ بر محمد زور سے کھڑے ہو کر پڑھتے
 ہیں کیا فقہ حنفی یا خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے جب کہ یہ جملے فارسی اور عربی سے مرکب ہیں نیز اس کو اتنا ضروری
 سمجھا گیا ہے کہ اس پر لڑائی لڑنا شروع کر دی ہے شریعت کی رو سے اس کو واضح فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تراویح کی چار رکعات کے بعد ”صلاۃ بر محمد“ کا نعرہ لگانا اسلاف سے ثابت نہیں ہے
 ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔ نیز شریعت
 میں امر مندوب پر اصرار و لڑائی قابل مذمت ہے اور اگر اصرار و لڑائی بدعت یا منکر پر ہو تو یہ بدرجہ اولیٰ قابل مذمت
 ہے۔

”ان هم مخيرون في حالة الجلوس ان شاؤا سبحوا وان شاؤا قرؤا القرآن وان
 شاؤا صلوا أربع ركعات فرادى وان شاؤا قعدوا ساكتين
 الخ“..... (البحر الرائق: ۲/۱۲۲)

”لقد رأيت رسول الله ﷺ كثيرًا ينصرف عن يساره) هذا يدل على كمال
 اطلاع الراوى على احواله ﷺ قال الطيبي وفيه ان من اصر على امر مندوب

وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف
من اصر على بدعة او منكر..... (مرقات المفاتيح: ۳/۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور دوران تراویح "صلاة بر محمد" کا نعرہ لگانا:

مسئلہ نمبر (۸۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ چند مسائل دریافت طلب ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرنا اجتماعی طور پر کیسا ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت "الصلاة بر محمد" کا نعرہ لگانا درست ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر نماز کے بعد آپس میں اجتماعی طور پر سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت الصلاة بر محمد کا نعرہ لگانا اسلاف سے ثابت نہیں ہے ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔

"وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعتاد عقب الصلوات
مع ان المصافحة سنة وما ذاك الا لكونها لم تؤخر في خصوص هذا الموضوع
فالمواطبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه الخ..... (رد المحتار: ۱/۲۶۰)
"ثم هم مخيرون في حالة الجلوس ان شاؤا سبحوا وان شاؤا قعدوا ساكتين
واهل مكة يطوفون اسبوعا ويصلون ركعتين واهل المدينة يصلون اربع
ركعات فرادى..... (الهنديّة: ۱/۱۱۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح گھر میں ادا کرنے والے فرض عشاء مسجد میں باجماعت ادا کریں:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں جب تراویح

گھر میں ادا کرنی ہو تو عشاء کی فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں یا گھر میں ادا کریں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں۔

” (الجماعة سنة مؤكدة للرجال) والسنة المؤكدة التي تقرب منه المواظبة ويرد عليه ما مر عن النهر الا ان يجاب بان قول العراقيين يائتم بتركها مرة مبني على القول بانها فرض عين عند بعض مشائخنا كما نقله الزيلعي“..... (رد المحتار: ۱/۳۰۸)

”ان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة) قال في المبسوط لو صلى انسان في بيته لايائتم فقد فعله ابن عمر وسالم والقاسم وابراهيم ونافع.... (وان صلى احد في بيته بالجماعة) حصل لهم ثوابها وادركوا فضلها“..... (حلبی کبیری: ۳۳۸)

والله تعالى اعلم بالصواب



ڈاڑھی کٹوانے والے کا تراویح پڑھانا:

مسئلہ نمبر (۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز تراویح پڑھا سکتا ہوں میں حافظ قرآن ہوں پچھلے سال الحمد للہ بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی میں نے ڈاڑھی رکھ لی ڈاڑھی کے بال ڈیڑھ انچ سے ایک انچ کے قریب ہیں اور نیچے حصہ کا خط بنواتا ہوں گزشتہ ۲۰ سال سے میں سماعت کر رہا ہوں اب سنانے کا وقت آیا ہے تو بعض نمازی اور امام مسجد فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی برابر قبضہ یعنی ایک مشت ہو اور فرماتے ہیں کہ خط بنوانے سے بہتر ہے کہ ڈاڑھی صاف کروادی جائے ورنہ گناہ ہوتا ہے کیونکہ بار بار بنوانا پڑتا ہے نیز فرماتے ہیں خط بنوانے سے بہتر ڈاڑھی منڈوانا ہے۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب میں نے کئی عالم فاضل لوگوں کے پیچھے نماز فرض پڑھی ہے جو کہ میری طرح خط بنواتے ہیں ان کے بال مجھ سے بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں میرے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) قرآن پاک نماز تراویح میں پڑھا سکتا ہوں؟

(۲) خط کی بجائے ڈاڑھی صاف کروادوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”قال في الدرر وما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة

ومخنة الرجال فلم يبعه احد واخذ كلها فعل يهود الهندومجوس الاعاجم

فتح“..... (الدر مع الرد: ۲/۱۲۳)

(۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈوانا اور مٹھی سے کم ہو تو کٹوانا حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، بنا بریں فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعداء نہیں ہے، لہذا آپ کی ڈاڑھی جب تک مٹھی بھر نہیں ہو جاتی کٹوانا جائز نہیں اور امامت مکروہ تحریمی ہوگی خط بنوانا تو جائز ہے، مگر ڈاڑھی کا کٹوانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی عالم فاضل کی ڈاڑھی مٹھی سے کم ہے اور کٹواتا ہے تو اس کے لئے بھی یہ جائز نہیں اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرعاً حجت ہے۔

(۲) ڈاڑھی صاف کرنے کی بجائے پوری رکھنا ضروری ہے، ڈاڑھی منڈوانے والا اور ڈاڑھی کٹوا کر چھوٹی کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

”و أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه

للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانتة شرعا“..... (رد المحتار: ۱/۳۱۳)

”و كره امامة العبد والاعرابى والفاسق والمبتدع والاعمى

وولد الزنا“..... (البحر الرائق: ۱/۶۱۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

صلوة التيسير کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب رمضان میں اپنے مقتدیوں کو اکٹھا کر کے بلا تے ہیں اور صلاۃ التیسیر باجماعت ادا کرتے ہیں کیا از روئے شریعت یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب کا رمضان میں یا غیر رمضان میں اپنے مقتدیوں کو اکٹھا کر کے صلوٰۃ التیسح اور دیگر نوافل کی جماعت کروانا مکروہ ہے۔

”التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره“..... (الهنديّة: ۱/۸۳)

”ولا يصلى التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل

التداعى“..... (الدر المختار: ۱/۹۹)

”وتطوع على سبيل التداعى مكروهة“..... (الدر المختار: ۱/۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلاة التیسح باجماعت ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صلوٰۃ التیسح کی جماعت کرواتے ہیں شرعاً نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟ کتب فقہ کی روشنی میں جواب دیں شکریہ؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں صلوٰۃ التیسح بھی ایک نفل نماز ہے اور لوگوں کو بلا کر اور جمع کر کے جماعت کے ساتھ نوافل کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو جائز ہے اور چار یا اس سے زیادہ ہوں تو جائز نہیں۔

”التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره“..... (الهنديّة: ۱/۸۳)

”ولا يصلى التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل

التداعى“..... (الدر المختار: ۱/۵۳۳)

”وتطوع على سبيل التداعى مكروهة“..... (الدر على الرد: ۱/۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء عمری کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء عمری کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مرہجہ قضاء عمری میں صرف چار رکعت نیت قضاء پڑھ کر ساری زندگی کی نمازوں کی قضاء سمجھ لی جاتی ہے اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ جتنی نمازیں زندگی بھر قضاء ہوئی ہوں ان سب کو قضاء کرنا فرض ہے صرف چار رکعت سے فریضہ ادا نہیں ہوگا لیکن قضاء عمری کی صورت اگر یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی جائز ہے عصر اور فجر کے بعد تا طلوع شمس صرف نفل پڑھنا مکروہ ہے فرض بلا کراہت پڑھے جاسکتے ہیں۔

”وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب
وجميع اوقات العمروقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما مروهي الطلوع
والاستواء والغروب“..... (ردالمحتار: ۱/۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کے مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں۔

”ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمروقت له الاثلاثة ووقت
طلوع الشمس و وقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلاة في هذه
الاقوات كذا في البحر الرائق“..... (الهندي: ۱/۱۲۱)

”وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب
وجميع اوقات العمروقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما مروهي الطلوع
والاستواء والغروب“..... (ردالمحتار: ۱/۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کا فرض نماز کے بعد سنتیں اپنے کمرے میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۴): میں اور میرے تمام ساتھی بالکل خیریت سے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بھی خیریت سے رہیں، آمین،

محترم ایک مسئلہ درپیش تھا جس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑی وہ یہ کہ ہمارے محلے کے امام صاحب فرض نماز پڑھا کر باقی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے ہیں، پوچھنے پر بتایا گیا کہ سنت طریقہ یہی ہے کیا یہ درست ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سنن اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

”قوله والأفضل في النفل الخ) شمل ما بعد الفريضة وما قبلها الحديث

الصحيحين عليكم بالصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرأة في بيته

إلا المكتوبة الخ“..... (رد المحتار: ۱/۵۰۴)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بوجہ عذر شرعی گھر والوں کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کے قریب کوئی مسجد نہیں اور سردی بہت ہے اور ہمارے میں ایک ضعیف العرق شخص ہے وہ عشاء کی نماز جمع تراویح گھر میں اپنے ذی رحم محرم یعنی بیوی، ماں، بہن، خالہ وغیرہ کو نماز پڑھاتا ہے، شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس کو گھر میں جماعت کرانا جائز ہے بلکہ اگر یہ شخص معذوری سے قبل مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے پابند تھے تو اس کو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

”وفي التراويح سنة كفاية (قوله سنة كفاية) أي على كل أهل محلة لما

في منية المصلى من بحث التراويح من أن أقامتها بالجماعة سنة على سبيل

الكفاية حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة وأساؤا

فی ذلك وإن تخلف من أفراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة (قوله على قول) وغير مستحبة على قول آخر بل يصلیها وحده فی بیته وهما قولان مصححان وسیأتی قبیل أدراک الفریضة ترجیح الثاني بأنه المذهب اه..... (ردالمحتار: ۱/۳۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خواتین کا تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں حافظ قرآن خواتین کے لیے تراویح باجماعت کروانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کا نماز باجماعت کروانا مکروہ ہے۔

”صلوة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت وروى ابن خزيمة عنه رضي الله عنه ان احب صلوة المرأة الى الله في اشد مكان في بيتها ظلمة وفي حديث له ولا بن حبان واقرّب ماتكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها ومعلوم ان المخدع لايسع الجماعة وكذا قعر بيتها واشده ظلمة ولا يخفى ما فيه بتقدير التسليم فانما يقيد نسخ السنة وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم في الفعل بل التنزيه ومرجعها الى خلاف الاولى ولا علينا ان نذهب الى ذلك فان المقصود اتباع حيث كان“..... (فتح القدير: ۳۰۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خواتین کا نماز تراویح کے لیے مسجد میں آنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جامع مسجد عمر فاروق میں

ہر سال رمضان کے مہینے میں خواتین کے لیے بھی نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ مسجد ایک نہایت مصروف روڈ میں ہے جہاں ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا ہے ایسے میں خواتین جن میں جوان بے پردہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں مسجد میں باجماعت نماز تراویح کے لیے آئی ہوتی ہیں، یہ انتظام مسجد کے تہہ خانہ میں ہوتا ہے جن کی حفاظت کے لیے ہر سال ایک ضعیف العمر خاتون کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا اس پر فتن دور میں خواتین کا مسجد میں نماز تراویح کے لیے آنا جائز ہے؟

(۲) اگر نہیں تو مسجد کی انتظامیہ کس حد تک گنہگار ہوگی اور ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ عورتوں کا نماز تراویح سمیت تمام نمازوں کے لیے مسجد میں آنا ممنوع ہے اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے گھر میں نماز ادا کریں، خصوصاً جب کہ مذکورہ صورت میں نو جوان بے پردہ لڑکیاں بھی آتی ہوں تو ممانعت اور بھی سخت ہو جاتی ہے اور مسجد کی انتظامیہ کو چاہئے کہ بجائے عورتوں کے لیے انتظام کرنے کے ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دے۔

”عن عمرة بنت عبد الرحمن انها اخبرته ان عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ قالت لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعه نساء بنی اسرائیل“..... (سنن ابی داؤد: ۱/۹۳)

”عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاحها فی حجرتها وصلوتها فی مخرجها افضل من صلاحها فی بیتها“..... (سنن ابی داؤد: ۱/۹۳)

”قوله ولا یحضرن الجماعات لقوله تعالیٰ وقرن فی بیوتكن وقال ﷺ صلوتها فی قمریتها افضل من صلوتها فی صحن دارها وصلوتها فی صحن دارها افضل من صلوتها فی مسجدھا وبیوتھن خیر لھن ولانہ لا یؤمن الفتنۃ من خروجھن اطلقہ فشمّل الشابة والعجوز والصلوة النهارية والليلية قال المصنف فی الکافی والفتویٰ الیوم علی الکراهة فی الصلوٰۃ کلھا لظهور الفساد“..... (البحر الرائق: ۱/۶۲۷)

”وكره لهن حضور الجماعة الاللعجوز في الفجر والمغرب والعشاء والفتوى
اليوم على الكراهة في كل الصلوات لظهور الفساد كذا في الكافي
وهو المختار كذا في التبيين“.....(فتاوى الهندية: ۱/۸۹)

” (ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا
ليلا (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان“.....(در مختار: ۳۱۹، ۱/۳۱۸)
”قوله ولو عجوزا ليلا بيان للاطلاق اي شابة او عجوزا نهارا وليلا“.....(فتاوى
شامی: ۱/۳۱۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تین دن نماز تراویح مسجد میں ادا کی، باقی دن گھر پر نماز تراویح ادا کی، لہذا ہم باقی دن گھر میں بندوبست کر لیں ایسا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ محلہ میں مسجد موجود ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں، اسی پر صحابہ اور صالحین کا عمل ہے۔
البتہ اگر مسجد میں تراویح کی جماعت ہوتی ہے تو گھر میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

”وذكر الطحاوی فی اختلاف العلماء وقال لا ينبغي ان يختار الانفراد علی
وجه یقطع القيام فی المسجد فالجماعة من سنن الصالحین والخلفاء
الراشدين رضوان الله تعالى عليهم اجمعين حتى قالوا رضی الله تعالى عنهم
نور الله قبر عمر رضی الله تعالى كما نور مساجدنا والمبتدعة انكروا اداءها
بالجماعة فی المسجد فاذاؤها بالجماعة جعل شعار السنة كاداء الفرائض
بالجماعة شرع شعارا لاسلام“.....(مبسوط السرخسی: ۲/۱۹۷)

”ولو صلى انسان في بيته لا ياتم هكذا كان يفعل ابن عمر و ابراهيم والقاسم

ومسلم الصواف رضی اللہ عنہم اجمعین بل الاولیٰ اداءہا بالجماعة
 لما بینا..... (مبسوط السرخسی: ۱۹۸، ۲/۱۹۷)
 "قولہ والجماعة فیہا سنة علی الکفاية افاد ان اصل التراویح سنة عین
 فلوتر کھا واحد کرہ بخلاف صلاحہا بالجماعة فانہا سنة کفاية فلوتر کھا
 الكل اسأوا اما لو تخلف عنہا رجل من افراد الناس وصلى فی بیتہ فقد ترک
 الفضيلة وان صلى احد فی البیت بالجماعة لم یبالوا افضل جماعة
 المسجد..... وظاهر کلامہم هنا ان المستنون کفاية اقامتها بالجماعة
 فی المسجد حتی لو اقاموا ہا جماعة فی بیوتہم ولم تقم فی المسجد
 اثم الكل"..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وتروں کے ایک خاص طریقے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں نماز تراویح کے بعد وتروں
 کی جماعت اہل حدیث امام صاحب کچھ اس طریقے سے کرواتے ہیں وتر تین رکعت (ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ
 اور کوئی سورت) دو رکعت کے بعد بغیر التحیات بیٹھ کر پڑھاتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں پھر ہاتھ منہ پر پھیر کر سجدہ
 میں چلے جاتے ہیں بعد التحیات کے سلام پھیر دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وتر کا یہ طریقہ راجح اور دلائل قویہ کے خلاف ہے لہذا حنفی حضرات کو چاہیے کہ وہ وتر میں ان کے ساتھ شامل
 نہ ہوں، نیز بقیہ نمازوں میں اس کے پیچھے حنفی کی اقتداء درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ حنفی مقتدی کو یقین ہو کہ امام
 جائز اور ناجائز کے اہم مختلف فیہ مسائل میں احتیاط سے کام لیتا ہے، مثلاً بننے والے خون سے وضوء کرتا ہے اور عام
 جرابوں پر مسح نہیں کرتا ہے وغیرہ تو اس کی اقتداء درست ہے ورنہ نہیں۔

"عن البحر ان یتیقن المراعاة لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ"

..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۴۱۶)

نوٹ: یہ تفصیل اس وقت ہے کہ اس کا عقیدہ فاسد نہ ہو مقلدین کو مشرک نہ جانتا ہو اور سب سلف نہ کرتا ہو ورنہ اس کی امامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر سننے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احقر عبید اللہ حافظ قرآن ہے اور ایک مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، مگر عبید اللہ کا جو سامع ہے وہ مسجد کا خطیب ہے اور حافظ قرآن نہیں ہے، اور وہ تراویح میں قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرآن سے دیکھ کر سنتا ہے اور بوقت ضرورت دیکھ کر لقمہ بھی دیتا ہے تو عمل طلب مسئلہ یہ ہے کہ

- (۱) کیا دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے؟
- (۲) ایسے سامع کا لقمہ لینا چاہیے یا نہیں؟
- (۳) اگر ایسے سامع نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لے لیا تو آیا امام کی نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی؟ اگر امام کی نماز فاسد ہے تو کیا وہ دو رکعات کہ جس میں امام نے لقمہ لیا ہے ان کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟
- (۴) سامع چونکہ مسجد کا خطیب ہے اور بار بار سمجھانے کے باوجود وہ یہی کہتا ہے کہ دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے کیونکہ حرم میں بھی دیکھ کر سنتے ہیں اس استدلال کی حیثیت کیا ہے؟
- (۵) حافظ صاحب ۱۸ پارے سنا چکے ہیں اور سامع بار بار سمجھانے کے بعد بھی باز نہیں آتا، تو کیا قرآن مکمل کرنا چاہیے یا ترک کر دینا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مقتدی کو قرآن پاک دیکھ کر امام کو لقمہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس عمل کثیر کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام اس کا لقمہ لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، کما فی العبارة الآتیۃ، لہذا مذکور خطیب صاحب کا استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن و سنت اور فقہاء کرام کا اجتہاد دلیل ہوتی ہے، کما فی الدر المختار،
”وقراءتہ من مصحف ای مافیہ قرآن مطلقا لانہ تعلم و فی الشامیۃ قولہ مطلقا
ای قلبلا او کثیرا اماما و منفردا قولہ لانہ تعلم ذکروا لابی حنیفۃ رح فی علۃ

الفساد وجهین احدهما ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل كثير والثاني انه تلقن من المصحف فصار كما اذا تلقن من غيره..... (الدرع الرد: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عشاء اور تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی بجائے مدرسہ میں ادا کرتے ہیں اور مدرسہ ہی میں تراویح پڑھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ بقول ان کے انتشار سے بچا جائے آیا ایسا کرنا درست ہے؟ جو لوگ مدرسہ میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ گناہ گار تو نہیں ہو رہے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں عشاء کی نماز اور تراویح مسجد کے علاوہ کسی جگہ باجماعت ادا کرنے سے گناہ لازم نہیں آتا، البتہ چونکہ مسجد میں نماز ادا کرنا مستقل فضیلت ہے، لہذا مسجد کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، البتہ جماعت کا ثواب مل جائے گا، واضح رہے کہ گھر میں جماعت کی اجازت اس صورت میں ہے کہ اس کی وجہ سے مسجد بغیر جماعت کے نہ رہے۔

”وان صلی بجماعة فی البیت اختلف فیہ المشائخ والصحیح ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى فاذا صلی فی البیت بجماعة فقد جاز فضیلة اداها بالجماعة وترك الفضیلة الاخری هكذا قاله القاضی الامام ابو علی النسفی والصحیح ان اداها بالجماعة فی المسجد افضل وكذلك فی المکتوبات“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۱۶)

”ان اقامتها بالجماعة سنة علی الکفاية حتی لو ترک اهل المسجد کلهم الجماعة فقد اساءوا واثموا وان اقيمت التراویح بالجماعة فی المسجد وتخلف عنها افراد الناس و صلی فی بیتہ لم یکن مسیئاً..... واطلق المصنف فی الجماعة ولم یقیدها بالمسجد لما فی الکافی والصحیح ان للجماعة

فی بیتہ فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى فهو حاز احدی الفضیلتین
وترک الفضیلة الاخری“.....(البحر الرائق: ۲/۱۲۰)

”وان صلوا بالجماعة فی البیت فقد اختلف المشائخ فیہ والصحیح
ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى فهذا جاء
بأحدی الفضیلتین وترک الفضیلة الزائدة“.....(فتاوی
التاتارخانیة: ۱/۳۷۷، مطبوعه جدید رشیدیہ کوئٹہ: ۲/۳۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا گھر میں حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھتیجا حافظ قرآن ہے ہم گھر میں
اپنی باپردہ عورتوں کے ساتھ کافی عرصہ سے گھر پر ہی تراویح پڑھتے ہیں اور پورا قرآن سنتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا
اس طرح گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں یا صرف مسجد میں ہی پڑھنی چاہئیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں آپ گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں البتہ فرض قریبی مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

”قوله والجماعة فیہا سنة علی الکفاية الخ افاد ان اصل التراویح سنة عین
فلو ترکها واحد کره بخلاف صلاتها بالجماعة فانها سنة کفاية فلو ترک
الکل اسأزا اما لو تخلف عنها رجل من افراد الناس و صلی فی بیتہ
فقد ترک الفضیلة وان صلی احد فی البیت بالجماعة لم ینالوا فضل
جماعة المسجد وهكذا فی المکتوبات کما فی المنیة“.....(فتاوی
شامی: ۱/۵۲۱)

”والصحیح ان للجماعة فی بیتہ فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى
فهو حاز احدی الفضیلتین وترک الفضیلة الاخری“.....(البحر الرائق:

”قوله عليه السلام صلوة الرجل في الجماعة تفضل على صلوة في بيته

اوسوقه سبعا وعشرين ضعفا والله الهادي“..... (حلی کبیری : ۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوافل کو بیٹھ کر پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نوافل کو بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

”وبجوز ان يتفل القادر على القيام قاعدا بلا كراهة في الاصح كذا في شرح

مجمع البحرين لابن الملك“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۴)

”حدثنا قتيبة بن سعيد قال ناحمد عن بديل وايبوب عن عبدالله بن شقيق

عن عائشة قالت كان رسول ﷺ يصلي ليلا طويلا فاذا صلى قائما ركع قائما

واذا صلى قاعدا ركع قاعدا“..... (صحیح مسلم: ۱/۲۵۲)

”قولها واذا صلى قاعدا ركع قاعدا فيه جواز التنفل قاعدا مع القدرة على

القيام وهو اجماع العلماء“..... (حاشیہ نووی علی صحیح مسلم: ۱/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ حافظ قرآن کا تراویح پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظ قرآن کی عمر پندرہ سال ہو اور بلوغت کے آثار دکھائی نہ دیتے ہوں تو کیا ایسے حافظ قرآن کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا قرآن سننے کی غرض سے کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

پندرہ سال کی عمر کے حافظ قرآن کو قرآن پاک سنانے کی غرض سے نماز تراویح میں امام بنانا جائز ہے، لیکن اگر حسین ہونے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے لڑکے کی امامت مکروہ تتریبی ہے۔

” (بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال (والجارية بالاحتلام والحیض والحبل)..... (فان لم يوجد فيهما) شيء (فحتى تم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) لقصر اعمار اهل زماننا“..... (الدر علی الرد: ۱۰۷/۵)

” (قوله وكذا تكره خلف امرد) الظاهر انها تنزيهية ايضا والظاهر ايضا كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

محلہ کی مسجد میں تراویح کے باوجود گھر میں تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گھر محلہ کی مسجد کے قریب ہے لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ ہم رمضان المبارک میں تراویح اپنے گھر میں پڑھیں اور اس میں قرآن پاک کا ختم کر دیں، چونکہ قاری صاحب ہمارے گھر کے افراد میں موجود ہے، مہربانی فرما کر مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آگاہ کریں کہ کیا ہم تراویح محلہ کی مسجد ہونے کے باوجود گھر میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر تراویح پڑھ سکتے ہیں تو عشاء کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کہ ہم باجماعت مسجد میں ادا کریں، تراویح گھر میں پڑھیں یا نماز عشاء بھی گھر میں ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ تراویح کی نماز باجماعت گھر میں ادا کر سکتے ہیں لیکن فرض مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

”افادان اصل التراویح سنة عين فلوتر كها واحد كره بخلاف صلاحها بالجماعة فانها سنة كفاية فلوتر كها الكل اساوا اما لو تخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة وان صلى احد في البيت

بالجماعة لم ينالوا فضل جماعة المسجد وهكذا في المكتوبات كما في المنية“.....(فتاوى شامى: ۱/۵۲۱)

”وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله القاضى الامام ابو على النسفى والصحيح ان اداءها بالجماعة في المسجد الفضل وكذلك في المكتوبات“.....(فتاوى الهندية: ۱/۱۱۶)

”وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله القاضى الامام ابو على النسفى رحمه الله تعالى والصحيح ان ادائها بالجماعة في المسجد افضل لان فيه تكثير الجماعة وكذلك في المكتوبات“.....(فتاوى قاضى خان على هامش الهندية: ۱/۲۳۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تہجد کی کم سے کم کتنی رکعات ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تہجد کی کتنی رکعت پڑھ سکتے ہیں کم از کم؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہیں، کم از کم دو رکعت پڑھ سکتے ہیں۔

”قوله واقلها على مافى الجوهره ثمان) فيد بقوله على مافى الجوهره لانه فى الحاوى القدسى قال يصلى ماسهل عليه ولوركتين والسنة فيها ثمان ركعات باربع تسليمات اه والتقييد باربع تسليمات مبنى على قول الصحابين واماعلى قول الامام فلا كما ذكره فى الحلية وقال فيها ايضا وهذا بناء على ان

اقل تہجدہ ﷺ کان رکعتین وان منہا کان ثمانی رکعات أخذاً مما فی
المبسوط السرخسی ثم ساق تبعاً لشیخہ المحقق ابن الہمام الاحادیث الدالۃ
علی ما عنہ فی المبسوط من منہا وحديث ابی الداؤد الدال علی ان اقل
تہجدہ ﷺ اربع سوی ثلاث الوتر وتمام ذلك فیہا فراجعہا لكن
ذكر آخر اعنہ ﷺ من استيقظ من اللیل وابقظ اهلہ فصلیا رکعتین کتاب من
الذاکرین اللہ کثیر او الذاکرات رواہ النسائی اقول فینبغی القول بان اقل
التہجد رکعتان واوسطہ اربع واكثرہ ثمان واللہ اعلم“ (ردالمحتار:
1/502)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کے پیچھے نفلوں کی نیت سے کھڑے ہونا:

مسئلہ نمبر (۱۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب رمضان المبارک میں چودہ تراویح میں اپنی منزل پوری کر کے بعد میں کسی دوسرے حافظ کو چھ تراویح پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی پارے سے قرأت کر کے چھ تراویح پڑھا دیتا ہے خود امام صاحب پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں یا کبھی کسی ختم قرآن کے پروگرام پر دعائے کرانے کے لیے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آ کر رات کو قیام اللیل کی صورت میں خود تراویح کی نیت کرتے ہیں اور باذوق حضرات پیچھے نفلوں کی نیت کر کے قرآن سنتے ہیں، جواب طلب امور یہ ہیں۔

- (۱) امام صاحب کا چودہ تراویح کے بعد چھ تراویح میں پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا کیسا ہے؟
- (۲) کیا امام صاحب کا چودہ تراویح پڑھانا اور باقی چھ دوسرے حافظ کا پڑھانا درست ہے؟
- (۳) امام صاحب کا چودہ تراویح میں اپنی ترتیب سے منزل پڑھنا اور دوسرے حافظ کا چھ تراویح میں کسی دوسرے مقام سے قرأت کرنا کیسا ہے؟

(۴) رات کو قیام اللیل میں مقتدیوں کا تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نفلوں کی نیت کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) امام صاحب کا تراویح پڑھانے والے کے پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا درست ہے۔

”ولابأس لغير الامام ان يصلى التراويح في مسجدين لانه اقتداء المتطوع بمن يصلى السنة وانه جائز كما لو صلى المكتوبة ثم ادرك الجماعة ودخل فيها والله اعلم“..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۷)

(۲) دو اماموں کا تراویح پڑھنا بھی جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ دوسرا امام کمال ترویج پر آگے ہونے کے شفعہ پر لیکن افضل یہ ہے کہ ساری تراویح ایک امام پڑھائے۔

”والا فضل ان يصلى التراويح بامام واحد فان صلواها بامامين فالمستحب ان يكون انصراف كل واحد على كمال التروية فان انصرف على تسليمه لا يستحب ذلك في الصحيح“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

(۳) دوسرے حافظ کا کسی بھی دوسرے مقام سے قرأت کرنا درست ہے، البتہ جہاں سے قرأت کرے گا ترتیب سے کرے گا۔

”واذا جمع بين سورتين بينهما سور او سورة واحدة في ركعة واحدة يكره وامافي ركعتين ان كان بينهما سور لا يكره وان كان بينهما سورة واحدة قال بعضهم يكره وقال بعضهم ان كانت السورة طويلة لا يكره هكذا في المحيط..... هذا كله في الفرائض وامافي السنن فلا يكره هكذا في المحيط“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۷۸، ۷۹)

(۴) چوتھی صورت کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی صورت کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حافظ قرآن خوانین کا تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عورتیں حافظ قرآن ہیں وہ یہ چاہتی ہیں کہ تراویح میں قرآن مجید اپنی جماعت سے مکمل کریں کیا ایسے کرنا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ میں صحیح جواب دیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

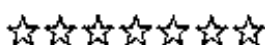
عورتوں کی جماعت اس حال میں کہ عورت ہی ان کی امام ہو یہ مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی جماعت ہو۔

”ویکرہ تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح“..... (در مختار: ۱۸/۳۱)

”ویکرہ امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلھامن الفرائض والنوافل الا فی

صلاة الجنزة هكذا فی النهاية“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



اجرت علی التراویح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۹): کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۱۴ سال کا حافظ قرآن تراویح کی جماعت شرعاً کروا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کسی بھی صورت میں حافظ قرآن تراویح پڑھانے کی اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

شرعاً لڑکا بارہ سال قمری کے بعد بالغ ہو سکتا ہے، اگر یہ بالغ ہو چکا ہے یعنی اس کو احتلام وغیرہ ہوا ہے تو نماز تراویح وغیرہ میں امامت کرا سکتا ہے اور اگر بالغ نہیں ہوا تو پندرہ سال قمری کا تو ہر حال میں شرعاً بالغ شمار ہوگا چودہ کا نہیں۔

تراویح پر اجرت لینا دیناً جائز نہیں ”الآخذ والمعطی آثمان“ البتہ اگر عوام شرط کیے بغیر اس کی امداد کر لیں تو جائز ہے۔

”(بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال (والجارية

بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحاً لانه قلمایعلم منها

فان لم یوجد فیہما شیء فحتی تم لكل منهما خمس عشرة سنة به یفتی

لقصر اعمار اهل زماننا وادنی مدته له التاعشرة سنة ولها تسع سنین

هو المختار کما فی احکام الصغار“..... (در علی الشامی: ۵/۱۰۷)

”قوله به یفتی) هذا عندهما وهورواية عن الامام وبه قالت الائمة الثلاثة وعند الامام حتى يتم له ثمانى عشرة سنة ولها سبع عشر سنة (قوله لقصر اعمار اهل زماننا) ولان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما عرض على النبي ﷺ يوم احد وسنة اربعة عشر فرده ثم يوم الخندق وسنة خمسة عشر فقبله ولانها العادة الغالبة على اهل زماننا وغيرها احتياط فلا خلاف فى الحقيقة والعادة احدى الحجج الشرعية فيما لائنص فيه نص عليه الشمنى وغيره در منتقى (قوله وادنى مدته) اى مدة البلوغ والضمير فى له للغلام وفى لها للجارية“..... (فتاوى شامى: ٥/١٠٤)

”ويمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للامر والقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فابن يصل الثواب الى المستاجر ولولا الاجرة ما قرء احد احد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن عظيم ما كسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون“..... (فتاوى شامى: ٥/٣٩)

”ونصبه اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغاً قادراً قرشياً لاهاشمياً“..... (در مختار على الشامى: ١/٣٠٥)

”وامامة الصبى العاقل فى التراويح والنوافل المطلقة تجوز عند بعضهم ولا تجوز عند عامتهم كذافى محيط السرخسى“..... (فتاوى الهندية: ١/١١٦)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام کو مختصر تراویح پڑھانے پر مجبور کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال ہم نے اپنے محلہ

کی مسجد میں رمضان شریف میں قرآن شریف سنانا چاہا، امام صاحب کے مشورے سے بات طے ہوئی اور اس مشورے کی اطلاع اکثر مقتدیوں کو بھی کر دی گئی، کسی نے قرآن شریف سننے سے انکار نہیں کیا لیکن رمضان المبارک کی پہلی شب جب حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو چند افراد نے ان کو روک لیا کہ ہم قرآن نہیں سنتے بلکہ امام صاحب مختصر تراویح پڑھائیں گے، اور امام صاحب کو کھینچ کر محراب کی طرف دھکیل دیا اور کہا کہ مختصر تراویح پڑھاؤ، جب کہ اکثر لوگ قرآن شریف سننے کے حق میں تھے مگر امام صاحب نے ناچاہتے ہوئے بھی مختصر تراویح پڑھائی۔

واضح رہے کہ ان چند افراد کا قرآن سننے سے انکار حافظ صاحب کے خاندان سے ذاتی بغض کی بنیاد پر تھا دینی لحاظ سے حافظ صاحب میں کوئی نقص نہیں تھا، بہر حال اگلے دن حافظ صاحب نے اپنے گھر میں قرآن شریف سنانا شروع کر دیا، اس بات کا علم ہونے پر تقریباً دو تہائی نمازیوں نے تراویح پڑھنے کے لیے حافظ صاحب کے گھر آنا شروع کر دیا اور ایک تہائی نمازی مسجد میں رہ گئے۔

مذکورہ شریکین اور مسجد کی نسبت ہر وقت اپنی طرف کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسجد کی زمین ہمارے بڑوں نے وقف کی ہے لہذا یہ ہماری مسجد ہے جب کہ مسجد کی تعمیر سب نے مل کر کی ہے، اب حافظ صاحب کے خاندان والے کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنائیں گے تاکہ اس قسم کے جھگڑے کا کوئی امکان نہ رہے، اس تفصیل کے بعد مندرجہ ذیل مسائل کا حل بتلا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) امام صاحب پر زبردستی کر کے ان کو مختصر تراویح پڑھانے پر مجبور کرنے کی صورت میں امام صاحب کو مختصر تراویح پڑھانی چاہیے تھی یا نہیں؟

(۲) رمضان المبارک میں مسجد کے نمازیوں میں تفریق کا گناہ کس پر ہے؟

(۳) حافظ صاحب کے خاندان والے اگر الگ مسجد بنائیں گے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ جب کہ اس سے موجودہ مسجد کے نمازی دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

(۴) اگر دوسری مسجد بنا دی جائے تو کیا وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں امام صاحب کو مسجد میں مختصر تراویح پڑھانی چاہیے اور جو لوگ قرآن سنانا چاہتے ہیں وہ امام صاحب کے ساتھ فرض نماز باجماعت پڑھ کر گھر میں یا کسی اور جگہ جا کر تراویح میں قرآن سنیں

اور سنائیں کیونکہ گھر میں بھی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، اور دوسری مسجد کا بنانا تو اگر اس دوسری مسجد کی وجہ سے پہلی مسجد کی جماعت میں کمی آتی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

”وان صلی بجماعة فی البیت اختلف المشائخ والصحيح ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى فاذا صلی فی البیت بجماعة فقد حاز فضیلة ادانها بالجماعة وترك الفضیلة الاخری هكذا قاله القاضی الامام ابو علی النسفی“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۱۶)

”واطلق المصنف فی الجماعة ولم یقیدها بالمسجد لما فی الکافی والصحيح ان للجماعة فی بیتہ فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخرى فهو حاز احدی الفضیلتین وترك فضیلة الاخری“..... (البحر الرائق: ۲/۱۲۰)

”وقال البغوی قال عطاء لمات فتح الله تعالى علی عمر رضی الله عنه الامصار امر المسلمین ببناء المساجد و امرهم ان لا یبنوا مسجدين یضار احدهما الآخر ومن المضارة فعل تفریق الجماعة اذا کان هناك مسجد یسعهم فان ضاق سن توسعته او اتخذ مسجد یسعهم“..... (مرقاة المفاتیح: ۲/۳۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چوتھوں عشاء کی جماعت میں شامل نہ ہو کیا وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اور علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک شخص عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا کیا وہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
- (۲) ایک حافظ صاحب عشاء اور فجر کی نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ وہ تراویح کے اندر قرآن حکیم بھی سناتے ہیں تو کیا وہ ختم قرآن کے موقع پر پیسے لے سکتے ہیں؟
- (۳) عذاب قبر کے بارے میں کہ قرآن حکیم میں کہاں آیا ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن اور حدیث کی روشنی میں دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) وہ شخص وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

”واذاصلی معہ شیئا من التراویح اولم یدرک شیئامنہا اوصلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ هوالصحیح کذا فی القنیة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۱۷)
 ”قولہ فلیراجع قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولہم لانہا تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولاللعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ“..... (طحطاوی علی الدر المختار: ۱/۲۹)

(۲) صورت مسئلہ میں حافظ صاحب چونکہ دو نمازوں کی امامت کرواتے ہیں اس لیے ان کا اجرت لینا جائز ہے اور اگر تم قرآن پر پیسے طے نہ کیے جائیں لوگ اپنی خوشی سے حافظ صاحب کی مدد کر دیں تو ان کے لیے لینا جائز ہے۔

”وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظہر التوائی فی الامور الدینیة ففی الامتناع بضع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ“..... (الہدایة: ۳/۳۰۶)

”قولہ وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن وہم ائمة بلخ فانہم اختاروا قول اهل المدينة وقالوا ان المتقدمین من اصحابنا بنوا هذا الجواب علی ما شاہدوا فی عصرہم من رغبة الناس فی التعلیم بطریق الحسبة ومروءة المتعلمین فی مجازاة الاحسان بالاحسان..... الخ وكذا یفتی بجواز الاجارة علی تعلیم الفقه وقال الامام الخیز اخزی فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة کذا فی الروضة“..... (العناية علی فتح القدير: ۸/۳۱، ۳۰)

(۳) قرآن حکیم میں عذاب قبر کا ذکر مختلف مقام میں موجود ہے جن سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

”النار یعرضون علیہا وفيہ ستة اوجه یكون رفعا علی البدل من سوء ویجوز ان یكون بمعنی هو النار ویجوز ان یكون مرفوعا بالابتداء وقال القراء یكون مرفوعا بالعائد علی معنی النار علیہا یعرضون..... والجمهور علی ان العرض

فی البرزخ واحتج بعض اهل العلم فی تثبیت عذاب القبر بقوله النار يعرضون
عليها غدوا وعشيا مادامت الدنيا كذلك قال مجاهد وعكرمة ومقاتل
ومحمد بن كعب كلهم قال هذه الآية تدل على عذاب القبر في الدنيا“
.....(الجامع لاحكام القرآن: ۱۵/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عصر کی اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۲): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) عصر کی اذان کے بعد لیکن نماز عصر ادا کرنے سے پہلے کیا نفل پڑھ سکتے ہیں؟
- (۲) دو رکعت نماز نفل میں کیا بیک وقت، حاجت، توبہ، شکرانے اور ایصالِ ثواب کی نیت کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) عصر کی اذان کے بعد نماز سے قبل نفل پڑھنا جائز ہے نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

”السنة ركعتان قبل الفجر واربع قبل الظهر وبعدها ركعتان واربع قبل
العصر“.....(الهداية: ۱/۱۵۱)

”ويكره ان يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعده العصر حتى تغرب“
.....(الهداية: ۱/۸۳)

- (۲) دو رکعت نفل میں بیک وقت حاجت، توبہ، شکرانے اور ایصالِ ثواب کی نیت کرنا جائز ہے لیکن اس طرح
کرنا مناسب نہیں بلکہ علیحدہ نیت اور تکبیر تحریرہ کے ساتھ دو نفل علیحدہ پڑھیں۔

”واما اذا نوى نافلة كما اذا نوى بر كعتي الفجر التحية والسنة اجزأت
عنهما“.....(الاشباه والنظائر: ۲۰)

”فيجوز بناء النفل على النفل وان كره يعنى انه مع صحته مكروه لان فيه
تاخير السلام عدم كون النفل بتحريرية مبتدأة“.....(رد المحتار: ۱/۳۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مغرب کی اذان کے بعد نوافل ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۳): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ لوگ اذان مغرب کے بعد اور جماعت کھڑی ہونے کے درمیان وقفہ میں دو نوافل ادا کرتے ہیں، کچھ لوگ اس کے حق میں ہیں اور کچھ لوگ مخالفت میں، اس مسئلہ میں ہماری شرعی راہنمائی کی جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ائمہ احناف کے نزدیک مغرب کی نماز کے فرضوں سے پہلے نفل نہیں پڑھنے چاہئیں، جو لوگ پڑھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی اور مسلک ہوگا، ان کو نہ روکا جائے البتہ ان کی وجہ سے جماعت کو موخر نہ کیا جائے۔

”وروی محمد عن ابی حنیفۃ عن حماد انہ سأل ابراہیم النخعی عن الصلوٰۃ قبل المغرب قال فنهی عنها وقال ان رسول اللہ ﷺ و ابا بکر و عمر لم یكونوا یصلونها وقال القاضی ابو بکر بن العربی اختلف الصحابة فی ذلك ولم یفعله احد بعدہم فهذا یعارض ما روی من فعل الصحابة ومن امرہ ﷺ بصلاتہما لانه اذا اتفق الناس علی ترک العمل بالحديث المرفوع لایجوز العمل به لانه دلیل ضعفه علی ما عرف فی موضعه ولو کان ذالک مشتهرا بین الصحابة لما خفی علی ابن عمر او یحمل ذالک علی انہ کان قبل الامر بتعجیل المغرب وتمامہ فی شرح المنیة و غیرہا“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۲۷۷)

”واما اذا کان فی المغرب فالمستحب ان یفصل بینہما بسکة یسکت قائما مقدار ما یتمکن من قراءة ثلاث آیات قصار کذا فی النہایة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۵۷)

”تسعة اوقات یکرہ فیہا النوافل ومنها ما بعد غروب الشمس قبل صلوٰۃ المغرب“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۵۳، ۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اذان مغرب کے بعد سجدہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی اذان کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے کوئی نفل یا کوئی سجدہ یا سجدہ میں دعا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ برائے کرم راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

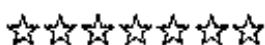
”انه صلى الله عليه وسلم كان يواظب على صلاة المغرب باصحابه عقب

الغروب وروى محمد عن ابى حنيفة عن حماد انه سأل ابراهيم النخعي

عن الصلاة قبل المغرب قال فنهى عنها“..... (فتاوى شامی: ۱/۲۷۷)

مغرب کا وقت مختصر ہوتا ہے مغرب کی نماز فرض جلدی پڑھیں اس سے پہلے نوافل وغیرہ ہرگز نہ پڑھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

**مغرب کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم:**

مسئلہ نمبر (۱۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں ایک شخص مغرب کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ رہا ہے، اور کسی کی نہیں مان رہا اور کہتا ہے کہ مجھے حوالہ لا کر دکھاؤ، برائے مہربانی بحوالہ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھنا خلاف سنت ہے کیونکہ نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھنا حضور ﷺ اور شیخین سے ثابت نہیں ہے، اگر نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھیں گے تو نماز مغرب میں تاخیر لازم آئے گی جو کہ مکروہ ہے۔

”قوله وقبل صلاة المغرب) عليه اكثر اهل العلم منهم اصحابنا ومالك

واحد الوجهين عن الشافعي لمائت في الصحيحين وغيرهما مما يفيد

انه ﷺ كان يواظب على صلاة المغرب باصحابه عقب الغروب ولقول

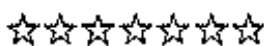
ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ما رآيت احدا على عهد رسول الله ﷺ

يصليهما رواه ابو داؤد وسكت عنه والمنذرى في مختصره واسناده حسن

وروی محمد عن ابی حنیفہ عن حمادانہ سأل ابراهیم النخعی عن الصلاة قبل المغرب قال فنهی عنها وقال ان رسول الله ﷺ وابابکر وعمر لم يكونوا يصلونها وقال القاضي ابوبکر بن العربی واختلف الصحابة في ذلك ولم يفعله احد بعد لهم فهذا يعارض ما روى من فعل الصحابة ومن امره ﷺ بصلاتهما لانه اذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المرفوع لا يجوز العمل به لانه دليل ضعفه على ما عرف في موضعه ولو كان ذلك مشتهرا بين الصحابة لما خفي على ابن عمر او يحمل ذلك على انه كان قبل الامر بتعجيل المغرب وتمامه في شرح المنية وغيرهما..... (فتاوى شامی : ۱/۲۷۷)

”والمغرب ای وندب تعجيلها لحديث الصحيحين كان يصلي المغرب اذا غربت الشمس وتوازت بالحجاب ويكره تاخيرها الى اشتباك النجوم“..... (البحر الرائق: ۱/۲۳۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



عورتوں کی تراویح کے ایک خاص طریقہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک قاریہ صاحبہ ہیں جو رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کرتی ہیں، طریقہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قاریہ کی اقتداء میں پہلی تکبیر ہوتی ہے پھر زیر لب قاریہ اپنی سورۃ فاتحہ پڑھتی ہیں اور باقی عورتیں الحمد شریف اور قل شریف پڑھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں، پھر قاریہ قرآن اونچی آواز میں پڑھتی ہیں اور باقی عورتیں نماز کی حالت میں قرآن سنتی رہتی ہیں، پھر قاریہ صاحبہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتی ہیں دوسری عورتیں بھی رکوع کرتی ہیں اسی طرح بخود اور پھر سلام،

کیا مندرجہ بالا طریقہ نماز شریعت محمدی کے مطابق ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم جماعت تو نہیں کراتے، اگر جماعت نہیں تو پھر قل شریف کے بعد جو عورتیں کھڑی ہو کر سنتی ہیں تو یہ تاخیر ہوگی، اس کے بارے میں سمجھائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بالا طریقہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے، اس لیے عورتیں اپنی تراویح علیحدہ علیحدہ گھر میں ادا کریں اور یہی طریقہ ان کے لیے سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

”ویکره امامة المرأة للنساء في الصلوات كلها من الفرائض والنوافل الا في صلاة الجنائز۔ هكذا في النهاية..... و صلواتهن فرادى افضل هكذا في الخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۸۵)

”ویکره للنساء ان يصلين جماعة لانهن في ذلك لا يخلون عن ارتكاب محرم ای مکروه لان امامتهن اما ان تتقدم على القوم او تقف وسطهن وفي الاول زيادة الكشف وهي مکروهة وفي الثاني ترك الامام مقامه وهو مکروه“..... (شرح العناية على الهداية على هامش فتح القدير: ۱/۳۰۵)

”قوله لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم (وهو زيادة الكشف و حرمتها ظاهرة لقوله تعالى ولا يبدین زینتهن الا ما ظهر منها او ترک مقام الامام وهو حرام ايضا لانه ترك السنة من كل وجه فانه لم يعمل به النبي عليه السلام ولا واحد من الصحابة رضى الله تعالى عنهم“..... (كفايه على الهداية على فتح القدير: ۱/۳۰۶، ۳۰۵)

”صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها و صلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت“..... (فتح القدير: ۱/۳۰۷)

”قوله ولا يحضرن الجماعات) لقوله تعالى و قرن في بيوتكن، وقال صلى الله عليه وسلم صلاتها في قعر بيتها افضل من صلاتها في صحن دارها، و صلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها و بيوتهن خير لهن“..... (البحر الرائق: ۱/۶۲۷)

”ولا يجب السجود الا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن او تقديمه“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

۱۲ سالہ بچے کو تراویح میں سامع بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۷): کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح میں میرا ایک بیٹا قرآن کریم سناتا ہے، سات مرتبہ تراویح میں قرآن کریم سنا چکا ہے دوسرا بیٹا جس کی عمر ۱۲، ۱۱ سال ہے قرآن کریم ماشاء اللہ خوب یاد ہے، طہارت وغیرہ کا اہتمام بھی کرتا ہے، کیا چھوٹے بچے کو سامع بنایا جاسکتا ہے اور وہ تراویح میں لقمہ دے تو اس کا لقمہ لینے سے نماز فاسد تو نہیں ہوگی۔

جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بچہ نماز تراویح میں لقمہ دے سکتا ہے اور اس کے لقمہ کی وجہ سے نماز تراویح فاسد نہیں ہوگی، تاہم بچے کو طہارت کے مسائل میں احتیاط سے کام لینا چاہیے اور طہارت کے بارے میں اس کو ترغیب دینی چاہیے۔

”المراهق كالبالغ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۹)

”فتح كتب الی الحسن بن علی اذا افتتح الصبی المراهق علی الامام هل تبقی

صلاة الامام صحیحة قال نعم“..... (التاتارخانیہ: ۱/۳۲۳)

”وفتح المراهق كالبالغ“..... (البحر الرائق: ۲/۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نابالغ تراویح میں امام نہیں بن سکتا:

مسئلہ نمبر (۱۱۸): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک دینی مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں، مسئلہ یہ درپیش ہے کہ کیا ایک نابالغ بچہ نماز تراویح کی جماعت کروا سکتا ہے یا نہیں؟ فقہی لحاظ سے اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نابالغ بچہ تراویح میں امامت نہیں کروا سکتا۔

”ولا یصح اقتداء رجل بامرءة) وخنثی (وصبی مطلقا) ولوفی جنازة ونفل

علی الاصح“..... (الدر المختار علی هامش الرد: ۱/۳۲۷)

”وامامة الصبی العاقل فی التراویح والنوافل المطلقة تجوز عند بعضهم ولا تجوز عند عامتهم كذافی محیط السرخسی“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

”جوزها اکثر علماء خراسان ولم يجوز هامشناخ العراق رحمهم الله تعالى..... وكان الشيخ الامام شمس الائمة السرخسی یفتی بعدم الجواز وفي الخانية هو الصحيح وكان یقول الامام ضامن والصبی لا یصلح للضمان“..... (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۳۸۶، تاتارخانیہ جدید: ۲/۳۳۵)

”فصل فی امامة الصبیان فی التراویح، وقال شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالى الصحيح انه لا يجوز لانه غیر مخاطب وصلاته لیست بصلاة علی الحقیقة فلا يجوز امامته كامامة المجنون“..... (فتاویٰ قاضی خان ہامش علی الہندیہ: ۱/۲۳۳)

”فی المنتقی لو ان قوما صلوا خلف الصبی لا تجوز صلاتهم لانه یصلون لتعبد ولا تعبذ فیما یفعله الصبی“..... (المحیط البرہانی: ۲/۲۶۳)

”وامامة الصبی المراهق لصبیان مثله يجوز كذافی الخلاصة وعلی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة كذافی فتاویٰ قاضی خان المختار انه لا يجوز فی الصلوات کلها كذافی الہدایة وهو الاصح هكذافی محیط وهو قول العامة وهو ظاهر الروایة هكذافی البحر الرائق“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز چاشت کا صحیح وقت کیا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۱۹): محترمی و کرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کو کافی عرصہ سے نماز چاشت کے اوقات کے سلسلے میں ترود تھا کہ صحیح اوقات کیا ہیں؟ عام لوگوں میں

اس کا وقت ۱۰ بجے مشہور ہے مگر دن کے اوقات چھوٹے بڑے گرمی سردی کی وجہ سے ہوتے رہتے ہیں، ہمیشہ زیور سے تو اتنا پتہ چلتا ہے کہ نماز اشراق کے بعد جب دھوپ کافی تیز ہو جائے اور سورج اونچا ہو جائے تو اس وقت نماز چاشت ہوتی ہے، مگر صحیح گھنٹوں کا حساب اس سے متعین نہیں ہو سکتا۔

آج کل چونکہ سہولت کی بناء پر گھڑی سے اوقات کا تعین کرتے ہیں جیسا کہ فرض نمازوں میں ہوتا ہے اس لیے اگر گھنٹوں کے حساب سے اوقات معلوم ہو جائیں تو یہ قاعدہ گرمی و سردی کے موسم میں اور بادل کے دن بھی جاری ہو سکتا ہے جس سے بہت سہولت ہوگی۔

اب اگر موسم گرما کی مثال لیں تو ان دنوں سورج صبح پانچ بجے طلوع ہوتا ہے اور اس سے تقریباً ۲۰ منٹ کے بعد اشراق کا وقت داخل ہو جاتا ہے، مگر گھنٹوں کے حساب سے یہ اندازہ ہم ناواقفین نہیں لگا سکتے کہ ۵ بج کر ۲۰ منٹ کے بعد کتنے گھنٹے گزر جائیں تو نماز چاشت کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اس سلسلے میں احقر کی راہنمائی فرمائیں تاکہ اپنے سارے متعلقین کو مطلع کروں اور خود بھی عمل کروں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اشراق و چاشت ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ؟ محدثین اور فقہاء کرام کے نزدیک ایک ہی نماز ہے، اور عام صوفیاء کے نزدیک دونوں علیحدہ علیحدہ مستقل نمازیں ہیں، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد ہے اور اس کو ضحوة الصغریٰ بھی کہتے ہیں اور چاشت کا وقت ربیع النہار کے بعد ہوتا ہے اس کو ضحوة الکبریٰ بھی کہتے ہیں، یعنی سورج کے طلوع و غروب کے درمیانی وقت کو جمع کر کے چار پر تقسیم کر لیں جو جواب آئے اتنا وقت سورج نکلنے کے بعد چاشت کا وقت ہوگا (مثال کے طور پر سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان بارہ گھنٹے ہیں، اس کو چار پر تقسیم کیا تو جواب تین آیا اب چاشت کا وقت سورج نکلنے کے تین گھنٹے بعد ہوگا۔

”قال الشيخ ذهب الفقهاء والمحدثون الى ان صلاة الضحى وصلاة الاشراق

واحدة ان صلاحها متصلة بارتفاع النهار بعد خروج الوقت المكروه

ف”اشراق“ وان تراخى قليلا ف”ضحى“ اقول ويؤيد هذا القول الثر عن

ابن عباس كان يقول صلاة الاشراق هي صلاة الضحى ذكره الشعراني في

كشف الغمة (۱/۹۷) وذكره الزرقاني في شرح المواهب (۸/۱۱)

عن اوسط الطبراني وابن مردويه وبالجملة لم يفرد المحدثون وعامة الفقهاء

صلاة الاشراق بالذكر وكل ما يستدل به للاشراق ذكره المحدثون في

احاديث صلاة الضحى، ويريد الشيخ ان الصلاة واحدة والفرق اعتبارى بالتقديم والتاخير ثم فى العنوان والتسمية فحسب لاغير ثم ان الدارمى فى مسنده افرد باب الاربع اول النهار كما افرد باب الصلاة الضحى وكما افرد باب الصلاة الاوابين وصنعه يفيد من يفرق بين الاشراق والضحى، والله اعلم، قال الشيخ وقد فرق بينهما السيوطى وعلى المتقى قال المراقم لعله عليه صنيعهما فى بعض كتبه وعلى ذلك عامة الصوفية فى تاليفهم يفردون كلا بالذكر فكل منهما صلاة علحده مستقلة كما هي مستقلة فى التسمية..... (معارف السنن: ٣/٢٦٢)

”وذكره الشيخ ابو الطيب فى شرح الترمذى له (١/٣٣٥) وحملهم اياه على صلاة الضحى لا ينافى الحمل على الاشراق كما فعلنا فقد قال العلامة سراج احمد فى شرح الترمذى له ان المتعارف فى اول النهار صلاتان الاولى بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمح او رمحين ويقال لها صلاة الاشراق، والثانية عند ارتفاع الشمس قدر ربع النهار الى ما قبل الزوال ويقال لها صلاة الضحى، واسم الضحى فى كثير من الاحاديث شامل لكليهما وقد ورد فى بعضها لفظ الاشراق ايضا فقد اخرج السيوطى عن ام هانى ان رسول الله ﷺ قال لها (يا ام هانى هذه صلاة الاشراق) وعزاه الى الطبرانى وبالجملة فقد ورد اطلاق الاشراق والضحى على كل من الصلاتين وبعضهم يطلقون على الاولى الضحوة الصغرى وعلى الثانية الضحوة الكبرى، (١/٣٣٣)“..... (اعلاء السنن: ٤/٣٠٠، ٣٩٩)

”ونذب اربع فصاعدا فى الضحى على الصحيح من بعد الطلوع الى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار“..... (در مختار على رد المحتار: ١/٥٠٥)

”ومن المندوبات صلاة الضحى) واقلها ركعتان واكثرها ثنتا عشرة ركعة ووقتها من ارتفاع الشمس الى زوالها“..... (فتاوى الهندية: ١/١١٢)

والله تعالى اعلم بالصواب

سنت اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ آج کل جو طریقہ دیہاتوں میں رائج ہے کہ سنت و نوافل پڑھنے کے بعد لوگ دعا کے لیے بیٹھے رہتے ہیں اور امام صاحب فارغ ہو کر دعا منگواتے ہیں بلکہ لوگ امام صاحب کو دعا منگوانے پر مجبور کرتے ہیں، آیا یہ طریقہ اتلززام خلاف سنت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو سنتیں و نوافل فرض نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں، ان کے بعد انفرادی دعا مسنون ہے جب کہ اجتماعی دعا نہ سنت ہے اور نہ بدعت اور اس پر امام کو مجبور کرنا جہالت ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ سنن و نوافل گھر تشریف لا کر ادا فرماتے تھے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“..... (فيض الباری: ۲/۱۶۷)

”عن زيد بن ثابت رضي الله عنه ان النبي ﷺ قال صلوة المرء في بيته افضل من صلوة في مسجدي هذا الا المكتوبة“..... (سنن ابی داؤد: ۱/۱۵۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

**نماز تراویح کی شرعی حیثیت:**

مسئلہ نمبر (۱۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح سنت ہے یا فرض ہے یا کہ نفل؟ صحیح جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

”والتراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين..... وكيف لا وقد ثبت عنه ﷺ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضو اعليها بالنواجذ كما رواه ابو داؤد وبحر“..... (فتاوى شامى: ۱/۵۲۰)

”ونفس التراويح سنة على الاعيان عندنا كما روى الحسن عن ابي حنيفة رحمه الله وقيل تستحب والاول اصح“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سنت و نوافل اپنے کمرے میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۴): محترم جناب مفتیان کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ درپیش تھا، جس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑھی، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلے کے امام صاحب فرض نماز بڑھا کر باقی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے تھے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ سنت طریقہ یہی ہے کیا یہ درست ہے، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

سنت کو مسجد میں ادا کرنا جائز ہے، لیکن گھر میں ساتھ والے کمرے میں ادا کرنا افضل ہے اور حضور ﷺ کا اکثر معمول یہی تھا لہذا اگر آدمی کو معلوم ہو کہ گھر میں جا کر کوئی ایسی مشغولی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے سنت چھوٹ جائیں تو گھر میں ادا کرنی چاہئیں۔

”التطوع فى المساجد حسن وفى البيت افضل وبه كان يفتى الشيخ ابو جعفر“..... (التاتارخانية جديد: ۲/۳۰۶)

”وفى الجامع الصغير اذا صلى الرجل المغرب فى المسجد بالجماعة يصلى ركعتين المغرب فى المسجد ان كان يخاف ان لورجع الى بيته ليشتغل بشيء وان كان لا يخاف فالافضل ان يصلى فى بيته لقوله عليه السلام خير صلوة الرجل فى المنزل الا المكتوبة“..... (فتاوى التاتارخانية: ۲/۳۰۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اوابین کے نوافل کی تعداد اور وقت:

مسئلہ نمبر (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اوابین کے نوافل کس وقت پڑھنے چاہئیں، اور کتنی رکعتیں ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اوابین کے نوافل مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔

”وندب ست رکعات بعد المغرب لقوله ﷺ من صلى بعد المغرب ست ركعات كتب من الاوابين وتلاقوله تعالى انه كان للاوابين غفورا“.....
(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۹۰)

”وندب الاربع قبل العصر والعشاء وبعدها والست بعد المغرب..... واما الستة بعد المغرب فلما روى ابن عمر رضى الله عنهما انه ﷺ قال من صلى بعد المغرب ست ركعات كتب من الاوابين وتلاقوله تعالى فانه كان للاوابين غفورا“..... (البحر الرائق: ۸۹، ۸۷/۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ لڑکے کا تراویح میں امامت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۲۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک بچہ جس کی عمر تقریباً چودہ سال دس ماہ ہے کیا وہ تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مذکور بچے کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ سال ہوگئی ہے تو اس کی امامت تراویح میں درست ہوگی بشرطیکہ

وہ مسائل امامت سے واقف ہو اور دوسرا کوئی مانع شرعی موجود نہ ہوں۔

نوٹ: واضح رہے کہ قمری سال تقریباً دس دن شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔

”وعلى قول ائمة بلخ يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة

كذافي فتاوى قاضى خان المختار انه لايجوز فى الصلوات كلها كذا

فی الهدایة وهو الاصح هكذا فی المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية
هكذا فی البحر الرائق..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۵)

”الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة
وحفظه قدر فرض“..... (الدر المختار علی الشامی: ۱/۲۱۲)

”بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال والجارية
بالاحتلام والحیض والحبل ولم يذكر الانزال صریحا لانه قلما يعلم منها فان
لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به
يفتى“..... (الدر المختار علی الشامی: ۵/۱۰۷)

”قوله به يفتى هذا عندهما وهو رواية عن الامام وبه قالت الائمة الثلاثة
وعند الامام حتى يتم له ثمانی عشر سنة ولها سبع عشر سنة“..... (فتاویٰ
شامی: ۵/۱۰۷)

”(واجل سنة قمرية بالاهلة على المذهب وهي ثلاثمائة واربعة وخمسون
وبعض يوم وقيل شمسية بالايام وهي ازيد باحد عشر يوما“..... (فتاویٰ شامی:
۲/۶۳۵، ۶۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیمار عورت کا بیٹھ کر تراویح ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک عورت بیمار ہے کیا وہ بیٹھ کر تراویح ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟
- (۲) اور تراویح لازمی ہے کہ پوری پڑھی جائیں یا آٹھ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مذکورہ میں عورت نماز تراویح بیٹھ کر ادا کر سکتی ہے۔

”ويتنفل ای فی غیر سنة الفجر فی الاصح كما قلده المصنف بخلاف سنة

التراویح لانها دونها فی التاكد فتصح قاعدا وان خالف المتوارث وعمل السلف كما فی البحر ودخل فيه النفل المنذور فانه اذالم ينص على القيام لا يلزمه القيام فی الصحيح كما فی المحيط وقال فخر الاسلام انه الصحيح من الجواب وقيل يلزمه واختاره فی الفتح نهر قوله قاعدا ای على ای حالة كانت وانما اختلاف فی الافضل كما یاتی..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۱۵)

”تعذر علیه القيام او خاف زیادة المرض صلی قاعدا یرکع ویسجد لقوله تعالیٰ الذین یذکرون الله قیاما وعودا وعلى جنوبهم“..... (البحر الرائق: ۲/۱۹۸)

(۲) صورت ثانیہ میں اترے اربعہ کے نزدیک نماز تراویح کی بیس رکعات سنت ہیں اگر کسی شخص نے ۲۰ سے کم ادا کیں تو اس کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

”وسن فی رمضان عشرون رکعات بعد العشاء قبل الوتر وبعده بجماعة وختم مرة بجلسة بعد كل اربع بقدرها..... وذاکرفی الاختیار ان ابایوسف سال اباحنیفة عنها وما فعله عمر فقال التراویح سنة مؤكدة ولم یتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیہ مبتدعا..... وقوله عشرون رکعة بیان لکمیتها وهو قول الجمهور لما فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين رکعة وعلیه عمل الناس شرقا وغربا“..... (البحر الرائق: ۲/۱۱۶، ۱۱۷)

”مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمہ الله تعالیٰ مارووا الحسن عن ابی حنیفة رحمہ الله تعالیٰ قال القيام فی شهر رمضان سنة لا ینبغی ترکها یصلی اهل کل مسجد فی مسجدہم کل لیلۃ سوی الوتر عشرين رکعة خمس ترویحات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین“..... (فتاویٰ قاضی خان ہامش علی الہندیۃ: ۱/۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

امام مسجد کا عورتوں کو صلوٰۃ التشییح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۲۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں سکندہ گوبادہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں ایک مولوی صاحب عورتوں کو مسجد میں صلوٰۃ التشییح تقریباً دس بجے اس طرح پڑھاتے ہیں کہ تمام عورتیں ہوتی ہیں ساتھ اس کی بیوی بھی ہوتی ہے امام صاحب کے پیچھے ایک چادر پردے کی صورت میں ہوتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ یہ طریقہ قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

امام مذکور کا اس طرح عورتوں کا صلوٰۃ التشییح کی جماعت کروانا شرعاً جائز نہیں ہے لہذا امام صاحب کو چاہیے کہ اس سے احتراز کریں، نیز عورتوں کا مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

”ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلک علی

سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدر ولا خلاف فی صحة

الافتداء اذ لا مانع نهر“..... (الدر المختار: ۱/۹۹)

”ولا یصلی التطوع بجماعة الا فی شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسی

ان التطوع بجماعة انما یکرہ اذا علی سبیل التداعی اما لو اقتدی

واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیہ واذا

اقتدی اربعة بواحد کرہ اتفاقاً“..... (التاتارخانیة جدید: ۲/۲۹۳، ۲۹۲)

”ومنها ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان وفي الفرض

واجبة اوسنة مؤكدة“..... (بدائع الصنائع: ۲/۲۱)

”ویکرہ حضورہن الجماعة ولولجمعة وعیدو وعظ مطلقا ولو عجزوا

لیلاً“..... (الدر علی الرد: ۱/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وتروں کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں رمضان میں وتروں کی نماز کے بعد اجتماعی دعا کروائی جاتی ہے آیا وتر کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

وتروں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا شرعاً جائز ہے، مگر تارک پر ملامت نہ کی جائے، بشرطیکہ تارک بھی اس کو بدعت نہ سمجھے، اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا مانگنی چاہئے، اس لیے کہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي عليه السلام ولم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي عليه السلام وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“..... (فيض الباري: ۲/۱۶۷)

”فاعلم ان الفضائل والرغائب لا تنحصر فيما ثبت فيه فعله ﷺ فقط فان النبي عليه السلام كان يخص لنفسه امور تكون اليق بشأنه واحرى لمنصبه واذ لم يستوعب الفضائل كلها عملا وحب ان يرغب فيها قولا لتعمل بها الامة فمنها صلاة الضحى فانه اذا لم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفة له دل على فضلها قولا لتعمل بها امته وتحرز الاجر الا ترى انهم تكلموا في ثبوت الاذان من النبي عليه السلام فعلم كونه من افضل الاعمال فالفضل لا ينحصر فيما ثبت فعله منه فان كلا يختار لنفسه ما مناسب شأنه ومن هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلا وكثر فضله قولا فلا يكون بدعة اصلا فمن ظن ان الفضل فيما ثبت عمله ﷺ به فقط فقد حاد عن طريق الصواب وبنى اصلا فاسدا يخبرك عن البناء مع ان ادعية النبي ﷺ

قد اخذت ما اخذ الاذکار وليس في الاذکار رفع الايدي ونحن في جلبتنا اذا لم نرفع بالاذکار فينبغي لنا ان لانحرم من الادعية ونرفع لها الايدي لثبوته عنه عقيب النافله وان لم يثبت بعد المكتوبة فاذا ثبت جنسه لم تكن بدعة اصلا مع ورود القولية في فضله..... (فيض الباری: ۲/۳۳۱)

”لاریب ان الادعية دبر الصلوات قد تواترت تواتر الاينکر امارفغ الايدي فثبت بعد النافله مرة او مرتين فالحق بها الفقهاء المكتوبة ايضا“..... (فيض الباری: ۶/۲۲۵)

”نعم حکم بكونها بدعة اذا افضى الامر الى النکیر على من ترکها“..... (فيض الباری: ۶/۲۲۵)

انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعاؤں کی مثالیں:

(۱) عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما قال كان رسول الله ﷺ يعلمنا الاستخارة في الامور كلها كما يعلمنا السورة من القرآن يقول اذا هم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك الخ..... (فيض الباری:)

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله عنهما قال بت عند ميمونة فقام النبي ﷺ فاتى حاجته غسل وجهه ويديه ثم نام ثم قام فاتى القرية فاطلق شناقها ثم توضأ وضوء ابين وضوئين لم يكثر وقد بلغ فصلى فقمتم فتمطيت كراهية ان يرى انى كنت اتقيه فتوضأت فقمتم عن يساره فاخذ باذنى فادارنى عن يمينه فتنامت صلواته ثلاث عشرة ركعة ثم اصطحب فنام حتى نفع وكان اذا نام نفع فاذنه بلال بالصلاة فصلى ولم يتوضأ وكان يقول فى دعائه اللهم اجعل فى قلبى نورا وفى بصرى نورا“..... (فيض الباری: ۶/۲۲۱)

(۳) ”عن ابى موسى الاشعري رضى الله عنه قال دعا النبى عليه السلام بماء توضأ ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد بن عامر ورايت بياض ابطينه فقال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس“..... (فيض الباری: ۶/۲۳۷)

(۴) ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اقبل رسول اللہ ﷺ فدخل مكة فاقبل الى الحجر فاستلمه ثم طاف بالبيت ثم اتى الصفا فعلاه حتى ينظر الى البيت فرفع يديه فجعل يذكر الله ماشاء ويدعو“..... (مرقاۃ المفاتیح : ۴۹۳، ۴۹۵/۵)

اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعاؤں کی مثالیں :

(۱) قال يحيى بن سعيد سمعت انس بن مالك قال اتى رجل اعرابي من اهل البدو الى رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال يا رسول الله هلكت..... هلكت الناس فرفع رسول الله يديه يدعو ورفع الناس ايديهم معه يدعون الخ“..... (فيض الباری : ۲/۵۰۲)

(۲) ”عن ابی امامۃ قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“..... (مرقاۃ المفاتیح : ۳/۲۳)

(۳) ”عن ابی بکرۃ قال كنا عند رسول الله عليه السلام فانكسفت الشمس فقام النبي عليه السلام يجر رداءه حتى دخل المسجد فدخلنا فصلي بنار كعتين حتى انجلت الشمس فقال النبي عليه السلام ان الشمس والقمر لا ينكسفان لموت احد فاذا رأيتموهما فصلوا وادعوا حتى يكشف ما بكم“..... (فيض الباری : ۲/۵۰۷)

(۴) ”عن ام عطية رضی اللہ عنہا قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلاهن..... (جماعة المسلمين ودعوتهم اى دعائهم)“..... (مرقاۃ المفاتیح : ۳/۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ختم قرآن فی التراويح پر امام کو ہدیہ یا عیدی دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۸): محترم و مکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) نماز تراویح میں ختم قرآن پر حافظ قرآن کو جو نقدی و کپڑے، عیدی یا ہدیہ کی صورت میں دیے جاتے ہیں اگر پہلے سے طے ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور مقرر نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟
 - (۲) حافظ قرآن امام مسجد یا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ ناجائز ہونے کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گا اور نماز تراویح میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، نیز مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟
 - (۳) اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ اور وہ نماز تراویح کیسے پڑھے؟
- جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲:۱) رمضان المبارک میں ختم قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کی جو خدمت اہل محلہ بطور تبرع کے کریں یہ جائز ہے، کیونکہ یہ ”هل جزاء الاحسان الا الاحسان“ کے قبیل سے ہے، لیکن علماء نے اس کی چند شرائط مقرر کی ہیں (۱) پہلے سے اجرت طے نہ کی ہو (۲) مسجد کاریٹ معلوم و متعین نہ ہو۔

یاد رہے کہ حافظ قرآن نماز تراویح پڑھانے والا چاہے امام مسجد ہی ہو یا مؤذن ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو سب کا حکم ایک ہی ہے، اس صورت میں نماز تراویح میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔

”وان علم القوم حاجته فاعطوه شينا من غير شرط فهو حسن لانه من باب

البر و صدقة و المجازاة على احسانه بمكانهم و كل ذلك حسن“..... (بدائع

الصنائع: ۱/۳۸۶)

(۳) اگر کوئی شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے کیونکہ رمضان میں اعتکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے، اور تراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھے۔

”الاعتكاف مستحب و الصحيح انه سنة مؤكدة لان النبي عليه السلام و اظب

عليه في العشر الاواخر من رمضان و المواظبة دليل السنة“..... (هدايہ:

۱/۲۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسجد میں کم ہوں تو گھروں میں قرآن کریم سنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایریا میں مسجدیں کم ہیں اور حافظ صاحبان پچاس ساٹھ کے قریب ہیں مسجد میں سنانے کے لیے ان کو جگہ نہیں ملتی کیا یہ حافظ صاحبان اپنے اپنے گھروں میں نماز تراویح پڑھا سکتے ہیں؟ یہ حافظ صاحبان اگر سنیں گے سنائیں گے نہیں تو اندیشہ ہے کہ بھول جائیں بلکہ اکثر بھول بھی جاتے ہیں، برائے مہربانی اس بارے میں ہمیں شرعی حکم بتائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسجد میں جب کچھ لوگ تراویح ادا کر رہے ہوں تو حافظ صاحبان کے لیے اپنے اپنے گھروں میں تراویح کی جماعت میں قرآن پاک سنانا جائز ہے، البتہ گھر میں تراویح ادا کرنے والوں کو چاہیے کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

”الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو اقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي اهل المحلة اقامها منفردا في بيته لا يكون تاركا للسنة لانه يروى عن افراد الصحابة التخلف وقال في المبسوط لوصلي انسان في بيته لا ياتم فقد فعله ابن عمر وعروة وسالم والقاسم وابراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية اذ لا يظن باهن عمر ومن تبعه ترك السنة انتهى وان صلاها بجماعة في بيته فالصحيح انه نال احدى الفضيلتين فان الاداء في المسجد له فضيلة ليس للاداء في البيت ذلك وكذا الحكم في الفرائض“ (حاشية الطحطاوى على المراقي: ۳۱۳)

”وان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة قال في المبسوط لوصلي انسان في بيته لا ياتم فقد فعله ابن عمر وسالم والقاسم وابراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية اذ لا يظن باهن عمر ومن معه ترك السنة وهذا هو الصواب، وقوله من افراد الناس فيه اشارة الى ما تقدم انه ان كان ممن يقتدى به لا ينبغي له ان يتخلف وصرح به

قاضی خان وغیرہ واما ابن عمر ومن ذکر معہ منہ فقد لا یكونون مقتدین اذ ذاک لوجود من هو مقام علیہم فی العلم کعمر وعثمان وعلی وابن مسعود وغیرہم بالنظر الی من تخلف کل واحد منہم وان صلی احد فی بیتہ بالجماعة حصل لہم ثوابہا وادرکوا فضلہا ولكن لم ینالوا فضل الجماعة التي تكون فی المسجد لزیادة فضیلة المسجد وتکثیر جماعته واظہار شعائر الاسلام وهكذا فی المکتوبات ای الفرائض“..... (حلی کبیری: ۳۲۸)

”وان صلی بجماعة فی البیت اختلف فیہ المشایخ والصحیح ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة أخرى فاذا صلی فی البیت بجماعة فقد جاز فضیلة ادانہا بالجماعة وترك الفضیلة الاخری هكذا..... وہی سنة للرجال والنساء جمیعا کذا فی الذاہدی ونفس التراویح سنة علی الاعیان عندنا کما روی الحسن عن ابی حنیفة..... لو ادى التراویح بغير جماعة او النساء وحداناً فی بیوتہن ینکون تراویح کذا فی معراج الدرایة ولو ترک اهل المسجد کلہم الجماعة فقد أساؤا واثموا کذا فی المحيط السرخسی. وان تخلف واحد من الناس وصلاہا فی بیتہ فقد ترک الفضیلة ولا ینکون مسینا ولا تار کاللسنة الخ“..... (الہندیة: ۱۱۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز استخارہ کا صحیح طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میں نے اپنے بیٹی کی شادی کرانی ہے علماء سے استخارہ کے بارے میں سنا ہے، لیکن استخارہ کی نماز کے صحیح طریقے کا علم نہیں ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ استخارہ کہتے ہیں کسی جائز کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اللہ سے خیر طلب

کرنا، احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز استخارہ کی نیت سے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں ”قل یا ایہا الکفرون“ اور دوسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھے (یا کوئی سی بھی صورت) اس کے بعد استخارہ کی دعائے ماثورہ پڑھے، اور ہذا الامر کی جگہ پر اپنی خواہش کا اظہار کرے، ہو سکے تو اس دعا سے پہلے اور بعد میں حمد و ثناء و صلوٰۃ علی النبی ﷺ پڑھے، پھر با وضو ہو کر سنت کے مطابق سو جائے، صبح جب اٹھے تو جس طرح دل کا میلان ہو وہی کام کرے، اور بعض حضرات نے اس کی علامات یہ بھی بتائی ہیں کہ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی رنگ نظر آئے تو یہ خیر کی علامت ہے، اور اگر سیاہی یا سرخی نظر آئے تو یہ نہ کرنے کی علامت ہے اور سات دن تک کی جا سکتی ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ نماز کے مستحضر ہونے کی صورت میں بغیر نماز کے بھی استخارہ کر سکتے ہیں۔

”الاستخارة طلب الخیر من اللہ تعالیٰ فیما یقصد من الامور“

”عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا السورۃ من القرآن یقول لنا اذا هم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ولیقل اللهم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلك من فضلک الکریم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللهم فان کنت تعلم ان هذا الامر یسمیہ یعنیہ الذی یرید خیر فی دینی ومعاشی ومعادی ومعاقبہ امر فاقدره لی ویسره لی وبارک لی فیہ اللهم ان کنت تعلم شرالی مثل الاول فاصرفنی عنه واصرفه عنی واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی او قال عاجل امرا“

”وقال صاحب البذل المراد بالامر ما یعتنی بشانہ ویندر ووجودہ قبل السفر والعمارة ونحوهما لا کالاکل والشرب المعتاد ولیقرء فی الاولی الکافرون و فی الثانی الاخلاص ویکرر الصلوٰۃ حتی یظهر الی سبع مرات“..... (بذل المجہود ۲۰۰/۳)

”ومنہار کتنا الاستخارة عن جابر بن عبد اللہ قال وینبغی ان یرکرها سبعا لماروی ابن السنی یا انس اذا هممت بالامر فاستخر ربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ ولو تعذرت علیہ الصلوٰۃ

استخار بالدعاء ملخصا وفي شرح الشريعة المسموع ومن المشايخ انه ينبغي ان ينام على طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة المذكورة فان رأى في منامه بياضا او خضرة فذلك الامر خير وان رأى فيه السوداء او حمرة فهو شر ينبغي ان يجتنب“..... (فتاوى شامى: ١/٥٠٤)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گھر میں تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں مسجد موجود ہے اس کے باوجود ایک آدمی ہر سال حافظ صاحب کو بلاتا ہے اور تراویح کی جماعت کرواتا ہے اور اس کے گھر والے صرف اس کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں جب کہ محلے کی مسجد میں بھی ہر سال حافظ صاحب قرآن سناتے ہیں تو اس آدمی کا تراویح کی جماعت اپنے گھر میں کروانا اور مسجد میں نہ جانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اس آدمی کا گھر میں تراویح کی جماعت کروانا جائز ہے لیکن افضل پھر بھی یہ ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

”وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله القاضى الامام ابو على النسفى والصحيح ان اداءها بالجماعة في المسجد افضل وكذلك في المكتوبات“..... (فتاوى الهندية: ١/١١٦)

”وكل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه افضل وان صلى احدا في البيت بالجماعة لم ينالوا فضل جماعة المسجد وهكذا في المكتوبات“..... (الدرمع الرد: ١/٥٢١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں باہر کے پیکر بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۲): جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

جناب عالی! گزارش ہے کہ ہماری مسجد جامع مسجد حنفیہ سعدی روڈ میں ہمارے موجودہ امام صاحب نے قرآن پاک کا حوالہ دے کر مسجد کے باہر کے پیکر نماز تراویح کے وقت بند کرادیے ہیں کیا باہر کے پیکر نماز کے وقت چلائے جائیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد کے اندر بھی چھوٹے پیکر موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن پاک میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو، ہنایریں جب باہر والا پیکر استعمال کریں گے تو باہر کے لوگ اس پر توجہ نہیں کر سکیں گے، نیز گھروں میں مستورات جو نماز وغیرہ میں مشغول ہیں ان کی نماز میں خلل آئے گا، اسی طرح بیمار وغیرہ پریشان ہوں گے، لہذا امام صاحب کا موقف درست ہے، صرف اندر کا پیکر استعمال کریں بشرطے کہ باہر اقتداء کرنے والوں کو وقت درپیش نہ ہو۔

”ولا یجهد الامام نفسه بالجهر کذا فی البحر الرائق، واذ اجهر الامام فوق حاجه

الناس فقد اساء لان الامام انما یجهر لاسماع القوم لیذبوا فی قراءه تہ لیحصل

احضار القلب کذا فی السراج الوہاج“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۷۳)

”واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا یقتضی وجوب الاستماع والانصات

عند قراءۃ القرآن فی الصلوٰۃ وفی غیرها“..... (احکام القرآن

للحصاص: ۳/۶۱)

” (وجہر بقراءۃ الفجر واولی العشاءین ولوقضاء والجمعة والعیدین).....

ولا یجهد الامام نفسه بالجهر وفی السراج الوہاج الامام اذا جهر فوق حاجه

الناس فقد اساء وافادانه لافرق فی حق الامام بین الاداء والقضاء لان القضاء

یحکی الاداء والحق بالجمعة والعیدین التراویح والوتر فی رمضان للتوارث

المنقول“..... (البحر الرائق: ۱/۵۸۵، ۵۸۶)

”اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعۃ

فی المساجد وغیرها من غیر تکبیر الا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائم

او وصل او قاری“..... (شرح الحموی علی الاشباہ: ۳/۱۹۱)

”واما کراهۃ الجہر بالقراءۃ والذکر اذا تاذی بہ نائم او غیرہ“..... (معارف السنن: ۱۵۸/۳)

”ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء قوله فان زاد علیہ اساء وفي الزاہدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فهو افضل الا اذا جہد نفسه او اذی غیرہ قہستانی“..... (الدرمع الرد: ۱/۳۹۳)

”وعن ابی قتادۃ قال ان رسول اللہ ﷺ خرج لیلۃ فاذا هو بابی بکر یصلی یخفض من صوته ومر بعمر وهو یصلی رافعا صوته قال فلما اجتمعا عند النبی ﷺ قال یا ابا بکر مررت بک وانت تصلی تخفض صوتک قال قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ وقال لعمر مررت بک وانت تصلی رافعا صوتک فقال یا رسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان فقال النبی ﷺ یا ابا بکر ارفع من صوتک شیئا وقال لعمر اخفض من صوتک شیئا، رواہ ابو داؤد وروی الترمذی نحوه، وقال لعمر اخفض من صوتک شیئا ای قلیلا لئلا یشوش بک نحو مصل اونائم او معذور“..... (مرقات المفاتیح: ۳/۲۵۱، ۲۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا مسجد میں تراویح پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرف رمضان المبارک میں مستورات مسجد میں تراویح کی نماز میں شرکت فرماتی ہیں آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں جس کمرے میں نماز پڑھتی ہیں وہ کمرہ مسجد سے الگ ہے مسجد اور اس کمرے کے درمیان بڑا راستہ ہے تقریباً پندرہ سولہ فٹ کا جو گزرگاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جوتے بھی اس راستے میں اتارے جاتے ہیں اور سبزہ بھی لگا رکھا ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ امام صاحب جہاں نماز پڑھاتے ہیں اور تراویح وغیرہ کی امامت کرواتے ہیں اس جگہ سے مسجد کی حدود جو نماز ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے وہ اندر کا ہال آٹھ صفوں کا ہے اور ساری مسجد وہاں،

برآمدہ، صحن سب کو طاکر سولہ صفوں کی جگہ ہے، اس اعتبار سے مستورات اور امام کے درمیان دس صفوں سے زیادہ کی جگہ خالی ہے، اب ان مستورات کے لیے اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں عورتوں کا مسجد کی بجائے پرورے کا انتظام کر کے گھر میں کسی حافظ کو بلا کر تراویح پڑھنا بہتر ہے، مستورات کا صورت مذکورہ میں فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔

”وكره لهن حضور الجماعة الا للعجوز في الفجر والمغرب والعشاء والفتوى
اليوم على الكراهة في كل الصلوات لظهور الفساد كذا في الكافي
وهو المختار كذا في التبيين“..... (فتاوى الهندية: ۱/۸۹)

”طريق تجرى فيه عجلة اى تمر وبه عبر في بعض النسخ والعجلة بفتح
وفي الدرر هو الذى تجرى فيه العجلة والاقاراه وهو جمع وقربا لثقاف قال
في المغرب واكثر استعماله في حمل البغل او الحمار كالوسق في حمل البعير
قوله او نهر تجرى فيه السفن اى يمكن ذلك ومثله يقال في قوله تجرى فيه
عجلة“..... (فتاوى شامى: ۲/۴۰۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکلنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا عورتوں کو نماز تراویح پڑھنے کے لیے گھروں سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟
کیونکہ آج کل بعض دینی درس گاہوں میں یا مساجد میں عورتوں کے لیے انتظام کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی
میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کے لیے سب سے افضل اور بہتر جگہ نماز پڑھنے کے لیے گھر کا اندرونی حصہ ہے عورتوں کا مسجد کی
جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

”قوله ولا يحضرن الجماعات بقوله تعالى وقرن في بيوتكن وقال ﷺ صلواتها في قعر بيتها افضل من صلواتها في صحن دارها وصلواتها في صحن دارها افضل من صلواتها في مسجدها وبيوتهن خير لهن ولانه لا يؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمّل الشابة والعجوز والصلوة النهارية والليلية قال المصنف في الكافي والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد“.....(البحر الرائق: ١/٦٢٨، ٦٢٤)

”وقوله ويكره لهن حضور الجماعات كانت النساء يباح لهن الخروج الى الصلوات ثم لما صار سببا للوقوع في الفتنة منعهن عن ذلك جاء في التفسير ان قوله تعالى ولقد علمنا المتقدمين منكم ولقد علمنا المتأخرين نزلت في شان النسوة حيث كان المنافقون يتأخرون للاطلاع على عوراتهن ولقد نهى عمر النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة فقالت لو علم النبي ﷺ ما علم عمر رضى الله عنه ما اذن لكن في الخروج“.....(عنايه على الفتح القدير: ١/٣١٤)

”قلت المراد من الكراهة التحريم ولا سيما في هذا الزمان لفساد اهلها“.....(البنية: ٢/٣٥٣)

”ولا يحضرن الجماعات يعنى في الصلوات كلها ويستوى فيه الشواب والعجائز وهو قول المتأخرين لظهور الفساد في زماننا“.....(تبين الحقائق: ١/١٣٩)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسجد کے متصل کمرہ میں عورتوں کا تراویح ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے ساتھ ایک کمرہ ہے جس میں عورتوں کے تراویح پڑھنے کا علیحدہ انتظام کیا گیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں جا کر تراویح ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک عورت نے ۱۹ دن تراویح مسجد میں ادا کی ہے اب اس کا دل چاہتا ہے کہ اعکاف میں بھی ٹی وی کے اندر جو تراویح پڑھی جاتی ہیں ان کے پیچھے ادا کروں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کا مسجد میں جا کر تراویح ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

عورت کا ٹی وی میں لگی ہوئی تراویح کی اقتداء کرنا بھی درست نہیں ہے۔

”ویکره حضورهن الجماعة ولولجمعة ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی

المذہب المفتی بہ لفساد الزمان“..... (درمع الرد: ۴۱۸، ۴۱۹/۱)

”قولہ علی المذہب المفتی بہ ای مذہب المتأخرین قال فی البحر وقذیقہ

ہذہ الفتویٰ التي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذہب الامام وصاحیبه فانہم

نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا واما العجوز فلها حضور الجماعة عند الامام

الافی الظهر والعصر والجمعة ای وعندهما مطلقا لافشاء بمنع العجائز فی

الکل مخالف للکل فالاعتماد علی مذہب الامام اہ قال فی النہر وفيہ نظر بل

ہو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة

بناء علی ان الفسقة لا ينتشرون فی المغرب لانہم بالطعام مشغولون

وفي الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم فی هذه الاوقات لغلبة

فسقہم كما فی زماننا بل تحریرہم ایما كان المنع فیہا اظہر من

الظهر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۹)

”ومنها ان ینوی الامام امامتها او امامة النساء وقت الشروع لابعده ولا یشرط

حضور النساء لصحة نیتہن“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۸۹)

”المانع من الاقتداء ثلاثة اشياء (منہا) طریق عام یمر فیہ العجلة والاقوار

ہكذا فی شرح الطحاوی اذا كان بین الامام و بین المقتدی طریق ان كان ضيقا

لا یمر فیہ العجلة والاقوار لا یمنع وان كان واسعا یمر فیہ العجلة والاقوار

یمنع كذا فی فتاویٰ قاضی خان..... والمانع من الاقتداء فی القلوات

قدر ما یسع فیہ صفتین وفی مصلی العید الفاصل لا یمنع الاقتداء وان کان یسع
فیہ الصفتین او اکثر وفی المتخذ لصلاة الجنازہ اختلاف المشایخ وفی
النوازل جعلہ کالمسجد کذا فی الخلاصۃ..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حفظ کے بچوں سے نوافل میں قرآن پاک سننا:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مدارس میں رمضان المبارک میں ان بچوں کو جو حفظ کر چکے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں ان کے اساتذہ نفلوں میں کھڑا کر کے منزل سنتے ہیں یعنی بچے ۲ رکعت نفل کی نیت باندھتے ہیں اور منزل سنانا شروع کر دیتے ہیں، اس سنانے والے کے پیچھے ایک یا دو بچے بھی سننے کے لیے نیت باندھ لیتے ہیں، آیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ مذکورہ صورت میں کیا بالغ بچہ نابالغ بچے کے پیچھے نیت باندھ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی یاد رہے کہ جب قاری اور سامع دونوں ہی بھول جاتے ہیں تو استاد صاحب غلطی بتا دیتے ہیں، اسی طرح کیا نماز میں غلطی تو واقع نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بچوں کی منزل محفوظ کرانے کے لیے یہ طریقہ تو درست ہے، لیکن نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز مفتی بہ قول کے مطابق درست نہیں ہے، خواہ فرض ہوں یا نفل، اسی طرح استاذ جو نماز میں شریک نہیں ہے وہ لقمہ بھی نہیں دے سکتا، اگر دے گا اور امام نے لقمہ لے لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

”ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرءة او صبی اما المرءة فلقولہ علیہ السلام
اخروہن من حیث اخرہن اللہ فلا یجوز تقدیمہا واما الصبی فلانہ متفل
فلا یجوز اقتداء المفترض بہ وفی التراویح والسنن المطلقة جوزہ مشانخ بلخ
ولم یجوزہ مشایخنا ومنہم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی
یوسف وبن محمد والمختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلہا لان نفل الصبی
دون نفل البالغ حیث لا یلزمہ القضاء بالافساد بالاجماع ولا ینبئ القوی علی

الضعیف بخلاف المظنون لانه مجتهد فيه فاعتبر العارض عدما بخلاف اقتداء

الصبي بالصبي لان الصلوة متحدة“..... (هدايه: ۱۲۷، ۱۲۶/۱)

”واما امامة الصبي فلان صلاته نفل لعدم التكلف فلا يجوز بناء الفرض عليه

لماسياتي قيد بالرجل لان اقتداء المرأة بالمرءة صحيح مكروه وكذا اقتداء

الصبي بالصبي صحيح“..... (البحر الرائق: ۱/۲۲۸)

”وكان الشيخ الامام الاجل شمس الائمة السرخسي يفتي بعدم الجواز وكان

يقول الامام ضامن والصبي لا يصلح للضمان ولان صلاة القوم صلاة حقيقة

وصلاة الصبي ليست بحقيقة فلا يجوز بناء الحقيقي على غير الحقيقي فعلى

ورود هذه العلة لو ان هذا الصبي ام صبيانا بمثل حاله يجوز كذا قيل

وفى المنتقى لو ان قوما صلوا خلف الصبي لا تجوز صلاتهم لانهم يصلون

للتعب ولا تعبذ فيما فعله الصبي“..... (المحيط البرهاني: ۲/۲۶۳)

”وان فتح غير المصلي على المصلي فاخذ بفتحه تفسد“..... (فتاوى الهندية:

۱/۹۹)

”ولو سمعه المؤتم ممن ليس في الصلوة ففتحه على امامه يجب ان تبطل

صلاة الكل لان التلقين من خارج“..... (البحر الرائق: ۲/۱۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب جو کہ

دیوبندی عالم اور مدرس ہیں نے ایک دن تراویح پڑھانے کے بعد مقتدیوں کو اطلاع دیے بغیر اچانک ایک رکعت

وتر کی نماز پڑھا دی اور مسئلہ بتائے بغیر گھر چلے گئے، واضح رہے کہ مذکورہ امام پہلے سے تین رکعت وتر پڑھتے

اور پڑھاتے رہے ہیں جیسا کہ عام معمول ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ ایک حنفی المسلمک عالم کے لیے ایسا کرنا شرعاً

کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دو مسئلوں کی وضاحت ضروری ہے ایک یہ کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہے اور ایک سلام کے ساتھ تین رکعت پڑھنا بھی واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بعض مسائل میں خروج عن المذہب کرتا ہے تو یہ تلفیق ہے جو کہ اجماعاً باطل ہے، اور اس سے اتباع ہوا کا دروازہ کھلتا ہے لہذا ایک حنفی المسلک امام کے لیے ایسا عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

”اتفق ثلاثة من الائمة على ان صلاة الوتر سنة وقال ابو حنيفة ان الوتر

واجب“..... (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ۱/۲۹۹)

”عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى فى الوتر ثلاث روايات فى رواية فريضة

وفى رواية سنة مؤكدة وفى رواية واجب وهى آخر اقواله وهو الصحيح كذا

فى محيط السرخسى..... و الوتر ثلاث ركعات لا يفصل بينهما بسلام“

..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۰)

”وبهذا تبين سر ما ذهب اليه الفقهاء من عدم جواز ترك مذهب الى مذهب

لان هذا ان كان على وجه التخطية للمذهب المتروك فهو ليس باهل لها

وان كان على وجه الترجيح فهو ليس ايضا من اهله فلا وجه للانتقال الا الهوى

او شىء لا يعتد به فلا يجوز لاسيما اذا كان هذا الصنيع يفتح عليه باب اتباع

الهوى والشهوات“..... (اعلاء السنن: ۲۰/۸۳)

”قوله وان الحكم الملق المراد بالحكم حكم الوضعى كالصحة مثاله

متوضى سال من بدنه دم ولمس امرأة ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملققة

من مذهب الشافعى والحنفى والتلفيق باطل فصحته منتفية“..... (فتاوى

شامى: ۱/۵۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

وتروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھے جائیں یا کھڑے ہو کر؟

مسئلہ نمبر (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح اور وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے کا؟ کیونکہ ہمارے ہاں ایک صاحب خصوصیت کے ساتھ گاہے گاہے کھڑے ہو کر ترغیب دیتے ہیں کہ ان دونوں کا ثواب بیٹھ کر ادا کرنے کا زیادہ ہے اور پھر وہ بیٹھ کر ہی ادا کرتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا دونوں طرح جائز ہے، مگر عام ضابطہ کے مطابق کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب پورا اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ہوگا، مگر بعض اکابر نے نوافل بعد الوتر کو اس ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

”سوال نفل مغرب و آنچه بعد وتر میخواند ایستاده باید خواند یا نشسته؟“

جواب: نماز نفل استاده خواندن ثواب زائد دارد، و نشسته هم جائز است بے

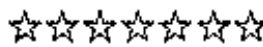
کراہت، و دو رکعت بعد وتر نشسته باید خواند کذا جاء فی الحدیث“

..... (مجموعۃ الفتاویٰ علی حاشیۃ خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۱۴)

”عن ام سلمة رضی اللہ عنہا ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین

خفیفین وهو جالس“..... (سنن ابن ماجہ: ۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



عورتوں کا تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظہ لڑکی اپنے گھر میں عورتوں کو قرآن پاک سنانے کی غرض سے نماز تراویح کی جماعت پڑھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کی جماعت کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے کہ ان کی جماعت مکروہ ہے، اگرچہ تراویح میں

ہی کیوں نہ ہو اس لیے خواتین کو تراویح اور وتر کی نماز بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنی چاہیے۔

”قال وليس علی النساء اذان ولا اقامة لانها سنة الصلاة بالجماعة وجماعتھن

منسوخۃ لما فی اجتماعھن من الفتنة..... وکذلک ان صلین یصلین بغیر اذان ولا اقامة لحديث رابطة قالت کنا جماعة من النساء عند عائشة رضی اللہ عنہا فامتنا وقامت وسطنا وصلت بغیر اذان ولا اقامة ولان المؤذن یشہر نفسه بالصعود الی اعلى المواضع ويرفع صوته بالاذان والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة فان صلین باذان واقامة جازت صلاتھن مع الاساءة لمخالفة السنة والتعرض للفتنة“..... (المبسوط للسرخسی: ۱/۲۷۶)

”وکذا المرءة تصلح للامامة فی الجملة حتی لو امت النساء جازو ینبغی ان تقوم وسطھن لما روى عن عائشة رضی اللہ عنہا انها امت نسوة فی صلاة وامت ام سلمة النساء وقامت وسطھن ولان مبنی حالھن علی الستر وهذا ستر لھا الا ان جماعتهن مکروهة عندنا“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۷)

”قال الشيخ السہارنفوری فی کتابہ بعد ذکر الاحادیث الواردة فی جماعة النساء وعبارة الفقهاء فی ذلك، وبتقدير التسليم ای النسخ فان ما یفید نسخ السنية وهو لا یستلزم کراهة التحريم فی الفعل بل التنزیه ومرجھا الی خلاف الاولی ولا علینا ان نذهب الی ذلك المقصود اتباع الحق حیث کان انتهى“..... (بذل المجہود: ۱/۳۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فقہ حنفی میں نفل نماز صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کی اجازت ہے کیا یہی نماز نفل امام بااواز بلند مقتدی حضرات کو پڑھا سکتا ہے؟ ۷۵ مرتبہ کلمہ امام بلند آواز سے پڑھا سکتا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صلوٰۃ التسبیح اکیلے اکیلے پڑھنا چاہئے باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

”التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره“..... (فتاوى الهندية:

(۱/۸۳

”ولا يصلى التطوع بجماعة الا في شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسى

ان التطوع بالجماعة انما يكره اذا كان على سبيل التداعى اما الوقتى

واحد بواحد او اثنان بواحد لا يكره واذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه

وان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقا“..... (فتاوى التاتارخانية جديد:

(۲/۲۹۲، ۲۹۳

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا استخارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۴): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کسی کام کے استخارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا یا نہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) میں نے اپنی شادی کے بارے میں استخارہ شروع کیا تھا تین دن کرنے کے بعد مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا میں

نے اپنے ایک استاذ سے پوچھا کہ استخارہ کس طرح کرتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کس لیے کرنا ہے؟ میں نے

بتایا تو فرمانے لگے نہ کرو، اس لیے کہ استخارہ کرنے کے بعد وہ کام لازم ہو جاتا ہے چاہے آدمی کا دل چاہے یا نہ چاہے،

میں نے چھوڑ دیا، چوتھے دن میں نے ایک اور کام کے لیے استخارہ شروع کر دیا یعنی ہم نے مچھلی فارم بنانا ہے اس کے

لیے، تو چوتھے استخارہ کرنے کے بعد رات کو اس کام کے بارے میں خواب آنے کی بجائے شادی کے بارے میں

خواب میں آ گیا کہ میں نے اس گھر میں نکاح کر لیا ہے جس کے بارے میں ایک دن پہلے استخارہ کیا تھا، جب کہ اس

رات شادی کے متعلق استخارہ نہیں کیا تھا، اب آیا کہ میرے لیے اس گھر میں شادی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ نہ کرنے

پر شریعت کی طرف سے کوئی پکڑ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا ہے اور مشورہ لینا ہے، اور اس میں کسی چیز کا نظر آنا کوئی ضروری

نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دل کا میلان ہو جانا اور قلبی خلجان اور تردد و دور ہونا ہے تو ظاہر ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کی طرف طہعیت مائل ہو جاتی ہے تو اس کام کو عمل میں عام طور پر لایا جاتا ہے، لیکن اگر استخارہ کرنے کے بعد اور کرنے کی طرف طہعیت کے میلان کے بعد بھی اگر اس کو عمل میں نہ لیا تو گناہ کی بات نہیں ہے۔

”وینبغی ان یکررہا سبعا لماروی ابن السنی یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ ولو تعذرت علیہ الصلوٰۃ استخار بالدعاء او ملخصا و فی شرح الشرعۃ المسموع من المشایخ انه ان ینبغی ان ینام علی طہارۃ مسقبل القبلة بعد قراءۃ الدعاء المذكور فان رأى فی منامہ بیاضا او خضرة فذلک الامر خیر وان رأى فیہ سوادا او حمرة فهو شر ینبغی ان یجتنب“..... (فتاویٰ شامی: ۵۰۸، ۵۰۹/۱)

”واذا استخار مضی لما ینشرح له صدرہ و ینبغی ان یکررہا سبع مرات لماروی عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ“..... (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۳۹۸)

”وعن جابر قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا الاستخارۃ ای طلب تیسر الخیر فی الامرین من الفعل او ترک من الخیر وهو ضد الشر فی الامور ای التی نرید الاقدام علیہا مباحۃ کانت او عبادة لکن بالنسبۃ الی ایقاع العبادة فی وقتہا و کیفیتہا لا بالنسبۃ الی اصل فعلہا..... و فی الحدیث ما خاب من استخار ولاندم من استشار ولاعمال من اقتصد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ قبل و یمضی بعد الاستخارۃ لما ینشرح له صدرہ انشراحا خالیبا عن ہوی النفس فان لم ینشرح لشیء فالذی ینظر انہ یکرر الصلوٰۃ حتی لہ الخیر قبل الی سبع مرات وان کان الامر عجلة فلیقل اللهم خر لی بکسر الخاء و اختر لی واجعل لی الخیرۃ بفتح الباء فیہ“..... (مرقات المفاتیح: ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۶/۳)

”ومن المندوبات صلوة الاستخارة) قال الشيخ اسماعيل وفي شرح الشرعة من هم بامر وكان لا يدري عاقبته ولا يعرف ان الخير في تركه او الاقدام عليه فقد امره رسول الله ﷺ ان يركع ركعتين يقرأ في الاولى فاتحة الكتاب وقل يا ايها الكفرون وفي الثانية الفاتحة وقل هو الله احد فاذا فرغ قال اللهم الخ ثم المسموع من المشايخ ينبغي ان ينام على الطهارة مستقبل القبلة بعد قراءۃ الدعاء المذكور فان رأى في منامه بياضا او خضرة فذلك الامر خير وان رأى فيه سوادا او حمرة فهو شر ينبغي ان يجتنب عنه اه.....(منحة الخالق على البحر: ۹۱، ۹۲/۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرد کا صلوٰۃ التبیح میں عورتوں کا امام بننا:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک مرد امام صرف اکیلی عورتوں کی صلوٰۃ التبیح کی جماعت کرا سکتا ہے؟ برائے مہربانی عام طور پر ہمارے علاقہ میں دیکھا گیا ہے، مرد حضرات اکیلی عورتوں کی تسبیح نماز کی جماعت کراتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مرد امام کا صرف عورتوں کی جماعت کروانا صلوٰۃ التبیح کی شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ صلوٰۃ التبیح نفل نماز ہے اور نفل نماز کی جماعت علی سبیل الداعی کروانا ممنوع ہے لہذا جس کام کی شرعاً اجازت ہو اس کو تو کیا جائے اور جس کام سے شرع میں منع کر دیا گیا ہو اس سے اجتناب کیا جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

”التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل الداعى يكره وفي الاصل للصدر الشهيد اما اذا صلوا بجماعة بغير اذان واقامة في ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الانمہ الحلواني ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره بالاتفاق وفي الرابع اختلف المشايخ والاصح انه يكره هكذا في الخلاصة“.....(فتاوى الهندية: ۸۳/۱)

”ولا یصلی تطوعاً بجماعة الا فی قیام رمضان لما روی عن رسول الله ﷺ انه قال صلوٰۃ المرء فی بیته افضل من صلواته فی المسجد الا المكتوبة ولو جاز اداء النافلة بالجماعة لكان اذائها فی المسجد افضل کما فی المكتوبة ولان الجماعة لاظهار الشعائر فیختص بالمكتوبات“..... (المحیط البرهانی : ۲/۲۶۳)

”ویکره الاجتماع علی احياء ليلة من هذه الليالی فی المساجد قال فی الحاوی القدسی ولا یصلی تطوع بجماعة غیر التراویح“..... (البحر الرائق : ۲/۹۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت علی سبیل التداعی یعنی جب تعداد تین سے زائد ہو درست نہیں ہے، کیونکہ اس کی جماعت کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں ہے۔

”ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلك علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحة الاقتداء اذ لا مانع نهر“..... (الدر المختار: ۱/۹۹)

”ولا یصلی التطوع بجماعة الا فی شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسی ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکره واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقاً“..... (التاتارخانیة: ۲/۳۶۳)

”ومنها ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في قيام رمضان وفي الفرض واجبة او سنة مؤكدة لقول النبي ﷺ صلاة المرء في بيته افضل من صلاته في مسجده الا المكتوبة“..... (بدائع الصنائع: ۲/۲۱)

”والنفل بالجماعة غير مستحب لانه لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه وهو كالصريح في انها كراهة تنزيه فتامل“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۲۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

محلہ کی مسجد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نماز اور تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محلہ کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ نماز عشاء اور نماز تراویح ادا کرنا کہ جہاں نماز عشاء اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یاد رہے کہ یہ جگہ مسجد بھی نہیں ہے، تو ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز تراویح میں جماعت سنت علی الکفایۃ ہے، اگر ان حضرات کی وجہ سے مسجد کی جماعت ترک ہوتی ہے تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر مسجد کی جماعت بھی ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کی نماز تو درست ہے، تاہم مسجد کے ثواب سے محرومی رہے گی۔

”والجماعة فيهما سنة على الكفاية في الاصح فلوتر كها اهل مسجد الموما لا لوترك بعضهم وكل ما يشرع بجماعة فالمسجد فيه الفضل وقال الشامي وان صلى احد في البيت بالجماعة لم ينالوا فضل جماعة المسجد“..... (در علی الرد: ۱/۵۲۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں تیز رفتاری سے قرآن پاک پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح کی

نماز میں اکثر حفاظ کرام بڑی تیز رفتاری سے تلاوت کرتے ہیں، تراویح میں تلاوت کس رفتار سے کی جائے، وضاحت کریں۔

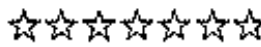
الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن مجید کو اتنا تیز پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں، جائز نہیں ہے البتہ اگر حروف نہ کٹیں بلکہ ہر حرف لفظ پورا پورا ادا ہو تو تیز پڑھنا جائز ہے۔

”وفي الحجة يقرأ في الفرض بالترسل حرفا حرفا وفي التراويح بين بين قوله بين بين اي بان تكون بين الترسل والاسراع“..... (رد المحتار: ۱/۳۰۰)

”عن ابى عثمان النهدي قال دعا عمر رضى الله عنه بثلاثة من القراء فاستقرهم فامر اسرعهم قراء فان يقرأ للناس بثلاثين آية في كل ركعة اه قوله عن ابى عثمان الخ قال المؤلف دلالتہ على كفيته قراءة القرآن في التراويح ظاهرة“..... (اعلاء السنن: ۷/۷۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھنے کا حکم:

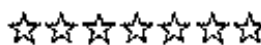
مسئلہ نمبر (۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھ سکتا ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نفل پڑھ کر ثواب بخشا جاسکتا ہے۔

”وفي البحر من صام او صامى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع..... وانه لا فرق بين الفرض والنفل اه وفي جامع الفتاوى وقيل لا يجوز في الفرائض“..... (رد المحتار: ۱/۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب



کیا ظہر کی سنتوں کو دو، دو کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر کی پہلی چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا، (۱) غلط ہے (۲) درست ہے (۳) بہتر ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

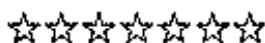
نماز ظہر کی پہلی چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ چار رکعات پڑھنا ہی مسنون ہے۔

”وسن مؤکدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمه“ (قولہ

بتسليمه) لما عن عائشة كان النبي ﷺ يصلي قبل الظهر اربعا“.....

(رد المحتار مع در مختار: ۱/۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



﴿الباب العاشر فی قضاء الفوائت﴾

فجر کی نماز ہمیشہ قضاء کر کے پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہمیشہ فجر کی نماز قضاء کر کے پڑھتا ہے اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جان بوجہ کر نماز قضاء کرنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے۔

” (ہی فرض عین علی کل مکلف) بالاجماع (وان وجب ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبہ) لحديث مروا اولادکم بالصلاة وهم ابناء سبع واضربوہم علیہا وهم ابناء عشر (ویکفر جاحدا) ثبوتہا بدلیل قطعی (وتار کھا عمدا مجانۃ) ای تکاسلا فاسق..... (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۲۵۹، ۲۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض لوٹانے کی صورت میں سنن مؤکدہ لوٹائے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب کے ساتھ فرض نماز کی دوسری تیسری رکعت میں طے اور بعد میں پھول کر سلام پھیر لیا اور ذہن میں یہ رہا کہ نماز مکمل کر لی ہے، اور بعد میں سنتیں اور نوافل پڑھنے کے بعد یاد آیا تو کیا فرض نماز لوٹانے کے بعد سنتیں اور نوافل بھی دوبارہ پڑھنی پڑھیں گی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں فرض نماز لوٹانے کی صورت میں فرض کے بعد پڑھی جانے والی سنن مؤکدہ کا اعادہ کیا جائے گا کیونکہ سنن مؤکدہ فرائض کے تابع ہیں البتہ نوافل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

”الخلاصة السنة اذا فاتت مع الفريضة تقضى تبعاً للفرض

والا فلا“..... (التاتارخانية جدید: ۲/۳۰۱)

”واما اعادة التراويح وسائر سنن العشاء فمتفق عليها اذا كان الوقت

باقيا هكذا في التبيين“..... (ہندیہ: ۱۱۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

فی نماز کا فدیہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فدیہ فی نماز کتنا بنتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دو پلو گندم یا اس کی قیمت فی نماز دینا ہوگی۔

”اذمات الرجل وعليه صلوات فائتة فارصى بان تعطى كفارة صلوته يعطى

لكل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع

من ثلث ماله“..... (الہندیہ: ۱۲۵/۱)

”(ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف

صاع من بر) كالقطرة (وكذا حكم الوتر) ولصوم وانما يعطى (من ثلث ماله)“

..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۵۳۱، ۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی کی بہت ساری نمازیں قضاء

ہو گئیں تو ان کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے نیز قضاء نماز فرض نماز سے پہلے ادا کرے یا بعد میں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شخص کی بہت سی نمازیں قضاء ہو جائیں تو وہ تخری کر کے ان نمازوں کی تعداد معلوم کرے اگر متعین

تعداد کا علم نہیں تو اندازاً جتنی نمازیں قضاء ہیں ان کی قضاء شروع کر دے اور ہر نماز کی قضاء کے وقت یہ نیت کرے

کہ میرے ذمہ سب سے پہلے وہ نماز جس کی میں نے ابھی تک قضاء نہیں کی مثلاً فجر کی نماز میں نیت کرے میرے ذمہ

سب سے پہلی فجر کی جو نماز ہے وہ قضاء کر رہا ہوں نیز قضاء نمازوں کی ادائیگی کا کوئی وقت متعین نہیں جس وقت چاہے ادا کرے سوائے اوقات ثلاثہ مکروہہ کے کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنا درست نہیں۔

”فان ارادتسهیل الامر یقول اول فجر مثلاً فانہ اذا صلاہ بصیر مایلیہ اولاً ویقول

آخر فجر فان ما قبلہ بصیر آخراً“..... (ردالمحتار: ۱/ ۵۳۵)

”ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الاثلاثۃ وقت

طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانہ لا تجوز الصلاة فی هذه

الاقوات کذا فی البحر الرائق“..... (الہندیۃ: ۱/ ۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے فدیہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی عبدالحق کینسر کا مریض تھا جس کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے بھی نہ رکھ سکا اور اسی مرض میں وفات پائی، وفات کے آخری ایام میں چند نمازیں بھی رہ گئیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ جس مرض کی وجہ سے مریض روزے نہ رکھ سکے اور اس میں وفات بھی ہو جائے تو اس پر ان روزوں کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو نمازیں آخری ایام میں رہ گئیں ان کا فدیہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں ان پر روزوں کا فدیہ واجب نہیں ہے البتہ نمازیں جو بیماری کی وجہ سے آخری ایام میں رہ گئیں اگر وہ ان ایام میں نمازوں کو اشارے کے ساتھ پڑھ سکتا تھا اور نہیں پڑھی تو ان کے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو بہتر یہ ہے کہ بالغ و رثاء اپنے حصہ سے ان نمازوں کا فدیہ ادا کریں۔

”واذامات المریض ولم یقدر علی اداء الصلاة بالایماء برأسه لایلزمه الایضاء

بها وان قلت وکذا حکم الصوم فی شهر رمضان ان الفطر فیہ المسافر

والمریض وما تاقبل الاقامة للمسافر وقبل الصحة للمریض لعدم ادراکهما

عنة من ايام اخر فلا يلزمهما الايضاء به ولزم عليه..... الوصية بما اى بفدية
ما قدر عليه من ادراك عنة من ايام اخر ان الفطر بعذر وان لم يدرك عدة
من ايام اخر ان الفطر بدون عذر لزمه بجميع ما افطره..... وبقي بذمته فيخرج
عنه وليه من ثلث ما ترك فيعطى لصوم كل يوم وكذا يخرج الصلاة كل وقت
حتى الوتر نصف صاع من بر او دقيقة او سوقية او صاع تمر او ذبيب او شعير
او قيمته وان لم يوص وتبرع عنه وليه جاز..... (مراقى الفلاح:
٢٣٣٨، ٢٣٣٤، ٢٣٣٦)

”فان ماتوا فيه اى فى ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية لعدم
ادراكهم عنة من ايام اخر..... وفدى لزموا عنه اى عن الميت وليه الذى
يتصرف فى ماله..... بوصيته من الثلث..... وان لم يوص وتبرع وليه به جاز ان
شاء الله تعالى“..... (الدر المختار على هامش الرد المحتار: ٢/١٢٨، ١٢٤)

والله تعالى اعلم بالصواب



میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۳): میرے والد صاحب کا 30 سال پہلے انتقال ہو گیا تھا وہ زندگی میں نماز کے پابند نہیں تھے ان کی بہت سی نمازیں چھوٹ گئی تھیں، اس وقت ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں حیات میں ہیں، اب ان نمازوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر والد نے وصیت کی ہے تو پھر اس کے ثلث مال سے وصیت کو پورا کیا جائے گا اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو پھر حیلہ کیا جائیگا، حیلہ یہ ہے کہ وراثت قرض لے پھر اس کو مسکین پر بیت فدیہ صدقہ کر دے پھر مسکین اس کو صدقہ کر دے کسی وراثت پر اور پھر یہ اس کو مسکین پر صدقہ کر دے یہاں تک کہ تمام نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔

اگر اس نے وصیت نہ کی ہو تو بھی وراثتاً تمہارا اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تمام وراثتاً راضی ہوں اور موجود بھی ہوں اور کوئی نابالغ بھی نہ ہو۔

”اذا مات الرجل وعليه صلوات فائنة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم ونم حتى يتم لكل صلوة ما ذكر كذا في الخلاص في الفتاوى الحجة وان لم يوص لورثته يتبرع بعض لورثته يجوز ويدفع عن كل صلوة نصف صاع حنطة منوين ولودفع عن جملة الى فقير واحد جاز“..... (الهندية: ۱/۱۲۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قضاء نمازیں عصر کی نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں، البتہ تین اوقات میں قضاء نمازیں بھی پڑھنا مکروہ ہے اس کے علاوہ جس وقت ادا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، جن تین اوقات میں کوئی نماز قضاء کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں: (۱) طلوع شمس کے وقت یہاں تک کہ صاف روشن ہو جائے۔ (۲) استوائے شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہو جائے۔ (۳) سورج کے زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک، ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز کی قضاء نہیں ہو سکتی اور نہ نوافل پڑھنا درست ہیں، البتہ عصر کی نماز کے بعد جب تک سورج زرد نہ ہو جائے، قضاء نمازیں پڑھنا درست ہے، البتہ سورج کے زرد ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک (اس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ دوسری) قضاء نمازیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

”و جميع أوقات العمروقت للقضاء الا الثلاثة المنهية“.....

(الدر المختار: ۱/۵۳)

”وكره صلوة ولو على جنازة وسجدة تلاوة وسهومع شروق واستواء وغروب

الاعصر يومه“..... (الدر المختار: ۱/۲۸۲)

”ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمتم في الذمة
(الی ان قال) ای الاوقات المکروهة اولها عند طلوع الشمس والثانی
عند استوائها والثالث عند اصفرارها الی ان تغرب“..... (مراقی الفلاح: ۱۸۵،
۱۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر صاحب ترتیب ہو یعنی اس کی قضاء شدہ نمازیں چھ سے کم ہوں تو قضاء نمازیں ترتیب سے لوائے یعنی پہلے پہلی قضاء پھر دوسری الخ اور اگر صاحب ترتیب نہ ہو تو پھر جیسے چاہے قضاء نمازیں ادا کرے چاہے پہلے ساری فجر کی نمازوں کی قضاء کرے یا چاہے تو ہر نماز کے ساتھ ایک نماز قضاء کرتا رہے اور نیت یہ کرے گا، مثلاً میں فجر کی سب سے پہلی قضاء شدہ نماز پڑھتا ہوں۔

”الترتيب بين الفائتة القليلة وهي مادون ست صلوات وبين الوقيعة المتسع وقتها مع تذكور الفائتة لازم وكذا الترتيب بين نفس الفوائت القليلة مستحق اي لازم لانه فرض عملي يفوت الجواز بفوته والاصل في لزوم الترتيب قوله عليه السلام من نام عن صلاة ان نسيها فلم يذكرها الا وهو يصلي مع الامام فليصل التي هو فيها ثم ليقتض التي تذكروا ثم ليعاد التي صلى مع الامام وهو خبر مشهور تلقته العلماء بالقبول فيثبت به الفرض العملي ورتب النبي عليه السلام قضاء الفوائت يوم الخندق“..... (الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۳۳۰)

”ويسقط الترتيب عند كثرة الفوائت وهو الصحيح هكذا في محيط

السرخسی وحد اکثر ان تصیر الفوائت ستا بخروج وقت الصلاة السادسة
وعن محمدانه اعتبر دخول وقت السادسة والاول هو الصحيح كذا
في الهداية..... (الهنديّة: ۱/۱۲۳)

”ثم اذا كثرت الفوائت حتى سقط الترتيب لاجلها في المستقبل سقط
الترتيب في نفسها ايضا حتى قال اصحابنا فيمن كان عليه صلاة شهر فصلى
ثلاثين فجراً ثم صلى ثلاثين عصراً هكذا اجزأه وفي الخانية فان كان بين
الاولى والثانية فوائت ستة يجوز له قضاء الثانية وان كان دونها لا يجوز ما
لم يقض ما قبلها“..... (التارخانية جديد: ۲/۳۳۶)

”اذا اراد ان يقضى الفوائت ذكر في فتاوى اهل سمرقند انه ينوي اول
ظهر لله عليه وكذلك كل صلاة يقضيها واذا اراد ان يصلى ظهراً
آخر ينوي ايضاً آخر ظهر لله عليه وفي الكافي ولو لم يقل الاول
والآخر وقال نويت الظهر الفائتة جاز وفي الحجة ولو قال نويت قضاء
اقرب صلاة الظهر جاز وكذلك يقول لكل صلاة“..... (التارخانية جديد:
۲/۳۵۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سابقہ قضاء شدہ نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قضاء ہوگئی اور میں سابقہ قضاء
نمازیں بھی پڑھنا چاہتا ہوں اس کے بارے میں طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قضاء نمازوں کا حساب کریں اور بعد میں قضاء کریں اور اگر آپ صاحب ترتیب بنتے ہیں یعنی نمازیں قضاء
شدہ چھ سے کم ہیں تو ترتیب سے قضاء کرنی پڑے گی، بصورت دیگر پھر غیر مرتب قضاء کر سکتے ہیں۔

”الترتیب بین الفائتة والوقتیة و بین الفوائت مستحق کذا فی الکافی
حتی لا یجوز اداء الوقتیة قبل قضاء الفائتة کذا فی محیط السرخسی“.....
(الہندیة: ۱۲۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نماز ادا کرنے کے لئے نیت کیسے کی جائے؟

مسئلہ نمبر (۱۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی کی کئی نمازیں قضاء ہوئی ہیں اگر وہ ہر نماز کے ساتھ قضاء پڑھے تو وہ نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض اور وتر کی نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض ایک دن اور وتر دوسرے دن قضاء پڑھ سکتا ہے یا دونوں اکٹھے قضاء کرے گا؟ ایک ہی دن ادا کرنے ہوں گے، جیسے عشاء کی نماز ایک وقت میں ادا کرتے ہیں؟ یا الگ الگ دنوں میں بھی عشاء اور وتر کو قضاء کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص جس نماز کی قضاء کر رہا ہے اس نماز کی ادا کی نیت کی طرح قضاء کی نیت کرے اگر دن اور تاریخ یاد نہ ہو تو قضاء نمازوں کی نیت یوں کرے مثلاً سب سے پہلے جو فجر قضاء ہوئی وہ پڑھتا ہوں یا یوں نیت کرے اگر صاحب ترتیب نہ ہو سب سے آخر میں جو فجر قضاء ہوئی وہ پڑھتا ہوں اسی طرح کی نیت کر کے پڑھتا رہے یہاں تک کہ ختم ہو جائیں یا چھ فرض نمازوں سے کم قضاء ہوئی ہوں تو عشاء اور وتر کے درمیان ترتیب ضروری ہے اور اگر قضاء زیادہ ہوں تو ترتیب ضروری نہیں۔

”کثرت الفوائت فان اراد تسهیل الامر یقول اول فجر متلافانہ اذا صلاہ
بصیر ما یلیہ اولا ویقول آخر فجر فان مابله بصیر آخر اولا یضرب عکس
الترتیب لسقوطہ بکثرة الفوائت“..... (الدر مع الرد: ۵۴۵)

”الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضالا لزم) الا اذا ضاق الوقت
المستحب ان نسیت الفائتة او فاتت ست اعتقادیة لدخولها فی
حد التکرار المقتضی للخرج بخروج وقت السادسة علی الاصح) قوله

اوقات ستاعتی لایلزماً الترتیب بین الفائتة والوقتیة ولا بین الفوائت اذا كانت
الفوائت سنا کذا فی النہر..... (الدرمع الرد: ۱/۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نماز کے پہلے تشهد میں درود شریف و دعا پڑھنے کا حکم:

- مسئلہ نمبر (۱۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نماز جس کے لیے مدت یا تعداد نمازوں کی مقرر (متعین) نہ ہو سکے تو ایسی حالتوں میں مندرجہ ذیل اور ادا کس حالت میں ادا کریں؟
- ۱۔ چار رکعتوں والی نمازوں میں دو رکعات کے بعد تشهد "عبده ورسوله" تک پڑھے یا درود شریف اور دعا بھی پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے؟
 - ۲۔ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھے یا سورت فاتحہ کے بعد مزید کوئی سی سورت بھی پڑھے؟
 - ۳۔ اگر دونوں صورتیں جائز ہوں تو کونسی بہتر ہے یا کوئی اور مسئلہ اس بارے میں ہو تو ذکر فرما کر مشکور فرمادیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب تک یقین ہو کہ یہ میرے ذمہ قضاء نماز ہے اس وقت تک تو فرض نماز کے طریقہ سے پڑھے اور جب یقین نہ ہو بلکہ احتیاطاً قضاء لائے تو ہر رکعت میں فاتحہ مع سورت کے پڑھے پہلے قعدہ میں تشهد تو "عبده ورسوله" تک پڑھے درود شریف و دعا کے متعلق صریح جزئیہ فقہاء کا نہ مل سکا۔ لیکن احتیاط کی صورت میں ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت کے پڑھنے میں فقہاء نے علت یہ لکھی ہے کہ اگر اس شخص پر فرض باقی نہ ہو تو نفل ہو جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قعدہ میں درود شریف ضروری نہیں اور یہی نوافل کا حکم ہے۔

"ويقرأ في الركعات كلها الفاتحة مع السورة كذا في الظهيرية وفي الفتاوى رجل يقضى الفوائت فإنه يقضى التروان لم يستيقن أنه هل بقي عليه وترا ولم يبق فإنه يصلي ثلاث ركعات ويقنت ثم يقعد قدر التشهد ثم يصلي ركعة أخرى فإن كان وترافق أداه وإن لم يكن فقد صلى التطوع أربعا ولا يضره القنوت في التطوع"..... (الهنديّة: ۱/۱۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو کب پڑھی جائیں گی؟

مسئلہ نمبر (۱۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں یہ مسئلہ باعث نزاع بنا ہوا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو قبل طلوع الشمس پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ باقی حضرات کہتے ہیں کہ قبل طلوع الشمس نہیں پڑھ سکتے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں احناف کا کیا مذہب ہے؟ اور بعد طلوع الشمس قضاء کرنا سنت ہے یا مستحب؟ کیا قبل طلوع الشمس قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

مکمل وضاحت اور تحقیق کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر فجر کی سنت رہ جائیں تو قبل طلوع الشمس قضاء کرنا با اتفاق حنفیہ مکروہ ہے، لہذا صبح کی فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا، اور بعد طلوع الشمس حضرات طرفین کے نزدیک قضاء نہیں کریں گے، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قضاء کرنا میرے نزدیک محبوب ہے، بہر حال بعد طلوع الشمس قضاء کرنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا بھی درست نہیں ہے۔

”قال فی الدر ولا یقضیہا الا بطریق التبعیة“..... (الدر علی هامش رد: ۵۳۰/۱)

”قال ابن عابدین واما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع

لكراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال

محمد احب الی دلیل ان یقضیہا الی الزوال كما فی الدرر قبل هذا فریب

من الاتفاق لان قوله احب دلیل علی انه لو لم یفعل لالوم علیه وقالا لا یقضی

وان قضی فلا بأس به كذا الخبازیة ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف فی

انه لو قضی كان نفلا مبتدأ او سنة كذا فی العناية یعنی نفلا عندهما سنة عنده

كما ذكره فی الكافی“..... (رد المحتار: ۵۳۰/۱، البحر الرائق: ۱۳۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فی نماز کافدیہ کتنا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں اور وہ آدمی فوت ہو گیا ہو تو اس کی طرف سے فی نماز کا کتنا فدیہ ادا کیا جائے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دو ٹکوں گندم یا اس کی قیمت ایک نماز کے فدیہ میں دینا ہوگی، واضح رہے کہ اس حکم میں وتر کو الگ نماز شمار کیا جائے گا، یعنی نماز وتر کا فدیہ نماز عشاء کے فدیہ سے الگ دیا جائے گا۔

”اذمات الرجل وعلیه صلوات فائتة فاوصی بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللو تر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۵)

”ولومات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر ولصوم وانما يعطى من ثلث ماله“..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۵۳۱، ۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلوع فجر اور نماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنا درست ہے؟ اور یہ کچھ لوگ فجر کی سنتوں کو نماز فجر کے بعد قضاء کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

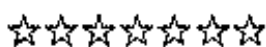
مندرجہ بالا مسئلہ میں دو سوال مذکور ہیں، پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ طلوع فجر اور نماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنا درست ہے، اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک فجر کی سنتیں اگر قضاء ہو جائیں تو ان کی قضاء نہیں ہے، نہ طلوع شمس سے پہلے نہ طلوع شمس کے بعد، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسی دن طلوع شمس کے بعد زوال تک صبح کی سنتیں قضاء کرنا مستحب ہے۔

”تسعة اوقات يكره فيها النوافل وما في معناهما لا الفرائض هكذا في النهاية والكفاية فيجوز فيها قضاء الفائتة و صلوة الجنابة وسجدة التلاوة كذا في فتاوى قاضي خان منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر كذا في النهاية والكفاية..... (فتاوى الهندية: ٥٢، ٥٣/١)

”اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى على ان ركعتي الفجر اذا فاتتا وحدهما بان جاء رجل ووجد الامام في صلاة الفجر ودخل مع الامام في صلاته ولم يشتغل بركعتي الفجر انها لا تقضى قبل طلوع الشمس واذا ارتفعت الشمس لا تقضى قياسا وهو قول ابي حنيفة و ابي يوسف رحمهما الله تعالى وتقضى استحسانا الى وقت الزوال وهو قول محمد رحمه الله تعالى واذا فاتتا مع الفرض تقضى مع الفرض الى وقت الزوال واذا زالت الشمس يقضى الفرض ولا تقضى السنة..... (المحيط البرهاني: ٢/٢٣٢)

”وقتان آخران يكره فيهما التطوع وهما بعد طلوع الفجر الى طلوع الشمس الاركعتي الفجر وما بعد صلاة العصر الى وقت غروب الشمس لا يكره فيهما الفرائض ولا صلاة الجنابة..... (المحيط البرهاني: ٢/١٠)

والله تعالى اعلم بالصواب



نماز عصر کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء عمری کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مروجہ قضاء عمری جس میں صرف چار رکعت بیعت قضاء پڑھ کر ساری زندگی کی نمازوں کی قضاء سمجھی جاتی ہے اس کی تو شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ جتنی نمازیں بھر قضاء ہوئی ہوں ان سب کو قضاء کرنا فرض ہے،

صرف چار رکعت سے فریضہ ادا نہیں ہوگا، لیکن اگر قضاء عمری کی صورت یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو اسی ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی جائز ہے، عصر کے بعد تا غروب شمس اور فجر کے بعد تا طلوع شمس صرف نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، فرض بلا کراہت پڑھے جاسکتے ہیں۔

”ولا بأس بان یصلی فی ہذین الوقتین (یعنی بعد الفجر والعصر) الفوائت ویسجد للتلاوة“..... (ہدایہ: ۱/۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نمازوں میں کیا نیت کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نمازیں کن کن اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اور اگر کئی نمازیں قضاء ہوں تو ان میں کیا نیت کرے گا؟ نیز سنتوں اور وتروں کی بھی قضاء کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں قضاء نمازوں کو تین اوقات کے علاوہ جس وقت چاہے ادا کر سکتا ہے (۱) طلوع شمس (۲) زوال شمس (۳) غروب شمس، ان تین اوقات میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر قضاء نمازیں کئی ہوں تو نیت یہ کرے، کہ ظہر پہلی وہ فرض نماز جو مجھ سے فوت ہوئی ہے اور اب تک میرے ذمے باقی ہے اس کی قضاء کر رہا ہوں، اسی طرح باقی نمازوں کی قضاء ہے، اور وتر کی قضاء بھی کرنی پڑے گی، اور سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔

”ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الاثلاثة وقت

طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلوة في هذه

الاقوات كذا في البحر الرائق:“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۱)

”ولو كانت الفوائت كثيرة فاشتغل بالقضاء يحتاج الى تعيين الظهر والعصر

ونحوهما وينوي ايضا ظهريوم كذا وعصريوم كذا كذا في فتاویٰ قاضی خان

والظهيرية وهو الاصح كذا في التبيين في مسائل شنی، فان اراد تسهيل الامر ينوي

اول الظهر عليه كذا في فتاویٰ قاضی خان والظهيرية“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۶)

”وسائر النوافل اذا فاتت عن وقتها لانقضى بالاجماع سواء فاتت مع القرض او بدون القرض هذا هو المذكور في ظاهر الرواية وفي الخلاصة الخانية“..... (فتاویٰ التتارخانية جدید: ۲/۳۰۳)

”الوتر على درجة من السنة حتى يقضى لوفات وادنى درجة من القرض حتى لا يكفر جاحده ولا آذان فيه ولا اقامة“..... (فتاویٰ التتارخانية جدید: ۲/۳۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسی ریاض احمد کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملی ہیں، والدہ مرحومہ کی جو نمازیں بیماری کے دوران قضاء ہوئیں کیا ان کا فدیہ دینا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مرحومہ نے وصیت کی ہے اور مال چھوڑا ہے تو وصیت کے مطابق اس کے ترکے میں سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو وارثوں کے ذمہ فدیہ دینا ضروری نہیں ہے اگر وہ دے دیں تو تبرع اور احسان ہوگا اور اس پر ان کو اجر بھی ملے گا۔

”اذامات الرجل وعلیه صلوات فائنة فاوصی بان تعطی كفارة صلواته يعطی لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وفي فتاویٰ الحجّة وان لم یوص لورثته وتبرع بعض الورثة یجوز“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۲۵)

”رجل مات وعلیه صلوات فاوصی ان یطعموا عنه بصلاته اتفق المشائخ علی انه یجب تنفیذہ هذه الوصیة من ثلث ماله..... والوتر كذلك والصحيح ان

هذا قول ابی حنیفة فی الوتر..... وفی فتاویٰ الحجۃ وان لم یوص الورثة

وتبرع بعض الورثة یجوز..... (فتاویٰ التاتارخانیۃ جدید: ۵۸/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خنثیٰ کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۵): کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لی بعد میں پتہ چلا کہ امام تو خنثی تھا اب یہ آدمی نماز کو لوٹائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس آدمی نے خنثیٰ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، لہذا اب اس کی قضاء کرے گا۔

”والحاصل ان کلامن الامام والمقتدی اما ذکر او انثیٰ او خنثیٰ وکل

منہا اما بالغ او غیرہ فالذکر البالغ تصح امامتہ للکل ولا یصح اقتداء ہ الامثلہ

والانثیٰ البالغۃ تصح امامتہا للانثیٰ مطلقا فقط مع الکراہۃ ویصح اقتداء

ہا بالرجل وبمثلہا وبالخنثیٰ البالغ ویکرہ لاحتمال انوثتہ والخنثیٰ البالغ تصح

امامتہ للانثیٰ مطلقا فقط لالرجل والامثلہ لاحتمال انوثتہ وذكورة

المقتدی..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فدیہ کے حکم میں وتر الگ نماز شمار ہوگی:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فدیہ پانچ فرض نمازوں کا دیا جائے

گا یا نماز وتر علیحدہ شمار کر کے چھ نمازوں کا دیا جائے گا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

پانچ فرض اور وتر کا بھی فدیہ دینا ہوگا گویا دن کی چھ نمازیں ہوں گی اور بارہ کلو گندم یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔

”اذمات الرجل وعليه صلوات فائنة فارصى بان تعطى كفارة صلوته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۵)

”ولومات وعليه صلوات فائنة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر ولصوم وانما يعطى من ثلث ماله“..... (الدر المختار على هامش الرد المختار: ۵۳۱، ۵۳۲/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بوڑھا آدمی جس کو کوئی سورت یاد نہ ہو تو قرأت کیسے کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۷): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ میں ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے، شکریہ۔

ایک بوڑھا مرد یا عورت جس نے اپنی تمام جوانی بے نمازی ہو کر گزاری اور اب بڑھاپے میں یہ احساس پیدا ہوا کہ نماز پڑھنی چاہیے، لیکن اب بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ نہایت کمزور ہو چکا ہے، اور باوجود کوشش کے نہ تو ثناء یاد ہو سکی اور نہ ہی قرآن کا کچھ حصہ (یعنی سورۃ فاتحہ اور چند دوسری سورتیں) اب ایسے بوڑھے شخص کے لیے حکم ہے؟ کیا یہ شخص اپنی نماز میں قرأت چھوڑ دے حالانکہ قرآن پڑھنا نماز میں فرض ہے، اگر قرآن پڑھنے کی بجائے کچھ اور پڑھنا ہو تو مثلاً کوئی مخصوص لفظ تو یہ لفظ قیام میں کتنی مقدار اور رکوع سجدہ اور التحیات میں کتنی مقدار میں پڑھے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر مسلمان مرد و عورت کے ذمہ نماز فرض عین ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے اور اگر غلطی سے اب تک نہیں پڑھی تو ان نمازوں کی قضاء لازم ہے، اگر زیادہ سورتیں یاد نہیں ہیں تو کم از کم سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الکوثر اور سورۃ الاخلاص یاد کر لیں اور ہر رکعت میں انہی کو پڑھ لیا کریں، اور قضاء صرف فرض اور وتر کی ہوتی ہے، اور آئندہ اہتمام سے ادا کرنے کی کوشش کریں نیز اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگتے رہیں۔

”الصلوة فريضة محكمة لا يسع تركها ويكفر جاحدا كذافي الخلاصة“

..... (فتاوى الهندية: ۱/۵۰)

”واما فرضیۃ الخمس فقوله تعالیٰ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی، وهذه الآية قاطعة علی فرضیۃ الخمس لانه تعالیٰ فرض جمعا من الصلوات“..... (الہندیۃ: ۳/۵)

”کل صلوۃ فاتت عن الوقت بعد وجوبها فیہ یلزمہ قضاءها سواء ترک عمدا او سهوا او بسبب نوم وسواء كانت الفاتت کثیرة او قليلة“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۲۱)

”من فاتتہ صلوۃ قضاها اذا ذکرها وقدمها علی فرض الوقت“..... (الہدیۃ: ۱/۱۶۱)

”وادنی ما یجزئ من القراءة فی الصلوۃ آية عندابی حنیفة وقالثلث آیات قصارواية طويلة“..... (الہدیۃ: ۱/۱۱۹)

”یجب القضاء بترکہ ناسیا او عمدا وان طالت المدة“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۱۱)

”وفی الفتاویٰ رجل یقضی الفوائت فانه یقضی الوتر وان لم یتیقن انه هل بقى علیه وترا اولم یبق فانه یصلی ثلاث رکعات ویقنت ثم یقعد قدر التشهد ثم یصلی رکعة اخرى“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جماعت کھڑی ہو تو فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فجر کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟ شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو صبح کی سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو جاوے اور اگر پہلے نہ پڑھ سکے تو پھر فرضوں کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھنی چاہئیں۔

یاد رہے اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو سنتیں مسجد سے باہر ادا کریں، اگر مسجد کے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو صفوں سے ایک طرف ہو کر ادا کریں، بشرطے کہ جماعت چھوٹ جانے کا خطرہ نہ ہو۔

”وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة اكمل والابان رجاء ادراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد واعتمده المصنف والشربنلالی تبعاً للبحر لكن ضعفه في التهر لا يتر كها بل يصلیها“..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۵۲۹)

”ومن انتهى الى الامام في صلوٰة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر ان خشي ان يفوته ركعة ويدرك الاخرى يصلی ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وان خشي فوتهما دخل مع الامام كذا في الهداية ولم يذكر في الكتاب انه ان كان يرجوا ادراك القعدة كيف يفعل فظاهر ما ذكر في الكتاب انه ان خاف ان يفوته الركعتان يدل على انه يدخل مع الامام“..... (هنديہ: ۱/۱۲۰)

”قال الشيخ الكاساني في البدائع ويكره ان يصلی شيئا منها والناس في الصلوٰة او اخذ المؤذن في الاقامة الاركعتي الفجر فانه يصلیها خارج المسجد وان فاتته ركعة من الفجر فان خاف ان يفوته الفجر تركهما“..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۹)

”وعن ابن عباس رضي الله عنه في تاويل قوله تعالى وادبار النجوم انه ركعتا الفجر وروى عن النبي ﷺ انه قال صلوهما فان فيهما الرغائب وروى عنه انه قال صلوهما ولو طردتكم الخيل“..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۶، ۶۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس کی چھ نمازیں قضاء ہو جائیں تو کیا وہ صاحب ترتیب رہے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہو گئیں اور اس نے ان کو ادا کر لیا تو کیا وہ صاحب ترتیب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کسی شخص نے فجر کی سنتیں نماز نکل جانے کا خوف سے ادا نہ کیں تو کیا ان کو طلوع شمس کے بعد ادا کرے گا یا نہیں؟ اور اگر ایسا ہے تو اس پر حدیث سے کیا دلیل ہے؟

(۳) اگر کسی شخص نے مثلاً نماز ظہر کی پہلی چار رکعات ادا نہ کیں اس وجہ سے کہ ظہر کی جماعت ہو رہی تھی تو بعد میں جب ان کو ادا کرے گا تو چار سنتیں نفلوں سے پہلے ادا کرے گا یا بعد میں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر کسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہو گئیں اور اس نے ان سب کو ادا کر لیا تو وہ صاحب ترتیب ہوگا۔
(۲) اگر کسی شخص سے فجر کی سنتیں رہ گئی ہوں تو وہ ان کو طلوع شمس کے بعد اسی دن زوال سے پہلے ادا کرے، اس کے بعد قضاء نہیں کر سکتے۔

(۳) اگر کسی شخص کی ظہر کے فرضوں سے پہلے والی چار سنتیں رہ جائیں تو ان کو اس طرح ادا کرنا بہتر ہے کہ فرضوں کے بعد پہلے ظہر کی دو سنتیں ادا کرے اور بعد میں چار سنتیں پڑھے اور نفل ان کے بعد پڑھنا چاہے تو پڑھے۔

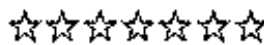
(۱) "قوله (سبب القضاء لبعضها) كما اذا ترك رجل صلاة شهر مثلا ثم قضاها الا صلاة ثم صلى الوقتية ذاكرها فانها صحيحة اه بحر و قيد بقضاء البعض لانه لو قضى الكل عادا لترتيب عند الكل كما نقله قهستاني"..... (فتاوى شامی : ۱/۵۳۰)

(۲) "عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد طلوع الشمس"..... (جامع الترمذی : ۱/۳۰، مطبوعه مكتبة رحمانية لاهور)

(۳) "لكن الخلا ثابت في تقديمها وتاخيرها كما مر ثم رجح في الكافي تقديم الاربع لانها فائنة وتلك وقتية فيقدم الفائنة على الوقتية وذكر خواهرزاده في شرح المبسوط على قول ابی حنيفة يصلى ركعتين ثم يقضى الاربع قال وهو الاصح وكذا قال الشيخ كمال الدين بن الهمام الاولي تقديم الركعتين

لان الاربع فانت عن الموضع المسنون فلا يفوت الركعتين ايضا عن موضعهما
 قصدا بالضرورة..... (منية المصلى: ۳۲۵)
 "اشتهر فيما بين المصنفين انه لا قضاء للسنن عند ابي حنيفة والحق ان للسنن
 قضاء ولكنه اخف بعد خروج الوقت كما في العناية واذافات ركعتي الفجر
 فنقول لا يقضيها بعد طلوع الشمس وهو القول القديم للشافعي واما جديده
 فهو ان يصل قبل طلوع الشمس بواحد من اذافات واحمد فموافقان لابي حنيفة
 فقال محمد بن حسن يقضيها بعد طلوع الشمس قبل الزوال وهو المختار
 فان ابا حنيفة و ابا يوسف ايضا لا يمنعان من القضاء بعد طلوع الشمس وفي
 الدر المختار قضاء الفرض فرض وقضاء الواجب واجب وقضاء السنن
 سنة..... (العرف الشدي على هامش الترمذي: ۱/۲۰۷)

والله تعالى اعلم بالصواب



کیا فجر کی سنتوں کی قضاء لازم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام و راج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ
 صبح فجر کی نماز قضاء ہو جائے تو کیا فجر کی سنتیں پڑھنا لازم ہیں یا نہیں؟ اور قضاء نماز فجر کی سنتیں فرضوں سے
 پہلے ادا کرنی ہیں یا بعد میں؟ سنتوں کی نیت کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز فجر قضاء ہو جائے تو اسی دن زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھنی ہیں، زوال کے بعد یا کسی
 اور دن فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھنا ضروری نہیں ہے، فجر کی سنتیں فرض نماز سے پہلے پڑھنا لازم ہیں۔
 نیت: دو رکعت نماز سنت قضاء نماز فجر، باقی نیت دوسری نمازوں کی طرح ہی ہے۔

"والشرع انما ورد في قضاء ركعتي الفجر عند فوتها مع الفرض قبل الزوال
 كما في غداة ليلة التعر يس ولم يرد في قضاءها اذافات وحدها ولا اذافات
 مع الفرض بعد الزوال..... (حلبی کبری: ۳۴۴)

”ولاشک ان اتمام الركعتین خفیفین مع مراعاة السنة فیہما قبل اتمام

رکعتی الفرض مع مراعات السنة“..... (حلبی کبیری: ۳۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

مسئلہ نمبر (۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب ہے اس کی مغرب اور عشاء کی نماز قضاء ہوگئی اب فجر کے وقت جب بیدار ہوا تو وقت بہت کم تھا جس میں فجر کی نماز تو ادا کی جاسکتی تھی لیکن مغرب اور عشاء کی نماز جو قضاء ہوگئی وہ ادا نہیں کی جاسکتی، ایسا شخص کیا کرے؟ پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں پہلے ادا پڑھے گا پھر جب سورج بلند ہو جائے تو دونوں نمازیں قضاء پڑھ لے، وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

”ویسقط الترتیب عند ضیق الوقت کذا فی محیط السرخسی“..... (فتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۲۲)

”ثم تفسیر ضیق الوقت ان یكون الباقی منه ما لا یسع فیہ الوقتیة والفائتة جمیعا

حتى لو كان علیہ قضاء العشاء مثلا و علم انه لو اشتغل بقضائه ثم صلی الفجر

تطلع الشمس قبل ان یقعد قدر التشهد صلی الفجر فی الوقت وقضى العشاء

بعد ارتفاع الشمس کذا فی التبیین“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نہیں ہوئے تو کیا وتروں کی قضا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے عشاء کی نماز باجماعت

پڑھ کر سنن وتر وغیرہ بھی پڑھ لیے بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے فرض نہیں ہوئے، تو اب اگر وہ قضاء کرے گا تو فرض

کے ساتھ وتر کی بھی قضا کرے گا یا صرف فرض کی قضا کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ شخص فرض اور سنتوں کی قضاء کرے گا اور وتروں کی قضاء نہیں کرے گا۔

”العشاء والوتر منه الى الصبح و لكن لا يصح ان يقدم عليها الوتر الا ناسيا
(لوجوب الترتيب) لانهما فرضان عند الامام“..... (الدر المختار على
الشامى: ۱/۲۶۶)

”قوله ولكن الخ جواب عن سوال مقدر تقديره لم لا يجوز تقديمه بعد دخول
وقته اجاب بانه انما لا يجوز للترتيب لالكون الوقت لم يدخل وهذا على قوله
وعلى قولهما لانه تبع للعشاء والترالخلافا يظهر فيما لو قدم عليها ناسيا
او تذكر انه صلاها فقط على غير وضوء لا يعيده عنده وعندهما يعيد
نهر“..... (فتاوى شامى: ۱/۲۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فجر کی جماعت کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر فجر میں ایک آدمی نماز باجماعت میں شریک
ہونا چاہتا ہے لیکن جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو امام دوسری رکعت میں ہے تو آیا سنتیں پڑھنی چاہئیں؟ یا بغیر سنتیں
ادا کیے جماعت میں شریک ہو جائے؟ اور اگر معلوم نہ ہو کہ امام پہلی رکعت میں ہے یا دوسری رکعت میں
تو کیا کرنا چاہئے؟

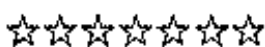
الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر ایک آدمی اس وقت میں مسجد آیا کہ امام فجر کی دوسری رکعت میں تھا تو اب اگر اسے
یقین ہے کہ میں سنتیں ادا کر کے امام کے ساتھ تشہد میں شامل ہو جاؤں گا تو وہ پہلے فجر کی سنتیں پڑھ لے بعد میں امام
کے ساتھ شریک ہو جائے وگرنہ نہیں، اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ امام کونسی رکعت میں ہے تو وہ نماز میں شریک ہو جائے
اور سنتیں ادا نہ کرے۔

”یکرہ تطوع عند اقامۃ صلاۃ مکتوبہ) ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقيمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ (الاسنۃ فجرا ان لم يخف فوت جماعتها) ولو بادراك تشهدا فان خاف تركها اصلا“..... (در مختار علی هامش رد المحتار: ۱/۲۷۸)

”ومن انتهى الى الامام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر ان خشي ان يفوته ركعة ويدرك الاخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وان خشي فوتهما دخل مع الامام كذا في الهداية ولم يذكر في الكتاب انه ان كان يروجوا ادراك القعدة كيف يفصل فظاهر ما ذكر في الكتاب انه ان خاف ان تفوته الركعتان يدل على انه يدخل مع الامام وحكى عن الفقيه ابي جعفر رحمة الله تعالى انه قال على قول ابي حنيفة و ابي يوسف رحمهما الله تعالى يصلي ركعتي الفجر لان ادراك التشهد عندهما كادراك الركعة كذا في كفاية..... ولو ادرك الامام في الركوع ولم يدوانه في الركوع الاول او الثاني يترك السنة ويتابع الامام كذا في الخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



کیا قضاء نمازیں توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتی ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں تو کتنی عمر تک قضاء نمازیں معاف ہیں، اگر معاف نہیں تو قضاء نمازوں کا کیا کیا جائے توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ بلکہ فدیہ سے تلافی ہوگی، برائے مہربانی دلائل سے بات واضح فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں سائل کی نمازیں جو بالغ ہونے سے اب تک قضاء ہوئی ہیں ان تمام کی قضاء فرض ہے توبہ سے شرعاً نمازیں معاف نہیں ہوتیں اور قضاء کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود فدیہ دینا بھی جائز نہیں بلکہ صرف اور صرف ان کی قضاء ضروری ہے۔

”کل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضاءها سواء ترك عمدا
اوسهوا او بسبب نوم سواء كانت الفوائت كثيرة او قليلة فلا قضاء على
مجنون حالة جنونه لمافاته في عقله كما لا قضاء عليه في حالة عقله اه
.....وزادت الفوائت على يوم وليلة ومن حكمه ان الفائتة تقضى على الصفة
التي فاتت عنه الالعذر وضرورة“.....(فتاوى الهندية: ۱/۱۲۱)

”اذا مات الرجل وعليه صلوة فاتتة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى
لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من
ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين
ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم ولم حتى يتم لكل صلاة
ما ذكرنا“.....(فتاوى الهندية: ۱/۱۲۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضاء نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۱۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب ترتیب آدمی سے اگر کوئی
نماز قضاء ہو جائے اور وہ بھول جائے پھر نماز مغرب کے وقت یاد آجائے اور جماعت کھڑی ہونے لگے تو کیا پہلے قضاء
نماز پڑھیں گے یا مغرب کی نماز پہلے پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں صاحب ترتیب آدمی پہلے اپنی قضاء نماز پڑھے گا پھر اس کے بعد وقتی نماز پڑھے گا۔

”ویراعی الترتیب وان كان لا یؤدی الوقتیة علی وجه الافضل كما لو ضاق
الوقت بحيث لا یمکنه ان یصلی الوقتیة الامع تخفیفها وقصر القراءۃ
والافعال فیها فانه لا بد من الترتیب والاختصار علی اقل ما تجوز به الصلاة
کذا فی التمرتاشی ثم ضیق الوقت یعتبر عند الشروع حتی لو شرع فی الوقتیة
مع تذكّر الفائتة واطال القراءۃ حتی ضاق الوقت لانجوز صلاته الا ان یقطعها

وشرع فیہا ولو شرع ناسیا والمسئلة بحالہائم تذکر ہا عند ضیق الوقت
 جازت صلاتہ ولا یلزمہ القطع کذا فی التبین“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۲)
 ”ولا ینظر حکم الترتیب عند النسیان مادام ناسیا واذ اذکر یلزمہ ہکذا فی
 التتارخانیۃ ناقلا عن الخلاصۃ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبوق تشہد پورا پڑھے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومقتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق اگر تشہد
 میں آکر شریک ہو اس کے شریک ہوتے ہی امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے تو اب آپ سے
 یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ مقتدی مسبوق کو تشہد پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مقتدی مسبوق کو چاہیے کہ وہ اپنا تشہد پورا کر لے اور اگر اس نے تشہد کو پورا نہ کیا اور کھڑا
 ہو گیا تو بھی جائز ہے۔

”قولہ فانہ لا یتابعہ الخ ای ولو خاف ان تفوتہ الركعة الثالثة مع الامام
 كما صرح به فی الظہیریۃ وشمل باطلاقہ ما لو اقتدی بہ فی الثناء التشہد الاول
 او الاخیر فحین قعد قام امامہ او سلم ومقتضاه انہ یتم التشہد ثم یقوم ولم ارہ
 صریحا ثم رأیتہ فی الذخیرۃ ناقلا عن ابی الیث المختار عندی انہ یتم
 التشہد وان لم یفعل اجزأہ او ولله الحمد“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۶۶)
 ”اذا ادرك الامام فی التشہد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی او سلم الامام
 فی آخر الصلاة قبل ان یتم المقتدی التشہد فالمختار ان یتم التشہد کذا فی
 الغیائیۃ وان لم یتم اجزأہ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الحادی عشر فی سجدة السهو﴾

ایک نماز میں کئی بار بھولا تو ایک سجدہ سہو کافی ہے:

مسئلہ نمبر (۱۷۷): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسجد فرض نماز کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے اور تیسری رکعت میں پھر بیٹھ جائے تو اس صورت میں کیا ایک ہی سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی، جب کہ وہ تیسری رکعت کے بعد پھر کھڑا ہو جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں ایک ہی بار سجدہ سہو لازم آئے گا۔

”ولو سها فی صلاتہ مرارا یکفیه سجدتان کذا فی الخلاصۃ“..... (الہندیۃ:

۱۳۰/۱)

”قولہ وان تکرر) حتی لو ترک جمیع واجبات الصلوٰۃ سہوا لایلزموہ

الا سجدتان بحر“..... (رد المحتار: ۱/۵۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ضم کرنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں آخری

دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں سہو سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی ایک سورت پڑھ لی گئی سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟ ازراہ کرام

قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ واضح جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

”ولو قرأ فی الاخرین الفاتحة والسورة لایلزموہ السهو وهو الاصح“.....

(الہندیۃ: ۱/۱۲۶)

”واذا قرأ فی الاخرین من الظهر او العصر الفاتحة والسورة ساهيا وفي ”الحجة
 “او قرأ السورة دون الفاتحة فلا سهو عليه وهو المختار وفي ”النصاب“ وعلیه
 الفتوی“..... (فتاوی التتارخانیة: ۳/۳۹۲)

”واذا قرأ..... الی قوله ساهيا فلا سهو علیه هو المختار فان محمداً یقول
 فی ”الکتاب“ ان شاء قرأ فی الاخرین وان شاء سکت ذکر القراءة مطلقاً“.....
 (المحیط البرهانی: ۲/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت کے بعد تین تسبیحات کی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز میں تیسری رکعت میں بیٹھ جائیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے
 کھڑے ہو جائیں بعض دفعہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے کم لیکن آخر میں سجدہ
 سہو نہیں کرتے اور یہ عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے آیا کہ ہماری نماز ہوئی ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی تیسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھتے ہیں اور وہ رکوع میں چلے
 جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع
 میں چلے جاتے ہیں جبکہ دعا واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیے اور آخر میں سجدہ
 سہو بھی نہیں کرتے آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر امام ایک رکن یعنی اتنی مقدار بیٹھ جائے کہ اتنی مقدار میں تین مرتبہ ”سبحان ربی
 العظیم“ پڑھا جا سکتا ہے تو اتنی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اس سے کم کی صورت میں واجب نہیں ہوتا
 اور سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ سہو نہ کرنے سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

”وقدر الکثیر ما یؤدی فیہ رکن (ای بسنة کما فیہ فی المنیة قال شارحہا ابن

امیر الحاج ای بمالہ من السنة ای بما هو مشروع فیہ من الکمال السنی

كالتسيحات في الركوع والسجود مثلاً وهو تقييد غريب ووجهه قريب

الخ..... (منحة الخالق على البحر: ۱/۳۷۳)

(۲) صورت مرقومہ میں مفتی بہ قول کے مطابق سجدہ سہو واجب ہے، لہذا سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔

”بخلاف ما لو تذكر القنوت في الركوع فانه لا يعود ولا يقنت فيه لفوات محله

ولو عاد وقت لم يرتفع ركوعه لان القنوت لا يقع فرضاً فلا يرتفع به الفرض

ويسجد للسهو على كل حال لترك الواجب او تأخيره“..... (حاشية

الطحطاوى: ۳۶۱)

”لها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمدة والسهوان لم يسجد له وان

لم يعد لها يكون فاسقاً وانما“..... (الدرع الرد: ۱/۳۳۶، ۳۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سہو تین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے تین سجدے بھولنے سے

کر لیے تو کیا سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر کسی نے تین سجدے بھولے سے کر لیے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

”قوله وترك تكرير ركوع الخ) بالرفع عطف على اتيان لأن في زيادة ركوع

ومسجد تغيير مشروع لان الواجب في ركعة ركوع واحد وسجدتان فقط

فاذا زاد على ذلك فقد ترك الواجب ويلزم منه ترك واجب

آخر وهو ما راعى اتيان الفرض في محله لان تكرير الركوع فيه

تأخير السجود عن محله وتثليث السجود فيه تأخير القيام او القعدة

الخ..... (رد المحتار: ۱/۳۳۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے تکرار کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورت فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد میں امام صاحب نے تراویح میں سجدہ تلاوت سے کھڑے ہونے کے بعد دوبارہ بھول کر سورت فاتحہ پڑھ دی اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ ازراہ مہربانی قرآن و سنت کے دلائل واضحہ کے ساتھ کافی و شافی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے اگر سورت فاتحہ مکمل یا اکثر حصہ دوبارہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا، کیونکہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے اور فاتحہ کے تکرار سے تاخیر واجب پایا گیا، لہذا سجدہ سہو ہوگا، البتہ اگر فاتحہ کے بعد سورت ملالی اور پھر سورت فاتحہ کا اعادہ یا تکرار کیا تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا نہ کورہ امام نے چونکہ تلاوت کے بعد تکرار فاتحہ کیا، لہذا سجدہ سہو کے بغیر بھی نماز درست ہوگئی جیسا کہ بحر میں ہے:

”ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود لثأخير السورة كذا في الذخيرة وغيرها و ذكر قاضي خان و جماعة انها ان قرأها مرتين على الولى و جب السجود وان فصل بينهما بالسورة لا يجب..... و قراءة اكثر الفاتحة ثم اعادتها كقرائتها مرتين كما في الظهيرية“..... (البحر الرائق: ۲/ ۱۶۷، ۱۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار رکعات والی نماز میں تہدہ اولیٰ میں بیٹھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۲): مندرجہ ذیل مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلاً جواب باوضاحت تحریر کر دیجئے، واقعہ کچھ یوں ہے کہ امام صاحب چار رکعات نماز باجماعت فرض ادا کر رہے تھے، دو رکعت نماز مکمل کرنے کے بعد جب مقتدی تشہد پڑھنے بیٹھنے لگے تو امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اسی لمحے پیچھے کھڑے نمازی نے ”سبحان اللہ“ کہا امام صاحب جو کھڑے تھے وہ دوبارہ بیٹھ گئے تشہد مکمل کر کے تیسری اور چوتھی رکعت مکمل کی پھر سجدہ سہو ادا کر کے نماز مکمل کی سوال یہ ہے کہ

- ۱۔ کیا اس صورت حال میں نماز ہوگی؟
 - ۲۔ جب امام صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا انہوں نے جواب دیا کیونکہ میں نے ابھی تیسری رکعت شروع نہیں کی تھی اس لیے تشہد کے لیے دوبارہ بیٹھا۔
 - ۳۔ کیا امام کھڑا ہونے کے بعد دوبارہ بیٹھ سکتا ہے؟ اگر بیٹھ سکتا ہے تو کب اور کس حالت میں بیٹھ سکتا ہے؟
 - ۴۔ کیا فرض اور دوسری نمازوں کے لیے ایک ہی اصول ہے یا کوئی فرق ہے؟
- برائے مہربانی سوالات کا جواب مکمل تفصیل و حوالہ جات کے ساتھ دیکر شکر یہ کاموقع دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- ۱۔ مفتی بہ قول کے مطابق نماز ہوگئی۔
- ۲۔ فرضوں کی دوسری رکعت میں امام صاحب بغیر بیٹھے کھڑے ہو جائیں تو اگر مکمل کھڑے ہو جائیں تو پھر بیٹھنا نہیں چاہیے، اگر مکمل کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ قعود کے قریب ہیں تو پھر بیٹھ جانا چاہیے۔
- ۳۔ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ میں واپس بیٹھنا نہیں چاہیے اور اگر پورے کھڑے نہ ہوں بلکہ قعود کے قریب ہوں تو واپس چلے جائیں اس کے علاوہ فرضوں اور سنتوں اور ترووں میں قعدہ اخیرہ میں اور نفلوں کی ہر قعدہ میں کھڑے ہونے کے بعد واپس لوٹ سکتے ہیں، بلکہ لوٹنا ہوتا ہے۔

”وفی الدر المختار سها عن القعود الأول من الفرض) ولو عمليا أما النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكره عادليه وتشهد ولا سهو عليه في الأصح مالم يستقم قائما في ظاهر المنهوب وهو الأصح فتح وإلا أي وإن استقام قائما لا يعود لاستغاله بفرض القيام وسجد للسهو لترك الواجب فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلواته لرفض الفرض لماليس بفرض وصحة الزيلعي وقيل لا تفسد لكنه يكون مسينا ويسجد لتأخير الواجب وهو الأشبه كما حققه الكمال وقوله هو الحق بحر وفي الشامية كأن وجهه مامر عن الفتح أو مافى المبتغى من أن القول بالفساد غلط لأنه ليس بترك بل هو تأخير الخ“..... (الدر مع الرد: ۱/ ۵۵۰)

والله تعالى أعلم بالصواب

تراویح میں آخری قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے امام کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں امام صاحب آخری قعدہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور ساتھ بعض مقتدی بھی کھڑے ہو گئے پھر مقتدیوں میں سے کسی نے امام صاحب کو قعدہ دیا تو امام صاحب قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو آیا امام پر سجدہ سہو واجب ہو یا نہیں اگر سجدہ سہو واجب تھا اور نہ کیا تو کیا وہ تلاوت جو ان دور کعتوں میں کی ہے سنت پورا کرنے کے لیے وہ تلاوت دہرائے گا یا نہیں اور کیا دو رکعات واجب الاعادہ ہونگی یا نہیں؟ او ضحو ابالدلائل.

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب پر سجدہ سہو واجب تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا، لہذا ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی اور اس میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔

”وعن ابی بکر الأسکاف انه سئل عن رجل قام الى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية قال ان تذكر في القيام ينفي ان يعود ويقعدو يسلم وان تذكر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف اليها ركعة اخرى كانت هذه الاربعة عن تسليمه واحدة“..... (الهنديّة: ۱/۱۱۸، التارخانيّة: ۱/۴۸۳)

”قولہ (وكل نفل صلاة) الاولى ان يقول وكل شفع الخ، واطلق في النفل فعم المؤكدة وغيرها، قوله (وقعدوا فرض) اي قعدوا الصلاة التي على حدة فرض، فيكون رفض الفرض لمكان فرض فيجوز ما لم يسجد للثالثة كذا في الشرح وفيه انه انما يكون فرضا اذا قعدته اما اذا تركه وبنى عليه شفعاً كان واجبا حتى لا تكون الصلاة فاسدة والحاصل ان القعد غير الاخير محتمل لكونه فرضا ان فعله وواجبا ان تركه فلكل من القولين وجه فتأمل اه“..... (الطحطاوي: ۲۶۶)

”واذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه ويعيد القراءة ليحصل له الختم في الصلاة الجائزة وقال بعضهم يعتد بها كذا في الجوهرة النبيرة اه“..... (الهنديّة: ۱/۱۱۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

مقتدی مسبوق یا منفرد اگر سہواً دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی ایک رکعت رہتی ہے اور وہ امام صاحب کے ساتھ یا منفرداً دونوں طرف بھول کر سلام پھیر لیتا ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک رکعت ویسے ہی پوری کر کے سجدہ سہو کرے گا یا نماز کا اعادہ کریگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر امام کے سلام کہتے ہی امام کے ساتھ ساتھ مقتدی نے بھی سلام کہہ دیا تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور ایسا عموماً نہیں ہوتا، لیکن اگر امام کے کہنے کے بعد تاخیر سے سلام کہا، تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اور اگر منفرد ہے اور اس نے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا اور اس کے بعد اس سے کوئی ایسا عمل صادر نہیں ہوا جو مفسد صلاۃ ہے تو اس کی نماز سجدہ سہواً کرنے کے بعد درست ہو جائے گی اور اگر ایسا عمل صادر ہوا جو مفسد صلاۃ ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

”قولہ (ولو سلم ساهياً) قیدہ بہ لانہ لو سلم مع الامام علی ظن ان علیہ السلام معہ فهو سلام عمد ففسد كما في البحر عن الظهيرية. (قوله لزمه السهو) لانہ منفرد فی هذه الحالة (قوله والا لا) ای وان سلم معہ او قبلہ لا يلزمه لانہ مقتدی ہاتین الحالتین ح..... وفي شرح المنية عن المحيط ان سلم في الاولى مقدار السلامه فلا سهو عليه لانہ مقتدبه وبعده يلزمه لانہ منفردا ثم قال فعلى هذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادر الوقوع الخ قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الغلب عدم المعية وهذا ما يغفل عنه كثير من الناس فليتبته له“..... (رد المحتار: ۱/۳۴۳)

”وان سلم على رأس الركعتين في الظهر على ظن انه اتمها ثم تذكر انه انما صلى ركعتين فقط يتمها ويسجد للسهو لانہ سلم على ظن اتمام الاربع فيكون سلامه سهواً وان سلم على رأس الركعتين على ظن انها اي صلاته جمعة او فجر استأنف صلاته لانہ سلم عالماً بانہ صلى ركعتين فوقع سلامه عمد فيكون قاطعاً فلا يبنى“..... (حلی کبری: ۳۹۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

مسبوق کے لیے ایک نماز میں دو مرتبہ سجدہ سہو کرنے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ فرض نماز ظہر کی آخری دو رکعتوں میں شریک ہو گیا، لیکن امام سے نماز میں سہو ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا، اس شخص سے بقیہ دو رکعت ادا کرتے وقت بھی سہو ہو گیا تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ شخص دوبارہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اس شخص پر سجدہ سہو لازم آئے گا، کیونکہ وہ بعد میں منفرد ہے۔

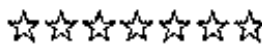
”قولہ (ولو سہا فیہ) ای فیما یقضیہ بعد فراغ الامام یسجد ثانیاً لانه منفرد فیہ،

والمنفرد یسجد لسہوہ وان کان لم یسجد مع الامام لسہوہ

ثم سہا هو ایضا کفتمہ سجدة ثان عن السہوین لأن السجود لا یتکرر وتمامہ فی

شرح المنیۃ کذا فی حاشیۃ ابن عابدین“..... (رد المحتار ۲/۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



درویشرف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا:

مسئلہ نمبر (۱۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں سے دوسری رکعت کے قعدہ میں درویشرف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا؟ از روئے شریعت مسئلہ کی وضاحت دلائل قاطعہ کے ساتھ مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں:

(۱) ”اللہم صل علی محمد“ تک پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) ”وعلی آل محمد“ تک پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۳) ایک رکن کی مقدار تاخیر ہونے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۴) ایک حرف بھی زائد پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

علامہ حلّی نے شرح منیہ میں فرمایا ہے کہ ”وعلی آل محمد“ والی دوسری روایت جس کو قاضی امام نے ذکر کیا ہے اس پر اکثر فقہاء کرام کا عمل ہے اور یہی روایت اصح ہے اور علامہ خیر الدین رحّی نے بھی اسی کو ترجیح دینے کو مناسب قرار دیا ہے۔

”فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادة او ساھیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال
اللھم صل علی محمد فقط علی المذھب المفتی بہ او قال ابن عابدین قیل
لا یجب ما لم یقل وعلی آل محمد ذکرہ القاضی الامام وقیل ما
لم یؤخر مقدار اداء رکن وقیل یجب ولو زاد حرفا واحدا ورد الكل
فی البحر و ذکر ان ما ذکرہ المصنف هنا هو المختار کما فی الخلاصة واختاره
فی الخانیة او وصرح الزیلعی فی السہویانہ الاصح. وکلام الحلّی فی شرح
المنیة الکبیر یقتضی ترجیحہ ایضا لکن ذکر فی شرحہ الصغیر ان ما ذکرہ
القاضی الامام هو الذی علیہ الاکثر وهو الاصح قال الخیر الرملی فقد اختلف
التصحیح کما تری ویبغی ترجیح ما ذکرہ القاضی الامام“.....
(رد المحتار: ۱/۳۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو سجدہ سہولاً لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد سورت ملاتا ہے، لیکن آدھی ہوتی ہے اور یہ سوچتا ہے کہ رکوع میں جا کر بقیہ سورت رکوع میں پوری کرتا ہوں پھر اسے خیال آتا ہے کہ قرأت تو صرف کھڑے ہو کر ہی کرنی تھی، تو اب مسئلہ یہ ہے کہ رکوع میں کی جانے والی قرأت سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز ہو جائے گی لیکن سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔

”و کذا لو قرأ آية فی الركوع او السجود او القومة فعليه السهو كما فی الظہیریة

وغيرها وعلله في المحيط بتأخير ركن او واجب الخ..... (البحر الرائق: ٢/٤٤٢)

”وفي غريب الرواية: اذا قرأ قاعدا يعنى في حالة التشهد فعليه السهولان الموضوع ليس بموضع القراءة وكذلك لو قرأ آية في ركوعه او سجوده الخ..... (المحيط البرهاني: ٢/٣١٣)

”ولو قرأ آية في الركوع او السجود او القومة فعليه السهو“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ٣٦١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے بعد ضم سورت بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد رکوع میں چلا جاتا ہے رکوع میں خیال آتا ہے کہ کوئی اور سورت نہیں پڑھی تو پھر اب کیا کرے واپس چلا جائے یا رکوع میں ہی سورت پڑھے یا دوبارہ سے پڑھے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ شخص قیام کی طرف واپس لوٹے، سورت پڑھے اور رکوع کا اعادہ کرے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

”ولو ترك السورة فذكرها في الركوع او بعد الرفع منه قبل السجود فانه يعود ويقرأ السورة وبعيد الركوع وعليه السهولانه بقراءة السورة وقعت فرض فيرتفض الركوع حتى لو لم يعده فسدت صلواته“..... (رد المحتار: ١/٥٢٤)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسیبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ تیسری رکعت میں شریک ہوا لیکن امام کے سلام پھیرتے وقت اس شخص نے بھی سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس شخص نے بالکل امام کے ساتھ ساتھ یعنی متصل سلام پھیرا تو سجدہ سہولاً لازم نہ ہوگا اور اگر معمولی سی بھی تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہولاً لازم آئے گا، اور عموماً تاخیر ہو جاتی ہے، چنانچہ احتیاطاً سجدہ سہو کر لینا چاہیے۔

”قولہ (والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود لانه لا يتابعه في السلام معه ويسجد معه ويتشهد، فاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامداً فسدت والا ولا يسجد عليه ان سلم سهواً قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداً حينئذ“..... (رد المحتار: ۱/۵۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو واجب ہو اور ادا نہ کیا جائے تو نماز واجب الاعداد ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام چوتھی رکعت پڑھ کر پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا پھر اس کو یاد آیا تو وہ بیٹھ گیا لیکن اس کے ذمہ سجدہ سہولاً لازم ہو گیا تھا پھر بھی اس نے سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ واجب الاعداد ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی واضح فرمیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز واجب الاعداد ہے، کیونکہ اگر سجدہ سہولاً لازم ہو اور ادا نہ کرے تو اس سے نماز واجب الاعداد ہوگی، چنانچہ اگر نماز کا اعداد نہیں کرتا تو ایسا شخص فاسق اور گنہگار ہوگا۔

”لها واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوباً في العمود والسهوان لم يسجد له..... قولہ (ان لم يسجد له) ای لسهو“..... (الدرمغ الرد: ۱/۳۳۶)

”وان لم يعدها يكون فاسقاً اثماً“..... (الدرع على الرد: ۱/۳۳۷)

”وان سلم بنية القطع من وجب عليه السهو فهو في الصلاة ان سجد للسهو والا عندهما هو الاصح“..... (الهنديّة: ۱/۱۲۹)

”قال في الخلاصة وان سلم وهو لا يريد ان يسجد لسهو لم يكن تسليمه

ذلک قطعاً حتی لو بدأ له ان یسجد وهو فی مجلسه ذلک قبل ان یقوم وقبل ان یتکلم فانہ یسجد سجدة السهو فان تکلم او خرج من المسجد لانتأی بهما..... (خلاصة الفتاوی: ۱/ ۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقدہ اولیٰ میں بھول کر درود شریف پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر آدمی چار رکعت نماز سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہو لیکن دوسری رکعت میں التیحات کے بعد بھول کر درود شریف پڑھ چکا تو اس وقت اٹھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اگر ٹھیک ہے تو چوتھی رکعت میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر درود شریف پڑھ چکا ہو تب بھی وہ تیسری رکعت کے لیے اٹھے گا اور چوتھی رکعت میں سجدہ سہو کرے گا بلکہ درود شریف اگر مکمل نہ بھی پڑھا ہو اور صرف علی آل محمد تک پڑھا ہو پھر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔

”وقدمنا عن القاضی الامام انه یجب ما لم یقل وعلی ال محمد فی شرح المنیة الصغیر انه قول الاکثر وهو الاصح قال الخیر الرملی فقد اختلف التصحیح کما تری وینبغی ترجیح ما قاله القاضی الامام“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسیبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے تو سجدہ سہو ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسیبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے مگر کسی سے کلام یا کوئی عمل کثیر کرنے سے پہلے اسے فوراً یاد آ جائے کہ نماز کی ایک رکعت یا دو رکعتیں رہتی ہیں تو کیا نماز دوبارہ شروع کرے یا اسی پر بنا کر کے بقیہ نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرے؟

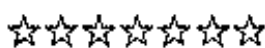
الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کی نماز سجدہ سہو کرنے سے درست ہو جائے گی اعادہ ضروری نہیں بشرطیکہ سلام بھول کر پھیرے اور کوئی ایسا عمل نہ پایا جائے جو مقصد صلاۃ ہو، البتہ اگر امام کے ساتھ قصد اسلام پھیرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس کو لوٹانا ضروری ہے اور نہ لوٹانے کی صورت میں مذکورہ شخص فاسق اور گنہگار ہوگا۔

”فی الہندیۃ ولو سلم المسبوق مع الامام بنظر ان كان ذاكر الماعليه من القضاء فسدت صلاته وان كان ساهيا الماعليه من القضاء لانفسد صلاته لانه سلام الساهي فلا يخرجہ عن حرمة الصلاة كذا في شرح الطحاوی وفيه: ولو سلم على رأس الركعتين على ظن انهار اربعة فانه يمضي على صلاته ويسجد للسهو كذا في فتاوی قاضیخان“..... (الہندیۃ: ۱/۹۸)

”وان لم يعدها يكون فاسقا آتما“..... (الدر علی الرد: ۱/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



مسبوق پر امام کا سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ سجدہ سہو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا؟ ازراہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر مسبوق پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو سجدہ سہو ضرور کرے گا کیونکہ اب یہ منفرد کے حکم میں ہے۔ اور اگر سجدہ سہو واجب ہو اور نہ کرے تو نماز واجب الاعادہ ہے، چنانچہ اگر نماز کا اعادہ نہیں کیا تو فاسق اور گنہگار ہوگا۔

”وسیاتی ان المسبوق يتابع امامه في سجود السهو، ثم اذا قام الى القضاء وسها فانه يسجد ثانيا فقد تكرر سجود السهو، واجاب عنه في البدائع بان

التکرار فی صلاة واحدة غیر مشروع و هما صلاتان حکما وان كانت التحریمة
 واحدة لان المسبوق فیما یقضى کالمفرد الخ..... (البحر الرائق: ۲/۱۷۵)
 ”والمسبوق یسجد لسهوه فیما یقضى“..... (الہندیۃ: ۱/۱۲۹)
 ”المسبوق اذا لم يتابع الامام فی سجود السهو وسها فیما یقضى کفاه
 سجدتان..... ولو تابع الامام فی سجود السهو وسها فیما یقضى کفاه
 یسجد لسهوه“..... (قاضیخان: ۱/۱۲۲)
 ”وان لم یعدھا یكون فاسقا آثما“..... (الدر علی الرد: ۱/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



قصدا نماز میں واجب چھوڑنے سے نماز واجب الاعادہ ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نماز کے اندر کوئی عہد واجب کو چھوڑ دے تو آیا اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی تو کیا آخر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ سجدہ سہو کسی واجب کو سہوا چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے
 قصدا چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہذا اس صورت میں سجدہ سہو کرنے
 سے نماز درست نہ ہوگی بلکہ اس نماز کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) واجب ہے اگر اس نماز کا اعادہ نہ کیا تو فاسق
 اور گنہگار ہوگا۔

” (ولھا واجبات) لاتفسد بترکھا وتعاد وجوبھا فی العمد والسہوان لم یسجد لہ

وان لم یعدھا یكون فاسقا واثما“..... (الدر علی الرد: ۱/۳۳۷، ۳۳۷)

”وظاہر کلام الجم الغفیر انه لا یجب السجود فی العمد وانما تجب الاعادہ

اذا ترک واجبا عمدا جبر النقصانہ. و ذکر الولوجی فی فتاواہ ان الواجب

اذا ترک عمدا لا ینجبر بسجدتی السہو لانہما عرفتا جبرتین بالشرع والشرع

ورد حالة السهو وجعلها مثلاً، لهذا الفاتحة لافوقه لان الشيء لا يجبر بما فوقه
والنقصان المتمكن بترك الواجب عامداً فوق النقصان المتمكن بتركه
سأهيا وهذا الجاهر اذا كان مثلاً للفاتحة سهواً كان ادون من الفاتحة عمداً
والشيء لا يجبر بما هو ادونه و حاصله ان الملائمة بين السبب والمسبب شرط
والعمد جنابة محضة والسجدة عبادة فلا تصلح سبباً لها الخ.....
(البحر الرائق: ۲/۱۶۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں سورت فاتحہ اور دوسری سورت میں سے کوئی ایک یادوںوں چھوڑنا:

مسئلہ نمبر (۱۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یا سورت کی
جگہ دعائے قنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر دعائے قنوت سورت فاتحہ سے قبل پڑھی ہے تو اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت
نہیں بغیر سجدہ سہو کے نماز درست ہوگی اور سورت فاتحہ یا سورت میں سے ایک کو بالکل پڑھا ہی نہیں تو ترک واجب کی
وجہ سے سجدہ سہو کرنا ہوگا اور اگر دونوں کو ترک کر دیا اور رکوع میں چلا گیا یا ان کی جگہ صرف دعا پڑھ کر رکوع
میں چلا گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھے کیونکہ مطلق قرأت فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی
ہے۔

”وان افتتح الصلاة فقرأ التشهد في قيامه قبل ان يشرع في قراءة الفاتحة عامداً

او ساهياً لاسهو عليه اه.....“ (قاضی خان ہامش علی الہندیہ: ۱/۱۲۲)

”وفي الہندیہ (منہا) قراءة الفاتحة والسورة اذا ترك الفاتحة في الاوليين

او احدهما يلزمه السهو وفيه ايضاً، ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة

يجب عليه سجود السهو اه.....“ (الہندیہ: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام پانچویں رکعت کا رکوع کرنے سے قبل بیٹھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت کی نماز میں امام پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا، لیکن پھر یاد آنے پر دوبارہ بیٹھ گیا اس کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ ازراہ کرم قرآن و سنت کی واضح دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔
 ”وان سها عن القعدة الاخيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة ما لم يسجد لان فيه اصلاح صلاحته.... والغى الخامسة لانه رجع الى شئ محله قبلها فيرتفع وسجد للسهو“..... (هدايہ: ۱/۱۶۶)
 ”ولو قام في الصلاة الرباعية الى الركعة الخامسة او قعد بعد رفع رأسه من السجود في الركعة الثالثة او قام الى الرابعة في المغرب او الثالثة.... يجب عليه سجود السهو“..... (حلی کبیری: ۳۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں سورتوں کو بغیر ترتیب کے پڑھنے سے سہو واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۱۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورتیں کس ترتیب کے ساتھ پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جو ترتیب قرآن مجید میں سورتوں کی ہے نماز میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا واجب ہے البتہ یہ واجبات نظم القرآن میں سے ہے، لہذا تقدیم و تاخیر پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

”وفي التجنيس لو قرأ سورة ثم قرأ في الثانية سورة قبلها ساهايا لا يجب عليه السجود لان مراعاة ترتيب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلاة فتر كها لا يوجب سجود السهو“..... (البحر الرائق: ۲/۱۶۷)

” قال فی الدر: وان یقرأ منکوساً الا اذا ختم فیکراً من البقرة. (قوله وان یقرأ منکوساً) بان یقرأ فی الثانية سورة اعلى مماقرأ فی الاولى لان ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة“..... (الدر مع الرد: ۱/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد منفرد کی طرح ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ پہلی رکعت پڑھنے لگا کہ ایسا عمل ہو گیا کہ جس سے سجدہ سہواً آتا ہے کیا یہ سجدہ سہو کرے گا یا اس کی یہ رکعت بھی امام صاحب کے ساتھ شمار ہوگی جس کی وجہ سے سجدہ سہو نہیں ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مسبوق مقتدی نے امام کے سلام کے بعد پڑھی جانے والی رکعت کے اندر ایسا عمل کیا جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو مقتدی کو سجدہ سہو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ منفرد کی طرح ہے۔

”واما المسبوق اذا سہا فیمایقضى وجب علیہ السہولانہ فیما یقضى منزلة المتفرد الا تری انه یفترض علیہ القراءة“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۲۰)

”والمسبوق فی الحکم کانه منفرد لہذا کان علیہ القراءة فیما یقضى ولو سہا فیمایقضى کان علیہ السہو“..... (المحیط: ۳/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیا بعد میں پتہ چلا کہ میری ایک رکعت رہتی ہے کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہو گیا یا اس کو یاد آتے ہی باقی نماز ادا کرے گا؟ رکعت پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسبوق نے اگر سلام پھیرنے کے بعد عمل کثیر کر لیا تو نماز سے خارج ہو گیا اگر عمل کثیر نہیں کیا تو نماز سے خارج نہیں ہوا رکعت یاد آنے کی صورت میں ادا کرے گا، اور رکعت پڑھنے کی صورت میں اگر اس نے سلام امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ہی پھیرا تھا تو مسبوق پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اکثر و بیشتر مقتدی امام کے بعد سلام پھیرتا ہے چنانچہ احتیاطاً سجدہ سہو کر لینا چاہیے۔

”المسبوق اذا سلم مع الامام ساهيا ومسح يديه على وجهه بعد السلام كما يفعل ذلك في العادة ثم تذكر ليس له ان يبنى لان مسح اليدين على الوجه عمل كثير من رآه بظنه خارج الصلاة وهذا هو حد العمل الكثير فيصير خارجا من الصلاة“..... (المحيط: ۱۱۲/۳)

”ولا يسلم اذا سلم الامام لان السلام للخروج عن الصلاة وقد بقي عليه او كان الصلاة فاذا سلم مع الامام فان كان ذا كرا الماعليه من القضاء فسدت صلاته لانه سلام عمد وان لم يكن ذا كرا لا تفسد لانه سلام سهو فلم يخرج عن الصلاة. وهل يلزمه سجد السهو لاجل سلامه ينظر ان سلم قبل تسليم الامام او سلما معا يلزمه لان سهوه سهو المقتدى و سهو المقتدى متعطل وان سلم بعد تسليم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفر دفيقضى ما فاته ثم يسجد للسهو في آخر صلاته“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

واجب عمداً نماز میں چھوڑنے سے سجدہ سہو کافی نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی نے نماز میں کوئی واجب عمداً چھوڑ دیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا اعادہ کرنا واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نماز میں کوئی واجب عمداً چھوڑ دیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ نماز پڑھنا واجب

ہے۔

”وظاهر كلام الجرم الغفير انه لا يجب السجود في العمدة وانما يجب الاعادة

جبر النقصانه كذا في البحر الرائق اه“..... (الهنديّة: ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تعدہ میں تشہد کی بجائے کوئی سورت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تعدہ میں التحيات کی جگہ سورت فاتحہ پڑھ لی تو کیا سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر تعدہ میں التحيات کے بجائے سورت فاتحہ یا کوئی اور سورت بھول کر پڑھ لی تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح اور درست ہو جائے گی۔

”واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذا لك اذا قرأ الفاتحة ثم

التشهد كان عليه السهو كذا روى عن ابي حنيفة اه“..... (الهنديّة: ۱/۱۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبق اگر سہواً امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو واجب نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ظہر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور آخر میں سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر یاد آنے پر کھڑا ہو گیا تو آیا ایسے شخص پر سجدہ سہو ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مذکورہ شخص نے امام سے پہلے یا امام کے ساتھ سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور اگر امام

کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اس صورت میں اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

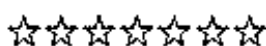
” (ومنها) انه لو سلم مع الامام ساھیا او قبله لایلزما سجود السھو وان سلم بعده

لزمہ. کذا فی الظھیریۃ هو المختار..... (الھندیۃ: ۱/۹۱)

” لھا واجبات لا تنفسد بترکھا وتعاد وجوبھا فی العمد والسھوان

لم یسجدلہ..... قوله (ان لم یسجدلہ) ای للسھو..... (الدرمع الرد: ۱/۳۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سجدہ سہو واجب نہ ہو اور ادا کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی:

مسئلہ نمبر (۲۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے امام کے ساتھ دائیں طرف کو سلام پھیرا اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی ایک رکعت پڑھنی ہے تو اس کے بعد میں نے رکعت بھی پڑھ لی اور سجدہ سہو بھی کر لیا، کیا میرے ذمہ سجدہ سہو لازم تھا؟ اگر سجدہ سہو لازم نہیں تھا اور میں نے کر لیا تو ایسی صورت میں میری نماز ہوگی یا دوبارہ لوٹانی پڑے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں بھولے سے سلام پھیرا ہے، لہذا آپ کی نماز ہوگی امام کے سلام سے پہلے یا امام کے سلام کے ساتھ ہی سلام پھیرا ہے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہاں اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو سجدہ سہو لازم ہے، نیز سجدہ سہو لازم نہ ہونے کی صورت میں سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر ایسا نہیں کرنا تھا، لہذا نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اگر سجدہ سہو میں بھول واقع ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

”السھوفی سجود السھو لا یوجب السھو لانه لا یتناھی کذا فی

التھذیب..... (الھندیۃ: ۱/۱۳۰)

” (ومنها) انه لو سلم مع الامام ساھیا او قبله لایلزما سجود السھو وان سلم بعده

لزمہ. کذا فی الظھیریۃ هو المختار..... (الھندیۃ: ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سجدہ سہو واجب ہو جائے تو امام کے ساتھ مسبوق بھی ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر (۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) نماز میں آخری رکعت میں تشہد اور درود شریف کے بعد ”رب اجعلنی مقيم الصلاة الخ“ والی دعا پڑھنا ضروری ہے یا کوئی اور قرآنی آیات یا مستون دعا پڑھی جاسکتی ہے؟ نمونہ کے لیے چند دعائیں ذکر فرمائیں؟

(۲) کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا یا ویسے بیٹھے گا؟

(۳) امام کی نماز سے اپنی نماز کی طرف یہ انتقال واجب ہے یا سنت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکورہ دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ادعیر ما ثورہ میں سے کوئی بھی دعا پڑھ سکتا ہے مثلاً ”اللهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا الخ“ اور ”ربنا اتنافى الدنيا حسنة الخ“ وغیرہ۔

”فاذا فرغ من الصلاة على النبي ﷺ..... ثم يقول ربنا اتنافى الدنيا حسنة الخ كذا فى الخلاصة. ومن الادعية الماثورة ماروى عن ابى بكر انه قال لرسول الله ﷺ علمنى دعاء ادعوبه فى صلاتى فقال اللهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا الخ كذا فى النهاية..... ويستحب ان يقول المصلى بعد ذكر الصلاة فى آخر الصلاة رب اجعلنى مقيم الصلاة الخ كذا فى التارخانية ناقلا عن الحجّة“..... (الهنديّة: ۷۶/۱)

(۲) مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔

”والمسبوق يسجد مع امامه مطلقا سواء كان السهو قبل الافتداء او بعده ثم يقضى ما فاته“..... (المرعى الرد: ۵۴۹/۱)

(۳) امام کی نماز سے اپنی نماز کی طرف انتقال واجب ہے حتیٰ کہ اگر مسبوق نے جان بوجھ کر سلام پھیر دیا اور قضاء ما فات کے لیے کھڑا نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

”فاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامدا فسدت

والا ولا ولا سجود عليه ان سلم سهوا قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه

منفردا حينئذ..... (رد المحتار: ۱/۵۴۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ فرض ہے اگر چھوٹ جائے تو فرض نماز باطل ہو جائیگی:

مسئلہ نمبر (۲۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دو رکعت نماز کی نیت کر لیتا ہے نماز خواہ فرض ہو یا نفل اس آدمی نے دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنا تھا لیکن بھول کی وجہ سے وہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس کو تیسری رکعت میں رکوع یا سجدے کے بعد یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اب اس نے چوتھی رکعت بھی ساتھ ملا دی آیا اس آدمی کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس آدمی کی یہ نماز فرض تھی تو اس کی فرضیت باطل ہو کر نفل ہو جائے گی اس لیے کہ قعدہ اخیرہ فرض تھا اور اس نے چھوڑ دیا اور آخر میں سجدہ سہونہ کرے اور اگر اسکی یہ نماز نفل تھی تو چوتھی رکعت کے ملانے اور سجدہ سہونہ کرنے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

”و اذا لم يقعد قدر التشهد في الفجر بطل فرضه بترك القعود على

الركعتين“..... (الهنديّة: ۱/۱۲۹)

”وقال في بيان مذهب الحنفية السبب الثاني من اسباب سجود السهو ان

يسهو عن القعود الاخير المفروض ويقوم وحكم هذه الحالة ان يعود ويجلس

بقدر التشهد ثم يسلم ويسجد للسهو لانه اخر القعود المفروض عن محله

فاذا مضى في الصلاة وسجد قبل ان يجلس انقلبت صلاته نفلا بمجرد رفع رأسه

من السجدة ويضم اليها ركعة سادسة ولو كان في صلوٰۃ العصر ولا يسجد

للسهو في هذه الحالة على الاصح لان انقلابه نفلا يرفع سجود السهو بخلاف

مالو كان نفلا من الاصل فانه يسجد له وعلى كل حال فيكون ملزما باعادة

الفرض الذي انقلب نفلا“..... (كتاب الفقه على المذاهب الاربعه: ۱/۳۹۸)

”ولم يذكر المصنف سجود السهولان الاصح عدمه لان النقصان
بالفساد لا يتجبر بالسجود الخ“..... (البحر الرائق: ۲/۱۸۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید الاضحیٰ کے دوران اگر امام صاحب پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد تین تکبیرات کہہ کر قرأت سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے ایک یا دو مقتدیوں کے اللہ اکبر کہنے پر واپس نہ لوٹے چند اور مقتدیوں کے کہنے پر واپس لوٹے اور قرأت شروع کر دے پھر آخر میں سجدہ سہو کرے تو کیا نماز ہو جائے گی حالانکہ ایک رکعت میں تو رکوع کے ہونے سے رکوع میں تسبیح نہ پڑھی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہوگئی ہے اعادہ ضروری نہیں نیز عیدین اور جمعہ میں مجمع کثیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے سے انتشار اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔

”ومنهارعاية الترتيب.... ولو قدم الركوع على القراءة لزمه السجود لكن لا يعتد بالركوع في فرض اعادته بعد القراءة كذا في البحر الرائق“..... (الهنديّة: ۱۲۷/۱)

”اكثر المشائخ على ان سجود السهو يجب بستة اشياء بتقديم ركن، وبتأخير ركن وبتكرار ركن وبتغير واجب وبترك واجب وبترك سنة، يضاف الى جميع الصلاة اما تقديم الركن نحو ان يركع قبل ان يقرأ او يسجد قبل ان يركع“..... (التتارخانية جديد: ۳۸۸، ۳۸۷/۲)

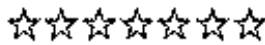
”ومن سها عن فاتحة الكتاب في الاولى اولى الثانية وتذكر بعد ما قرأ بعض السورة يعود فيقرأ بالفاتحة ثم بالسورة قال الفقيه ابو الليث يلزمه

سجود السہو....وفی الخلاصة اذار کع ولم یقرأ السورة رفع رأسه وقرأ
السورة واعاد الركوع وعليه السهو هو الصحيح كذا في التارخانية.....
(الهندية: ۱/۱۲۶)

”ولایاتی الامام بسجود السہو فی الجمعة والعیدین) دفعا للفتنة بكثرة
الجماعة وبطلان صلاة من یرى لزوم المتابعة وفساد الصلاة بتركه“.....
(حاشية الطحطاوى مع مراقى الفلاح: ۲۶۵)

” (بكثرية الجماعة) الباء للسببية وهي متعلقة بقوله للفتنة واخذ العلامة
الوانى من هذه السببية ان عدم السجود مقيد بما اذا حضر جمع كثير امام اذا
لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعى الى الترك
وهو التشويش“..... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۲۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب



سجدہ سہو واجب تھا اور ادا نہ کیا تو کیا حکم ہے:

مسئلہ نمبر (۲۰۷): نماز میں امام چوتھی رکعت کے بعد کھڑا ہو گیا پھر لوگوں نے لقمہ دیا پھر بیٹھ گیا اور پھر سجدہ سہو بھی
نہیں کیا، کیا نماز ہوگئی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ سوال میں سجدہ سہو واجب تھا اس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نماز لوٹانا واجب ہے، اور اگر نماز کا اعادہ
نہیں کیا تو گنہگار ہوگا۔

”قوله: يجب له للسهو الاتى بيانه فى قوله بترك واجب سهواً وذكر فى
المحيط عن القنورى انه سنة وظاهر الرواية الوجوب وصحة فى الهداية
وغيرها، لانه لجبر نقصان تمكن فى الصلاة فيجب كالدعاء فى الحج
ويشهد له الأمر به فى الاحاديث الصحيحة والمواظبة عليه وظاهر كلامهم انه
لو لم يسجد ياتم بترك الواجب ولترك سجود السهو بحر وفيه نظر بل ياتم

لترك الجاہر فقط اذلا اثم على السامی نعم هو فى صورة العمد ظاهر، وينبغى

ان يرتفع هذا الاثم باعادتها نهر“..... (رد المحتار: ۱/۵۳۵)

”وان لم يعدها فاسقا اثماً“..... (الدر على الرد: ۱/۳۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو کے بارے میں دو مسئلے:

مسئلہ نمبر (۲۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) ایک شخص نے فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملاوی آیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر سجدہ سہو واجب نہیں ہوا اور اس آدمی نے کر دیا تو اس میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے نیز سجدہ سہو (باوجود واجب نہ ہونے کے) کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

”ولو ضم السورة الى الفاتحة فى الاخيرين لاسهو عليه فى

الاصح“..... (البحر: ۲/۱۶۷)

”اذا ظن الامام ان عليه سهو افسجد للسهو وتابعه المسبوق فى ذلك ثم علم

ان الامام لم يكن عليه سهو فيه روايتان، واختلف المشايخ لاختلاف

الروايتين (وأشهرهما ان صلاة المسبوق يفسد وقال الامام ابو حفص الكبير

لا يفسد والصدر الشهيد اخذ به فى واقعاته وان لم يعلم الامام ان ليس عليه

سهو لم يفسد صلاة المسبوق عندهم جميعاً“..... (خلاصة

الفتاوى: ۱/۱۶۳، ۱۶۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار رکعات فرض پڑھ رہا ہو اور وہ بھول کر دوسری رکعت کے قعدہ میں سلام پھیر دے تو اس کی چار رکعات صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس شخص نے کوئی منافی صلوٰۃ عمل نہ کیا ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑا ہو جائے اور اپنی باقی دو رکعتیں مکمل کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

”سلم مصلی الظہر مثلاً علی رأس الرکتین توہما اتمامہا، اتمہا
ازبعار وسجد للسهولان السلام ساہیلا لایظلم لانه دعاء من وجدہ او.....
(الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۵۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”اللہم صل علی“ تک دو رکعت پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۱۰): اگر کوئی شخص پہلے قعدہ میں بیٹھ گیا تشہد کے لیے اب پھر ”اللہم صل علی“ تک تشہد پڑھ لیا پھر یاد آیا کہ یہ تو پہلا قعدہ ہے اب وہ کھڑا ہوا تو آیا اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس حالت میں جب کہ اس نے ”اللہم صل علی“ پڑھا ہے اس سے آگے نہیں پڑھا ہے تو اس پر سجدہ سہو نہیں آئے گا۔

”ولو كرر التشهد فی القعدة الاولى فعلیه السهو وكذا لو زاد علی التشهد
الصلاة علی النبی ﷺ كذا فی التبیین وعلیه الفتوی كذا فی المضمورات
واختلفوا فی قدر الزیادة فقال بعضهم یجب علیہ سجود السهو بقوله اللہم
صل علی محمد وقال بعضهم لا یجب علیہ حتی یقول وعلی آل محمد
والاول اصح“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام سہوا کھڑا ہو گیا پھر مقتدی کے لقمے پر بیٹھ گیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کی نماز باجماعت تھی امام صاحب درمیانی قعدہ بھول کر کھڑے ہو گئے بقول امام صاحب کے الحمد شریف شروع کر چکا تھا، کچھ مقتدی بیٹھے رہے کچھ مقتدی کھڑے ہو گئے بیٹھنے والے مقتدیوں میں سے ایک نے اللہ اکبر کا لقمہ دیا اور پھر امام صاحب بیٹھ گئے، تشہد مکمل کر کے دوبارہ نماز پوری کی بعد میں سجدہ سہو بھی کر لیا، نماز ہو گئی ہوگی، مگر سنت طریقہ کیا ہونا چاہیے تھا؟ جب کہ امام صاحب کہتے ہیں کہ یہی طریقہ ہے۔

(۲) عشاء کی نماز کے بعد لوگ جماعت سے فارغ ہو کر اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور ادھر تہی درس شروع ہو جاتا ہے، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز میں خلل پڑتا ہے، آپ الگ سائیڈ پر جا کر درس کا عمل کر لیں، درس والے کہتے ہیں کہ آپ الگ جا کر نماز پڑھ لیں، لڑائی کا بھی ڈر ہے، سنت عمل سے نوازیں۔

(۳) حدیث بخاری شریف کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اذان کے الفاظ دوہرے ہیں اور اقامت کے الفاظ اکہرے ہیں اور ہم تو دو دوہرے ہی پڑھتے ہیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان اگر نمازی بھولے سے قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت کے لیے مکمل کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے کے قریب ہو تو اسے کھڑے ہو جانا چاہیے، قعدہ کے لیے واپس نہ ہونا چاہیے، اور وہ نماز پوری کرنی چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو کرنا چاہیے، البتہ اگر امام تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر مقتدیوں کے ٹوکنے پر ”الحمد“ شروع کرنے کے بعد غلطی سے قعدہ میں واپس لوٹ آئے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تو نماز بہر حال درست ہوگی، البتہ آئندہ اس طریقہ پر عمل نہیں کرنا چاہیے، چنانچہ علامہ ہسکفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

”وان استقام قائما لا يعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذالک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لمالیس بفرض وصححہ الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسینا ویسجد لناخیر الواجب“..... (در مختار علی هامش رد المحتار: ۲/۸۳)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

”قولہ کما حققہ الکمال ای بما حاصلہ ان ذلک وان کان لا یحل لکنہ

بالصحة لا یخل لماعرف ان زیادة مادون ركعة لا یفسد وقواه فی شرح المنیة
بما قدمناه آنفا عن القتیة فانه یقید عدم الفساد بالعود وایده فی البحر ایضا
بما فی المعراج عن المجتبیٰ لو عاد بعد الانتصاب مخطئا قیل یتشهد لتقضه
القیام والصحیح لابل یقوم ولا ینتقض قیامه بعود لم یؤمر به کمن نقض
الركوع لسورة اخرى لا ینتقض ركوعه اه وبحث فیہ فی النهر فراجعہ (قوله
وهو الحق بحر) كان وجهه مامر عن الفتح او ما فی المبتغی من ان القول
بالفساد غلط لانه لیس بترك بل هو تاخیر..... (فتاویٰ
شامی: ۵۵۱، ۵۵۰/۱)

نیر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ویجب اذا قعد فیما یقام اوقام فیما یجلس فیہ وهو امام او منفرد اراد بالقیام
اذا استتم قائما او كان الی القیام اقرب فانه لا یعود الی القعدة هكذا فی فتاویٰ
قاضی خان وسجد للسهر“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۲)

(۲) نماز عشاء کے بعد مسجد میں نماز پڑھنے اور درس کے سلسلہ میں دونوں قسم کے حضرات کو ایک دوسرے کا
احترام کرنا چاہیے، درس والے حضرات کو چاہیے کہ مسجد کے ایک کونہ کو درس کے لئے مقرر کر لیں تاکہ نمازیوں کی
نماز میں خلل نہ پڑے، اسی طرح درس ذرا تاخیر سے شروع کریں کہ نمازی اپنی نماز مکمل کر کے شریک درس ہو سکیں،
نیز نماز پڑھنے والوں کو بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ درس کا وقت ہو جائے تو اپنی نماز ذرا مؤخر کر کے درس میں
شریک ہو جائیں، درس کے بعد نماز مکمل کر لیں، یا مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھیں کہ درس کی وجہ سے ان کی نماز میں
خلل نہ پڑے۔

(۳) اذان و اقامت کے الفاظ کے بارے میں حضور ﷺ کے زمانے میں دو قسم کا عمل ثابت ہے، حضرت بلال
رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات دو مرتبہ دوہراتے
تھے، جب کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ وہ اذان میں شہادتین کو چار مرتبہ
دوہراتے تھے، اسی طرح اقامت کے بارے میں بھی مختلف اوقات میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف طریقہ
کار مذکور ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہی اقامت کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اقامت کے
الفاظ کو دو مرتبہ دوہراتے تھے، اسی طرح حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے اذان کے

انہیں اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے، ان مختلف احادیث کو پڑھ کر کوئی فیصلہ کرنا یا ذہن میں کوئی وسوسہ لانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، قرآن و حدیث کے علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے علماء نے ان تمام امور کو اپنی کتب میں کھولی کر بیان کر دیا ہے، تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی وسوسہ نہ ڈال سکے، اقامت کے بارے میں ائمہ اربعہ نے اپنے اپنے متبعین کے لیے راستہ متعین کر دیا ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اقامت کے دس کلمات ہیں، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اقامت کے گیارہ کلمات ہیں، جب کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق اقامت کے سترہ کلمات ہیں، نیز اقامت میں ایتار کے حکم کے باوجود شوافع بھی اقامت کے اول و آخر میں تکبیر کے الفاظ کو دو دو مرتبہ پڑھتے ہیں، اور علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ اقامت میں تکبیر کے الفاظ کو دو دو مرتبہ پڑھنے کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اقامت کے اول و آخر میں تکبیر کے الفاظ کو ایک سانس میں پڑھنے سے ایتار یعنی اکہرے کے حکم پر عمل ہو جائے گا، اسی طرح احناف کہتے ہیں کہ اقامت کے تمام الفاظ کو باہم ملا کر ایک ایک سانس میں پڑھا جائے تو دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو سکتا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

”حدثنا حسن بن علی حدثنا عفان وسعيد بن عامر وحجاج والمعنى
واحد قالوا حدثنا همام حدثنا عامر الاحول حدثني مكحول ان ابن
محيبر يز حدثنا ان ابنا محذورة رضی اللہ عنہ حدثنا ان رسول اللہ ﷺ علمه
الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة كلمة..... والاقامة الله اكبر الله
اكبر الله اكبر الله اكبر اشهدان لا اله الا الله اشهدان لا اله الا الله اشهدان
محمد رسول الله اشهدان محمد رسول الله حي على الصلوة حي على
الصلوة حي على الفلاح حي على الفلاح قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة
الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله“..... (سنن ابی داؤد: ۱/۸۴)

سنن ترمذی میں مروی ہے۔

”عن عبد الله بن زيد رضی اللہ عنہ قال كان اذان رسول اللہ ﷺ شفعا
شفعا في الاذان والاقامة..... وقال شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن
ابى لیلی ان عبد الله بن زيد..... رأى الاذان فى المنام وهذا اصح من حدیث
ابن ابی لیلی وعبد الرحمن بن ابی لیلی لم یسمع من عبد الله بن زيد وقال

بعض اہل العلم الاذان منثی منثی والاقامة منثی منثی وبہ یقول سفیان الثوری
وابن المبارک واهل الکوفة.....(جامع الترمذی: ۱/۱۳۷)
نیز علامہ انور شاہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

”وعند مالک رحمہ اللہ تعالیٰ الاقامة ايضا مرة فينبغي عند مالک رحمہ اللہ
تعالیٰ عشر کلمات وعند الشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالیٰ احدى عشر
کلمة وعندنا سبعة عشر کلمة ولنا فيه ماروی عن ابی محذورة فانه کان یقیم
منثی منثی وكذلك كانت اقامة الملك عند ابی داؤد..... بقیة الاقامة فهی
عند ابی محذورة والملك النازل منثی منثی وعند بلال بالایتار وثبت عنه
منثی ايضا“.....(فیض الباری: ۱۶۱، ۲/۱۶۰)

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری فرماتے ہیں

”کذا لک مارواه ابن خزیمة فی صحیحہ ولفظه فعلمه الاذان والاقامة منثی
منثی وكذلك رواه ابن حبان“.....(حاشیة صحیح البخاری: ۱/۸۵)
نیز علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں۔

”ان المختار الذی علیہ الجمهور ان الاقامة احدى عشرة کلمة منها اللہ اکبر
اللہ اکبر اولاً و آخر او هذاتثنیة فالجواب ان هذا وان کان صورة تثنیة
فهو بالنسبة الی الاذان افراد ولهذا قال اصحابنا یتستحب للمؤذن ان یقول
کل تکبیرتین بنفس واحد فیقول فی اول الاذان اللہ اکبر اللہ اکبر بنفس
واحد ثم یقول اللہ اکبر اللہ اکبر بنفس آخر“.....(شرح صحیح مسلم
للتووی: ۱۶۳، ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام چوتھی رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا پھر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام چوتھی رکعت میں دوسرے
سجدے کے بعد کھڑا ہو گیا پھر لوگوں نے متنبہ کیا تو بیٹھ گیا اور پھر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئولہ صورت میں سجدہ ہو واجب تھا اس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

”لہذا واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوباً فی العمود والسهوان لم یسجد له وان

لم یعدھا یكون فاسقاً آتما“..... (درمع الرد : ۳۳۶، ۳۳۷ / ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بعد میں آنے والا مقتدی امام کے ساتھ سجدہ ہو کرے گا:

مسئلہ نمبر (۲۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ان پر سجدہ ہو واجب ہو گیا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام پر سجدہ ہو واجب ہوا تھا تو جب امام سجدہ ہو کرے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ سجدہ ہو کرنا چاہیے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آکر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے

ہوئے سجدہ ہو کرے گا۔

”ولایشرط ان یکون مقتدیا بہ وقت السہو حتی لو ادرك الامام بعد ما سہا

یلزمہ ان یسجد مع الامام تبعاً له“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۸)

”وفی التہذیب اذا دخل المؤتم بعد ما سہا الامام سجد مع الامام“..... (فتاویٰ

التاتارخانیہ جدید: ۲/۳۰۳)

”وکذلک المسبوق یسجد لسہو الامام سواء کان سہوہ بعد الاقضاء بہ

او قبلہ بان کان مسبقاً برکعة وقد سہا الامام فیہا“..... (بدائع الصنائع:

۱/۳۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ ہوگا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۴): کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی نے امام صاحب کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیا، اور بعد میں پتہ چلا کہ میری ایک رکعت رہتی ہے، کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہو گیا، یا اس کو یاد آتے ہی باقی نماز ادا کرے گا، رکعت پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے اور پھر اس کو یاد آتے ہی فوراً کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی، البتہ سجدہ سہو واجب ہوگا، اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ ہو نہیں ہے۔

”ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والالا (قوله ولو سلم ساهيا) قيد به لانه لو سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام معه فهو سلام عمدا ففسد كما في البحر عن الظهيرية (قوله لزمه السهو) لانه منفرد في هذه الحالة ح (قوله والالا) اي وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتدى هاتين الحالتين ح وفي شرح المنية عن المحيط ان سلم في الاولى مقارنا لسلامه فلا سهو عليه لانه مقتدبه وبعده يلزم لانه منفرد اه ثم قال فعلى هذا يراد بالمعية حقيقتها وهونادر الوقوع اه قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعية وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له“..... (الدرمع الرد : ۱/۴۴۳)

”ومنها لو سلم مع الامام ساهيا او قبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده لزمه كذا في الظهيرية هو المختار كذا في جواهر الاخلاطى وان سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام مع الامام فهو سلام عمداً ففسد كذا في الظهيرية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۹۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا سلام پھیر لیا، تو اب امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی لیکن اب ان کو توبہ و استغفار لازم

ہے۔

”ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لا خارجا لها لم امر وفي البدائع واذالم يسجد
ائم فلزمه التوبة قوله واذالم يسجد ائم الخ الفادانه لا يقضيها قال في شرح
المنية وكل سجدة وجبت في الصلاة ولم تؤد فيها سقطت اي لم يبق السجود
لها مشروعاً لفوات محله“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۷۰)

”ولم تقض الصلاة خارجا لان لها مزية فلا تنادي بناقص وعليه التوبة لأئمه
بتعمد تركها (قوله لان لها مزية) اي مزية الصلاة فلا تنادي بالسجود خارجا
لانه انقص من السجود فيها“..... (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح:
۳۹۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام پر سجدہ سہولاً نہ تھا اس نے نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام پر سجدہ سہولاً نہ ہو جائے اور وہ سلام پھیر کر نماز ختم کرے تب اس کو پتہ چلے کہ میرے اوپر تو سجدہ سہولاً نہ تھا تو یہ پوچھنا ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟ یعنی کیا وہ نماز کا اعادہ کرے گا یا نہیں؟ اگر کرے گا تو مسبوقین کیا کریں گے؟ سلام پھیر کر اس کے ساتھ دوبارہ نماز میں شریک ہوں گے یا اپنی نماز مکمل کریں گے اور بعد میں آنے والوں کی اقتداء اس امام کے پیچھے اس نماز میں جس کا امام اعادہ کر رہا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال سجدہ سہونہ کرنے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہے جو کہ نفل ہے تو اقتداء مفترض کا متقبل کے پیچھے لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے، لہذا مسبوقین اور نووارد اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

”والمختار ان المعادة لتترك واجب نفل جابر والفرض سقط بالاولى لان الفرض لا يتكرر كما في الدر وغيره“..... (حاشية الطحطاوى على المراقى: ۲۳۸)

”قوله والمختار انه) اى الفعل الثانى جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة على الاصح كذافي شرح الاكمل على اصول البزدوى ومقابله مانقلوه عن ابى اليسر من الفرض هو الثانى واختار ابن الهمام الاول قال لان الفرض لا يتكرر“..... (فتاوى شامى: ۱/۳۳۷)

”ولا يصح اقتداء المفترض بالمتفل وعلى القلب يجوز“..... (فتاوى قاضى خان على هامش الهندية: ۱/۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟
 - (۲) فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے کی بجائے امام تھوڑا سا بھول کر بیٹھ جائے مقتدیوں کے یاد دلانے پر امام فوراً کھڑا ہو جائے تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟
 - (۳) مزید یہ کہ اگر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو مقتدیوں کو سجدہ سہو کرنے کے لیے اصرار کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس صورت میں سہو کر لیا جائے تو کیسا ہے؟
- قرآن و سنت کی روشنی میں مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) تاخیر فرض اور تاخیر واجب اور واجب چھوٹے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔
- (۲) اگر اتنی دیر بیٹھا رہا کہ تین دفعہ ”سبحان ربی الاعلیٰ“ یا ”سبحان ربی العظیم“ کہہ سکتا تھا تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر اتنی دیر نہیں بیٹھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔
- (۳) اور مقتدیوں کا اسی پر اصرار کرنا درست نہیں اور اگر امام نے سجدہ کر لیا تب بھی نماز ہو گئی۔

”لا یجب الا بترك الواجب من واجبات الصلوة فلا یجب بترك السنن والمستحبات كالتعموذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقال والتسبیحات ولا بترك الفرائض لان تركها لا ینجبر بسجود السهو بل هو مفسد ان لم یتدارك فیعاد او بتاخیرہ ای بتاخیر الواجب عن محله او بتاخیر ركن عن محله اه“..... (حلی کبیری: ۱/۳۹۳)

”ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ او تاخیر ركن او تقدیمہ او تكراره او تغییر واجب بان یجهر فیما یخافت وفي الحقیقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۲۶)

”وكذا القعدة فی آخر الركعة الاولى او الثالثة فیجب تركها ویلزم من فعلها ایضا تاخیر القيام الی الثانية او الرابعة عن محله وهذا اذا كانت القعدة طويلة اما الجلسة الخفيفة التي استحبه الشافعی فتركها غیر واجب عندنا بل هو الافضل اه“..... (فتاویٰ شامی ۱/۳۳۷)

”سجود السهو واجبة..... لا یجب الا بترك الواجب..... او تاخیرہ او تاخیر ركن عن محله..... او یؤخر القيام عطف علی یترك ای او تاخیر ركن نحو ان یؤخر القيام الی الركعة الثانية بان یجلس بعد السجدة الثانية من الركعة الاولى جلسة قبل ان یقوم كما هو مذهب الشافعی وهذا اذا لم یكن به عذر من صنع اوجح او یؤخر القيام الی الركعة الثالثة بان زاد علی قدر التشهد فی القعدة الاولى“..... (حلی کبیری: ۱/۳۹۳، ۳۹۳)

”ولو ظن ان الامام ا عليه سهو فسجد للسهو فتابعه المسبوق فيه ثم علم انه لم يكن عليه سهو فاشهر الروایتين ان صلوة المسبوق تفسد لانه اقتدى في موضع الانفراد قال الفقيه ابو الليث في زماننا لا تفسد هكذا في الظهيرية“
.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جماعت کی آخری رکعت میں بیٹھے ہیں اور التحیات مکمل ہونے کے بعد مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر لیا (غلطی سے) تو ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مقتدی شروع سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہا پھر غلطی سے التحیات مکمل کرنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز درست تو ہوگی، البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔
”وہل یلزمہ سجود السہو لاجل سلامہ بنظر ان سلم قبل تسلیم الامام او سلاما لا یلزمہ لان سهوہ سهو المقتدی وسهو المقتدی متعطل“
.....(بدائع الصنائع: ۱/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایک رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہوا پھر اس نے امام صاحب کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک رکعت ویسے ہی پوری کر کے سجدہ سہو کرے گا یا نماز کا اعادہ کرے گا؟

(۲) چار رکعت والی فرض نماز میں دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ ہو واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں سلام پھیرنے کے بعد اگر گفتگو کی ہو یا قبلہ کی جانب سے ہٹ گیا ہو تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، اور اگر سلام پھیرنے کے بعد نہ گفتگو ہوئی اور نہ ہی قبلہ سے منہ پھرا تو آخری رکعت پوری کر کے سجدہ ہو کرے گا، نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

”ويسجد للسهو وجوبا وان سلم عامدا مريدا للقطع لان مجرد نية تغيير المشروع لا تبطله ولا تعتبر مع سلام غير مستحق وهو ذكر في سجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة ما لم يتحول عن القبلة او يتكلم لا بطلان لهما التحريمه“..... (مراقى الفلاح مع الطحطاوى : ۴۷۲)

”ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناويا للقطع لان نية تغيير المشروع لغوما لم يتحول عن القبلة او يتكلم لبطلان التحريمه“..... (رد المحتار: ۱/۵۵۵)

(۲) چار رکعت والی نماز میں اگر دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف ”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد“ تک پڑھ لے تو سجدہ ہو واجب ہوتا ہے۔

”وتأخير قيام الى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن وقيل بحرف وفي الزيلعي الاصح وجوبه باللهم صل على محمد قوله وفي الزيلعي الخ جزم به المصنف في متنه في فصل اذا اراد الشروع وقال انه المذهب واختاره في البحر تبعا للخلاصة والخانية والظاهر انه لا ينافي قول المصنف هنا بقدر ركن تامل وقدمنا عن القاضي الامام انه لا يجب ما لم يقل وعلى آل محمد وفي شرح المنية الصغير انه قول الاكثر وهو الاصح قال الخیر الدين الرملى فقد اختلف التصحيح كما ترى وينبغي ترجيح ما قاله القاضي الامام“..... (فتاوى شامى : ۱/۵۳۸)

”ولو زاد في التشهد في القعدة الاولى على التشهد شيئا نظر ان قال اللهم صل على محمد وعلى آل محمد يجب عليه سجود السهو بالاتفاق لانه اخر الفرض وهو القيام روى عن ابي حنيفة لانه لو زاد حرفا واحدا يجب عليه سجود السهو وروى عنهما انه ان قال اللهم صل على محمد لا يجب ما لم يقل وعلى آل محمد وكان الشيخ ظهير الدين المرغيناني يقول لا يجب سجود السهو بقوله اللهم صل على محمد ونحوه انما المعتبر مقدار ما يؤدى فيه ركن وقد تقدم الكلام عليه في بحث التشهد“..... (حلی کبیری: ۳۹۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عید میں تکبیرات کے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو سجدہ ہوگا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز میں اگر تکبیرات کہتے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو آیا سجدہ ہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر سجدہ نہ ہو تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں تکبیرات عیدین کہتے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائے تو سجدہ ہو واجب نہیں ہوتا لہذا نماز ہو جائے گی۔

”ولا يجب بترك التعوذ والبسملة في الاولى والثناء وتكبيرات الانتقالات الا في تكبيرة الركوع الركعة الثانية من صلاة العيد ولا يجب بترك رفع اليدين في العيدين وغيرهما“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۶)

”ولا يجب السهو بترك رفع اليدين في تكبيرة الافتتاح ولا بترك ثناء الافتتاح والتعوذ والتامين ولا بترك التسمية في الركعة الاولى ولا بترك سمع الله لمن حمده وربنا لك الحمد ولا بترك تكبيرات الركوع والسجود ولا بترك التسيحات في الركوع والسجود ولا بترك رفع اليدين

فی تکبیرات العیدین وتکبیرات الافتتاح“..... (فتاویٰ قاضی خان علی

ہامش الہندیۃ: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام نے دعائے قنوت کی جگہ رکوع کر لیا پھر لقمہ دینے پر واپس آ گیا تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی تیسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھتے ہیں اور وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں، دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیے، اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتے، آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”بخلاف ما لو تذکر القنوت فی الركوع فانه لا یعود ولا یقنت فیہ لقنوت محلہ

ولو عاد وقت لم یرتفض رکوعه لان القنوت لا یقع فرضا فلا یرتفض بہ

الفرض ویسجد للسهو علی کل حال“..... (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی

الفلاح: ۳۶۱)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے، لہذا سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ

ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی

مقتدی مسبوق نے سلام پھیر دیا تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مقتدی مسبوق نے اگر امام کے ساتھ متصل یا اس سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ ہو واجب نہیں ہوگا اور اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ ہو واجب ہے۔

”وہل یلزمہ سجود السہو لاجل سلامہ ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام او سلما معالایلزمہ لان سہوہ سہوہ المقتدی وسہوہ المقتدی متعطل وان سلم بعد تسلیم الامام لزمہ لان سہوہ سہوہ المنفرد فیقضی ما فاتہ ثم یسجد للسہو فی آخر صلاحہ“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۲۲)

”انہ لو سلم مع الامام ساہیا او قبلہ لایلزمہ سجود السہو وان سلم بعدہ لزمہ کذا فی الظہیریۃ ہو المختار کذا فی جواہر الاخلاطی“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟
- (۲) اگر کوئی درود شریف پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟
- (۳) ایک صاحب فرائض، واجب اور سنتوں کی دوسری رکعت میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنے کو ضروری سمجھتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟
برائے مہربانی دلائل سے جوابات مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد صرف التحیات ہی پڑھنی چاہئے التحیات کے بعد اگر ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“ تک پڑھ لیا تو سجدہ ہو واجب ہو جائے گا۔
”وقدمنا عن القاضی الامام انہ لایجب مالہ یقل وعلی آل محمد وفی شرح

المنية الصغير انه قول الاكثر وهو الاصح وقال الخبير الرملي فقد اختلف
التصحیح كما ترى وينبغي ترجیح ما قاله القاضي الامام اه..... (فتاویٰ
شامی: ۱/۵۳۸)

(۲) اگر کوئی شخص التیحات کے بعد فرائض، واجبات یا سنت مؤکدہ میں درود شریف پڑھ لے تو اس پر سجدہ
سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو کرے گا تو نماز مکمل ہو جائے گی بصورت دیگر نماز واجب الاعادہ ہوگی، چاہے سجدہ سہو عمداً
چھوڑا ہو یا بھول سے۔

”ولا یصلی علی النبی ﷺ فی القعدة الاولى فی الاربع قبل الظهر والجمعة
وبعدها ولو صلی ناسیا فعليه السهو..... وفي البواقي من ذوات الاربع یصلی
علی النبی ویستفتح ویتعوذ“..... (الدر المختار: ۱/۹۵)
”لها واجبات لا تنفسد بتركها وتعاد وجوبها فی العمد والسهو ان لم یسجد له
وان لم یبعدها یكون فاسقا آتما“..... (در المختار هامش علی رد المحتار:
۱/۳۳۶)

(۳) شخص مذکور کا خیال عبارات فقہاء کے خلاف ہے لہذا معتبر نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ بالا تصریحات فقہاء سے
معلوم ہوا کہ درمیانی قعدہ میں التیحات کے بعد درود شریف پڑھنا موجب سجدہ سہو ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب عشاء کی
چار رکعت پڑھا کر التیحات کے لیے نہیں بیٹھے بلکہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، پانچویں رکعت پوری کر کے
بیٹھ کر التیحات پڑھا اور اس کے بعد سجدہ سہو بھی کر دیا از روئے شریعت کیا یہ نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں فرض عشاء ادا نہیں ہوا اور اس کا اعادہ ضروری ہے، چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس

صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہے۔

”رجل صلی الظهر خمس رکعات ولم یقعد فی الرابعة قال صلاته فاسدة“
.....(المبسوط: ۱/۳۹۳)

”وان قید الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا“.....(المحیط البرہانی:
۲/۳۲۱)

”فاما اذا لم یقعد وقام الی الخامسة فان لم یقدها بالسجدة یعود لمامر وان
قید فسدفرضه“.....(بدائع الصنائع: ۱/۳۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عہد ارکوع اور سجدہ کی تسبیحات چھوڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رکوع یا سجدہ میں تسبیحات
”سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ“ جان بوجھ کر چھوڑ دے اور پھر سجدہ سہو بھی نہ کرے تو کیا اس کی
نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تسبیحات کا رکوع اور سجود میں پڑھنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب ہے، لہذا ان کے چھوٹ جانے سے
نماز بغیر سجدہ سہو کے درست ہے، کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے، تاہم جان بوجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ چھوڑنے کی
عادت بنانا گناہ ہے۔

”ویقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاثا وذلك ادناه فلوترک التسبیح
اصلا او اتی بہ مرة واحدة یجوز ویکره..... ویقول فی سجوده سبحان ربی
الاعلیٰ ثلاثا وذلك ادناه کذا فی المحیط ویستحب ان یرید علی الثلاث فی
الركوع والسجود بعد ان یختم بالوتر کذا فی الهدایة“.....(فتاویٰ الہندیہ:
۱/۷۵، ۷۳)

”ویقول فی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثا وذلك ادناه لانه لمانزل قوله
سبح اسم ربك الاعلیٰ قال علیه السلام اجعلوهافی سجودکم ولمانزل قوله

تعالى فسبح باسم ربك العظيم قال اجعلوها في ركوعكم (قوله وذاك ادناه) اي ادنا تسيحات السجود وادنى كمال الجمع او ادنى كمال السنة والاوسط خمس والاكمل سبع قال الثوري يستحب ان يقولها الامام خمسا ليتمكن المقتدى من ثلاث فان نقص عن الثلاث او ترك اصلاجاز ويكره“(الجوهرة النيرة : ١/٢٣)

”ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلاثا وذلك ادناه وان زاد فهو افضل بعد ان يختم على وتر فيقول خمسا او سبعا هكذا ذكر شيخ الامام شمس الائمة حلواني وشيخ الاسلام خواهر زاده هذا في حق المنفرد واما الامام فلا ينبغي له ان يقول على وجه يمل القوم لانه يصير سببا للتفسير وذلك مكروه وكان الثوري يقول ينبغي للامام ان يقول ذلك خمسا حتى يتمكن القوم من ان يقول ثلاثا كذا ذكره شمس الائمة سرخسي في شرحه“(المحيط البرهاني : ٢/١١٥)

”ويقول في سجوده سبحان ربي الاعلى ثلاثا وذلك ادناه وان زاد فهو افضل والكلام في تسيحات السجود نظير الكلام في تسيحات الركوع“(المحيط البرهاني : ٢/١١٩)

”قوله اذاركع احدكم اخرج ابو داؤد والترمذى وابن ماجه عنه عليه الصلوة والسلام اذاركع احدكم فليقل ثلاث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلاث مرات وذلك ادناه لفظ ابي داؤد وابن ماجه وهو منقطع فان عونا لم يلق عبدالله ابن مسعود قوله ادنى كمال الجمع وادنى ما يتحقق به ما يكمل به لغة ويصير جمعا على خلاف فيه معلوم ومراده ادنى ما يتحقق به كماله المعنوي وهو الجمع المحصل للسنة لا اللغوي لان الفائدة الشرعية حيث امكنت في لفظ عليه الصلوة والسلام قدم اعتبارها غاية الامر انه اتفق ان ادنى كمال الجمع لغة هو ادنى ما تحصل به السنة شرعا ولا بدع فيه ولو ترك التسيح اصلا او اتى به مرة واحدة كره

کذا عن محمد ولوزاد علی الثلاث فهو افضل بعد ان یختم بوتر خمس اوسع
 اوتسع الا اذا كان اماما والقوم یملون من ذلك..... (فتح القدير: ۱/۲۵۹)
 "قوله وقالوا الخ نص علی ذلك فی التحقيق وفي التقرير الا کملی من کتب
 الاصول لکن صرح ابن نجیم فی شرح المنار بان الالاءة الفحش من
 الکراهة وهو المناسب هنا لقول التحریر وتارکها یتوجب الالاءة ای
 التصلیل واللوم وفي التلویح ترک السنة المؤکدة قریب الحرام وقدیوقی
 بان مرادهم بالکراهة التحریمة والمراد بها فی شرح المنار التنزیهية فهی
 دون المکروه تحریمًا وفوق المکروه تنزیهاً ویدل علی ذلك ما فی النهر عن
 الکشف الکبیر معزیا الی اصول ابی الیسر حکم السنة ان یندب الی تحصیلها
 ویلام علی ترکها مع لحوق التمسیر..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سورة الفاتحة بھول کر دو بارہ پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سورة الفاتحة کی تین آیتیں
 پڑھ کر بھول جائے اور پھر سورة الفاتحة شروع سے پڑھے تو اس پر سجدہ سہولاً لازم ہوگا یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت
 فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کو دو بارہ پڑھتا ہے یا اس کے اکثر حصے کا تکرار کرتا ہے تو اس
 پر سجدہ سہولاً واجب ہو جاتا ہے، لیکن فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں تکرار فاتحہ سے سجدہ سہولاً واجب نہیں ہوگا اور نہ ہی
 فاتحہ کی تین آیات کو دو بارہ پڑھنے سے سجدہ سہولاً لازم ہوتا ہے۔

"ولو كررها في الاوليين يجب عليه سجود السهو..... او قرأ اكثرها ثم اعادها
 ساھيا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتين كذا في الظهيرية"..... (فتاویٰ الہندیة:

”و کذا لو قرأها أكثرها ثم أعادها كما في الظهيرية..... وقيد بالاوليين لان الاقتصار على مرة في الاخرين ليس بواجب حتى لا يلزم مجود السهو بتكرار فيها سهوا ولو تعمده“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ میں قصد آیا سہواً تکرار تشہد سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے قعدہ اخیرہ میں تشہد یاد رو د شریف دوبارہ پڑھ لیا قصد آیا سہواً تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ ثناء اور دعا کا موقع ہے اس میں جتنا چاہیں طول دے سکتے ہیں۔

”ولو كسر التشهد في القعدة الاخيرة فلا سهو عليه“..... (البحر الرائق: ۱/۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قعدہ اولیٰ میں پورا تشہد یا کچھ حصہ دوبارہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے فرض قیام میں تاخیر لازم آتی ہے اس لیے اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا اگر تاخیر بقدر رکن ہو یعنی تین مرتبہ ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنے کی مقدار تک، اس سے کم پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

”ومنہالو ککر التشهد فی القعدة الاولى فعلیه السہو لتاخیر القيام و کذا وصلی
علی النبی ﷺ فیہا لتاخیرہ“..... (البحر الرائق: ۲/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہو ساتھ جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فرض نماز پڑھ رہا تھا کچھ آدمیوں نے آکر وہاں جماعت شروع کر دی اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ اپنی نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے یا اپنی نماز پوری کرے؟ نیز امام اگر نماز میں سجدہ سہو کرے تو کیا مسبوق بھی سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے گا یا بغیر سلام پھیرے سجدہ کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر منفر نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر لے، اور اگر اکثر نماز ادا نہیں کی یعنی تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بھی سلام پھیر کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر تیسری رکعت پڑھ لی ہے تو پھر اپنی نماز پوری کرے، اور مسبوق سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔

”ومن صلی رکعة من الظهر ثم اقيمت يصلي ركعة ثم يدخل مع الامام وان
لم يقيد الاولى بالسجدة يقطع ويشرع مع الامام هو الصحيح كذافي الهداية
..... ولو صلي ثلاثا من الظهر يتم ويقتدى متطوعا بخلاف ما اذا كان في الثالثة
بعد ولم يقيدهابالسجدة حيث يقطعها“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۹)

”وسهو الامام يوجب على المؤتم السجود وان كان مسبقا لم يدرك محل
السهو معه الا انه لا يسلم بل ينتظره بعد سلامه حتى يسجد فيسجد معه
ثم يقوم الى القضاء“..... (فتح القدير: ۱/۳۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت میں بیٹھ کر لقمہ دینے سے کھڑا ہونے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۶): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز کی تیسری رکعت میں بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے کھڑے ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے کم لیکن آخر میں سجدہ سہو نہیں کرتے اور یہ عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے، آیا کہ ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی نماز جماعت سے پڑھا رہے ہیں وتروں کی تیسری رکعت میں قلم ہوا اللہ پڑھنے کے بعد وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں جب کہ دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیئے، اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتے آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں تیسری رکعت میں اگر بقدر رکن جلوس کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا نہ کرنے کی صورت میں امام گنہگار ہوگا، اور نماز واجب الاعادہ ہوگی، اگر نہ لوٹائی تو اگرچہ گناہ تو ہوگا لیکن فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

(۲) امام اگر دعائے قنوت بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو ان کو دوبارہ قیام کی طرف نہیں لوٹنا چاہیئے تھا بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لیتے، اور اگر قیام کی طرف لوٹ گئے تھے تو پھر دعائے قنوت کے بعد دوبارہ رکوع نہیں کر چاہیئے تھا لیکن اگر دوبارہ رکوع کر لیا اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تب بھی نماز ہوگئی، لیکن اگر سجدہ سہو بھی نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور وہ گنہگار بھی ہوگا اگر اعادہ نہ کیا تو نفس و تر ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے، واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں سجدہ سہو بہر صورت واجب ہے۔

”ويجب اذا قعد فيما يقام اوقام فيما يجلس فيه وهو امام او منفرد“..... (فتاویٰ

الهندية: ۱/۱۲۷)

”لها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له

وان لم يعدها يكون فاسقا آثما و كل صلوٰۃ ادبت مع كراهة التحريم تجب

اعادتها (قوله والمختار انه) اي الفعل الثاني جابر للاول لان الفرض لا يتكرر

(قوله وتعاد وجوبا) اي بترك هذه الواجبات او واحد منها (قوله ان

لم يسجد له) اى لسهو قوله المختار انه الفعل الثانى جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة على الاصح.....(الدرمع الرد: ٣٣٦، ٣٣٧/١)

”حتى قالوا لوقرا حرفا من السورة ساهيا ثم تذكر يقرأ الفاتحة ثم السورة ويلزمه سجود السهو بحر وهل المراد بالحرف حقيقته او الكلمة يراجع ثم رأيت فى سهو البحر قال بعد ما مر وقيدته فى فتح القدير بان يكون مقدار ما يتادى به ركن اه اى لان الظاهر ان العلة هي تاخير الابتداء بالفاتحة والتاخير اليسير وهو مادون ركن معفو عنه تأمل ثم رأيت صاحب الحلية ايد ما بحثه شيخه فى الفتح من القيد المذكور بما ذكره من الزيادة على التشهد فى القعدة الاولى الموجبة للسهو بسبب تاخير القيام عن محله وان غير واحد من المشايخ قدرها بمقدار اداء الركن“.....(فتاوى شامى: ١/٣٣٠)

”ويجب قراءة القنوت فى الوتر وتكبيرات العيدين هو الصحيح حتى يجب سجود السهو بتركها“.....(فتاوى الهندية: ١/٤٢)

”الاصح اذا تذكر فى الركوع فى الوتر انه لم يقنت لا ينبغى ان يعود الى القيام ومع هذا ان عاد وقنت لا ينبغى ان يعيد الركوع ومع هذا ان عاد الركوع والقوم ما تابعوه فى الركوع الاول وانما تابعوه فى الركوع الثانى او على القلب لا تفسد صلواتهم كذا فى الخلاصة“.....(فتاوى الهندية: ١/١١١)

”ويكبر ويسجد ثانيا مطمئنا ويكبر للتهوض على صدور قدميه بلا اعتماد وعود استراحة ولو فعل لا بأس (قوله بلا اعتماد) اى على الارض قال فى الكفاية اشار به الى خلاف الشافعى فى موضعين احدهما يعتمد بيديه على ركبته عندنا وعندنا على الارض والثانى الجلسة الخفيفة قال شمس الائمة الحلوانى الخلاف فى الافضل حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعى ولو فعل كما هو مذهب لا بأس به عندنا كذا فى المحيط قال

فی الحلیة والاشیة انه سنة او مستحب عند علم العذر فیکره فعله تنزیها لمن لیس به عذر اه وتبعه فی البحر والیه یشیر قولهم لایاس به فانه یغلب فیماترکه اولی اقول ولاینافی هذا ما قدمه الشارح فی الواجبات حیث ذکر منها ترک قعود قبل ثانیة ورابعة لان ذاک محمول علی القعود الطویل ولذا قیدت الجلسة هنا بالخیفة..... (الدرمع الرد: ۱/۳۷۴)

”وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محله فلو اتم القراءة فمکت متفکرا سهوا ثم رکع او تذر السورة را کما فضمها قائما اعدا الركوع وسجد للسهو وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود وترک قعود قبل ثانیة اورابعة قوله وترک تکریر رکوع الخ..... لان تکریر الركوع فیہ تاخیر السجود عن محله وتثلیث السجود فیہ تاخیر القيام او القعدة وكذا القعدة فی آخر الركعة الاولى او الثالثة فیجب ترکها وینزم من فعلها ایضا تاخیر القيام الی الثانیة او الرابعة عن محله وهذا اذا كانت القعدة طويلة اما الجلسة الخفیفة الی استحبها الشافعی فترکها غیر واجب عندنا بل هو الافضل“..... (الدرمع الرد: ۱/۳۳۷، ۳۳۶)

”ثم اذا فرغ من السجدة ينهض على صدور قدميه ولا يقعد على الارض وقال الشافعی یجلس ثم یقوم حجتنا ماروی وائل بن حجر ان رسول الله ﷺ كان اذا رفع رأسه من السجدة الثانية قام كانه على الرضف ای علی الحجارة المحماة وقوله ينهض على صدور قدميه اشارة الی انه لا یعتمد علی الارض بیديه عند قيامه وانما یعتمد بیديه علی ركبتيه وقال الشافعی یعتمد بیديه علی الارض وذكر الشیخ الامام شمس الائمة الحلواني ان الخلاف فی الافضل حتی لو فعل كما هو مذهبنا لایاس به عند الشافعی ولو فعل كما مذهب لایاس به عندنا“..... (المحیط البرهانی: ۲/۱۲۳، ۱۲۴)

والله تعالی اعلم بالصواب

مسبوق پر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ سجدہ سہو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ سجدہ سہو کرے گا۔

”واما المسبوق اذا سها فيما يقضى وجب عليه السهو لانه فيما يقضى بمنزلة

المنفرد الا ترى انه يفترض عليه القراءة“..... (بدائع الصنائع: ۱/۴۴۰)

”والمسبوق يسجد مع امامه مطلقا سواء كان السهو قبل الاقتداء او بعده

ثم يقضى ما فاته ولو سها فيه سجدتان (قوله ولو سها فيه) اي فيما يقضيه

بعد فراغ الامام يسجدتان لانه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهو وان كان

لم يسجد مع الامام لسهو ثم سها هو ايضا كفته سجدتان عن السهوين لان

السجود لا يتكرر وتامه في شرح المنية“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۴۹)

”ولو سها المسبوق فيما يقضيه سجد له اي لسهو ايضا ولا يجزيه عنه سجوده

مع الامام وتكراره وان لم يشرع في صلاة واحدة باعتبار ان صلاحه كصالحين

حكما لانه منفرد فيما يقضيه“..... (مراقى الفلاح مع حاشية الطحاوى:

۴۶۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یا سورت کی

جگہ دعائے قنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

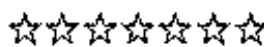
الجواب باسم الملك الوهاب

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نفل کی سب رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے لہذا ان میں سے کسی کو ترک کرنے یا ان کی جگہ دعائوت وغیرہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

”وقد عدها المصنف في باب صفة الصلوة اثني عشر واجبا الاول قراءة الفاتحة فان تركها في احدى الاوليين او اكثرها وجب عليه السجود وان ترك اقلها لا يجب لان للاكثر حكم الكل كذا في المحيط وسواء كان امام او منفردا..... وفي المجتبى اذا ترك من الفاتحة آية وجب عليه السجود وان تركها في الاخرين لا يجب ان كان في الفرض، وان كان في النفل او الوتر وجب عليه لوجوبها في الكل..... الثاني ضم سورة الى الفاتحة وقد قدمنا ان المراد بها ثلاث آيات قصار او آية طويلة فلولم يقرأ شيئا مع الفاتحة أو قرأ آية قصيرة لزمه السجود“..... (البحر الرائق: ۲/۱۶۶)

”ثم واجبات الصلوة انواع منها قراءة الفاتحة والسورة اذا ترك الفاتحة في الاوليين او احدهما يلزمه السهو وان قرأ اكثر الفاتحة ونسى الباقي لاسهو عليه وان بقى الاكثر كان عليه السهو اماما كان او منفردا كذا في فتاوى قاضى خان، وان تركها في الاخرين لا يجب ان كان في الفرض وان كان في النفل او الوتر وجب عليه سجود السهو كذا في البحر الرائق..... ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذا في التبيين“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب



الحقیقات کی جگہ کوئی سورت پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

- (۱) اگر نمازی دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد تشهد میں بیٹھ کر التحیات پڑھنے کی بجائے کوئی سورۃ پڑھنا شروع کر دے اور نمازی کو یاد آ جائے کہ اس نے تو تشهد میں التحیات پڑھنی تھی تو وہ نمازی کیا کرے؟
- (۲) اگر نمازی نے کسی غلطی کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا تھا اور وہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا نماز مکمل کرنے پر اسے یاد آیا کہ اس نے سجدہ سہو کرنا تھا تو پھر نمازی کیا کرے؟
- (۳) Q, TV (کیو ٹی وی) پر مولانا صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ اگر کوئی قاری قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور اس نے اونچی آواز سے آیت سجدہ تلاوت پڑھی تو ان تمام افراد پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا جنہوں نے آیت سجدہ تلاوت سنی خواہ وہ بازار میں جا رہے ہوں تو ایسے افراد جو بازار میں یا دکان میں ہوں اور ان کا وضو بھی نہ ہو اور کوئی پاک جگہ بھی نہ ہو تو وہ افراد کیا کریں، سجدہ تلاوت کو کس طرح ادا کریں؟
- قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل بتا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اگر تشهد میں التحیات کی بجائے سورۃ الفاتحہ یا کوئی سورت پڑھی تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

”وإذا قرء الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك إذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو كذا روى عن أبي حنيفة اه“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۲۷)

- (۲) اگر نمازی نے بھول کر سجدہ سہو نہ کیا اور سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی نماز توڑنے والا عمل نہ کیا ہو تو سجدہ سہو کر لے اور پھر تشهد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

”ولو نسى السهو..... يلزمه ذلك مادام في المسجد“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۵۲)

- (۳) آیت سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے اگرچہ سننے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو، اور سجدہ فوراً کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد میں جب وضو کرے تو اس وقت سجدہ تلاوت کر لے۔

”والسجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أو لم يقصد اه“..... (هدایۃ: ۱/۱۷۱)

”وہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیہا“..... (در علی ہامش

الر د: ۱/۵۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو کرنے کا مستنون طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ سجدہ سہو مسلک احناف کے مطابق صرف تشہد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھے، اور درود شریف دعاء پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے، یہ مسئلہ کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟ وہ حدیث شریف ایک یا زیادہ لکھ کر بتائی جائیں، تاکہ اطمینان ہو جائے، کیونکہ غیر مقلدین وہاں اس مسلک احناف کے بالکل خلاف کرتے ہیں، یعنی سجدہ سہو کے بعد تشہد درود شریف نہیں پڑھتے، آیا یہ طریقہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ بہر حال جس طریقہ سے مسلک احناف کے مطابق سجدہ سہو کا صحیح طریقہ ہے، وہ حدیث خوشخط لکھ کر بتائی جائے تو آپ کی بے حد مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

سجدہ سہو کے بعد تشہد اور پھر اس کے بعد سلام متعدد احادیث سے ثابت ہے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

”عن عمران ابن حصین ان النبی ﷺ صلی بہم فسجد فسجدتین ثم

تشہد ثم سلم قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن“..... (جامع ترمذی:

۱/۱۹۸)

یہی حدیث حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد، ص: ۱۵۷، میں ”باب سجدتی السہو فیہما تشہد و تسلم“ کے تحت نقل کی گئی ہے اور اس حدیث کو امام نسائی ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے، محدثین نے اس حدیث کو قوی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے، چنانچہ علامہ یوسف البوری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

”والحدیث قوی رواہ ابو داؤد وسکت عنہ ورواہ النسائی وابن حبان

والحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین کما فی العمدة“..... (معارف

السنن: ۳۹۷، ۳۹۶/۳)

اور امام طحاوی نے بھی اس پر شرح معانی الآثار میں حدیث نقل کی ہے۔

”عن عبد اللہ بن مسعود قال السهو ان يقوم في قعود او يقعد في قيام او يسلم

في الركعتين فانه يسلم ثم سجده سجدة السهو ويتشهد ويسلم“..... (شرح

معانی الآثار: ۱/۲۶۰)

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ سجدہ سہو کے بعد تشهد اور سلام دونوں حضور ﷺ سے

کرنا ثابت ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض کی تیسری رکعت میں سورت ملانے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی فرض نماز کی تیسری رکعت

میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورت ملا دے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر آدمی تشهد میں التحیات کی جگہ

سورۃ الفاتحہ شروع کر دے یا قیام میں فاتحہ کی جگہ التحیات شروع کر دے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر تیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملا دی تو سجدہ سہو واجب نہیں

ہے۔

اگر تشهد میں التحیات کی جگہ سورۃ الفاتحہ کو پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

قیام میں التحیات کو قبل از فاتحہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے، اور اگر قیام میں التحیات کو بعد از فاتحہ

پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

”ولو قرأ السورة في الاخيرين لاسهو عليه لانها محل الذكر“..... (تبيين

الحقائق: ۱/۱۹۳)

”ولو ضم السورة الى الفاتحة في الاخيرين لاسهو عليه“..... (البحر الرائق:

۲/۱۶۷)

”ولو قرأ فی الاخرین الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الاصح“
.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۶)

”واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو“.....(المحيط البرہانی:
۲/۳۱۳)

”واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۷)
”ومنها لو تشهد في قيامه بعد الفاتحة لزمه السجود وقبلها لا على
الاصح“.....(البحر الرائق: ۲/۱۷۲)

”ولو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود
السهو وهو الاصح“.....(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۷)

”وعن محمد لو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه
سجود السهو وهو الاصح“.....(تبيين الحقائق: ۱/۱۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نیت کرتے وقت ظہر کی بجائے عصر کا لفظ منہ سے نکل گیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کی نیت کرتے ہوئے غلطی سے ظہر کی جگہ لفظ عصر زبان سے ادا ہو گیا تو کیا نماز درست ہو جائے گی جب کہ دل میں یہی نیت تھی کہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر سہواً نماز ظہر میں لفظ ظہر کی جگہ لفظ عصر نکل جائے اور دل میں نماز ظہر ہی کا خیال ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔

”فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهوا اجزاه كفا في الزاهدي
قہستانی“.....(فتاویٰ شامی: ۱/۳۰۵)

”عزم علی الظهر وجرى علی لسانه ای العصر یجزیه کذا فی شرح مقدمة

ابى الليث وهکذا فی القنية“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اگر سجدہ سہوا نہ کیا جائے تو نماز اور اس میں کی گئی تلاوت دوبارہ لوٹائی جائے:

مسئلہ نمبر (۲۳۷): نماز تراویح میں امام آخری قعدہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور بعض مقتدی بھی کھڑے ہو گئے تو مقتدیوں نے لقمہ دیا تو امام قعدہ کی طرف لوٹ گیا تو آیا امام پر سجدہ سہوا واجب ہو یا نہیں؟ اگر سجدہ سہوا واجب تھا اور نہ کیا تو کیا وہ تلاوت جو ان دور کعتوں میں کی تھی سنت پوری کرنے کے لیے وہ تلاوت دہرائے گا یا نہیں اور کیا وہ دور کعات واجب الاعادہ ہوں گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں امام پر سجدہ سہوا واجب تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا، لہذا ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہے اور اس میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔

”وعن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح

ولم یقع فی الثانية قال ان تذکر فی القيام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم،

وان تذکر بعد ما سجد للثالثة، فان أضاف الیہار کعة اخری کانت هذه الاربع

عن تسلیمة واحدة“..... (الہندیة: ۱/۱۱۸)

”ورأیت فی نسخة فیہا اذا صلی اربعاً بتسلیمة واحدة، ولم یقع علی رأس

الرکعتین، علی قول ابی حنیفة رحمة اللہ تعالیٰ یجوز عن تسلیمتین، وعلی

قول ابی یوسف یجوز عن تسلیمة واحدة أه“..... کذا فی الفتاویٰ التتارخانیة:

۱/۲۸۳، والمحیط البرہانی: ۲/۲۵۸

”قولہ: (وکل نفل صلاة) الاولى ان یقول وکل شفع الخ واطلق فی النفل فعم

المؤکدة وغیرہا قولہ (وقعودہا فرض) ای قعود الصلاة التي علی حدة فرض

فیكون رفض الفرض لمكان فرض فیجوز ما لم یسجد للثالثة کذا فی الشرح

وفيه انه انما يكون فرضا اذا قعده اما اذا تركه وبني عليه شفعاً كان واجبا حتى لا تكون الصلاة فاسدة والحاصل ان القعود غير الاخير محتمل لكونه فرضا ان فعله وواجبا ان تركه فلكل من القولين وجه فتأمل اه.....(حاشية الطحطاوى: ٣٢٦)

”واذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه ويعيد القراءة ليحصل له النختم في الصلاة الجائزة وقال بعضهم يعتد بها كذا في الجوهرة النيرة اه.....(الهندية: ١/١١٨)

والله تعالى اعلم بالصواب



﴿الباب الثانی عشر فی سجدة التلاوة﴾

شیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ مننا:

مسئلہ نمبر (۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیپ ریکارڈ سے اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو کیا اس کی وجہ سے سجدہ واجب ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

شیپ ریکارڈ سے اگر آیت سجدہ تلاوت ہو تو اس کے سننے کی وجہ سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

”ولا تجب اذا سمعها من طير هو المختار ومن النائم الصحيح انها تجب وان

سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة“..... (الهندية: ۱۳۲/۱)

”وان سمعها من الصداء ويقال بالفارسية (بحواك) وفي الظهيرية (آواز

كوه) لا تجب عليه السجدة“..... (التاتارخانية جديد: ۲/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ کمپوز کرنے سے سجدہ تلاوت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت سجدہ کی کتابت کی جائے یا اسے ٹائپ کیا جائے تو اس کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آیت سجدہ کی کتابت یا ٹائپ اور کمپوز کرنے کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

”وفي اضافة السجود الى التلاوة اشارة الى انه اذا كتبها او تهاجها لا يجب

عليه سجود“..... (البحر الرائق: ۲/۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدہ میں جا کر دھام گھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نفل نماز کے بعد سجدہ میں

جا کر دعائے نکتے ہیں اب ہم نے یہ پڑھا ہے کہ کسی بھی نماز کے بعد (نفل ہو یا فرض) سجدہ میں جا کر دعائے نکتہ مکروہ تحریمی ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر سجدہ میں جا کر دعائے نکتہ مانگی جائے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کسی مخصوص نماز کے بعد سجدہ شکر میں جا کر دعائے نکتہ کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے بغیر تخصیص وقت کے نفس سجدہ شکر کرنا مستحب ہے۔

”وسجدة الشکر مستحبة به يفتى لكنها كره بعد الصلاة“..... (الدر علی هامش الرد: ۱/۵۷۷)

”قوله لكنها كره بعد الصلاة الضمير للسجدة مطلقا قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدوري للزاهدی اما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوة فمكروه لان الجهال يعتقدونها سنة او واجبة وكل يودى اليه فمكروه“..... (رد المحتار: ۱/۵۷۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدہ شکر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی نعمت یا خوشی حاصل ہو تو کیا سجدہ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کسی نعمت یا خوشی کے حاصل ہونے پر سجدہ شکر کرنا مستحب ہے لیکن کسی مخصوص نماز کے متصل بعد سجدہ شکر مسنون سمجھ کر کرنا ممنوع ہے۔

”وسجدة الشکر مستحبة به يفتى لكنها كره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون انها سنة او واجبة وكل يودى اليه فهو مكروه“..... (الطحطاوى: ۵۰۰)

”وقال ابن عابدین ”رزقہ اللہ مالا او ولدا او اندفعت عنہ نعمة ونحو ذلك
يستحب له ان يسجد لله تعالى شکر مستقبل القبلة اه“..... (الدرمع
الرد: ۱/۵۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے بعد سجدہ شکر کو سنت سمجھ کر کرنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ شکر ادا کرنے کا شرعی طریقہ
اظہار کے بارے میں ناگوار باتیں حوادث و تکالیف کی حالت میں صبر کے لیے نماز بھی پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ نص
”واستعينوا بالصبر والصلاة“ میں لفظ صلاة عام ہے بشمول نماز، نیز مراقبہ موجودہ تکالیف پر صبر سے ان شاء اللہ
تعالیٰ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے نیز اللہ پاک کے قرب و رضا میں اضافہ ہوتا ہے
اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر اظہار شکرانہ کے لیے صرف سجدہ شکر کافی ہے یا نماز شکرانہ پڑھنا بھی درست
وجائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

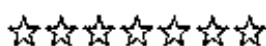
اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ شکر بھی کافی ہے اور شکرانہ کے
طور پر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے البتہ نمازوں کے بعد سجدہ شکر کو سنت سمجھ کر ادا کرنا مکروہ ہے نیز نعمتوں کے شکر کا مراقبہ
بھی کیا جاسکتا ہے۔

”وسجدة الشکر مستحبة به یفتی (قولہ وسجدة الشکر..... وہی لمن
تجددت عنده نعمة ظاهرة اور رزقہ اللہ تعالیٰ مالا او ولدا او اندفعت عنہ نعمة
ونحو ذلك يستحب له ان يسجد لله تعالى شکر مستقبل القبلة یحمد الله
تعالى فيها ویسبحه ثم یکبر فیرفع رأسه کما فی سجدة
التلاوة“..... (رد المحتار: ۱/۵۷۷)

”وتمام الشکر فی صلاة رکعتین کما فعل رسول الله ﷺ یوم فتح مكة کذا
فی السیر الکبیر قولہ (وقالا) ای محمد و ابو یوسف فی احدى الروایتین عنہ

(ہی) ای سجدة الشکر (قربة يثاب عليها) لما روى الستة الا النسائي عن ابي بكر ان النبي ﷺ كان اذا اتاه امر يسهه او يشر به خرساجدا. (وهيتها) ان يكبر مستقبل القبلة ويسجد فيحمد الله ويشكر ويسبح ثم يرفع رأسه مكبرا..... وسجدة الشکر مستحبة به يفتي لكنها تکره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون انها سنة او واجبة وکل مباح يؤدى اليه فهو مکروه“..... (طحطاوى على مراقى الفلاح: ۵۰۰، ۴۹۹)

والله تعالى اعلم بالصواب



سجده شکر کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۱۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب عالی بعد از نماز تسبیحات سے فارغ ہونے کے بعد کیا سجدہ میں گر کر عاجزی و انکساری سے اللہ پاک سے دعا کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ میرے ایک نمازی بھائی نے اس طرح دعا مانگنے پر اعتراض کیا ہے کہ سجدے میں گر کر دعا مانگنا درست نہیں ہے لیکن کیا انبیاء کرام علیہم السلام فخر الرسل ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اللہ کے پیارے بندوں نے سجدے میں گر کر رب العزت سے دعائیں مانگی ہیں یا نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ کیا ہے نبی ﷺ نے دعا کا کیا طریقہ تعلیم فرمایا ہے برائے کرم قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

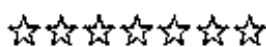
یہ سجدہ شکر ہے اور سجدہ شکر شرعاً سنت ہے واجب نہیں البتہ شرعاً جائز ہے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ثابت ہے لیکن نماز کے بعد خصوصاً وتر کے بعد سجدہ کرنے کو فقہاء کرام نے منع و مکروہ اس لیے لکھا ہے تاکہ لوگ اسے سنت یا واجب نہ سمجھ لیں، لہذا اگر کہیں یہ ڈرنہ ہو مثلاً علیحدگی میں سجدہ کرے یا ایسے لوگوں کی موجودگی میں کرے جن کا یہ عقیدہ اس کے سنت یا واجب ہونے کا نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”وسجدة الشکر مستحبة وبه يفتي لكنها تکره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون انها سنة او واجبة وکل مباح يؤدى اليه فهو مکروه (قولہ به يفتي)

والاظهر انها مستحبة كما نصح عليه محمد لانها قد جاء فيها غير ما حديث
وفعلها ابو بكر وعمر وعلي فلابح الجواب عن فعله عليه السلام بالنسخ..... وفي
فروق الاشياء سجدة الشكر جائزة عنده لا واجبة الخ..... (الدرم
الرد: ١/٥٤٤)

” (هي) اي سجدة الشكر (قربة يشاب عليها) قوله (قربة يشاب عليها) وعليه
الفتوى، وفي الدرر به يفتى، وفي ابن امير الحاج، وهو ظاهر، وكيف لا وقد جاء
فيها غير ما حديث اه“

”وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون
انها سنة او واجبة وكل مباح يؤدي اليه فهو مكروه“..... (الطحطاوى: ٥٠٠)
والله تعالى اعلم بالصواب



دوران نماز سجدہ تلاوت کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص پر نماز میں سجدہ تلاوت لازم
ہو اور اس نے نماز میں ہی سجدہ تلاوت کی نیت کے بغیر سجدہ صلاۃ کر لیا تو کیا سجدہ تلاوت ادا ہو گیا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتومہ میں اگر نمازی نے سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً رکوع کر لیا یا سجدہ تلاوت کی آیت
کے بعد ایک یا دو آیتیں پڑھ کر رکوع کیا ہو تو سجدہ تلاوت کی نیت کے بغیر بھی سجدہ صلاۃ سے وہ سجدہ ادا ہو جائے گا لیکن
اگر اس نے آیت سجدہ کے بعد قرأت لمسی کر دی یعنی اسکے بعد تین آیتیں یا زیادہ پڑھ لیں تو اس صورت میں سجدہ صلاۃ
میں تلاوت کے سجدہ کی نیت کرنے سے بھی سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔

”ولور كع لصلاته على الفور وسجد سقط عنه سجدة التلاوة نوى في السجدة
سجدة التلاوة اولم ينو وكذا اذا قرأ بعدها آيتين اجمعوا ان سجدة التلاوة
يتأدى بسجدة الصلاة وان لم ينو التلاوة“..... (خلاصة الفتاوى: ١/١٨٦،

”وسجدة التلاوة تتادى بسجدة الصلاة وان لم يتوها لانا نقول ذلك اذا لم يقرأ بعدها ثلاث آيات او اكثر على ما ياتي اما اذا قرأ فلا تتادى بسجدة الصلاة“..... (حلی کبیری: ۴۳۲)

”ولورکع لصلاته على الفور وسجدتسقط عنه سجدة التلاوة نوى فى السجدة السجدة التلاوة اولم يتوولذا اذا قرأ بعدها آيتين اجمعوا ان سجدة التلاوة تتادى بسجدة الصلاة وان لم يتو..... لو قرأ ثلاث آيات ورکع او سجد صلیبة يتو بها لها التلاوة لم تجز“..... (فتح القدیر: ۱/ ۴۷۰)

”قد صرحوا بانہ اذا لم يسجد ولم يركع حتى طالت القراءة ثم ركع ونوى السجدة لم يجز وكذا اذا نواها فى السجدة الصلیبة لانها صارت دینا علیه والدين يقضى بماله لا بما علیه والركوع والسجود علیه كذا فى البدائع“..... (ایضا: ۱/ ۴۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران تلاوت سجدہ تلاوت کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدہ کی آیت آجائے تو کیا قرآن پاک کو فوراً بند کر کے سجدہ کرے یا تلاوت جاری رکھے اور پوری کرنے کے بعد سجدہ ادا کرے یا پھر بعد میں بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر اسی وقت قرآن پاک بند کر کے سجدہ تلاوت کیا جائے تو افضل ہے اور اگر تلاوت ختم ہونے پر بھی سجدہ تلاوت کیا گیا تو کوئی حرج نہیں۔

”لانا نقول: ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سيأتي“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ کو صرف لکھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آیت سجدہ کو لکھے لیکن زبان سے نہ پڑھے تو کیا سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

”يجب بسبب تلاوة آية اى اكثرها مع حرف السجدة. وقال الشامي تحت

قوله ”بسبب تلاوة آية“ احترز عمالو كتبها او نهجاها فلا سجود عليه

اه“..... (ردالمحتار: ۱/ ۵۶۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت ص میں سجدہ تلاوت احتیاطاً حسن مآب پر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر (۲۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورت ص کی آیت نمبر ۲۳ ”خسر اڪعوا وانا اب“ پر سجدہ کرنا ہے یا آیت نمبر ۲۵ ”حسن مآب“ پر؟ کیونکہ کتاب الآثار، کفایت المفتی، احسن الفتاویٰ اور اشرف النوری میں ”مآب“ پر سجدہ کرنا لکھا ہے، جب کہ قرآن کے تمام نسخوں میں انا اب پر سجدہ کی علامت لکھی ہوئی ہے براہ کرم جلد سے جلد جواب دیں تاکہ علمائے کرام کا اختلاف ختم ہو سکے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اختلاف سے بچنے کے لیے ”حسن مآب“ پر سجدہ کیا جائے گا بنا بریں اگر ”خسر اڪعوا وانا اب“ پر سجدہ کر لیا جائے تو سجدہ کی ادائیگی اختلاف کی وجہ سے علی سبیل البعض نہ ہوئی، لہذا ان کا فتویٰ صحیح ہے احتیاطاً ”مآب“ پر سجدہ بہتر ہے۔

”قوله لما تذكره اى فى فصلت اى لنظيره وهو ان السجود لو وجب عند قوله

واناب فالتاخير عند قوله وحسن مآب لا يضر ويخرج عن الواجب ولو وجبت

عند قوله وحسن مآب وقدمها عند قوله وانا اب لكان السجود حاصل قبل

وجوبها، ووجود سبب وجوبها فی وجب نقصان فی الصلاة لو كانت صلاحية

ولانقض فی التأخیراہ..... (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مصلی غیر مصلی سے آیت سجدہ سے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنے جو نماز میں نہ ہو بلکہ ویسے ہی تلاوت کر رہا ہو تو نمازی کے لیے کیا حکم ہے؟ نماز کے اندر ہی سجدہ تلاوت کرے یا فارغ ہو کر بعد میں کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ تلاوت کرے۔

”ولو سمع المصلی السجدة من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلاحیة

بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور اہ (قولہ ولو سمع المصلی) ای سواء

کان اماما او مؤتمرا او منفردا (وقولہ من غیرہ) ای ممن لیس معہ فی الصلاة

سواء کان اماما غیر امامہ او مؤتما بلذک الامام او منفردا او غیر مصل اصلا“

..... (رد المحتار: ۱/۵۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کئی سجدہ تلاوت ادا کرتے وقت آیات سجدہ کی تعیین ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر تین مختلف آیات کے تین سجدے واجب ہوں تو کیا ہر آیت کا سجدہ کرتے ہوئے آیت کی تعیین ضروری ہے کہ فلاں آیت کا سجدہ کرتا ہوں یا بلا تعیین تین سجدے کرنے سے سجدے ادا ہو جائیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تعیین کی نیت ضروری نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ کرتا ہوں بلکہ صرف یہ نیت شرط ہے

کہ تلاوت کے سجدے ادا کرتا ہوں۔

” (بشروط الصلاة) المتقدمة (خلا التحريمة) ونية التعيين اه قوله (ونية التعيين) اي تعيين انها سجدة آية كذا في نهر عن القنية واماتعيين كونها عن التلاوة فشرط كما تقدم في بحث النية من شروط الصلاة الا اذا كانت في الصلاة وسجدها فوراً كما علمته اه“..... (الدرع الرد: ۱/ ۵۶۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ریڈیو اور لوڈ سپیکر پر سنی ہوئی آیت پر سجدہ تلاوت کا حکم:

- مسئلہ نمبر (۲۵۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر اور لوڈ سپیکر پر جو قراء حضرات قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کیا ان کے سامعین کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور جب یہ سجدہ کی آیات پڑھتے ہیں تو کیا ان کے سامعین پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟
- (۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر کی جانے والی تلاوت سننے سے ثواب نہیں ملتا اور اسی طرح ریڈیو کے ذریعہ گانے سننے سے گناہ بھی نہیں ہوتا، کیا یہ بات درست ہے؟
- از روئے شریعت جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ریڈیو پر تلاوت سننا جائز نہیں ہے کیونکہ ریڈیو اسٹیشن میں فضول گوئی اور لغو اور گانے بجانے اور بے ہودہ مجالس لگے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے اس میں قرآن پاک کی تلاوت کی بے حرمتی ہے لہذا ایسی جگہوں میں تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ثواب ہوگا، ہاں اگر کسی نے کر دیا تو وہاں موجودہ براہ راست سننے والے سامعین پر آیت سجدہ کی تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

”يجب على القارى احترامه بان لا يقرأ فى الاسواق ومواقع الاشتغال“

..... (فتاوى شامى: ۱/۳۰۳)

”ومن حرمة القرآن ان لا يقرأ فى الاسواق وفى موضع اللغو كذا فى القنية“

..... (فتاوى الهندية: ۵/۳۱۶)

”رجل يكتب الفقه ويجنبه رجل يقرأ القرآن لا يمكنه ان يستمع القرآن كان
الائم على القارى لانه قرأ فى موضع اشتغل الناس فى اعمالهم“.....(فتاوى
ناتارخانية جديد: ۲/۱۲۰)

”رجل يكتب الفقه ويجنبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه استماع القرآن فالائم
على القارى وعلى هذا لو قرأ على السطح فى الليل جهرا والناس ينام
نائم“.....(خلاصة الفتاوى: ۱/۱۰۳)

”ولو قرأ آية السجدة بالفارسية..... ولو قرأ بالعربية تلمزه مطلقا لكن يعذر فى
التاخير ما لم يعلم ولا يجب بكتابة القرآن والحاصل ان الوجوب انما يكون
باحدا الامرین اما بالتلاوة او بالسماع“.....(خلاصة الفتاوى ۱/۱۸۳)

لوڈ پیسکر پر تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے، ریڈیو پر تلاوت قرآن پاک سنتے وقت سجدہ
تلاوت واجب نہیں ہوتا جب تک کہ قاری خود براہ راست تلاوت نہ کرتا ہو، اگر تلاوت ریکارڈنگ کر کے کی جارہی
ہو تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے، کیونکہ سجدہ تلاوت کے لیے ایسی ذات کی تلاوت ضروری ہے جو عقل صحیح رکھتا ہو
لہذا تمام ان اشیاء کی تلاوت جو ذوی العقول نہیں جیسے (طوطا، صدائے بازگشت) وغیرہ، یا عقل صحیح نہیں رکھتا جیسے
مجنون کی تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

”فينظر الى اهلية التالى واهليته بالتمييز وقد وجد فوجد سماع تلاوة صحيحة
فتجب السجدة بخلاف السماع من البيغاء والصدى فان ذلك ليس بتلاوة
وكذا اذا سمع من المجنون لانه ذالك ليس بتلاوة صحيحة لعدم اهلية
لانعدام التمييز“.....(بدائع الصنائع: ۱/۲۲۰)

گانا سنانا جائز نہیں ہے جس چیز سے بھی ہو۔

”وفى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله
عليه السلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر“
.....(درعلى الرد: ۵/۲۳۶)

”واختلفوا فى التغنى المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقا والاستماع اليه

معصیۃ لاطلاق ماروینا والیہ اشار فی الكتاب وهو اختیار شیخ الاسلام رحمۃ

اللہ علیہ..... (تبیین الحقائق: ۶/۱۳)

”ان الضرب بالقصب والتغنی حرام“..... (خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت کے پاس اگر آیت سجدہ تلاوت کی تو کیا اس پر سجدہ لازم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حائضہ عورت کے پاس کوئی سجدے والی آیت پڑھی جائے تو اس عورت پر پاک ہونے کے وقت وہ سجدہ ضروری ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

حائضہ عورت کے پاس اگر کسی نے آیت تلاوت کی تو اس سے حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں

ہوتا۔

”الحائض اذا سمعت آية السجدة لا سجدة عليها كذا في التارخانية“

..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۳۸)

”فلانجب علی الکافر والصبی والمجنون والحائض والنفساء قرؤا“

اوسمعوا“..... (در المختار علی هامش الرد: ۵/۵۶۸، ۵۶۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خارج از صلوٰۃ سجدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے؟ جب کہ آدمی نماز میں نہ ہو نماز سے باہر اگر کوئی سجدہ والی آیت سنے تو سجدہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

خارج نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں

اور سجدہ میں تسبیحات پڑھیں پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں، دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

”وما یستحب لادائها ان یقوم فیسجد لان الخور وسقوط من القيام والقرآن ورد به وهو مروی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وان لم یفعل لم یضره“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا زیریہ معاش کتابت ہے تو اگر کتابت کرتے ہوئے کوئی آیت جو سجدہ والی ہو اس کے لکھنے سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر لکھائی کرتے ہوئے زبان سے سجدہ والی آیت تلاوت نہیں کی تو صرف لکھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

”ولا تجب السجدة بكتابة القرآن كذافي فتاوى قاضي خان“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آیت سجدہ تلاوت کی لیکن سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا سلام پھیر لیا تو اب امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

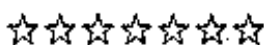
الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی لیکن ان کو توبہ واستغفار لازم ہے۔

”ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لا خارجها لمامر وفي البدائع واذالم يسجد
ثم فتلزمه التوبة قوله واذالم يسجد ثم الخ افادانه لا يقضيها قال في شرح
المنية وكل سجدة وجبت في الصلاة ولم تؤد فيها سقطت اى لم يبق السجود
لها مشروعا لقوات محله هي“.....(رد المحتار: ١/٥٤٠)

”ولم نقض الصلواتية خارجها لان لها مزية فلا تتأدى بناقص وعليه التوبة لاثمه
بتعمد تركها قوله لان لها مزية اى مزية الصلاة فلا تتأدى بالسجود خارجها
لانه انقص من السجود فيها“.....(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح:
٣٩٢)

والله تعالى اعلم بالصواب



آیت سجدہ کا قہر دینے سے ایک ہی سجدہ واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم تراویح میں قرآن
سنا رہا ہے اور سجدہ والی آیت پر آکر بھول جاتا ہے اور سامع اس کی غلطی نکالتا ہے اور وہ بھی سجدہ والی آیت کو تلاوت
کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ آیا سامعین پر دو سجدے واجب ہوں گے یا ایک سجدہ واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

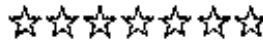
جب حافظ صاحب نے ایک ہی سجدہ والی آیت کو دوبارہ پڑھا تو حافظ اور سامعین پر ایک ہی سجدہ واجب

ہوگا۔

”رجل قرء آية السجدة فسجدها ثم قرء هافي مجلسه فعليه ان يسجدها
وان قرء هافلم يسجد هاحتى قرء هاثانية في مجلسه فعليه سجدة واحدة
وهذا استحسن والقياس ان يجب بكل تلاوة سجدة لان السجدة حكم
التلاوة والحكم يتكرر بتكرر السبب اعتبار السبب ولا معنى للتداخل“
.....(المحيط البرهاني: ٢/٣٦٤)

”وشرط التداخل اتحاد الآية واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس
 واتحاد الآية او اتحاد المجلس واختلف الآية لاتتداخل كذا في
 المحيط“.....(فتاوى الهندية: ١/١٣٣)

والله تعالى اعلم بالصواب



﴿الباب الثالث عشر فی صلوٰۃ المريض﴾

﴿کرسی پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم﴾

مسئلہ نمبر (۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معذور شخص کے لیے کرسی پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ برائے مہربانی اس مسئلے کا جواب تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

معذور شخص کے لیے کرسی پر نماز پڑھنے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں چند مباحث ذکر کی جاتی ہیں، امید ہے کہ ان سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہو جائے گی۔

(۱) سجدہ کی تعریف۔

(۲) زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز مثلاً ٹیبل وغیرہ پر سجدہ کرنے کا حکم۔

(۳) پیشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم۔

(۴) احادیث ممانعت اور ان کا مدار۔

(۵) کرسی پر بیٹھنے کی حقیقت۔

(۶) قیام پر قدرت رکھنے کے باوجود کرسی پر بیٹھنے کا حکم۔

(۷) کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار۔

(۱) سجدہ کی تعریف:

سجدہ نماز کے ارکان میں سے ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، سجدہ کا کامل اور مستنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو ناک، پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں سے ادا کیا جائے، البتہ فرضیت صرف پیشانی کو رکھنے سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ اعضاء کو زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی ٹھوس چیز پر رکھنے سے سجدہ ادا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہوا میں اشارہ کرنے سے حقیقی سجدہ ادا نہیں ہوتا، البتہ معذور ہونے کی صورت میں اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱) ”تمام السجود باتیانہ بالواجب فیہ ، ویتحقق بوضع جميع الیدين والركبتين والقدمين والجهة والانف كما ذكره الكمال وغيره“
 ”ومن شروط صحة السجود كونه على ما اى شيء يجد الساجد حجمه بحيث لو بالغ لانتسفل رأسه ابلغ مما كان حال الوضع فلا يصح السجود على القطن والثلج والتبن والارز والذرة وبرز الكتان والحنطة والشعير، تستقر عليه جبهته فيصح السجود لان حباتها يستقر بعضها على بعض لخشونة ورخاوة“..... (حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح: ۲۳۱)

(۲) ”والخامسة من الفرائض السجدة وهى فريضة تتادى بوضع الجبهة على الارض او ما يتصل بها بشرط الانخفاض الزائد على نهاية الركوع مع الخروج عن حد القيام..... واما تاديه على وجه الكمال فهو بوضع الجبهة والانف والقدمين واليدين والركبتين لمامر فى الصحيحين..... اه“..... (حلى كبيرى: ۲۲۷)

(۳) ”السنة فى السجود ان يسجد على الجبهة والانف واليدين والقدمين والركبتين واما فرض السجود فيتادى بوضع الجبهة او الانف والقدمين فى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالى“..... (المحيط البرهاني: ۸۳/۲)
 (۴) ”وحقيقة السجود وضع بعض الوجه على الارض مما لا سخرية فيه فدخل الانف وخرج الخد والذقن“..... (رد المحتار: ۱/۳۳۰، البحر الرائق: ۵۱۱/۱)

(۵) ”وما ذكروه فى جواز السجدة على الارض اوشىء قائم على الارض يجد حجمه وثخنه بحيث يستقر ولا ينضغط او ينضغط ولكن ينتهى ضغطه فلا يستقل بعده“..... (معارف السنن: ۳۹۳/۳)

(۲) زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟

اگر آدمی اتنا معذور ہو کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز مثلاً میز وغیرہ پر سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فریضہ سجود اس سے ساقط ہو جاتا ہے، اور اشارے سے سجدہ کرنا اس کے لیے متعین ہو جاتا ہے، لیکن اگر معذور کی حالت ایسی

نہیں، بلکہ وہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہے تو اس کو سجدہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے کیونکہ یہ شخص حقیقی سجدہ پر قادر ہے لہذا اشارہ کرنے سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔

فقہائے کرام کی عام عبارتوں سے جواز معلوم ہوتا ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کا فریضہ اس وقت ساقط ہوگا جب حقیقی سجدہ کرے گا کیونکہ یہ حقیقتاً سجدہ کرنے پر قادر ہے، اور اشارے سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔

”ولو وضعت الوسادة على الارض وسجد عليها جازت“..... (جامع الفصولین: ۱۶۶/۲)

”وان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليه جازت صلوته“..... (المحيط البرہانی: ۳۳/۳)

”اقول قال في الذخيرة، فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلاته، فقد صح ان ام سلمة رضی اللہ عنہا كانت تسجد على مرقعة موضوعة بين يديها لعل كانت بها ولم يمنعها رسول اللہ ﷺ من ذلك اه“..... (منحة الخالق على البحر: ۲۰۰/۲)

”وان كانت الوسادة على الارض جاز السجود“..... (البرزازية على الهندية: ۷۱/۳)

”واما اذا سجد على الوسادة بجزءه لماروى عن ام سلمة رضی اللہ عنہا انها كان بهارمدا فسجدت على المرفقة فجوز لها رسول اللہ ﷺ“..... (المبسوط للسرخسی: ۳۸۲/۱)

”اقول الحق التفصيل وهو انه ان كان ركوعه بمجرد ايماء الرأس من غير انحناء وميل الظهر فهذا ايماء لا ركوع فلا يعتبر السجود بعد الايماء مطلقا، وان كان مع الانحناء كان ركوعا معتبرا حتى انه يصح من المتطوع القادر على القيام فحينئذ ينظر ان كان الموضوع مما يصح السجود عليه كحجر مثلاً ولم يزد ارتفاعه على قدر لينة اولبتين فهو سجود حقيقي فيكون راكمها ساجدا لا مؤميا حتى انه يصح اقتداء القائم به واذا قدر فيها على القيام

استأنفها بل يظهر لي انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الايماء بهما مع القدرة عليها بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة..... (ردالمحتار: ١/٥٦١)

(۳) پیشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟

اگر معذور آدمی کوئی چیز اپنے یا دوسرے کے ہاتھوں اٹھا کر پیشانی پر لگا دے تو اس کے بارے میں فقہائے کرام نے لکھا ہے۔

۱۔ یہ صورت اشارے کی ہے، سجدہ کی نہیں، لہذا سجدہ شمار نہ ہوگا۔

۲۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اٹھائی گئی چیز کی طرف پیشانی کو جھکا دیا جائے، صرف پیشانی پر لگانا کافی نہیں، بصورت دیگر ایما بھی شمار نہ ہوگا اور نماز بھی جائز نہ ہوگی۔

۳۔ مذکورہ صورت میں جس میں پیشانی کو جھکا دیا جائے مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ اس سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اس کی کراہت تحریمیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور کے لیے سر سے اشارہ کرنا مذکورہ صورت سے بہتر بلکہ ضروری ہے۔

”والسجود على الشيء المرفوع ليس بالايماء الا اذا حرك رأسه فيجوز لوجود الايماء لالوجود السجود على ذلك الشيء وصححه في الخلاصة“
..... (البحر الرائق: ٢/٢٠١)

”قال ويكره للمريض المؤمى ان يرفع اليه عود او وسادة ليسجد عليه“
..... (المبسوط للسرخسي: ١/٣٨١)

”قوله ولا يرفع الي وجهه شيئا يسجد عليه فان رفع ان وجد الايماء جاز ويكون مسينا والا فلا“..... (الجوهرة النيرة: ١/٩٥)

”يكره ان يرفع المؤمى الي وجهه عودا او شيئا يسجد عليه فان كان لا يخفض رأسه اصلا لا يجوز وان خفض رأسه والخفض للسجود ازيد من الركوع جاز عن الايماء في الاصح“..... (البيزانية على الهندية: ٣/٤٠، ٤١)

”ولا يرفع الي وجهه شيئا يسجد عليه فانه يكره تحريما فان فعل بالبناء للمجهول ذكره العيني وهو يخفض برأسه لسجوده اكثر من ركوعه صح على انه ايماء لاسجود الا ان يجرد قوة الارض“..... (الدر المختار على ردالمحتار: ۱/۵۶۱)

(كذا في المحيط البرهاني: ۳/۳۳، وفي الهداية: ۱/۱۶۹، وفي جامع الفصولين: ۲/۱۶۶)

(۳) احاديث مما نعت اوران کا مدار:

زیر بحث مسئلہ کے متعلق بعض احادیث و آثار صحابہؓ میں ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن ان سے مراد وہ صورتیں ہیں جن میں کوئی چیز پیشانی کی طرف اٹھائی گئی ہو جیسا کہ الفاظ حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے اس صورت کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

”واما نفس الرفع المذكور فمكروه وصرح به في البدائع وغيره لما روى ان النبي ﷺ دخل على مريض يعود فوجدته يصلي كذلك فقال ان قدرت ان تسجد على الارض فاسجد والا فأوم برأسك، وروى ان عبدالله بن مسعود دخل على اخيه يعود فوجدته يصلي ويرفع اليه عود فيسجد عليه فنزع ذلك من يده من كان في يده وقال هذا شئى عرض لكم الشيطان اوم بسجودك، وروى ان ابن عمر رأى ذلك من مريض فقال اتخنون مع الله آلهة؟ واستدل للكره في المحيط بنهيه عليه السلام عنه وهو يدل على كراهة التحريم“..... (البحر الرائق: ۲/۲۰۰)

”قوله لقوله عليه السلام ان قدرت، (الحديث) روى البزاز في مسنده والبيهقي في المعرفة عن ابي بكر الحنفى حدثنا سفیان الثوري حدثنا ابو الزبير عن جابر ان النبي ﷺ عاد مريضا فراه يصلي على وسادة فاخذها فرمى بها، فاخذ عودا يصلي عليه فاخذها فرمى به وقال صل على الارض ان استطعت والا فأوم ايماء واجعل سجودك اخفض من ركوعك“..... (فتح القدير على الهداية: ۱/۳۵۸)

(کذا فی المحيط البرہانی: ۳/۳۳، والمبسوط: ۱/۳۸۱)

(۵) کرسی پر بیٹھنے کی حقیقت:

اس مسئلہ میں دو باتیں قابل وضاحت ہیں۔

پہلی بات:

کرسی پر بیٹھنا قعود ہے یا نہیں؟

(۱) کرسی پر بیٹھنا قعود ہے کیونکہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص قاعد ہوگا یا قائم، اگر قائم ہو تو غیر معذورین کے لیے بھی ایسا کرنا جائز ہونا چاہیے، حالانکہ بالاتفاق ایسا کرنا جائز نہیں، لہذا قاعد ہونا متعین ہو گیا۔

(۲) فقہائے کرام نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر ایک آدمی کو تشہد اول میں سہو ہو جائے اور بجائے تشہد کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تو یاد آتے وقت اگر وہ قعود کے قریب ہے تو بیٹھے گا، اور اگر قیام کے قریب ہے تو کھڑا ہوگا، اور نصف اسفل کے استواء، وعدم استواء پر قعود کے قریب ہونے یا نہ ہونے کا مدار رکھا ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

”لان حالة الركوع كحالة القيام فان القائم انما يفارق القاعد في النصف

الاسفل لان النصف الاسفل من القاعد منثن ومن القائم مستو، فاما النصف

الاعلى فيهما سواء“..... (مبسوط: ۲/۱۳۵)

”قوله وان سها عن القعود الاول وهو اليه اقرب عاد والا لا اى الى القعود لان

الاصل ان ما يقرب من الشيء ياخذ حكمه كغناء المصمر وحريم البئر فان كان

اقرب الى القعود بان رفع اليه من الارض وركبته عليها او مالمت ينتصب

النصف الاسفل وصححه في الكافي فكانه لم يقم اصلا“..... (بحر الرائق:

۱۷۸/۲)

(کذا فی الہندیۃ: ۱/۱۲۷)

لہذا نصف اسفل جب تک مستوی نہ ہو تو یہ قعود کے حکم میں ہے، اب اگر کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا جائے تو اس کی صورت بھی عینہ یہی ہے کہ نصف اسفل اس کا مستوی نہیں ہوتا، حاصل یہ ہوا کہ حالت قعود میں داخل ہے۔

(۳) علاوہ ازیں عرف عام میں بھی کرسی پر بیٹھے ہوئے کو قاعدہ ہی شمار کیا جاتا ہے نہ کہ قائم یا رکن وغیرہ۔

دوسری بات:

یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کا موضع قعود کیا ہے؟ یا موضع قعود کا مدار قدمین پر ہے یا سرینوں پر؟ علامہ کا سانی رحمہ اللہ نے قعود کی تعریف یوں کی ہے۔

”ولو تبدل الانتصاب فی النصف الاسفل بما یضادہ هو انضمام الرجلین والصاق الالیة بالارض یشمی قعودا، فكان القعود اسما لمعینین مختلفین فی محلین مختلفین وهما الانتصاب فی النصف الاعلی والانضمام والاستقرار علی الارض فی النصف الاسفل“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۵۶)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قعود حقیقی تین چیزیں ہیں،

۱۔ انتصاب نصف اعلیٰ: جو کہ کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں حقیقتاً پائی جاتی ہے۔

۲۔ انضمام رجلین: فقہائے کرام نے اقعاء اور احتواء کی صورتوں کو نماز میں مکروہ لکھا ہے، کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور ان میں انضمام رجلین علی وجہ الکمال نہیں ہوتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انضمام کا دخل قعود مسنون میں تو ہے، حقیقی قعود میں نہیں، ورنہ یہ صورتیں جائز ہی نہ ہوتیں، اور کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں بھی انضمام علی وجہ الکمال نہیں ہوتا لہذا یہ صورت اگرچہ مسنون ہونے سے نکل گئی لیکن بوجہ عذر جائز ہوگی۔

۳۔ استقرار والصاق الالیة: انتصاب نصف اعلیٰ کے بعد قعود کی حقیقت کا مدار الاحمال استقرار والصاق الالیة پر ہوگا، کیونکہ انضمام کا تعلق سنیت سے ہے جیسا کہ گزر گیا۔

لہذا جس کا استقرار والصاق زمین پر ہو تو اس کا موضع قعود زمین ہے اور جس کا کرسی یا تخت وغیرہ ہو تو اس کا موضع قعود بھی وہی جگہ ہوگی۔

رہی بات قدمین کی تو ان کا تعلق حقیقی قعود کے ساتھ اس لیے نہیں کہ کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں جسم کا استقرار بواسطہ الیمن کرسی کی سطح پر ہوتا ہے، قدمین پر نہیں، لہذا موضع قدمین موضع قعود شمار نہیں ہوگا۔

(۲) قیام پر قادر ہونے کے باوجود جلوس کا حکم؟

”قوله وان تعذر الركوع والسجود لا القيام أو ما قاعدا لان ركنية القيام لتوصل به الى السجدة لما فيه من نهاية التعظيم و اذا كان لا يتعقبه السجود لا يكون ركنًا فيتخير والافضل هو الایماء قاعدا“..... (البحر الرائق: ۲/۲۰۵)

”قال فان لم يستطع الركوع والسجود أو می ایماء یعنی قاعدا..... وجعل سجوده اخفض من ركوعه لانه قائم مقامهما فاخذ حكمهما“..... (الهداية: ۱۶۸/۱)

”فان كان المريض يقدر على القيام ولا يقدر على السجود أو می ایماء وهو قاعد لان القيام لافتتاح الركوع والسجود وكل قيام لا يتعقبه سجود لا يكون ركنا“..... (المحيط البرهانی: ۲۷/۳)

”وان تعذرا ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف لا القيام أو می بالهمز قاعدا وهو افضل من الایماء قائما تقر به من الارض“..... (الدر علی هامش رد المحتار: ۵۶۰/۱)

فقہائے کرام کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی رکوع و سجود یا صرف سجود پر قادر نہ ہو تو قیام کا فریضہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ قیام سجود کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اور مقصود کے معذور ہونے سے وسیلہ بھی ساقط ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں کام تعظیم اسی میں ہے کہ انسان قیام ہی سے سجدہ میں چلا جائے، لیکن جب حقیقی رکوع و سجود پر قدرت نہ ہو تو قیام بھی ساقط ہوگا۔

لیکن اگر آدمی رکوع و سجود سے عاجز نہ تو اس پر قیام فرض ہے، اگر قیام کو چھوڑ کر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز ادا نہ ہوگی۔

اب اگر زیر نظر مسئلہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کرسی پر نماز پڑھنے والا شخص جب کہ سامنے رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہو، اس عذر میں داخل نہیں، کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت

”بل يظهر لي انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الایماء بهما مع القدرة عليهما“..... (رد المحتار: ۵۶۱/۱)

سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس شخص کا سجدہ کرنا حقیقی سجدہ ہے اور اس کے لیے اشارہ کرنا بھی صحیح نہیں، لہذا یہ شخص جب قادر علی السجود ہو تو قیام بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ معلل بعجزہ عن السجود ہے جو کہ یہاں منقود ہے۔

(۷) کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار:

مسئلہ نمبر ۵ اور ۶ میں گزری ہوئی تفصیل سے جب یہ معلوم ہوا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص شرعاً و عرفاً قاعد کے حکم

میں ہے، اور اس کا موضع قعود کرسی ہی کی سطح ہے، تو سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار بھی بیٹھنے کی جگہ سے لی جائے گی جو کہ کرسی کی سطح ہے۔

اور اس کی اونچائی کی مقدار کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی مقدار ایک یا دو اینٹ کے برابر رکھی جائے، اور ایک یا دو اینٹ کی مقدار زیادہ سے زیادہ بارہ انگل ہوتی ہے، لہذا کرسی پر نماز پڑھنے والے شخص کے سامنے رکھی ہوئی چیز اگر کرسی کی سطح سے بارہ انگل یا اس سے کم اونچائی میں ہو تو نماز درست ہوگی ورنہ نہیں۔

”ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين قال الحلواني ان كانت التفاوت مقدار اللبنة او اللبنتين يجوز وان كان اكثر لا يجوز واراد اللبنة المنصوبة لا المفروشة وحد اللبنة ربع ذراع“..... (الجوهرة النيرة: ۱/۲۳)

”ولو كان موضع سجوده ارفع من عن موضع القدمين بمقدار لبنة او لبنتين منصوبتين جاز سجوده وان اكثر لا الا لزحمة كما مر والمراد لبنة بخارى وهى ربع ذراع عرض ستة اصابع فمقدار ارتفاعها نصف ذراع اثنتا عشرة اصبعاً ذكره الحلبي“..... (الدر المختار على رد المحتار: ۱/۳۷۲)

(كذا في الحلبي: ۲۵۰)

واضح رہے کہ مذکورہ عبارات میں موضع القدمین سے مراد موضع استقرار ہے لہذا اگر استقرار زمین پر ہو تو موضع قعود زمین ہے اور اگر بیڈیا کرسی کی سطح پر ہو تو وہی موضع قعود ہے۔

خلاصہ:

معذور حضرات کے لیے کرسی پر، مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔

- ۱۔ اگر معذور کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہے تو اس پر سجدہ کرنا لازم ہے، اشارہ کرنے سے فریضہ سجود ساقط نہیں ہوگا، لہذا اگر سجدہ نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی۔
- ۲۔ اسی طرح اس شخص پر قیام بھی فرض ہے، بیٹھ کر نماز پڑھنے سے قیام ساقط نہیں ہوگا۔
- ۳۔ کرسی کے سامنے زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز کی مقدار کرسی کی سطح سے زیادہ بارہ انگل ہو، اس سے زیادہ کی صورت میں سجدہ ادا نہ ہوگا۔

۴۔ اور اگر معذور کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے رکھی ہوئی اونچی چیز پر بھی سجدہ نہیں کر سکتا، تو پھر وہ اشارے

سے رکوع وجود کرے گا، اسی طرح قیام بھی اس شخص کے ذمے سے ساقط ہوگا لہذا یہ شخص بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دماغی توازن درست نہ ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۷): مکرم و محترم حضرت مفتی صاحب میرے والد صاحب بہت ضعیف ہیں نمازیں از خود نہیں پڑھ سکتے پاس کوئی بیٹھ کر آگے آگے پڑھتا جائے تو ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے ہیں، اور رکوع، سجدہ پکڑ کر دایا جاتا ہے ان کو پتہ نہیں چلتا کہ اب میں نے رکوع کرنا ہے، اب میں نے سجدہ کرنا ہے، ان نمازوں کا کفارہ دینا ہوگا یا معاف ہیں؟ اگر کفارہ ہے تو کتنا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی ان کا دماغی توازن درست نہیں ہے کہ ان کو رکوع و سجدہ وغیرہ نماز کے ارکان ادا کرنے کا بالکل پتہ نہیں چلتا تو وہ مکلف بالصلوٰۃ نہیں ہیں لہذا ترک نماز کا وبال بھی نہ ہوگا، اور ان نمازوں کا کفارہ بھی لازم نہیں۔

”ولو معتوها في المغرب المعتوه الناقص العقل وقيل المدهوش من غير جنون وفيه التفصيل المار في الصبي كما في التارخانية، وفي عامة كتب الاصول ان حكمه كالصبي العاقل في كل الاحكام واستثنى الدبوسي العبادات فتجب عليه احتياطا ورده ابو اليسر بانه نوع جنون فيمنع الوجوب وفي اصول الستى انه لا يكلف باذائها كالصبي العاقل الا انه ان زال العته توجه عليه الخطاب بالاداء حالا وبقضاء ماضى بلا حرج فقد صرح بانه يقضى القليل دون الكثير وان لم يكن مخاطبا فيما قبل كالنائم والمغمى عليه دون الصبي اذ اباع وهو اقرب الى التحقيق كذا في شرح المغنى للهندي اسماعيل ملخصا“..... (رد المحتار: ۳/۳، ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازی کا اونچی جگہ پر سجدہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سجدے کی جگہ پاؤں رکھنے کی جگہ سے اونچی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر پیشانی لگنے کی جگہ بیٹھنے کی جگہ سے اونچائی میں بارہ انگلیوں کے برابر یا اس سے کم اونچی ہو تو سجدہ کراہت کے ساتھ جائز ہوگا، یہ حکم غیر معذور کے لیے ہے اور معذور کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر بارہ انگلیوں سے زیادہ اونچی جگہ ہو تو سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

”ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز سجوده وان أكثر لا إلا لزحمة كمامر. والمراد لبنة بخارى وهي ربع ذراع عرض ستة أصابع لمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتا عشرة أصابع ذكره الحلبي الخ، وقال ابن عابدين تحت قوله ”جاز سجوده“ الظاهر انه مع الكراهة لمخالفته للمأثور من فعله عليه السلام... الخ“..... (رد المحتار: ۱/۳۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیخ فانی کی تعریف اور اس کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً چھیا نوے سال ہے نیچے حصہ پر فالج کا اثر ہے کبھی کبھی پیشاب کی تکلیف بھی ہوتی ہے مگر ان تمام مذکورہ حالات کے ہوتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ بندہ کھڑے ہو کر چالیس آیات قرأت پڑھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور گزشتہ سال رمضان مبارک کے مکمل روزے رکھ چکا ہے اب ایک مولانا صاحب نے مجھے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آپ چونکہ شیخ فانی ہیں، لہذا آپ کے لیے روزہ رکھنا یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جرم ہے اور اگر اس کی وجہ سے موت آئی تو وہ خودکشی کے مترادف ہوگی اور اسلام سے خارج ہو کر آپ کا نماز جنازہ نہیں پڑھا یا جائے گا اب یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط ہے؟ اس مولانا صاحب کا فتویٰ بھی ارسال خدمت ہے مفصل جواب سے مطمئن فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”والشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصیام یفطر“..... (الهدایة: ۱/۲۳۰)

اور صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

”الشیخ الفانی إذا عجز عن الصوم جازله الإطعام“

اور صاحب الدر لکھتے ہیں:

”والشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی“..... (الدر المختار: ۲/۱۳۰)

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں:

”قوله العاجز عن الصوم أى عجز استمرار کما یأتى أما لو لم یقدر علیه لشدة

الحر کان له أن یفطر ویقضیه فی الشتاء“..... (رد المحتار: ۲/۱۳۰)

ان عبارات مذکورہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ شیخ فانی نہیں اور آپ فدیہ نہیں دے سکتے، اس لیے کہ

شیخ فانی وہ ہوتا ہے جو روزہ رکھنے پر قادر ہی نہ ہو، اس قدر کمزور ہو گیا ہو کہ آئندہ صبح ہونے کی امید نہ ہو، اگر رمضان

المبارک میں گرمی یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس کے بعد کسی وقت قضاء کرنا ضروری ہوگا،

باقی رہا نماز کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر زیادہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ

کر نماز پڑھنا جائز ہے مگر یاد رہے کہ معمولی مشقت اور تکلیف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

”إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعدا يرکع ویسجد کذا فی الهدایة وأصح

الأقوال فی تفسیر المعجز أن یلحقه بالقیام ضرر و علیہ الفتویٰ کذا

فی المعراج الدر ایہ و كذلك إذا خاف زیادة المرض أو إبطاء البرء بالقیام

أو دوران الرأس کذا فی التبیین أو یجد وجعاً لذلك فإن لحقه نوع مشقة

لم یجز ترک ذلك القيام کذا فی الکافی ولو کان قادراً علی بعض القيام دون

تمامه یؤمر بأن یقوم قدر ما یقدر حتی إذا کان قادراً علی أن

یکبر قائماً ولا یقدر علی القيام للقرأة أو کان قادراً علی القيام لبعض القرأة دون

تمامها یؤمر بأن یکبر قائماً ویقرأ قدر ما یقدر علیه قائماً ثم یقع إذا عجز قال شمس

الأئمة الحلوانیّ هو المذهب الصحیح ولو ترک هذا خفت أن لا تجوز صلاته

کذا فی الخلاصة..... (الہندیة: ۱/۱۳۶)

اس مفصل عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو حالت مذکورہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں جو فتویٰ کسی مولانا صاحب کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سراسر غلط ہے اور اسکو اس فتویٰ سے اور آئندہ کے لیے بھی فتویٰ دینے سے تائب ہو کر آرام سے عبادات میں مشغول رہنا ضروری ہے، کیونکہ وہ فتویٰ کے اہل معلوم نہیں ہوتے، جیسا کہ ان کی تحریر سے واضح ہے، غیر مجتہد کے لیے کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ دینے کا حق نہیں بلکہ فقہاء کرام کے معتمد اور معتبر فی المذہب کتب سے فتویٰ دینا پڑے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کرسی پر نماز پڑھنے کے ایک طریقہ کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۰): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ میں اپنے گھر کی قریبی مسجد میں الحمد للہ کئی سالوں سے نماز پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور توفیق سے کچھ سالوں سے نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ صف اول میں ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہوں اور امام صاحب کے پیچھے اقامت بھی پڑھتا ہوں، گذشتہ تین چار ماہ سے میرے گھنٹوں میں بڑی درد کرتی ہے جس وجہ سے رکوع و سجود اور خاص طور پر التیات میں گھٹنا دوہرا کرنا تکلیف دہ ہے اس لیے ڈاکٹر کی ہدایت پر کرسی کا استعمال شروع کیا ہے، کرسی کی پچھلی ٹانگیں صف کے پچھلے کنارے پر ہوتی ہیں اور میں کرسی کے آگے کھڑا ہو کر اقامت پڑھتا ہوں اور اس کے بعد نماز میں کھڑے ہوئے قیام اور رکوع کرتا ہوں پھر سجدہ کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے ادا کرتا ہوں، اور کرسی پر ہی التیات سے سلام پھیرنے تک بیٹھا رہتا ہوں۔

برائے مہربانی فرمائیں کہ یہ طریقہ جائز ہے؟ اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں عذر کی وجہ سے اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ آپ کو آگے ایسے ٹیبل وغیرہ پر جس کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے بارہ انگل یا اس سے کم پر سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو ورنہ اشارہ سے سجدہ کرنے کی صورت میں نماز جائز نہیں ہوگی۔

”و کذلکو عجز عن الرکوع والسجود وقدر علی القيام فالمستحب ان یصلی قاعدا بایماء وان صلی قائما بایماء جاز عندنا هكذا فی فتاویٰ قاضی خان“
..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۶)

”اذا قدر علی القيام والركوع دون السجود لم يلزمه القيام وعليه ان یصلی قاعدا بالایماء ولكن اکثر المشایخ علی انه یجب علیہ الایماء قاعدا بل یخیر ان شاء صلی قائما بالایماء وان شاء صلی قاعدا بالایماء“..... (منیة المصلی : ۱۱۱)

”بل یتھرب لی انه لو كان قادرا علی وضع شیء علی الارض مما یصح السجود علیہ انه یلزمه ذالک لانه قادر علی الرکوع والسجود حقیقة ولا یصح الایماء بهما مع القدرة علیهما“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۵۶۱)

”ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمین مقدار البتین منصوبتین جازوالافلا واراد بالبتنة بئسنة بخاری وهی ربع ذراع عرض ستة اصابع“
..... (منیة المصلی : ۲۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مساجد میں پڑھی ہوئی مروجہ کرسیوں پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مساجد کی مروجہ کرسی پر بیٹھ کر اس طرح نماز ادا کرے کہ اس کرسی پر لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرے تو اس کی نماز درست ہوگی یا کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

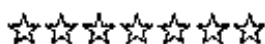
اس شخص کے لیے افضل یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے، اگر یہ شخص شرعی کرسی بنواتا ہے جس کی تختی کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے بارہ انگی یا اس سے کم ہے تو اس پر سجدہ کرنے کا حکم زمین پر سجدہ کرنے کی مانند ہے،

اور مسجد کی مروجہ کرسی کی تختی کی اونچائی بارہ انگلی کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے، لہذا اس پر سجدہ کرنا درست نہیں ہے، محض ہاتھوں کا سہارا لگا کر اشارہ سے نماز ادا کرے، اگر کرسی کی تختی پر سجدہ کرے گا تو نماز درست نہ ہوگی۔

”ولو كان موضع السجود ارفع اى اعلى من موضع القدمين ان كان ارتفاعه مقدار ارتفاع لبتين منصوبتين جاز السجود عليه والاى وان لم يكن ارتفاعه مقدار البنتين بل كان ازيد فلا يجوز السجود و اراد باللبنة فى قوله مقدار لبنتين لبنة بخارى وهو ربع ذراع عرض ست اصابع فمقدار ارتفاع اللبتين المنصوبتين نصف ذراع طول الثنى عشرة اصبعاً“..... (حلبى كبرى: ٢٥٠)

”فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلاته فقد صح ان ام سلمة كانت تسجد على مرفقه موضوعة بين يديها لعله كانت بها ولم يمنعها رسول الله ﷺ من ذلك“..... (فتاوى شامى: ١/٥٦١)

والله تعالى اعلم بالصواب



معذور شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مسجد میں ایک معذور نمازی کسی حد تک معذور جو خود بغیر سہارے کے جماعت میں شرکت کے لیے پہنچے، لیکن رکوع سجود میں معذوری کے باعث بیٹھ کر نماز ادا کرے کھڑا ہو کر تکبیر کہنے پر قوت کے باوجود بیٹھ کر تکبیر کہے، صحیح ہے یا غلط؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں رکوع اور سجود سے بجز کی وجہ سے قیام ساقط ہو چکا ہے، لہذا قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر تکبیر کہہ سکتا ہے۔

”قوله وان قدر اى المريض على القيام دون الركوع والسجود بان كان مرضه يقتضى ذلك قوله لم يلزمه المنفى اللزوم فاذا انه لو اؤما قائما جاز الا ان الايماء قاعدا افضل لانه اقرب الى السجود“..... (فتح القدير :

”کذا لو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام فالمستحب ان يصلى قاعدا بايماء وان صلى قائما بايماء جاز عندنا“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۶)

”ولسان الغالب ان من عجز عن الركوع والسجود كان عن القيام اعجز لان الانتقال من القعود الى القيام اشق من الانتقال من القيام الى الركوع والغالب ملحق بالمتعين في الاحكام فصار كانه عجز من الامرين الا انه متى صلى قائما جاز لانه تكلف فعلا ليس عليه فصار لو تكلف الركوع جاز وان لم يكن عليه كذا ههنا“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جو آدمی سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو کیا اس سے قیام ساقط ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مریض جو قیام اور رکوع کرنے پر قادر ہے لیکن سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہے، کیا اس شخص کے حق میں قیام ساقط ہو جائے گا؟ کیا اس کو بیٹھ کر نماز اداء کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ مریض بیٹھ کر اشارہ سے نماز اداء کرے گا؟ قیام اور رکوع اس شخص کے حق میں ساقط ہو جائے گا۔

”وما لو عجز عن السجود وقدر على القيام فانه لا يجب عليه القيام“..... (البحر الرائق: ۲/۱۹۹)

”ويسقط الركوع ممن عجز عن السجود وان قدر على الركوع لان القيام وسيلة الى السجود فاذا ذافات المقصود بالذات لا يجب مادونه“..... (طحطاوى على المراقى الفلاح: ۴۳۴، ۴۳۵)

”فان كان المريض يقدر على القيام ولا يقدر على السجود او ما ايماء وهو قاعد لان القيام لافتتاح الركوع والسجود وكل قيام لا يتعقبه سجود لا يكون ركنا“..... (المحيط البرهاني: ۳/۲۷)

”وان تعذر الركوع والسجود لا القيام او ماقاعدا لان ركنية القيام للتوصل به الى السجود لما فيها من نهاية التعظيم و اذا كان لا يتعقبه السجود لا يكون ركنا فيتخير“..... (البحر الرائق: ۲/۲۰۵)

”او ماقاعدا قال في النهر هذا اولي من قول بعضهم صلى قاعدا اذ يفترض عليه ان يقوم للقراءة فاذا جاء او ان الركوع والسجود او ماقاعدا اه قلت ومقتضاه الفروض التحريمه قائما ايضا ولم ار ما ذكره في شيء من الكتب التي عندي من فتاوى وشروح وغيرها بل كلهم متفقون على سقوط ركنية القيام وان شرعيته للتوصل الى السجود على ان القعود قيام من وجه“..... (منحة الخالق بهامش بحر الرائق: ۲/۲۰۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

زمین سے ڈھائی فٹ اونچے اونچے پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مساجد کے اندر نئے انداز کی بنی ہوئی کرسیاں ہیں جس کے سامنے اونچا سا ایک تختہ بنا ہوتا ہے معذور نمازی اس کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اور سجدہ اس تختے پر کرتا ہے جو زمین سے تقریباً ڈھائی فٹ اونچا ہوتا ہے اس تختے پر کیا ہوا سجدہ سجدہ شمار ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ اور زمین سے کتنی بلند چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے، اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا صف کے درمیان میں کرسی رکھے یا صف کے آخر میں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں موضع قعود (بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار کے بارے میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی اونچائی بارہ انگل یا اس سے کم ہونی چاہیے؟ چونکہ مذکورہ کرسیوں کے سامنے لگایا ہوا تختہ مقدار بالا سے زیادہ اونچا ہوتا ہے لہذا نماز درست نہ ہوگی، البتہ اگر سجدہ کی جگہ کی اونچائی بارہ انگل یا اس سے کم ہو تو نماز جائز ہے۔

نیز کرسی پر بیٹھنے والے کو صف میں جہاں جگہ ملے وہیں کرسی رکھ لے، یاد رہے کہ وہ مذکورہ انداز کی کرسی نہ ہو۔

”ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين قال الحلواني ان كان التفاوت مقدار اللبنة او اللبتين يجوز وان كان اكثر لا يجوز وارا دللبنة المنصوبة لا المفروشة وحاد اللبنة ربع ذراع“..... (الجوهرة النيرة: ۱/۶۳، ۶۴)

”فلو ارتفع موضع السجود عن موضع القدمين قدر لبنة او لبتين منصوبتين جاز لان زاد“..... (فتح القدير: ۱/۲۶۳)

”ولو كان موضع سجوده ارفع من موضع القدمين بمقدار لبتين منصوبتين جاز سجوده وان اكثر لا الا لرحمة كمامر والمراد لبنة بخارى وهى ربع ذراع عرض ستة اصابع فمقدار ارتفاعها نصف ذراع اثنا عشرة اصبعاً ذكره الحلبي“..... (درعلى الشامى: ۱/۳۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے:

مسئلہ نمبر (۲۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کا امام کچھ عرصے سے علیل ہے اور اپنی سنتیں اور نوافل اکثر اوقات بیٹھ کر ادا کرتے ہیں کیا وہ بیماری کے دوران نماز پڑھا سکتے ہیں؟ اگر ان کا بیٹھا امامت کروا رہا ہے تو کمزوری کے باعث وہ فرض نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہیں، کیا وہ اس صورت میں امامت کروا سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر امامت کرانا بھی درست ہے۔

”وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانه ﷺ صلی آخر صلوته قاعدا وهم قیام و ابو بکر یبلغهم تکبیرہ“..... (در مختار مع رد المحتار: ۱/۳۳۵)

”ای قائم راکع ساجد او موم و هذا عندهما خلافاً لمحمد و قید القاعد بكونه یرکع ویسجد لانه لو كان مومياً لم یجز اتفاقاً“..... (رد المحتار: ۱/۳۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



معذور کی نماز کے بعض احکام:

مسئلہ نمبر (۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) عذر کی حالت میں نماز پڑھنے کے لیے ایسی کرسیاں جن پر سجدہ کرنے کے لیے باشت سے بلند تختی لگی ہوئی ہے، بنوا کر مسجد میں رکھنے کا کیا حکم ہے؟
- (۲) عذر کی حالت میں سخت جگہ پر سجدہ کے لیے ماتھے کا ٹیکنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا صرف اشارہ کافی ہے؟
- (۳) اگر ٹیکے جیسی نرم چیز پر سجدہ کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) مذکورہ صورت میں عام طور پر مروجہ کرسیوں پر بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ کرنے کے لیے لگی ہوئی تختی کی مقدار بارہ انگلیوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان کرسیوں پر سجدہ کرنا اور ان کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ کرنے کے لیے لگی ہوئی تختی کی مقدار بارہ انگلیوں یا اس سے کم ہو تو عذر شرعی کی بناء پر ان کرسیوں کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا اور ان پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

”ولو كان موضع السجود ارفع اى اعلى من موضع القدمين ان كان ارتفاعه مقدار ارتفاع لبنتين منصوبتين جاز السجود عليه والاى وان لم يكن ارتفاعه مقدار لبنتين..... لبنة بخارى وهى ربع ذراع عرض ست اصابع فمقدار ارتفاع اللبنتين المنصوبتين نصف ذراع طول اثنتى عشرة اصبعاً“..... (حلبى كبرى: ۲۵۰)

- (۲) اگر عذر کی حالت میں سخت جگہ پر سجدہ کرنے سے مرض وغیرہ کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو اشارہ کر سکتے ہیں۔

”تعذر عليه القيام او خاف زيادة المرض صلى قاعدا بركع ويسجد (قوله ومؤميا ان تعذر) اى يصلى مؤميا وهو قاعد ان تعذر الركوع والسجود لما قدمناه ولان الطاعة بحسب الطاقة“..... (البحر الرائق: ۱۹۸، ۱۹۹/۲)

- (۳) ایسی نرم چیز جس پر پیشانی قرار نہ پکڑتی ہو تو اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پیشانی قرار پکڑتی ہو تو سجدہ کرنا درست ہے۔

”و کذا الحکم اذا سجد علی التین او القطن المحلوج او الصفوف ونحوہ ان لم یستقر جبهة بتمام النفل لایجوز سجودہ و کذا کل محشو كالفرش والوسائد و کذا کور العمامة ما لم یکسبه حتی ینتہی تسفله ویجد الصلابۃ لایجوز سجودہ“..... (حلبی کبیری: ۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس آدمی کو قطرات کی بیماری ہو اس کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کو قطرات کی بیماری ہے لیکن اس میں تسلسل نہیں ہے، رکوع کے وقت یا سجدہ کے وقت یا اٹھتے بیٹھتے ہوئے قطرہ بول خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح آدھے گھنٹے کا فرق بھی عام حالات میں پڑ جاتا ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہوا نماز یا نماز سے باہر خارج ہو جاتی ہے اور ہوا کے خروج میں بھی تسلسل نہیں ہے اوقات مذکورہ میں رکوع میں جاتے ہوئے اٹھتے ہوئے بیٹھتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہوئے ہوا کا خروج ہوتا ہے، اب اس کی نماز کے متعلق کیا حکم ہے اگر دوران صلوٰۃ اس کو یہ عارضہ لاحق ہوا تو اب کیا دوبارہ وضو کرے گا یا ایک ہی وضو سے نماز مکمل کرے گا، کیونکہ بار بار وضو میں بوجہ ضعف کے خروج لازم آتا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ آدمی شرعاً معذور نہیں ہے، لہذا اگر رکوع و سجدہ میں وضو ٹوٹتا ہے تو پھر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ اشارے سے کریں اور اگر اس حالت میں بھی وضو ٹوٹ جاتا ہو تو پھر کھڑے ہو کر اشارے سے رکوع و سجدہ کریں۔

”وفی الدر المختار یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاۃ مؤمیا وفی الشامیۃ قولہ ولو بصلاۃ مؤمیا ای کما اذا سال عند السجود ولم یسل بدونہ فیؤمیا قائما او قاعدا او کذا الوسال عند القیام یصلی قاعدا“..... (۱/۳۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بغیر عذر کے سنت مؤکدہ بیٹھ کر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سنت مؤکدہ بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر نمازوں کی سنت مؤکدہ بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھی جائیں۔

”قوله ويتنفل قاعدا مع قدرته على القيام ابتداء وبناء اطلق في التنفل فشمّل السنة المؤكدة والتراويح لكن ذكر قاضي خان في فتاواه من باب التراويح الاصح ان سنة الفجر لا يجوز اداؤها قاعدا من غير عذر سنة الفجر مؤكدة لا خلاف فيها والتراويح والتأكيد دونها انتهى، وقد نقلناه في سنة الفجر في موضعها من رواية الحسن وهكذا صححه حسام الدين ثم قال الصحيح انه لا يستحب في التراويح لمخالفته للتوارث وعمل السلف وهذا كله في الابتداء“..... (البحر الرائق: ۱۱۰، ۱۱۱/۲)

”وروى البخاري عن عمران بن الحصين مرفوعا من صلى قائما فهو افضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم واما اذ صلاه مع عجزه فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قائما“..... (البحر الرائق: ۱۱۰/۲)

”ويجوز التطوع اي ان يصلي التطوع وسائر النوافل قاعدا بغیر عذر لما اخرج الجماعة الامسلا من عمران بن حصين قال سالت النبي ﷺ عن صلوة الرجل قاعدا فقال من صلى قائما فهو افضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم ومن صلى نائما فله نصف اجر القاعد قال النووي قال العلماء هذا في النافلة اما القرية فلا يجوز المعوذ فان عجز لم ينقص من اجره انتهى“.....

(حلی کبیری: ۲۳۶)

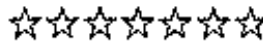
”قوله يجوز التطوع الخ يستثنى منه سنة الفجر فانها لا تصح قاعدا بلا عذر

وبعضهم استثنى التراويح ايضا لتأكيدھا كسنة الفجر و فرق البعض بين التراويح وسنة الفجر فجوزوا التراويح مع العقود دون سنة الفجر قال قاضي خان وهو الصحيح قال وجه الفرق ان سنة الفجر مؤكدة لا خلاف فيها والتراويح في التأكيد دونها فلان تجوز التسوية بينهما والكلام في صفة العقود كما مر في المريض (حلي كبيرى: ٢٣٤)

”وقال الشامي وسنة الفجر لا تجوز قاعدا من غير عذر باجماعهم كما هو رواية الحسن عن ابي حنيفة“ (فتاوى شامى: ١/٣٢٨)

”روى الحسن عن ابي حنيفة ان من صلى ركعتى الفجر قاعدا من غير عذر لا يجوز“ (بدائع الصنائع: ١/٦٣٤)

والله تعالى اعلم بالصواب



﴿الباب الرابع عشر فی صلوٰۃ المسافر﴾

نماز قصر پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسافر نماز میں قصر کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز قصر کرنے کی صورت میں اگر اکیلا نماز پڑھے تو ظہر، عصر، عشاء کی نماز دو دو رکعتیں پڑھے گا اور فجر اور مغرب کی نماز پوری پڑھے گا اور اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو پوری نماز پڑھے گا اور سنن و وتر تکمیل پڑھے گا۔

”صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس (قوله صلی الفرض الرباعی) خبر من فی قوله من خرج واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعی عن الفجر والمغرب (قوله وجوبا) فیکره الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفة انه قال من اتم الصلاة فقد اساء وخالف السنة شرح المنیة“..... (ردالمحتار: ۱/۵۸۰)

”واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتیم (قوله فیصح فی الوقت ویتیم) ای سواء بقی الوقت او خرج قبل اتمامها لتغیر فرضه بالتبعیة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت“..... (الدر مع ردالمحتار: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر کے بارے میں:

مسئلہ نمبر (۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لاہور سے ملتان تین دن کے لیے جاتا ہے تو کیا اس کو نماز میں قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

لاہور سے ملتان تک کا سفر چونکہ شرعی سفر بنتا ہے لہذا اگر ملتان اس کا وطن اصلی نہیں ہے اور ملتان میں چند روز سے کم رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

”اقل مسافة تنغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين هو الصحيح

كذا في جواهر الاخلاطى“..... (الهندية: ۱/۱۳۸)

”مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم

الى الليل بل الى الزوال (قوله مسيرة ثلاثة ايام ولياليها) الاولى حذف الليالى

كما فعل في الكنز والجامع الصغير اذ لا يشترط السير فيها مع الايام ولذا قال

في السنايع المراد بالايام النهار لان الليل للاستراحة فلا يعتبر اه نعم لو قال

اولياليها بالعطف باول كان اولى للاشارة الى انه يصح قصد السفر فيها وان

الايام غير قيد فتأمل“..... (الدرمع رد المحتار: ۱/۵۷۹)

”فيقصر ان نوى) الإقامة (في اقل منه) اى فى نصف شهر (او نوى) فيه لكن

فى) غير صالح او كنحو جزيرة (قوله فى اقل منه) ظاهره ولو بساعة واحدة

وهذا شروع فى محترز ما تقدم (قوله او نوى فيه) اى فى نصف شهر“

..... (الدرمع رد المحتار: ۱/۵۸۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بس میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ سے نماز کے احکامات

پوچھنا چاہتا ہوں میرا لہجے سفر پر جانا ہوتا ہے نان سٹاپ بس پر سفر کے دوران کئی نمازیں آتی ہیں مگر بس کہیں رکتی نہیں

کہ کم از کم فرض نماز ہی ادا کر سکیں کیا سفر کے دوران بس کے اندر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر پڑھی جاسکتی ہے

تو اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے اور یہ کہ قبلہ کی سمت کا کیسے تعین کیا جائے اور کتنی رکعت نماز ادا کی جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ بس میں فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اس لیے بس والوں کو نماز کے وقت بس روک کر نماز پڑھانی چاہیے تاکہ نماز قضاء نہ ہو اور اگر بس روک کر نماز ادا نہ کر سکیں تو بعد میں قضاء کر لیں۔

” (ولا یصلی المسافر المكتوبة علی الدابة من غیر عذر) لان المكتوبة فی اوقات محصوره قفلا یشق علیہ النزول لادائها فیها بخلاف التطوع فانه لیس بمقدر بشیء فلو الزمناه النزول لادائها تعذر علیہ اذا ما ينشطه فیہ من التطوعات او ينقذع سفره“..... (المبسوط: ۱..... ۴۱۹)

”واما الصلوة علی العجلة ان كان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر اولافهی صلوة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذكور فی التیمم لافی غیرها ومن العذر المطر وطين یغیب فیہ الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لاتركب الابعناء او بمعین ولو محرما..... وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لئو واقفه لتعلیلهم بانها کالسیریر هذا کله فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ایقافها للقبلة ان امکنه والا فبقدر الامکان لثلا یختلف بسیر المكان“..... (الدر المختار: ۱/ ۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر کے مسائل:

مسئلہ نمبر (۲۷۲): (۱) ایک شہر کی ابتداء و انتہاء سفر کی مسافت ہوں اور منزل مقصود تک سفر شرعی کی مسافت ہوں آیا شہر کے اندر مسافر ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کے گاؤں یا شہر کے ساتھ دوسرے گاؤں یا شہر کی ابتداء تک سفر کی مسافت کا اندازہ کم ہو اور انتہاء تک سفر کی مسافت پوری ہو اور ان کا منزل مقصود گاؤں یا شہر کی انتہاء میں ہو تو یہ مسافر ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک شخص دوسری جگہ یا دوسرے شہر چلا گیا اور وہ سفر شرعی نہیں ہے اور یہ مقیم ہے اور دوسرے شہر میں سکونت کے ساتھ دوسری جگہ کا ارادہ کیا تو کیا وہ سفر شرعی بنتا ہے آیا اس کا نکلنا اس شہر یا گاؤں کے ساتھ شرط ہے ابتداء سفر کی یا صرف حرکت سے مسافر بنے گا؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲۰۱) پہلی اور دوسری صورت میں مسافر نہیں ہے۔

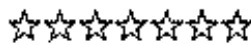
”قوله من خرج من عمارة موضع اقامته اراد بالعمارة ما يشمل بيوت الاخبية لان بها عمارة موضعها قال في الامداد فيشترط مفارقتها ولو متفرقة الى قوله و اشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كبريخ المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالبريخ في الصحيح“..... (ردالمحتار: ۵۷۸/۱)

”ويشترط لصحة نية السفر ثلاثة اشياء الاستقلال بالحكم والبلوغ والثالث عدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ايام فلا يقصر من لم يجاوز عمران مقامه“..... (حاشية الطحطاوى مع مراقى الفلاح: ۴۲۴)

(۳) مسافر ہو جاتا ہے محض حرکت سے مسافر نہیں بنتا۔

”قوله من جانب خروجه الخ قال في شرح المنية فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها“..... (ردالمحتار: ۵۷۸/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



وطن اصلی کے بعد تبدیلی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین اور بھائیوں سمیت لاہور میں مقیم ہوں میرے دوھیال اور تھیال ملتان کے رہائشی ہیں میرے والدین میری پیدائش سے پہلے لاہور میں شفٹ ہو چکے تھے اس وقت میرے دادا زندہ تھے اب وہ فوت ہو چکے ہیں ملتان میں میرے والد کی وراثتی زمین موجود ہے جس کا بندوبست میرے چچا کے ہاتھ میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اور میرے والدین جب آبائی شہر

لمتان کی تحصیل شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو کیا ان دنوں میں ہم مسافر شمار ہوں گے یا مقیم؟ نیز ان دنوں میں ہم قصر نماز پڑھیں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں آپ اور آپ کے والدین جب شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں گے تو وہاں مسافر شمار ہوں گے اور اگر پندرہ دن سے کم وہاں ٹھہرنے کی نیت ہو تو آپ قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ لاہور میں شفٹ ہونے کے بعد آپ کا وطن اصلی لاہور ہے نہ کہ شجاع آباد۔

”ومن حکم الوطن الاصلی ان ینتقض بالوطن الاصلی لانه مثلہ والشیء ینتقض بما هو مثلہ حتی اذا انتقل من البلد الذی تاهل بہ باہلہ وعیالہ وتوطن ببلدہ اخری باہلہ وعیالہ لاتبقى البلدۃ المنتقل عنها وطنالہ“
.....(المحیط البرہانی: ۲/۴۰۱)

”ولابد من معرفتها لان السفر یطل بالاقامة فنقول ادنی مدة الاقامة عندنا خمسة عشر یوما وعندنا ما لم ینو الاقامة خمسة عشر یوما لا یتتم الصلوٰۃ“.....(المحیط البرہانی: ۲/۳۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا گاؤں جو شہر (تحصیل) سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس گاؤں میں تقریباً چالیس گھر ہیں اور دو کریانہ کی دکانیں ہیں ہسپتال وغیرہ نہیں ہے گاؤں اور شہر کے درمیان ایک موضع ہے جہاں کپڑے اور جوتے کی بھی دکانیں ہیں اور ایک سرکاری ہسپتال بھی ہے مگر گاؤں کے لوگ عموماً شہر سے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے گاؤں کے افراد سفر شرعی کے ارادے سے گاؤں سے نکلیں تو کہاں سے قصر شروع کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اس گاؤں کے افراد جب سفر شرعی کے ارادے سے اپنے گاؤں کے آبادی والے مکانات اور گھروں سے نکل جائیں تو مسافر شمار ہوں گے اور قصر کریں گے۔

”المسافر.... من خرج من عمارة موضع اقامته اراد بالعمارة ما يشمل بيوت الاخبية لان بهاء عمارة موضعها قال في الامداد في شرط مفارقتها لو متفرقة.... واما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كقض الدواب ودفن الموتى والقضاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا كما يأتي“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سسرال میں نماز قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے لاہور میں شادی کی حالانکہ وہ بہاولنگر کا رہنے والا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ زید اب اگر اپنے سسرال کے ہاں جائے، لیکن پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کرے تو کیا یہ مسافر کی نماز پڑھے گا یا مقیم کی نماز پڑھے گا؟ سسرال جانے سے مسافر کہلائے گا یا کہ مقیم؟

(۲) زید خود بہاولنگر کا رہنے والا ہے جبکہ اس نے دوسرے شہر میں ایک جگہ رہائش کے لئے خریدی اب سوال طلب بات یہ ہے کہ رہائش ابھی تک بہاولنگر میں ہے جب زید ساہیوال آئے مقیم والی نماز ادا کرے گا یا مسافر والی نماز ادا کرے گا؟ بالفرض اگر زید اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر نماز ادا کر چکا ہے تو ادا شدہ نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اتمام صلاۃ کے لئے ضروری ہے کہ وطن اصلی یا مقام اہل و عیال ہو جہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ نہ ہو یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو۔

”والوطن الأصلي هو وطن الانسان في بلدته او بلدة اخرى اتخذها“..... (البحر: ۲/ ۲۳۹)

”قوله (الوطن الأصلي) ويسمى بالاهلي ووطن الفطرة والقرارح

عن القهستانی (قوله أو تأهله) ای تزوجہ قال فی شرح المنیة ولوتزوج
المسافر ببلد ولم ینو الاقامة به فقیل لا یصیر مقیما اہ..... (رد المحتار:
۵۸۶/۱)

”حتی یدخل مصره او ینوی الاقامة نصف شهر فی بلد او قرية متعلق بقوله
قصر ای قصر الی غایة دخول المصر او نية الاقامة فی موضع صالح للمدة
المذکورة فلا یقصر“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۰)

پس مذکورہ دونوں صورتوں میں محض شادی کرنے یا پلاٹ خریدنے (قبل از رہائش) سے مقیم نہیں ہوگا،
لہذا قصر نماز ادا کرے گا، اگر ان شہروں کے درمیان سفر شرعی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر مقیم امام کی اقتداء کرے تو تعداد رکعت کی حیثیت ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ نمازیں جن میں قصر ہوتی ہے ان
نمازوں میں مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے مسافر کی نیت کا طریقہ کیا ہے کیا وہ دو رکعات قصر کی نیت کرے
گایا چار رکعات کی نیت کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسافر جب مقیم کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو تعداد رکعات کی نیت نہیں کرے گا مثلاً وہ یہ نیت کرے گا
کہ میں ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں اس امام کے پیچھے۔

”وفی نية المسافر اشكال اذ لو نواها اثنين لم يكن الشفع الاخير فر ضامع انه
یصیر فر ضا بالتبعیة ولو نواها اربعاً یصح لانه انما یصیر فر ضه اربعاً بعد الاقتداء
والظاهر انه لا ینوی عدد ال رکعات وینوی فرض الظہر مثلاً فان تعین
اعداد ال رکعات لیس بشرط“..... (النقابة شرح مختصر الوقایة: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں سنت و نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں سفر میں کہ فرض نماز کی قصر ہو جاتی ہے مگر سنت اور نفل کے متعلق مختلف رائے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سنت اور نفل کی ادائیگی منع ہے ان کو چھوڑ دیا جائے، چاہے وقت ہو یا نہ ہو دوسرے یہ کہتے ہیں کہ وقت ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے مجھے اکثر اپنی گاڑی پر جاتے وقت نماز قصر ادا کرنی ہوتی ہے اس لئے وقت تو میری رائے پر ہوتا ہے سنت ادا کرنا چاہوں تو کر لوں ورنہ فرض کے بعد سفر جاری رکھوں مجھے اس لفظ ”بہتر ہے“ میں تردد ہے حکم تو ایک ہے کہ ویانہ کرو برائے مہربانی رہبری فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال دوران سفر وقت ہو تو پھر سنتیں اور نوافل پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر وقت نہ ہو تو پھر نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہیں۔

”وبئانی المسافر (بالسنن) ان كان (في حال امن وقرار والا) بان كان في

خوف و فرار (لا) يأتى بهما هو المختار لانه ترك لعذر تجنيس قبيل الامنة

الفجراه“..... (الدر مع الرد: ۱/ ۵۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملک کی سرحدوں پر فوجی مسافر ہوں گے یا تمیم؟

مسئلہ نمبر (۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم فوج کے کچھ ملازم ملک کی سرحدوں کی صورتحال کے پیش نظر کوئٹہ سے ۶۷۰ کلومیٹر دور آ کر نیموں میں قیام پذیر ہوئے ہیں ہم میں سے کچھ کا خیال ہے کہ چونکہ ہم حالت جنگ میں ہیں اور غیر معینہ مدت کے لئے یہاں آئے ہیں اور کسی وقت بھی کسی طرف جانے کا حکم ہمیں مل سکتا ہے، لہذا ہمیں نماز قصر پڑھنی چاہئیں گویا ہم سفر میں ہیں، چونکہ ہمارے جانے کا تعین نہیں ہوا جبکہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ ہمارا یہاں قیام فی الواقع ۴ یا ۶ ماہ کا ہے اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور ہمیں یقین بھی ہے کہ ہم نے یہاں سات یا آٹھ ماہ رہنا ہے اور اس سے پہلے واپسی ممکن نہیں تو اس صورت میں ہمیں پوری نماز مقیمین کی طرح پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”قال شمس الانمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً ومعهم
اخيبتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية
والفساطيط وعزموا فيها على اقامة خمسة عشر يوماً بصير واطمين
لانها حمولة وليست بمساكن كذا في المحيط“..... (الهندية : ۱ / ۱۳۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ فوجی حضرات مسافر رہیں گے اور قصر نماز پڑھیں گے جب تک اس جنگل
میں خیمہ زن ہیں، اس لیے کہ نیت اقامت کے لیے آبادی کا ہونا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھاؤنی سے باہر غیر آباد علاقے میں فوجی کیمپ لگانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ افواج پاکستان تقریباً آٹھ ماہ سے
چھاؤنیوں سے باہر غیر آباد علاقوں میں کیمپ لگا کر حالات کے پیش نظر ٹیٹھی ہوئی ہیں، کچھ یونٹیں تو آٹھ ماہ سے ایک ہی
جگہ پر کیمپ میں رہائش پذیر ہیں اور شاید چند ماہ اسی حالت میں رہیں گے، ان حالات میں نماز کا کیا حکم ہے
قصر یا پوری؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز قصر ادا کریں گے اس لئے کہ نیت اقامت کے لئے آبادی ضروری ہے۔

”قال شمس الانمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً ومعهم
اخيبتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية
والفساطيط وعزموا فيها على اقامة خمسة عشر يوماً بصير واطمين
لانها حمولة وليست بمساكن كذا في المحيط“..... (الهندية : ۱ / ۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیوی بچے وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ رکھے ہوں تو وہاں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک فوجی سرگودھا کارہنے والا ہے اس کا ذاتی مکان اور والدین سرگودھا میں رہتے ہیں، مذکورہ آدمی خود سرکاری مکان لے کر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ لاہور میں رہتا ہے جہاں وہ ایک سال سے لیکر چند سال تک رہ سکتا ہے، اس کو کمانڈر کی طرف سے اجازت ہوتی ہے کہ تم ایک سال سے تین سال تک رہ سکتے ہو اس طرح اس سے مکان واپس نہیں لیا جاتا، کیا اس مذکورہ آدمی کے لئے سرکاری مکان وطن اصلی ہو گا یا نہیں؟ اگر وطن اصلی نہیں تو سکیم ایریا سے جب لاہور بچوں کے پاس جائے گا تو نماز قصر پڑھے گا یا نہیں؟ فوجی افسران جب تک اس چھاؤنی میں رہتے ہیں سرکاری مکان رکھ سکتے ہیں یہ دونوں طرح کے مکان ایمر جنسی اور قدرتی آفات کے بغیر اور مدت معین سے قبل خالی نہیں کروائے جاتے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں یہ وطن اقامت ہے اگر بیوی بچوں سمیت پندرہ یا اس سے زیادہ دن کا قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھے گا، اگر پندرہ دن سے کم کا ارادہ ہو تو پھر نماز قصر ہوگی۔

”ووطن سفر و قد سمي وطن اقامة وهو البلد الذي ينوي المسافر الاقامة فيه
خمسة عشر يوما او اكثر“..... (الهنديّة : ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یہاں لاہور میں ایک سرکاری ملازم ہوں میرا تعلق ضلع اوکاڑہ سے ہے میں لاہور میں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں ہفتہ کو اپنے گھر چلا جاتا ہوں اور سوموار کو واپس آجاتا ہوں جب کہ میری مدت ملازمت تقریباً ۲۵ سال ہو گئی ہے ان حالات میں مجھ پر قصر ہوگی یا پوری نماز ادا کی جائے گی اور جمعہ المبارک کا کیا حکم ہے حضور والا مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں نہایت مشکور ہوں گا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کا وطن اصلی مسافت شرعی پر ہے لاہور میں پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہوتی ہے

تولاہور میں قصر نماز پڑھیں گے وطن اصلی میں نماز پوری ادا کریں گے واضح رہے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں ہے۔

”والوطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدته او بلدة اخرى اتخذها دارا ووطن
بہامع اہله وولده ولبس من قصده الارتحال عنہما بل التعیش بہا“.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”واما الشرائط فی المصلی لوجوب الجمعة فالاقامة..... من كان يؤمن بالله
والیوم الآخر فعليه الجمعة الامسافر و مملوک“..... (المبسوط: ۲/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اقامت سے شرعی سفر کے بعد واپسی پر وہاں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک فوجی جس کی لاہور چھاؤنی میں مستقل پوسٹنگ ہے اور ان حالات میں آٹھ ماہ سے یا پھر لاہور سے سکیم پر وہ شرعی سفر طے کرنے کے بعد رہتا ہے اس طرح وہ کسی سرکاری یا ذاتی کام کے لئے لاہور جاتا ہے اس صورت میں مسافر ہے یا کہ مقیم؟ جبکہ اس کا عام ذاتی سامان ان حالتوں میں لاہور ہی میں رہے گا کیونکہ سکیم پر بہت سامان ساتھ نہیں رکھ سکتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں لاہور آنے پر نماز قصر پڑھے گا اگر صراحتاً پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زائد کا ارادہ ہو یا کوئی ارادہ نہ ہو تو نماز پوری پڑھے گا، اس لیے کہ سامان کی موجودگی میں دلالت دہلیل موجود ہے اس کے وطن اقامت ہونے کی اور صراحت دلالت پر مقدم ہوتی ہے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما
او اکثر کذا فی الهدایة“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے دور شرعی مسافت پر سکیم پر جانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوجیوں کی سکیم جب شرعی مسافت پر جانے تو وہ قصر کریں گے یا تمام کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہاں پر آپ کے بڑے افسر اور کمانڈر کی نیت کا اعتبار ہے ہر ایک فوجی کی نیت معتبر نہیں ہے کمانڈر اگر ۵ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کرے گا تو سب مقیم ہوں گے۔

”والمعتبر فيه المتبوع لانه الاصل الخ“..... (رد المحتار: ۱/۵۸۷)

”الاصل ان من يمكنه الاقامة باختياره يصير مقيما بنية نفسه ومن لا يمكنه

الاقامة باختياره لا يصير مقيما بنية نفسه..... والجندي مع اميره فهو لاء

لا يصيرون مقيمين بنية انفسهم في ظاهر الرواية كذا في

المحيط“..... (الهنديّة: ۱/۱۴۱)

والله تعالى اعلم بالصواب



مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۷۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر شرعی نے مقیم امام کی اقتداء کی اب اس مسافر کو حدیث لاحق ہو جب وہ مسافر وضو کر کے واپس آیا تو امام سلام پھیر چکا تھا اب اس پر کون سی نماز پڑھنا ضروری ہے قصر کرے یا تمام کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب مسافر کی نماز فاسد ہوگئی تو اب وہ قصر نماز پڑھے گا۔

”وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعان افسده یصلی رکعتین بخلاف

مالو اقتدی به بنية النفل ثم افسد حیث یلزم الاربع“..... (الهنديّة:

۱/۱۴۲)

والله تعالى اعلم بالصواب



امام مسافر ہو تو قصر پڑھائے گا:

مسئلہ نمبر (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی لاہور میں ملازمت کرتا ہے اور اس کا اصل وطن کھاریاں ہے اس کی ملازمت کچی اور مستقل ہے، لیکن وہ ہر ہفتے کے بعد گھر جاتا ہے وہ لاہور میں نماز قصر پڑھے گا یا پوری نماز ادا کرے؟ نیز یہی آدمی اگر امام ہو تو کیا وہ نماز قصر پڑھائے یا پوری؟ جبکہ قصر میں نمازیوں کو عمومی پریشانی ہوگی لوگ مختلف باتیں کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جائے ملازمت پر نماز قصر پڑھے گا اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر پندرہ یا زائد کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھے گا، اور مسافر ہونے کی صورت میں اگر وہ امامت کرائے تو نماز قصر پڑھائے گا کیونکہ اس پر قصر لازم ہے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً

أو أكثر كذا في الهداية..... وفرض المسافر في الرباعية ركعتان كذا في الهداية

والقصر واجب عندنا كذا في الخلاصة“..... (الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پندرہ دن سے زائد تکمیل میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری تشکیل چکوال شہر میں ۲۸ دن کے لئے ہوئی ہے چونکہ ہمارا قیام کسی ایک مسجد میں نہیں ہے بلکہ اسی شہر کی مختلف مساجد میں کام کرنا ہے وضاحت فرمائیں کہ ہمیں قصر نماز پڑھنی ہے یا پوری نماز پڑھنی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تکمیل کے مذکورہ ایام میں آپ پوری نماز پڑھیں گے۔

”اذنوی المسافر الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فان كان مصراً واحداً

أو قرية واحدة صار مقيماً لانهما متحدان حكماً“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۷۰)

”وفی الحجۃ ولونوی ان یقیم بموضعین ثلاثین یوما یصلی اربعاً لآن اقامتہ بکل موضع تكون خمسة عشر یوما“..... (التتارخانیة : ۱۵/۲)

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الهدایة (الی ان قال) وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشر یوما قصر هکذا فی الهدایة“..... (الهنديہ : ۱۳۹/۱)

”ونبة الاقامة انما تؤثر بخمس شرائط ترک السیر.... واتحاد الموضع والمدة والاستقلال بالرأى هکذا فی معراج الدراریة“..... (الهنديہ : ۱۳۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر بننے کے لئے شہر سے خروج ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۲۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کراچی میں مقیم ہے اور وہ شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کرتا ہے تو تقریباً ایک سو کلومیٹر بنتا ہے کیا یہ شخص شرعی مسافر قرار دیا جاسکتا ہے اور قصر کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شہر کے اندر سفر کا اعتبار نہیں، لہذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا، کیونکہ مسافر بننے کے لئے خروج من المصّر ضروری ہے۔

”وفعل السفر لا يتحقق الا بعد الخروج من المصّر فمالم یخرج لا يتحقق قران

النبة بالفعل فلا یصیر مسافراً“..... (بدائع الصنائع : ۲۶۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۲۸۸): محترم مکرم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسلام کے بعد عرض کرتا ہوں کہ ایک مسئلہ کے بارے میں تحقیق کرنی ہے جو اب سے مطلع فرمائیں، سوال یہ ہے کہ میں پشاور کا رہنے والا ہوں

اور اسلام آباد میں سرورں کرتا ہوں اور ہر ہفتہ گھر جاتا ہوں ادھر میں نے کرایہ کا مکان لیا ہوا ہے ابھی پندرہ یوم کا قیام یہاں نہیں کیا کئی آدمیوں نے کہا کہ آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پڑھیں میں نے ایک عالم دین سے بھی پوچھا انہوں نے بھی بتایا کہ آپ ایک دفعہ بھی یہاں پندرہ دن سے زیادہ نہیں رہے، اس لئے قصر پڑھیں انہوں نے کہا کہ اگر آپ ایک دفعہ بھی پندرہ دن ٹھہریں تو آپ پوری نماز پڑھیں گے، ورنہ نہیں تو میں نے قصر نماز پڑھنی شروع کر دی ہے لیکن ابھی تک ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہوں، برائے مہربانی آپ قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی جواب لکھیں تاکہ میں اس پر عمل کروں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ اسلام آباد میں سفر کی نماز ادا کریں گے، کیونکہ پشاور اور اسلام آباد کا درمیانی فاصلہ مسافت شرعیہ ہے، اور آپ اسلام آباد میں پندرہ دن قیام نہیں کرتے۔

”وطن السکنی ان کان اتخذہ بعد تحقق السفر لم يعتبر اتفاقاً ولا اعتبر اتفاقاً، فاذا دخل المسافر بلدة ونوی ان یقیم بہا یوماً مثلاً ثم خرج منها ثم رجع الیہا قصر فیہا کما کان یقصر قبل خروجہ وعلیہ یحمل کلام المحققین لقول البحر: انہم قالوا لافائدة فیہ لانه یبقی مسافراً علی حالہ فصار وجودہ کعدمہ اہ“..... (رد المحتار ۱/ ۵۸۷)

”ولم ینبت حکم الاقامة فی وطن السکنی، بل حکم السفر فیہ باق، لما ذکرنا ان اقل مدة الاقامة خمسة عشر یوماً اہ“..... (المحیط البرہانی: ۲/ ۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی تحقیق ہو جائے اور نیت ۱۵ دن سے کم قیام کی ہو تو قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۲۸۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں بروز سوموار کولہا ہور جو میرا اصلی گھر ہے اور میں سرگودھا میں فوکری کرتا ہوں اور وہاں پانچ دن اور چار راتیں قیام کرتا ہوں اور جمعہ المبارک کی شام کولہا ہور آتا ہوں میں وہاں پر نماز کیسے پڑھوں گا سفر کی نماز یا مقیم کی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں آپ سرگودھا میں سفر کی نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ کا سفر شرعی تحقیق ہے۔

”وطن السکنی ان کان اتخذہ بعد تحقق السفر لم يعتبر اتفاقاً والایعتبر اتفاقاً فاذا دخل المسافر بلدة ونوی ان یقیم بها یوماً مثلاً ثم خرج منها ثم رجع اليها قصر فيها كما كان يقصر قبل خروجه وعليه یحمل کلام المحققین لقول البحر: انهم قالوا لا فائدة فيه لانه یبقى مسافراً علی حاله فصار وجوده كعدمه اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۸۷)

”ولم ینت حکم الاقامة فی وطن السکنی بل حکم السفر فیہ باق، لما ذکرنا ان اقل مدة الاقامة خمسة عشر یوماً اه“..... (المحیط البرهانی: ۲/۴۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کی مقدار مسافت شرعیہ پر ہے خوف خطرے پر نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کی ریجنل فوج کا کام صرف اور صرف پاکستانی سرحدوں کی حفاظت اور نگہداشت کرنا ہے، جبکہ اس کی ثانوی ذمہ داری اندرون ملک میں امن و امان کو قائم رکھنا ہے اس لئے ریجنر کی کئی یونٹیں امن کے قیام کے لیے ہیں جب سے قائم ہوئی ہیں اندرون ملک خدمات انجام دے رہی ہیں اب جبکہ پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر کشیدگی کی صورت حال ہے اور جنگ کے امکان کو کبھی مسترد نہیں کیا جاسکتا، تو ریجنر کی تمام یونٹیں باڈروں پر یاد و روز کے علاقوں میں تعینات ہو گئی ہیں اور میں حالت اضطراب میں ہوں کہ اگر کشیدگی ختم ہو جائے تو واپسی اپنے علاقوں کی طرف ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں نماز قصر ادا کی جائے گی یا پوری نماز ادا کی جائے گی، یہ تمام لوگ سرحدوں پر مسافر رہیں گے یا مقیم؟ اگر مسافر رہیں گے تو کب تک اور کتنے معین ایام کے بعد سفر ختم ہو جائے گا، یہ تمام لوگ مقیم ہو کر پوری نماز ادا کریں گے، اور اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے احکام بھی بیان فرمادیں اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ یونٹ کا امام یا کوئی ملازم چاہے وہ کسی بھی عہدہ کا ہو، وہ اپنے طور پر قیام کی نیت کر سکتا ہے؟ جب کہ ہر آدمی اپنے طور پر خود مختار نہیں ہے بلکہ تمام لوگ ایک دوسرے کے بندرتج ماتحت ہیں، کچھ لوگ اپنے طور پر قیام کی نیت کر کے پوری نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو مسافر کہتے ہیں اور وہ قصر نماز ادا کرتے ہیں ان کے لئے بھی حکم بیان فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جس جگہ آپ روانہ ہوئے اگر ۲۸ میل کا ارادہ تھا تو آپ مسافر ہیں، ورنہ مقیم ہیں اور واضح رہے کہ سفر شرعی کی مقدار مسافت شرعیہ کے ساتھ ہے نہ کہ خوف اور خطرہ پر لہذا وہاں جمعہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

”ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والا لا يترخص ابدًا ولو طاف الدنيا جميعها بان كان طالب آبق او غريم او نحو ذلك ويكفي في ذلك القصد غلبة الظن يعني اذا غلب على ظنه انه يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقن كذافي التبيين“..... (الهنديّة: ۱۳۹/۱)

تمام فوجی اپنے کمانڈر کے ماتحت ہونے کی بنا پر اس کے مقیم ہونے کی وجہ سے مقیم اور مسافر ہونے کی وجہ سے مسافر ہوں گے۔

”وكل من كان تبعا لغيره يلزمه طاعته بصير مقيما باقامته ومسافر ابنته وخروجه الى السفر. كذافي محيط السرخسي“..... (الهنديّة: ۱۴۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں سنتوں اور نوافل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۱): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں سنتیں اور نوافل ادا کئے جائیں گے یا کوئی گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں دوران سفر اگر آپ کے پاس وقت ہے تو پھر سنتیں اور نفل پڑھنا بہتر ہے اور یہ پورے پڑھنا ہوں گے ان میں قصر نہیں ہے اور اگر وقت نہیں ہے تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لفظ بہتر سے مراد یہ ہے کہ افضلیت اس میں ہے اور زیادہ اجر و ثواب ہے اور اگر آپ چھوڑ دیں گے تو آپ پر گناہ نہیں ہوگا۔

” (ویائی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان
فی خوف و فرار (لا) یائی بہاہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قبل الاسنة
القجراہ“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۸۵)

”وبعضہم جوزواللمسافر ترک السنن والمختار انہ لایائی بہافی حال
الخوف ویائی بہافی حال القرار والامن ہکذا فی الوجیز للکردری“.....
(الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

”والسنن والتطوعات لایدخلها القصر بسبب السفر“.....
(المبسوط: ۲/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۲۹۲): حضرت مفتی اعظم صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے
میں کہ زائد کہتا ہے کہ وطن اصلی صرف ایک ہے جس میں آدمی اپنے اہل خانہ سمیت رہتا ہے ماجد کا موقف ہے کہ اپنے
والدین کا گھر بھی وطن اصلی ہے خالد کہتا ہے کہ جہاں جہاں بھی آدمی کی جائیداد ہو وہ اس کا وطن اصلی ہے، ازراہ کرم
وضاحت فرمائیں کہ ان میں سے کس کا موقف درست ہے اور فقہ حنفی کے قول کے مطابق ہے اور کیا وطن اصلی ایک
سے زائد ہو سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وطن اصلی ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں جس شہر میں آدمی کے اہل و عیال ہوں گے
وہ اس کا وطن اصلی ہے، مثلاً ایک آدمی نے چار شادیاں کی ہیں اور چار مختلف شہروں میں اپنی بیویوں کو مکان
بنوا کر دیئے ہیں اور وہ چار شہروں میں رہائش پذیر ہیں تو وہ چاروں شہر اس آدمی کے لئے وطن اصلی ہیں
اور وہ چاروں شہروں میں پوری نماز پڑھے گا۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذى تأهل به“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۲)

”اولم یکن مولده ولكنه تاهل به وجعله دارا یصیر مقیما او“..... (قاضی

خان: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں پوری نماز پڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۲۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قصر کے متعلق فقہ حنفی کی روشنی میں چند مسائل کی وضاحت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ ناچیز مشکور ہوگا۔

(۱) منیر احمد اپنے والدین سے علیحدہ کسی دوسرے شہر میں اپنے بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیتا ہے شرعی سفر سے واپس آ کر وہ اپنی مسجد میں پوری نماز پڑھاتا ہے حالانکہ دعوت و تبلیغی اسفار کی وجہ سے اس کا قیام گھر میں ایک ہفتہ سے زائد نہیں ہوتا دریں حالات اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے اور اس کا وطن اصلی اس کی جائے سکونت ہے یا اس کے والدین کا گھر؟ منیر احمد کسی شہر کا سفر اختیار کرتا ہے اور اس شہر تک جانے کے دو راستے ہیں ایک راستہ سے اس شہر کی مسافت ۳۰ میل بنتی ہے اور دوسرے راستے سے ۵۰ میل منیر ایک راستے سے جاتا ہے اور دوسرے راستے سے واپس آتا ہے تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے وہ پوری نماز پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کی بیوی بچے جس شہر میں رہتے ہیں وہ اس کا وطن اصلی ہے اس لیے اس کو وہاں پوری نماز پڑھنی پڑے گی، اور والدین کا گھر اس کا وطن اصلی نہیں ہے، اگر اس نے وہاں سے ترک سکونت کر لی ہو، اور اگر اس نے وہاں ترک سکونت نہیں کی تو وہاں بھی پوری نماز پڑھے گا۔

جس راستے سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا اگر اس راستے سے سفر کرے گا جس کی مسافت ۳۰ میل ہے تو پھر پوری نماز پڑھے گا اگر اس راستے سے سفر کیا جس کی مسافت ۵۰ میل ہے تو قصر نماز ادا کرے گا۔

”فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقان احدهما مسیرة ثلاثة ايام ولياليها والاخر

دونها ذلک فسلک الطريق الأبعد کان مسافرا عندنا هكذا فی فتاوی قاضی

خان. وان سلک الأقصر یتیم کذا فی البحر الرائق“..... (الہندیة:

”وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذی تأهل به“.....
(الہندیہ: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعاً مقیم ہونے کے لیے نیت اقامت ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے سفر شرعی پر نکلتا ہے اور اسی شہر میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ چودہ دن اور پندرہ راتیں ٹھہرنا چاہتا ہے کیا وہ پوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شرعاً مقیم ہونے کے لئے نیت اقامت یعنی پندرہ دن قیام کا ارادہ ضروری ہے، لہذا اس صورت میں یہ شخص چونکہ مقیم نہیں بنتا اس لیے قصر کرے گا۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما
او اکثر کذا فی الہدایۃ (الی ان قال) وان نوى الاقامة اقل من خمسة
عشر یوما قصر حکذا فی الہدایۃ“..... (الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنے گھر میں ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۲۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نذیر احمد اپنے والدین سے علیحدہ ہے بسلسلہ ملازمت کسی دوسرے شہر میں قیام پذیر ہے اور اس کے بیوی بچے بھی اس کے ہمراہ ہیں وہ اپنی منجھی ذمہ داریوں کے تحت اکثر و بیشتر سفر پر رہتا ہے، اپنے گھر کے اندر اس کی نماز کا کیا حکم ہے پوری پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شہر میں آدمی کے اہل و عیال ہوں گے وہ اس کا وطن اصلی ہوگا، لہذا گھر پر پوری نماز پڑھے گا۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذی تأهل به“..... (الہندیہ: ۱/۱۴۲)

”اولم یکن مولده ولكنہ تاهل بہ وجعلہ دار ایصیر مقيما ۱۰“..... (قاضی

خان: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سسرال میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟

مسئلہ نمبر (۲۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد کا کہنا ہے کہ سفر شرعی کے باوجود سسرال میں بھی نماز پوری پڑھی جائے اور دلیل میں امیر المؤمنین حضرت عثمان کا قول و عمل پیش کرتا ہے کیا واقعی سسرال میں نماز پوری پڑھی جائے گی اگر قصر ہوگی تو حضرت عثمانؓ کے قول و عمل کا مطلب کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہو جاتا بلکہ بیوی بچوں کو وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے چنانچہ بحر میں ہے:

”وتوطن بہامع اہلہ وولده و لیس من قصده الارتحال عنہا بل التعیش

بہا“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”وطن اصلی و هو مولد الانسان او موضع تاهل بہ و من قصده التعیش بہ

الا الارتحال“..... (فتح القدیر: ۲/۱۶)

”وطنا اصلياً بان كان مولده فيه اولم یکن مولده لكن تاهل فيه وجعلہ

داراً“..... (خلاصة الفتاوى: ۱/۱۹۸)

تاہل کے ساتھ قصد تعیش و جعل دار کی قید صاف مذکور ہے اور حضرت عثمانؓ کے قصد میں بھی ان کے اتمام کا سبب محض تزویج نہ تھا، بلکہ تزویج کے بعد اہل کا مکہ میں رکھنا اس کا سبب تھا چنانچہ کفایہ کی عبارت میں اس کی تصریح ہے:

”روی انه كان لعثمان اهل بمكة واهل بالمدينة وكان يتم الصلوة بهما جميعا

۱۰“..... (كفاية على فتح القدیر: ۲/۱۷)

پس صورت مرقومہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر کے زوجہ کو وہاں نہ رکھے بلکہ اپنے

شہر میں لے آئے تو سسرال کا وطن داماد کا وطن اصلی نہ ہوگا اور اگر زوجہ کو اسی کے وطن میں رکھے تو اس کا وطن زوج کا وطن ہو جائے گا خواہ زوج کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو یا دونوں جگہ رہتا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کے وقت عورت اپنے سسرال میں پوری نماز پڑھے گی:

مسئلہ نمبر (۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اگر خاوند کے ساتھ علیحدہ آباد ہے تو وہ اپنے سسرال میں بشرط سفر شرعی نماز پوری ادا کرے گی یا قصر؟ نیز ننھیال اور دوھیال میں نماز کا کیا حکم ہے پوری نماز پڑھی جائے گی یا قصر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں رخصتی کے بعد اقامت و سفر میں عورت خاوند کے تابع ہے، عورت کا سسرال چونکہ خاوند کا وطن اصلی ہے اور خاوند سفر شرعی کے باوجود چونکہ اپنی جائے پیدائش یعنی وطن اصلی میں مقیم ہو جاتا ہے اور اس پر پوری نماز ہے، نیز نماز قصر کے لئے یا پوری پڑھنے کے لیے مسافت شرعیہ اور وطن کا اعتبار ہوگا ننھیال و دوھیال کا نہیں۔

”ثم المعتبر في السفر والاقامة نية الاصل دون التبع كالخليفة والامير مع

الجنود والزوج مع الزوج جلاء“..... (کبری: ۳۶۵)

”السفر الذي يتغير به الاحكام ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام ولياليها اه“.....

(الهداية: ۱/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شادی کے بعد عورت اپنے خاوند کے تابع ہوتی ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے بیوی بچوں اور والدین کے ساتھ لاہور میں رہائش پذیر ہوں جبکہ میرا آبائی گاؤں مری ہے اور میرے سسرال راولپنڈی میں رہتے ہیں مری میں جو ہماری زمین وغیرہ تھی وہ میرے والد اور ان کے تمام بھائیوں نے باہم رضامندی سے ایک بھائی کو مالکانہ

طور پر دے دی ہے اور میں اور میرے والدین دو تین ماہ بعد مری یا راولپنڈی جاتے ہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ اس صورت میں میری وہاں نماز قصر ہوگی؟ اس سے قبل یہ مسئلہ میں نے علامہ شفیع صاحب ساہیوال والوں سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا تھا کہ میری نماز قصر ہوگی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا مگر عید الفطر پر ہمارے قاری صاحب خطیب جامع مسجد محمدی شاہ کالونی لاہور کینٹ نے از خود اپنے جمعہ کے خطاب میں اس مسئلہ پر بیان فرمایا اس رو سے سسرال بھی والدین کا گھر ہے، لہذا وہاں پر پوری نماز پڑھی جائے گی ان کے اس بیان کے بعد میں کشمکش کا شکار ہو گیا ہوں چونکہ علم کے لحاظ سے علامہ شفیع صاحب کو معتبر سمجھتا ہوں، لہذا میں نے ان سے دوبارہ رابطہ کیا انہوں نے آپ سے رجوع کرنے کو کہا مہربانی فرما کر اس سلسلے میں میری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ نے مری کی سکونت مستقل طور پر ترک کر کے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور مری واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، تو لاہور میں پوری نماز ادا کریں گے اور مری میں نماز قصر ادا کریں گے بشرطیکہ مری میں قیام پندرہ دن سے کم ہو اگر پندرہ دن سے زائد قیام کی نیت ہو تو نماز پوری ادا کریں گے۔ اگر بیوی آپ کے ساتھ لاہور میں مستقل مقیم ہیں تو راولپنڈی میں بھی آپ اور آپ کی بیوی دونوں نماز قصر کریں گے، بشرطیکہ قیام راولپنڈی میں پندرہ دن سے کم ہو شادی کے بعد بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے، اگر بیوی کا قیام مستقل راولپنڈی میں اپنے والدین کے پاس ہے تو پھر جب آپ راولپنڈی جائیں گے تو نماز پوری ادا کریں گے لیکن چونکہ موجودہ صورت میں بیوی کا قیام لاہور میں آپ کے ساتھ ہے اس لئے وہ بھی نماز راولپنڈی میں قصر کریں گے۔

”ثم الاصلی ینتقض بمثلہ حتی لو کان له وطن اصلی فانقل عنه واستوطن غیرہ خرج عن کونہ و طناله حتی لو دخلہ بعد ذلك لایزومہ الا تمام ما لم ینوا لاقامة لمامن انه علیہ السلام واصحابہ المهاجرین قصر و اتمکة مع انها کانت و طنہم الاصلی لکونہم استوطنوا المدینة فزالت و طنیة مکة“..... (حلبی کبیری: ۴۶۹)

”ثم المرأة انما تكون تبعاً للزوج اذا اوفاها مهرها المعجل و اما اذا لم یوفها فلا تكون تبعاً له قبل الدخول“..... (الهنديہ: ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مستقل رہائش جس جگہ اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۹): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب اکثر سفر کرتے رہتے ہیں واپسی پر قصر نماز کی بجائے پوری نماز پڑھاتے ہیں جب کہ ان کا آبائی گاؤں لاہور سے شرعی مسافت پر ہے امام صاحب سے اس مسئلہ پر دو تین ہفتے گفتگو ہوتی رہی کہ آپ قصر کیا کریں امام صاحب نے کہا کہ میں پندرہ دن کی نیت کر لیتا ہوں لیکن ہم مطمئن نہ ہو سکے تو انہوں نے کہا کہ آپ اس مسئلہ کی تحقیق کریں ان کے کہنے پر میں نے جامعہ اشرفیہ کی طرف رجوع کیا جس پر حضرات مفتیان کرام نے فتویٰ جاری کیا جس کی کاپی منسلک ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ جب امام صاحب کو پتہ چلا کہ فتویٰ آ گیا ہے تو پھر کہنے لگے کہ لاہور شہر میرا وطن اصلی ہے اگر مسجد والے مجھے فارغ بھی کر دیتے ہیں تو میرا لاہور چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔

پہلے انہوں نے کہا کہ آپ تحقیق کریں میں بھی تحقیق کرنا ہوں اس پر سوال پیدا ہو گیا اتنے دن پہلے گفتگو ہوئی تو انہوں نے پہلے کیوں نہ یہ بات کہی کہ لاہور میرا وطن اصلی ہے جب کہ امام صاحب کی ساری جائیداد زمین بیوی بچے پوری برادری ان کے آبائی گاؤں میں ہے یہاں پر صرف امام و خطیب ہیں، آیا لاہور شہر ان کا وطن اصلی قرار پائے گا؟ وطن اصلی کے لیے کیا شرائط ہیں یا نیت کر لینا کافی ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”الوطن الاصلی وهو موطن ولادته او تاهله او توطنه الخ..... قوله (او توطنه) ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم يتأهل الخ“..... (الدر مع الرد: ۵/۵۸۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جگہ مستقل رہائش کی نیت کر لی جائے تو وہ وطن اصلی ہو جاتا ہے، بنا بریں امام صاحب نے اگر مستقل نیت کر لی ہے اب لاہور سے کوچ نہیں کرنا بلکہ مستقل لاہور میں رہنا ہے تو ان کا وطن اصلی ہو گیا یہ وطن سفر کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا نماز پوری ادا کریں گے۔ اور آبائی گاؤں بھی وطن اصلی ہوگا، ایک بندے کے وطن اصلی دو یا زیادہ ہو سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش کا ایک اور مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور کے ایک مدرسہ میں درجہ

خامسہ کا طالب علم ہوں اور میرا آبائی گاؤں چترال ہے اور میرے والد محترم پچھلے پچاس سال سے خیر آباد (نوشہرہ) میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور میرے والد نے اپنی رہائش داماد کے گھر رکھی ہوئی ہے اور میری پیدائش بھی خیر آباد میں ہوئی ہے اور سکول بھی وہیں پڑھا اب مسئلہ یہ واضح کرنا ہے کہ مدرسے کی چھٹی ہوتی ہے اور مجھے چار پانچ یا دس دنوں کے لیے خیر آباد جانا ہوتا ہے تو وہاں جا کر میں قصر پڑھوں یا تمیم کی نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خیر آباد چونکہ آپ کی جائے پیدائش ہے والدین بھی وہیں ہیں، لہذا آپ وہاں پر پوری نماز ادا کریں گے بشرطیکہ آپ نے یہاں مستقل رہائش کا ارادہ کیا ہو۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذي تاهل به“..... (الهندية: ۱/۱۳۲)

”(الوطن الاصلی) هو موطن ولادته او تاهله او توطنه (بيطل بمثله) اذالم يبق له

بالاول اهل فلو بقی لم يبطل بل يتم فيهما“..... (الدر مع الرد: ۱/۵۸۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں نماز تو قصر ہوتی ہے یعنی چار فرض کی جگہ دو فرض پڑھتے ہیں تو کیا دوران سفر سنت مؤکدہ پڑھنی چاہیے؟ نیز فجر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سفر کی علامہ شامی نے دو حالتیں بتائی ہیں ”ایک حالت نزول“ یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے ”اور دوسری حالت سیر“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا درست ہے۔ البتہ سنت فجر کو کسی بھی صورت ترک کرنا درست نہیں ہے۔

”(ویاتی) المسافر (بالسنن) ان كان (فی حال امن وقرار والا) بان كان

فی خوف وقرار (لا) یاتی بها هو المختار لانه ترک لعذر تجنیس قبل الاسنة

الفجر. قوله: (هو المختار)..... قلت والظاهر ان مافی المتن هو هذا، وان

المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السير لكن قدمنا في فصل
القرأة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانها في السفر تكون غالباً من الخوف اه.....
(الدرمع الرد: ١/٥٨٥)

”وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لا يأتي بهافي حال
الخوف ويأتي بهافي حال القرار والامن هكذا في
الوجيز للكردي.....(الهندية: ١/١٣٩)

”وتكلموا في الافضل في السنن فقيل هو متروك ترخصاً وقيل هو الفعل
تقريباً وكان الشيخ ابو جعفر يقول بالفعل في حالة النزول والترك في حالة
السير.....(التارخانية جديد: ٣/٣٨٩)

”وان كان سائراً او خائفاً فلا يأتي بها وهو المختار، قوله (وهو المختار)
..... وقيل: كذلك الاسنة الفجر والمغرب“ (طحطاوي: ٣٢٢)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عارضی طور پر مقیم سرکاری ملازم وطن اصلی میں پوری نماز ادا کریگا:

مسئلہ نمبر (۳۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیر کارہائشی ہوں میری سرکاری
نوکری لاہور میں ہے، جس کی وجہ سے میری بیوی اور میرے بچے میرے ساتھ مستقل لاہور میں رہتے ہیں اور اگر میری
سروس گاؤں میں ہو جاتی ہے تو پھر ہم وہاں چلے جائیں گے اور ہمارا واپس جانے کا بھی ارادہ ہے وہاں میری زمین بھی
ہے اور میرا گھر بھی ہے اور زمین میں نے اجارہ پر دی ہوئی ہے اور گھر میں دوسرے آدمی کو بٹھایا ہوا ہے زمین
اور گھر میرے پاس ہیں ہم نے بیچا نہیں ہے اور نہ ہی بیچنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس صورت میں جب ہم
گاؤں جائیں تو نمازیں پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟ مسئلہ کو واضح فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتومہ میں آپ دیر میں اپنی ہستی جا کر مقیم شمار ہوں گے اور نماز پوری پڑھیں گے کیونکہ وہ آپ کا وطن

اصلی ہے۔

”ویطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باهله، اما اذا لم ينتقل باهله ولكنه استحدث اهلا ببلدة اخرى فلا یطل وطنه الاول ويتم فیهما“..... (الهندیة: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کی مسافت اس کی پیمائش اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی سفر میں قصر نماز کا کیا حکم ہے کتنی مسافت میں قصر شروع ہو جاتی ہے؟ نیز فاصلہ کی پیمائش کیوں میں کتنی ہوتی ہے؟ جس سفر میں نماز قصر کی اجازت ہے ایسی قصر دوران سفر بھی ہونی چاہیے مثال کے طور پر لاہور سے کراچی جا کر وہاں قیام کرنا ہے ایسی حالت میں لاہور سے سفر شروع کرتے ہی قصر نماز ہونی چاہیے اگر قصر کرنی ہے تو لاہور سے کتنے فاصلے کے بعد قصر جائز ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسافت سفر اصل میں تین دن ہیں تین منزل سے بھی یہی مراد ہے میل کے اعتبار سے یہ مسافت اڑھتالیس (شرعی) میل بنتے ہیں اور میٹر کے حساب سے تقریباً ستر کلومیٹر بنتے ہیں۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو نماز قصر شروع ہو جاتی ہے، لہذا دوران سفر قصر کرے گا جب تک مقصود شہر کی آبادی نہ آجائے۔

”الاحکام التي تتغير بالسفر هي قصر الصلاة و اباحة الفطر و امتداد مدة المسح الى ثلاثة ايام..... وكذا اذا عاد من سفره الى مضره لم يتم حتى يدخل العمران..... ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر“..... (الهندیة: ۱/۱۳۹، ۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں مسافر سنتیں ادا کرے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۰۴): محترم جناب مفتیان کرام السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علمائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قصر نمازوں میں سنت معاف ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر قضاء نماز ادا کرتا ہوں تو کیا اس میں قضاء نمازوں کی سنتیں بھی قضاء کرتے ہیں یا صرف فرض قضاء پڑھتے ہیں، شکر یہ!

الجواب باسم الملك الوهاب

سفر کی علامہ شامی نے دو حالتیں بتائی ہیں ”ایک حالت نزول“ یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے ”اور دوسری حالت سیر“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا افضل ہے، البتہ سنت فجر کو کسی بھی صورت ترک کرنا درست نہیں ہے۔

نیز سفری نماز کی قضاء کرتے ہوئے صرف فرضوں کی قضاء کرے لیکن اسی دن کی فجر کی سنتیں فجر کے بعد فرضوں کے ساتھ قضاء کرنی ہیں اور زوال کے بعد سنتوں کی قضاء ساقط ہو جائے گی۔

”اذافاتنا مع الفرض يقضيها بعد طلوع الشمس الى وقت الزوال ثم يسقط
هكذا في المحيط للسرخسي وهو الصحيح هكذا في البحر الرائق“.....
(الهندية: ۱/۱۱۲)

”وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لا يأتي بهافي حال
الخوف ويأتي بهافي حال القرار والامن هكذا في الوجيز للكردي“.....
(الهندية: ۱/۱۳۹)

”وتكلموا في الافضل في السنن فقليل هو متروك ترخصاً وقليل هو الفعل
تقرباً وكان الشيخ ابو جعفر يقول بالفعل في حالة النزول والترك في حالة
السير“..... (التارخانية: ۳۸۹/۳، رشيدية)

”وان كان سائراً او خائفاً فلا يأتي بها وهو المختار، قوله (وهو المختار)
.... وقليل: كذلك الاسنة الفجر والمغرب“..... (طحطاوى: ۳۲۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

وطن اصلی کو ہارشی طور پر چھوڑنے سے اس کی اصلیت ختم نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۳۰۵): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں فقہائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بیع بیوی بچوں کے اپنا وطن انک چھوڑ کر ملتان چلا گیا لیکن کبھی کبھی جہاں اس کا اصلی وطن ہے جہاں اس کا مکان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہیں۔ یہاں آتا رہتا ہے ملتان میں اس نے مکان بنا لیا ہے اور ارادہ ہے کہ کسی وقت واپس اپنے وطن جاؤنگا ایسی صورت میں اگر وہ دو چار دن کے لیے گھر آئے تو وہ کون سی نماز ادا کریگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز پوری ادا کریگا۔

” اما اذا لم ينتقل باهله ولكنه استحدث اهلا ببلدة اخرى فلا يبطل وطنه الاول ويتم فيهما... ولو انتقل باهله ومتاعه الى بلد ببقى له دور وعقار في الاول قبل بقى الاول ووطنه واليه اشار محمد في الكتاب، كذا في الزاهدی“.....
(الهندية: ۱/۱۲۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مدت اقامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آرمی اگر کوئی سے چھانڈا مانگا آئے اور یہاں آنے کی نیت جنگ کرنا ہو مگر ظاہری حالات جنگ کے نہیں ہیں مگر فوج احتیاطاً جنگل میں رہ رہی ہے، یہاں ٹھہرنے کی مدت بھی معلوم ہے مگر شک ہے کہ دو چار مہینے گزرنے کے بعد کوئی چلے جائیں گے، آیا ایسی صورت میں نماز قصر ادا کریں گے یا پوری نماز ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز قصر ادا کریں گے اگرچہ وہ اقامت کا ارادہ رکھتے ہوں۔

”قال شمس الانمة الحلواني“ عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً معهم
اخبتهم وخيامهم وفساطيظهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية

والفساطیط وعزموا فیہا علی اقامة خمسة عشر یوما لم یصیروا مقیمین

لانہا حمولة و لیست بمساکن کذا فی المحیط..... (الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر نماز ادا کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۰۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے وہ یہ کہ دوران سفر نماز کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران سفر نماز کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ چار رکعت والی فرض نماز میں قصر ہوگی یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھنی پڑے گی۔

”وفرض المسافر فی الرباعیۃ رکعتان کذا فی الہدایۃ“..... (الہندیہ:

۱/۱۳۹)

”من جاوز بیوت مصرہ مرید اسیرا وسطا ثلاثة ایام فی بر او بحر او جبل

قصر“..... (کنز الدقائق: ۵۳)

”اذا جاوز المقیم عمران مصرہ قاصداً مسیرة ثلاثة ایام ولینالیہا بسیر الابل

او مشی الاقدام یلزمہ قصر الصلاة“..... (قاضی خان: ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر ملازم نماز قصر پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بسلسلہ ملازمت دوسرے

شہر میں رہ رہا ہے ایک ہفتہ کے بعد گھر جاتا ہے آیا ملازمت والی جگہ میں نماز قصر پڑھے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ اس کی ملازمت کا مسئلہ ہے یعنی ہمیشہ اس طرح ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وہ شخص ملازمت والی جگہ میں نماز قصر ہی پڑھتا رہے گا۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر..... وان نوى اقل من ذلك قصر“.....(الهدایة: ۱/۷۴۱)

”فیقصر ان نوى الاقامة فی اقل منه ای فی نصف شهرا“..... (رد المحتار:

۱/۵۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر ڈرائیور اور کنڈیکٹر کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیور اور کنڈیکٹر حضرات دوران سفر کوئی نماز پڑھیں گے؟ قصر کریں گے یا مکمل نماز ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر ان کی گاڑی شہر سے باہر شرعی مسافت یعنی ۲۸ میل دوری پر جا رہی ہو اور دوران سفر

کسی ایک جگہ چند دن یا زائد ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو تو پھر یہ حضرات نماز قصر کریں گے وگرنہ مکمل نماز ادا کریں گے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر کذا فی الہدایة..... وان نوى الاقامة اقل من خمسة

عشر یوما قصر کذا فی الہدایة“.....(الہندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک مقام کی جانب دو الگ الگ راستوں سے جاتے ہوئے نماز ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۰): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ میرا گاؤں میں کاروبار ہے اور میں اکثر وہاں اس سلسلے میں جاتا رہتا ہوں اور گاؤں جانے کے دو راستے ہیں ایک

راستے سے جایا جائے تو شرعی سفر بنتا ہے (۸۰ کلومیٹر) اور دوسرے راستے سے سفر شرعی نہیں بنتا، یعنی (۴۰ کلومیٹر)

تو آیا وہاں نماز قصر پڑھوں یا مکمل؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ اس راستہ سے گئے ہیں جس سے سفر شرعی بن جاتا ہے اور آپ کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نہیں ہے تو آپ مسافر ہیں اور نماز قصر ادا کریں گے اور اگر آپ نے دوسرا راستہ اختیار کیا جس سے سفر شرعی نہیں بنتا ہے تو آپ اس صورت میں مکمل نماز ادا کریں گے۔

”فاذا قصد بلدة والى مقصده طريقان احدهما مسيرة ثلاثة ايام ولياليها والاخر دونها فسلک الطريق الأبعد كان مسافرا عندنا هكذا فى فتاوى قاضى خان. وان سلک الأقصر يتم كذا فى البحر الرائق“..... (الهنديّة: ۱۳۸/۱، قاضى خان: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۱۱): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ پہلے لاہور میں رہتا تھا، لیکن اب میں بسلسلہ ملازمت ملتان شفٹ ہو گیا ہوں میری بیوی بچے بھی میرے ساتھ ہیں اور اب لاہور واپس آنے کا ارادہ نہیں ہے لیکن چھٹیوں میں والدین کے پاس آتے ہیں اس صورت میں نماز قصر پڑھیں گے یا پوری؟ یاد رہے کہ میری اب مستقل رہائش ملتان میں ہی ہے اور اب لاہور دوبارہ شفٹ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر اپنا وطن اصلی چھوڑ کر کہیں اور مستقل رہائش اختیار کر لی ہو تیز دوبارہ وطن اصلی لوٹنے کا ارادہ نہ ہو تو اگر پندرہ دن سے کم کے لئے ۲۸ میل سے زیادہ کا سفر کر کے آئے ہوں تو آپ قصر کریں گے۔

”واستوطن غیرہ ثم سافر فدخل وطنه الاول قصر لانه لم يبق وطناله“.....
(الهدایة: ۱۷۶/۱)

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر کذا فی الہدایۃ..... وان نوى الإقامة اقل من خمسة

عشر یوماً قصر هكذا فی الہدایۃ..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نیت کیسے ہانیے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک مولانا صاحب نے مسئلہ بتایا تھا کہ جب آپ سفر کے دوران ایک مقیم امام کے اقتداء میں نماز پڑھیں گے تو دو رکعات فرض سفرانہ نماز کی نیت کریں گے امام کی اقتداء میں ہونے کی وجہ سے چار رکعات پوری امام کے ساتھ ادا کریں گے اس لئے جب سفر پر گیا تو میں نے دو رکعات فرض سفرانہ کی نیت کی اس طرح میں نے کافی نمازیں پڑھیں اب آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا میری نمازیں ادا ہو گئی ہیں یا نہیں؟ اگر ادا نہیں ہوئی تو ان کی قضاء کا کیا طریقہ ہوگا دو رکعات قضاء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا یا چار رکعات قضاء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسافر جب مقیم امام کی اقتداء کرے تو مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا، مثلاً یہ کہے کہ میں ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں، اگر اس نے فرض وقت کی بجائے چار رکعات یا دو رکعات کی نیت کی تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ عدد رکعات کی تعیین میں غلطی سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

”وفى نية المسافر اشكال اذ لو نواها الثنين لم يكن الشفع الاخير فر ضامع انه

بصير فر ضا بالتبعية ولو نواها اربعاً لا يصح لانه انما يصير فرضه اربعاً بعد الاقتداء

والظاهر انه لا ينوى عدد الركعات وينوى فرض الظهر مثلاً فان تعين

اعداد الركعات ليس بشرط الخ“..... (النقاية شرح مختصر الوقاية ۱/۱۶۵)

”الخطأ فيما لا يشترط التعيين له لا يضر، كتعيين مكان الصلاة

وزمانها وعدد الركعات، فلو عين عدد ركعات الظهر ثلاثاً او خمساً صح، لان

التعيين ليس بشرط فالخطأ فيه لا يضر. قال فى البناء: ونية عدد الركعات

والسجدة ليس بشرط، ولو نوى الظهر ثلاثا او خمساً صحت وتلغوية

التعيين“..... (الاشباه والنظائر: ۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں بہر حال پوری نماز ادا کی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر لاہور میں ہے ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد میں رہتا ہوں ہر ہفتہ لاہور آتا ہوں دو دن قیام کر کے واپس چلا جاتا ہوں ارادہ ہے کہ جوئی لاہور میں ملازمت ملی لاہور منتقل ہو جاؤں گا اسلام آباد میں کوئی مکان جائیداد بیوی بچے وغیرہ نہیں ہیں، سوال یہ ہے کہ اسلام آباد میں قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟ سفر میں قصر کروں تو کہاں سے شروع کروں لاہور میں قصر کروں یا اتمام کروں؟ میں گزشتہ ایک سال سے قصر نماز پڑھ رہا ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کا گھر لاہور میں ہے، لہذا لاہور میں آپ اگرچہ ایک دو دن ہی رہیں آپ مکمل نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ یہاں مقیم ہیں اور لاہور سے اگر آپ پندرہ سے کم دنوں کے لئے اسلام آباد میں ٹھہرنے کی نیت سے سفر کرتے ہیں تو اس صورت میں آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ اسلام آباد میں شرعاً مسافر ہیں اور لاہور شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد واپس لاہور پہنچنے تک اس دوران قصر نماز ہی ادا کریں گے۔ جو نمازیں آپ نے لاہور میں قصر پڑھی ہیں ان کی قضا آپ کے ذمہ لازمی ہے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً

أو أكثر كذا في الهداية..... وان نوى الإقامة أقل من خمسة

عشر يوماً قصر هكذا في الهداية“..... (الہندیہ: ۱۳۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی اگر مستحلاً چھوڑ دے تو اس کی اصلیت ختم ہو جاتی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا آبائی گاؤں یہاں (وطن اقامت) سے تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر دور ہے وہاں سے ہم اپنی جائیداد اور زمین بیچ کر مستقل طور پر یہاں قیام پذیر ہیں اور ہم کبھی کبھی اپنے گاؤں جاتے ہیں کیا ہم وہاں جا کر نماز قصر ادا کریں گے یا کامل نماز ادا کریں گے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر پہلے وطن اصلی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نماز قصر ادا کریں گے۔
 ”والوطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدته او بلدة اخرى اتخذها دارا ووطن بهامع اھله وولده وولیس من قصده الارتحال عنها بل التعیش بها. وهذا الوطن یبطل بمثله لا غیر وھو ان یتوطن فی بلدة اخرى وینقل الھل الیھا فیخرج الاول من ان ینكون وطننا اصلیا حتی لو دخله مسافرا لایتم“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ڈرائیور حضرات پوری نماز ادا کریں یا قصر کریں؟

مسئلہ نمبر (۳۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیور جو کہ اکثر اوقات سفر میں رہتا ہے کیا وہ اپنی تمام نمازیں جو کہ سفر کے دوران ہوں پوری ادا کرے یا قصر ادا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ڈرائیور اگر سواری شہر سے باہر ۴۸ میل دور لے جا رہا ہے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو وہ نماز قصر ادا کرے گا۔

”من جاوز بیوت مصرہ مریداً سیراً وسطاً ثلاثة ایام فی بر او بحر او جبل قصر“..... (کنز الدقائق: ۵۳، مکتبہ رحمانیہ)

”اذا جاوز المقیم عمران مصرہ قاصداً ثلاثة ایام ولیا لیاھاب سیر الابل او مشی الاقدام یلزمه قصر الصلاة“..... (قاضی خان: ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کے ساتھ اس طرح کا مسئلہ درپیش ہے کہ ان کا راولپنڈی، گجرات اور لاہور میں کاروبار ہے اور رہائش ذاتی لاہور میں اور پنڈی میں بھی اپنا گھر ہے جہاں وہ کاروبار کے دنوں میں رہتے ہیں تقریباً ہفتہ راولپنڈی میں اور دو تین دن کبھی کبھی گجرات میں اور ہفتہ لاہور میں رہتے ہیں اب نمازیں ساری قصر پڑھیں گے یا پوری؟ اور اگر مثلاً عشاء کا ٹائم ۸:۱۵ منٹ پر شروع ہوتا ہے اور وہ ۱۵:۰۰ بجے ادھر سے نکل پڑے اور لاہور میں ان کا ارادہ ۱۵ دن سے زیادہ رہنے کا ہے اور انہوں نے گھر لاہور میں آکر نماز پڑھی تو پوری پڑھیں گے یا قصر کریں؟ اور اگر قصر نماز ہوگی تو شہر سے نکلنے پر ہوگی یا نہیں یا پھر ۲۸ میل کے فاصلے پر ہوگی اور اگر نہ پتہ ہونے کی وجہ سے پوری یا قصر پڑھتے تھے تو کیا ساری نمازوں کا حساب لگا کر لوٹنا واجب ہے یا نہیں؟ اور سفر میں پورے فرض پڑھ سکتے ہیں، جبکہ آسانی بھی ہو میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ پوری پڑھنے سے گناہ ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب آسانی کی ہے تو پوری نماز نہیں پڑھ سکتے اور جمعہ اور دیگر نمازوں کی سنتوں کا کیا حکم ہے کہ وہ پڑھ سکتے ہیں اور نوافل پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کے والد صاحب کی مستقل رہائش لاہور میں ہے اس لیے لاہور میں بہر حال پوری نماز پڑھیں گے اور راولپنڈی آکر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر قصر کریں گے اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر پوری نماز پڑھیں گے لیکن دونوں صورتوں میں راستے میں قصر کریں گے اور قصر اس وقت شروع کریں گے، جب اپنے شہر سے باہر نکل جائیں گے اور جہاں سے سفر شروع کریں گے وہاں سے گجرات ۲۸ میل کے فاصلے پر ہے تو قصر کریں گے اور اگر اس سے کم ہے تو پوری نماز پڑھیں گے اور جن صورتوں میں قصر پڑھنی تھی لیکن پوری پڑھ لی تو اگر دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا ہے تو نماز ادا ہوگئی، لیکن کیا برا ہے اس لئے استغفار کریں نماز کا اعادہ ضروری نہیں اور اگر دو رکعتوں پر نہیں بیٹھا تو نماز نہیں ہوئی، ان کا اعادہ ضروری ہے آپ کے والد صاحب کی بات درست ہے کہ جب نماز قصر پڑھنی ہو تو پوری نماز پڑھنا گناہ ہے۔

”واما الثالث اعنى حكم السفر فهو تغيير بعض الاحكام فذكر المصنف

منها قصر الصلاة والمراد وجوب قصرها حتى لو اتم فانه اتم عاصي..... وقال

ايضا (قوله فلو اتم وقعد في الثانية صح والا لا) الى وان لم يقعد على رأس

الركعتين لم يصح فرضه..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۰، ۲۲۹)

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ سفر کی علامہ شامی نے دو حالتیں بتائی ہیں ”ایک حالت نزول“ یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے ”اور دوسری حالت سیر“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ البتہ سنت فجر کو کسی بھی صورت میں ترک کرنا درست نہیں ہے۔

” (ویاتی) المسافر (بالسنن) ان كان (في حال امن وقرار والا) بان كان في خوف و فرار (لا) ياتی بها هو المختار لانه ترك لعذر تجنيس قيل الاسنة الفجر. قال الشامي تحت قوله (هو المختار)..... قلت والظاهر ان مافي المتن هو هذا، وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والقرار السير لكن قدمنا في فصل القراءة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانها في السفر تكون غالباً من الخوف اه“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۸۵)

”وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لا ياتی بها في حال الخوف وياتی بها في حال القرار والامن هكذا في الوجيز للکردري“..... (الهنديّة: ۱/۱۳۹)

”تكلّموا في الافضل في السنن فقيل هو متروك ترخصاً وقيل هو الفعل تقرّباً وكان الشيخ ابو جعفر يقول بالفعل في حالة النزول والترك في حالة السير“..... (التارخانية جديد: ۲/۳۸۹)

”وان كان سائراً او خانقاً فلا ياتی بها وهو المختار، قوله (وهو المختار).... وقيل كذلك الاسنة الفجر والمغرب“..... (طحطاوى: ۳۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آبائی شہر، جائے ملازمت اور جائے سکونت میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا آبائی شہر لاہور ہے میرے ماں باپ انتقال کر چکے ہیں سوائے رشتہ داری کے لاہور سے اب کوئی تعلق نہیں یعنی نہ دکان نہ مکان اور نہ کوئی اور جائیداد، اب میری تبدیلی سرگودھا ہو گئی ہے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہوں مکان کرائے پر لیا ہے

پھر تبدیلی ساہیوال میں ہوگئی میں وہاں رہتا ہوں ہفتہ کے اختتام پر میں سرگودھا اور لاہور جاتا رہتا ہوں اب تینوں شہروں میں نماز کی ادائیگی کا کیا طریقہ کار ہے۔ نیز جمعہ و عیدین اور قربانی کے مسائل بھی مندرجہ بالا مسئلہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر لاہور کی وطنیت ختم کر چکے ہیں تو لاہور بھی آپ کا وطن اصلی نہیں رہا اور ساہیوال میں چونکہ صرف ملازمت ہے اس لیے وہ بھی وطن اصلی نہیں البتہ سرگودھا میں مستقل بود و باش کی نیت ہو تو وہ وطن اصلی ہو جائے گا اور اس میں نماز پوری ادا کریں گے باقی ہر جگہ اگر پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہوگی تو نماز قصر پڑھیں گے اور قربانی وغیرہ مسافر پر لازم نہیں ہوتی مگر مسافر جب وطن میں آگیا یا کسی شہر وغیرہ میں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت ہو تو مسافر نہیں رہے گا اور اپنی شرائط کے ساتھ قربانی اور جمعہ وغیرہ لازم ہونگے۔

”والوطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدته او بلدة اخرى اتخذها دارا ووطن
بہامع اہله وولده وولیس من قصده الارتفاع عنہا بل التعیش بہا. وهذا الوطن
یبتل بمثلہ لا غیر وھو ان یتوطن فی بلدة اخرى وینقل الاہل الیہا فیخرج
الاول من ان یکون وطنا اصلیا حتی لو دخلہ مسافرا لایتم“.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش والی جگہ ہی وطن اصلی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۸): ضلع و تحصیل چکوال کے گاؤں ”اہم“ کا رہنے والا ہوں گاؤں میں میرے رہنے کے لیے ایک مکان ہے اور میں اس وقت اپنے گاؤں میں رہائش پذیر ہوں میرا ایک مکان پنڈی میں بھی ہے اس میں میرے دو لڑکے رہ رہے ہیں وہ دونوں نوکری پیشہ ہیں ان کے بال بچے ان کے ساتھ ہیں میں گاہ بگاہ ان کو ملنے کے لئے جاتا ہوں اب چونکہ ہمارے گاؤں اور پنڈی میں تقریباً ۶ یا ۷ میل کا فاصلہ ہے تو کیا مجھے وہاں نماز قصر ادا کرنی چاہئے یا پوری نماز پڑھنی چاہئے گاؤں میں میری مستقل رہائش ہے پنڈی صرف ضرورت کے تحت جاتا ہوں اور بچوں کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کے مطابق چونکہ آپ کی مستقل رہائش گاؤں میں ہے اور راولپنڈی کو آپ صرف ضرورت کے تحت جاتے ہیں اس لئے جب آپ ۱۵ دن سے کم قیام کی نیت سے پنڈی جائیں گے تو آپ پنڈی میں نماز قصر پڑھیں گے باقی آپ کے دونوں شادی شدہ بیٹے اگر پنڈی کو اپنا مستقل وطن بنا چکے ہیں جیسا کہ تحریر سے یہی سمجھ آ رہا ہے تو اس صورت میں وہ پنڈی میں پوری نماز پڑھیں گے امید ہے کہ اس سے آپ کے سوال کا جواب واضح ہو جائے گا، پھر بھی اگر کوئی بات قابل وضاحت رہ جائے تو اس کے لیے دوبارہ رجوع کر سکتے ہیں۔

”اقل مسافة تغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في تبیین هو الصحيح اه“

..... (الهندية: ۱۲۸)

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما

او اكثر كذا في الهداية وان نوى الإقامة اقل من خمسة

عشر يوما قصر هكذا في الهداية“..... (الهندية: ۱۳۹/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت کا کسی شہر میں ۱۵ دن یا اس سے زیادہ تکفیل میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری رائے و نڈ مرکز سے ایک شہر میں تکفیل ہوئی جو رائے و نڈ مرکز سے ۷۷ کلومیٹر دور تھا اور تکفیل پندرہ دن سے زیادہ کی ہے اور سارے دن ایک ہی شہر کی مختلف مساجد میں گزارنے ہیں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے۔

(۲) مسافر کے لئے نماز جمعہ، رمضان میں تراویح اور عیدین کی نمازوں اور نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) جو نمازیں قصر کے حکم والی پوری اور پوری کے حکم والی قصر پڑھی گئی ہیں ان نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) ایسا شہر جو مسافت یعنی ۲۸ میل سے دور ہو پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو مقیم ہوں گے اور پوری نمازیں پڑھیں گے اگرچہ شہر کے اندر مساجد بدلتے رہیں۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر کذا فی الهدایة“..... (الہندیہ : ۱/۱۳۹)

(۲) نماز جنازہ کا تو وہی حکم ہے جو اقامت کی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بعض کے پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائیگا ورنہ سب گنہگار ہونگے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے، لہذا باقی سنن کی طرح اگر قراری حالت میں ہو تو پڑھ لینی چاہیے۔

”(والصلاة علیہ) صفتھا فرض کفایة بالاجماع فی کفر منکرھا“..... (الدر علی

ہامش الر: ۱/۲۴۰)

”الاحکام التي تتغير بالسفر هي قصر الصلاة و اباحة الفطر و امتداد مدة المسح

الی ثلاثة ايام و سقوط وجوب الجمعة و العیدین و الاضحیة..... و بعضهم

جوزوا للمسافر ترک السنن و المختار انه لا یأتی بہافی حال الخوف و یأتی

بہافی حال القرار و الامن ہکذا فی الوجیز للکردری“..... (الہندیہ :

۱/۱۳۹، ۱۳۸)

(۳) چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں اور قصر ہمارے نزدیک واجب ہے پس اگر چار رکعتیں

پڑھ لی ہیں اور دوسری رکعت کے بعد تشہد اور قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا ہے اور آخری دو رکعت نفل ہونگے

مگر ایسا کرنا گناہ ہے اور تاخیر سلام کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، لہذا عمداً ایسا کرنے کی صورت میں نماز و ہرانی ہوگی

اور سہواً کی صورت میں گنہگار ہوگا البتہ تجدد سہو واجب ہوگا۔ اور جو نمازیں پوری کے حکم والی قصر پڑھی گئیں وہ بھی دوبارہ

پوری پڑھنی ہونگی۔

”(فلواتم مسافران قعدفی) القعدة (الاولی تم فرضہ و) لکنہ (اساء)

لوعامد التأخیر السلام و ترک واجب القصر و واجب تکبیرة افتتاح النفل

و خلط النفل بالفرض و هذا یحل کما حرره الفہستانی بعد ان فسراساء

الخ (وما زاد نفل) کمصلی الفجر اربعاً (قوله بعد ان فسراساء بالتم) و کذا صرح

فی البحر بتأییدہ فعلم ان الاساءة هنا کراهة التحريم (رحمتی)“..... (الدر مع

الر: ۱/۵۸۳)

”و یسجد لتأخیر الواجب) الا ولی ان یقول لتأخیر الفرض وهو القیام اول ترک

الواجب وهو القعود“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرکاری ملازمت کی جگہ وطن اقامت بننے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۲۰): السلام علیکم براہ کرم درج ذیل مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر فرمادیں اور مکمل دلائل سے وضاحت فرمادیں۔

میرا گھرانہ درپہ خیل شمالی وزیرستان ایجنسی میران شاہ میں ہے اور میری ملازمت گورنمنٹ کالج پارہ چنار کرم ایجنسی میں تقریباً پانچ سال سے ہے گھر سے کالج کا فاصلہ تقریباً ایک سو بیس میل ہے مجھے حکومت کی طرف سے ماہوار تنخواہ ملتی ہے بلا کر ایہ رہائش کا بندوبست ہے کھانے کے پیسے ادا کرنے پڑتے ہیں اور اہل و عیال لانے میں مجھے اختیار ہے کہ لاؤں یا نہ لاؤں، بنگلے موجود ہیں لیکن اہل و عیال ساتھ نہیں رکھتا بلکہ سرکاری ہاسٹل میں رہائش پذیر ہوں اس پانچ سال میں کبھی بیس دن اور کبھی دس دن قیام کرنے کا موقع ملتا ہے اور مقیم بھی بن جاتا ہوں کبھی مسافر بھی، ہاسٹل میں مجھے دو نوکر رہائش کا اعلیٰ انتظام انفرادی کمرہ سب کچھ ملا ہوا ہے۔

اب مسئلہ مطلوب یہ ہے کہ سال میں ایک دفعہ کبھی یا دو دفعہ مقیم بننے کے بعد اگر کبھی پارہ چنار میں ۱۵ دن سے کم گزاروں سفر کی نماز ادا کروں یا کہ پوری نماز ادا کروں اور حکومت کے قوانین کے مطابق ہر ملازم کو ایک جگہ دو سال نوکری کرنی پڑتی ہے ابھی تک بعض علماء نے قصر پڑھنے اور بعض نے نہ پڑھنے کو فرمایا ہے براہ کرم آپ شرعی مسئلہ حل فرما کر نماز جیسے اہم رکن دین کے متعلق ہمارے تذبذب کو دور فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں پارہ چنار میں جب تک آپ کا سامان اور آپ کی ملازمت برقرار ہو اس میں ایک مرتبہ پندرہ دن یا اس سے زائد مرتبہ نیت اقامت سے گزار چکے ہوں تو یہ آپ کا وطن اقامت ہے اور اس سے سفر مستحکم موجود ہونے یا وطن اصلی میں داخل ہونے کے بعد ضرور باطل ہو جائے گا، مگر سامان چونکہ قرینہ اقامت ہے، لہذا اس میں واپس آنے کے بعد جدید نیت اقامت کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی دلالت نیت اقامت کافی ہے بشرطیکہ آپ کی پارہ چنار میں داخل ہونے سے قبل اس کے خلاف صریح نیت موجود ہو کہ پندرہ دن گزارنے سے پہلے وطن اصلی

یا کہیں سفر پر جاؤں گا تو آپ پارہ چنار میں مسافر ہونگے اور آپ کی دلالت نیت اقامت صریح نیت کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں اور بعض قابل احترام مفتی حضرات کو محیط کی اس عبارت نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔

”وطن الإقامة یبقی ببقاء النقل وان اقام بموضع آخر“

حالانکہ اس کا محمل یہ ہے کہ سفر غیر مستحکم ہے بعد میں اگر کہیں دوسری جگہ اقامت اختیار کر لی، تو پہلا وطن اقامت جہاں اس کا سامان ہے وہ اس کا وطن اصلی باقی رہے گا کیونکہ اس کے علاوہ اگر کوئی اور محمل اس کا متعین کیا جائے تو فقہ کی مستند کتابوں کے بہت سے جزئیات اس کے متضاد نظر آئیں گے جسکی تفصیل ایک رسالہ میں لکھنے والا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر اور اس کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی لاہور سے ملتان تین دن کے لئے جاتا ہے تو کیا اسے نماز میں قصر کرنا ہوگی، اگر نماز میں قصر کرنا ہوگی تو کس طرح؟

الجواب باسم الملك الوهاب

لاہور سے ملتان کا فاصلہ چونکہ شرعی سفر بنتا ہے اور ملتان میں تین دن رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

(۲) اگر ملتان میں قیام کے دوران اکیلا نماز پڑھے گا تو ظہر، عصر اور عشاء کے دو فرض پڑھے گا جبکہ سنت مؤکدہ پوری ادا کرنا ہوں گی فجر اور مغرب کی نماز پوری پڑھنی ہوگی اگر مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور نیت رکعات کی تعداد کی نہ کرے گا بلکہ مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا بہتر یہ ہے کہ ملتان میں قیام کے دوران کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کریں۔

”وبعضہم جوزواللمسافر ترک السنن والمختار انہ لایاتی بہافی حال

الخوف ویاتی بہافی حال القرار والامن ہکذا فی الوجیز للکردری..... ولایزال

علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر کذا فی الہدایۃ“..... (الہندیۃ : ۱/۱۳۹)

”فیقصر المسافر (الفرض) العلمی (الرباعی) فلا قصر للثنائی والثلاثی
ولاللوثر فانه فرض عملی ولا فی السنن فان كان فی حال نزول وقرار وامن
یأتی بالسنن وان كان سائرا او خائفا فلا یأتی بها وهو المختار“..... مراقی
(الفلاح: ۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم حضرات اگر قصر نماز پڑھ لیں تو پوری نماز لوٹانا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر منڈی صادق گنج میں ایک
جماعت کی تشکیل اٹھارہ دن کے لیے ہوئی تو کسی نے ان کو کہہ دیا کہ تم یہاں مقیم کیسے ہو سکتے ہو بلکہ تم مسافر ہی ہو
اس کے بعد ایک مسجد میں امام صاحب کی عدم موجودگی میں جماعت کے ایک ساتھی سے کہا گیا کہ جماعت
کروائیں تو انہوں نے ظہر و عصر کی دو دو رکعت پڑھائیں اور لوگوں نے اپنی اپنی چار رکعت پوری کر لیں بعد میں ایک
مولوی صاحب کے متنبہ کرنے سے پتہ چلا کہ جماعت والے مقیم ہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب
یہ نمازیں لوٹائیں گے یا صرف امام ہی ان نمازوں کو لوٹائے گا؟ اور اگر سب نے لوٹانی ہیں تو کیا لوٹاتے وقت اسی امام
کے ساتھ جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام اور مقتدی سب نمازیں لوٹائیں گے اسی امام کے ساتھ قضاء نمازوں کی جماعت بھی
کروا سکتے ہیں۔

”ان صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدی ولذا اشترط عدم مغایرتهما فاذا
صحت صلاة الامام صحت صلاة المقتدی الا لمانع واذا فسدت صلاته
فسدت صلاة المقتدی لانه متى فسد الشئ فسد ما فی ضمنه“.....
(رد المحتار: ۱/۴۳۷)

”ونحن نعتبر معنى التضمن وذلك فى الجواز والفساد“..... (الهدایة :
۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کی حدود سے باہر نکلنے پر سفر شرعی شروع ہوتا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے چچا کا محتشبی ہوں اور مستقل طور پر انہی کے پاس رہتا ہوں میری تمام ضروریات زندگی کے کفیل بھی میرے چچا جان ہیں اور میں غیر شادی شدہ ہوں جہاں میں اور میرے چچا رہتے ہیں اس شہر کا نام ”ننجر اکین“ ہے، جبکہ میرے حقیقی والدین اور بہن بھائی دوسرے شہر دریاخان میں رہتے ہیں دونوں شہروں میں تقریباً چودہ پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے اب میں نے چچا کے گھر سے لاہور جانے کے لئے سفر شروع کرنا ہے اب میں شرعی مسافر ”ننجر اکین“ سے شمار ہوں گا یا دریاخان سے۔ جبکہ پہلے ”بیج گرائیں“ آتا ہے بعد میں ”دریاخان“۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شہر دریاخان آپ کا وطن اصلی ہے، لہذا آپ ”بیج گرائیں“ سے دریاخان کی طرف سفر کرتے ہوئے، جب دریاخان پہنچیں گے تو مقیم ہوں گے اور سابقہ سفر ختم ہو جائے گا اب لاہور آتے ہوئے جب دریاخان کی حدود سے باہر نکلیں گے تو شرعاً مسافر شمار ہوں گے۔

”الوطن الاصلی) هو موطن ولادته او تاهله او توطنه (بیطل بمثلہ) اذالم یبق له بالاول اهل فلویقی لم یبطل بل یتم فیہما وقال الشامی (قوله اذالم یبق له بالاول اهل) ای وان بقى له فیہ عقار قال فی النہر ولونقل اہله ومتاعه ولو دور فی البلاد لتبقى وطناله وقیل بقى، کذا فی المحيط وغیرہ“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل سکونت جہاں اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا اصلی وطن دریاخان ہے میرے والدین یہاں دریاخان میں پہلے رہتے تھے بعد میں خوشاب چلے گئے خوشاب میں میرے والد صاحب امامت کرواتے ہیں تقریباً پچیس سال ہو گئے ہیں میری پیدائش بھی خوشاب کی ہے وہاں سے ہم نے مستقل طور پر سکونت ترک کر کے خوشاب میں رہائش اختیار کر لی ہے اور وہاں صرف زمین ہے جو ہم نے دوسرے رشتہ داروں کے سپرد کی

ہوئی ہے اب ہم خوشاب میں رہ رہے ہیں دریاخان میں بقیہ رشتہ دار ہیں ہم انہیں ملنے کے لئے جاتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ اگر ہم وہاں پندرہ دن سے کم رہیں تو نماز قصر کریں گے یا مکمل نماز پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خوشاب آپ کا وطن اصلی ہے کیونکہ آپ نے اپنی مستقل سکونت وہیں اختیار کی ہوئی ہے۔ ”دریاخان“ جب آپ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جائیں تو نماز قصر ادا کریں گے کیونکہ محض زمین کا باقی رکھنا وطن اصلی کی بقا کا ذریعہ نہیں ہے۔

” (الوطن الاصلی) هو موطن ولادته او تاهله او توطنه (ببطل بمثلہ) اذا لم یبق له بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما (قوله اذا لم یبق له بالاول اهل) ای وان بقی له فیہ عقار قال فی النہر ولو نقل اہله و متاعہ ولو دور فی البلد لا تبقی و طناله و قیل تبقی، کذا فی المحيط وغیرہ“..... (الدرمع الرد: ۱/ ۵۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین یا چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے مقیمین کی نماز کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۲۵): کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسافر ہو اور اس کے پیچھے مقتدی مقیم ہو تو مسافر امام کے دو رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مقتدی کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا کہ نہیں؟ وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب مسافر امام دو رکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی باقی ماندہ نماز کو بغیر قرأت کے مکمل کرے گا۔

”فی البدائع..... ولا قرأۃ علی المقتدی فی بقیۃ صلاتہ اذا کان مدرکاً ای

لا یجب علیہ لانہ شفع اخیر فی حقہ“..... (البدائع: ۱/ ۲۷۷)

”وان صلی المسافر بالمقیمین رکعتین سلم واتم المقیمون صلاتہم کذا فی

الهدایة وصاروا منفردین كالمسبوق الا انهم لا یقرؤن فی الاصح هكذا فی

التبیین..... (الهندیة: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کا حکم صرف نیت پر نہیں بلکہ حدود شہر سے باہر نکلنے پر ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۶): سفر پر روانہ ہوتے ہوئے لاہور اسٹیشن پر کیا حکم ہے جبکہ سفر کی ساری شرائط پوری ہیں اور سفر رائے ونڈ مرکز ہی سے شروع کیا تھا۔

(۲) رائے ونڈ سے سفر پر روانہ ہوئے سمن آباد لاہور میں نماز ادا کی تو نماز قصر کا کیا حکم ہے مسافر سمن آباد کا رہنے والا ہے اور سفر کی پوری شرائط ہیں۔

(۳) پہلی تشکیل سے واپسی پر رائے ونڈ مرکز میں قصر کا کیا حکم ہے جبکہ پہلی تشکیل رائے ونڈ مرکز سے ہوئی تھی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

سمن آباد میں اور لاہور اسٹیشن میں پوری نماز ادا کرے گا، کیونکہ صرف نیت کرنے سے مسافر نہیں ہوگا، جب تک اپنے شہر کی حدود سے نہ نکلے اور اپنے شہر میں داخل ہوتے ہی قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

”واذا دخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ينو الاقامة فيه سواء دخله بنية

الاختيار او دخله لقضاء الحاجة كذا فی الجوہرۃ النيرة اه..... (الهندیة:

۱/۱۴۲)

لاہور کا رہنے والا پہلی تشکیل کے بعد رائے ونڈ میں قصر کرے گا بشرطیکہ تشکیل سے واپسی پر لاہور شہر سے

گزر کر نہ گیا ہو، اور تشکیل کی جگہ رائے ونڈ سے شرعی مسافت پر ہو۔

”وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشر يوما قصر هكذا فی الهدایة“.....

(الهندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ اقامت کی نیت کے بعد پندرہ دن سے پہلے اس کو چھوڑ دے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ محمد سلمان گوجرانوالہ کارہائشی ہے اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں زیر تعلیم ہے، عرصہ تین سال سے یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہائش پذیر ہے ایک مرتبہ سے زائد ایک ماہ سے زیادہ مع الذیۃ ہاسٹل میں مستقل اقامت اختیار کی ہے اب کبھی بارہ دن بعد گھر چلا جاتا ہوں اس وقت یہی معمول ہے ہاسٹل میں الاٹمنٹ بھی ہے اس صورت حال میں کیا بندہ نماز قصر ادا کرے یا مکمل نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص جب وطن اصلی سے واپس خالی الذہن آئے گا تو پہلی نیت کا اعتبار ہوگا استصحاب الحال کی وجہ سے یہاں نماز پوری پڑے گا اور اگر وہ خالی الذہن نہیں آیا بلکہ اس کی صراحت نیت یہ تھی کہ پندرہ دن قیام سے پہلے پہلے کہیں جاؤنگا تو اس صورت میں وہ قصر کریگا۔

”تقدم للصريح على الاستصحاب. قال في التارخانية: ادنى مدة الإقامة

عندنا خمسة عشر يوماً (وفيه أيضاً) وعندنا مال ينو الإقامة خمسة

عشر يوماً لا يتم الصلاة“..... (التارخانية جدید: ۲/۴۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

لیام حج میں آفاقی منی، عرفات اور مزدلفہ میں قصر نماز پڑھیں گے:

مسئلہ نمبر (۳۲۸): عرض یہ ہے کہ میں نے اس سال حج کیا ہماری پاکستان کے لئے جدہ سے تقریباً آخری فلائٹ تھی ہمیں حاجی کمپ لاہور سے کاغذات وصول ہونے پر علم ہو گیا تھا کہ ہم نے مدینہ منورہ آخر میں جانا ہے یعنی مکہ مکرمہ میں قیام چونتیس دن کا اور بعد میں مدینہ منورہ آٹھ دن قیام کرنا ہے اور وہیں سے واپس آنا ہے ہمارے مکہ پہنچنے کے آٹھ دن بعد حج شروع ہو گیا ہم منی مزدلفہ اور عرفات کے لئے روانہ ہو گئے وہاں ہمارے ایک ساتھی نے جس کا نام محمد طاہر ہے نماز باجماعت کروائی قصر، جب میں نے اسے منع کیا کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں ہے اور یہ جگہ مکہ سے ۱۰ سے ۱۵ کلومیٹر ہے ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہیے اس نے جواب دیا میں تبلیغی جماعت کا آدمی ہوں مجھے علم ہے اور آپ کو علم نہیں، لہذا ہم اپنی کم علمی کی وجہ سے خاموش ہو گئے اور اس نے وہاں تمام لوگوں کو بھی یہ کہا کہ نماز قصر پڑھو میرا آپ

سے سوال یہ ہے کہ ہمیں وہاں نماز پوری پڑھنی چاہیے تھی یا قصر؟ اگر پوری پڑھنی چاہیے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب تفصیل سے دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ نے منی، عرفات، مزدلفہ میں نماز قصر ہی پڑھنی تھی چونکہ آپ نے قصر ہی پڑھی ہے تو آپ کی نماز ٹھیک ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

”ولونوی الاقامة خمسة عشر يومافي موضعين فان كان كل منهما اصلا بنفسه نحو مكة ومنى..... لا يصير مقيما..... ذكر في كتاب المناسك ان الحاج اذا دخل مكة في ايام العشر ونوي الاقامة نصف شهر لا تصح لانه لا بدله من الخروج الى عرفات فلا يتحقق الشرط“..... (الهندية: ۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم کا وقت جمعہ داخل ہونے کے بعد شہر سے نکلنا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کمپنی کا سیل مین ہوں، سیل کے سلسلے میں مجھے دور دور سفر پر جانا پڑتا ہے بعض دفعہ جمعہ کے دن بھی جانا پڑتا ہے اگر جمعہ چھوٹ جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے شہر سے نکل گیا تو اب جمعہ میں حاضر ہونا ضروری نہیں لیکن اگر ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو اب جمعہ پڑھنے سے پہلے نکلنا جائز نہیں۔

”ولا يكره الخروج للسفر يوم الجمعة قبل الزوال وبعده وان كان يعلم انه لا يخرج من مصره الا بعد مضي الوقت يلزمه ان يشهد الجمعة ويكره له الخروج قبل ادائها“..... (الهندية: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر کا ارادہ رکھنے والے کو وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۳۵): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سفر پر روانہ ہونے سے پہلے راستے میں آنے والی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتومہ میں اگر وقت داخل نہیں ہو تو نماز نہیں ہوگی، لہذا قبل از وقت پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری

ہے۔

”قال الله تعالى“ ان الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا“.....(سورة النساء: ۱۰۳)

”ای مؤقتہ مفروضہ وقال زید ابن اسلم (موقوتا) منجما، ای تؤدو نہافی انجمها والمعنى عند اهل اللغة، مفروض لوقت بعينه يقال وقته فهو موقوت، ووقته فهو موقت، وهذا قول زید بن اسلم بعينه، وقال (كتابا) والمصدر مذكر، ف لهذا قال (موقوتا)“.....(الجامع لاحكام القرآن للقرطبي: ۳/۳۷۳)

”اعلم ان الوقت كما هو شرط لاداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه ومن جملة ما بنوا على هذا مسئله وردت فتوى في زمن الصدر برهان الانمة ان لانجد وقت العشاء في بلدنا اهل علينا صلواته فكتب ليس عليكم صلاة العشاء وبه افتى ظهير الدين المرغيناني ووردت هذه الفتوى ايضا من بلدة بلغار الخ“.....(حلبی كبرى: ۲۰۲)

”الباب الثالث في شروط الصلاة، وهو عندنا سبعة..... واستقبال القبلة والوقت“.....(الهندية: ۱/۵۸)

”قوله شروط الصلاة اي امور خارجة عن الصلاة يتوقف عليها الصلاة“.....(الدرية على الهداية: ۱/۹۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

وطن اقامت سے سفر پر جانے کے بعد نیت اقامت نہ کرنے بعد رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک مقام پر مقیم ہے پندرہ یوم سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہے مقیم ہونے کے بعد مسافر ہوئے اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچا، اب پندرہ یوم کی اقامت کی نیت نہیں ہے۔ وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے کیا یہ شخص دارالاقامہ میں رہتے ہوئے نماز قصر ادا کرے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب وطن اقامت سے مسافت سفر یعنی اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچا اور اب پندرہ دن اقامت کا ارادہ بھی نہیں ہے تو یہ شخص قصر کریگا، کیونکہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

”ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبإنشاء السفر وبالوطن الأصلي هكذا في

التبيين“..... (الهنديّة: ۱/۱۳۲)

”وفي الدرر يبطل وطن الإقامة بمثله وبالوطن الأصلي وبإنشاء

السفر“..... (الدرر: ۱/۵۸۶)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں وتر پڑھنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور سفر میں عشاء کے فرائض پڑھتا ہے اور وتر نہیں پڑھتا تو قضاء کرتے وقت ایک عالم کہتا ہے کہ عشاء اور وتر دونوں دوبارہ ادا کرے اور ایک کہتا ہے کہ صرف وتر ادا کرے تو اب وہ کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ دوران سفر وتر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز تو پڑھ لے لیکن وتر نماز نہ پڑھے تو قضاء صرف وتر نماز کی کرے گا۔

”ویجب القضاء بترکه ناسیا أو عامدا وإن طالت المدة الخ“..... (الہندیہ : ۱۱۱/۱)

”ولو ترک الوتر حتی طلع الفجر فعليه قضاءه في ظاهر الرواية أصحابنا الخ“
..... (فتاوی التاتارخانیہ جدید : ۲/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر کتنے سفر پر قصر کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گنا نہ نماز کتنے کلومیٹر کے سفر پر پڑھی جائے گی، نیز سنت مؤکدہ ساتھ پڑھی جائیں گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تقریباً ۷ کلومیٹر پر جانے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھیں گے، اور اگر اطمینان کی حالت ہو تو سنت مؤکدہ ادا کرنی پڑیں گی۔

”ادنی السفر الذی یقصر فیہ اذا قصد ثلاثة ایام ولیالیہا والمعتبر السیر الوسط کسیر الابل ومشی الاقدام لاسیر البرید وسیر العجلة وفي الجبل يعتبر ما یلیق بحال الجبل وان کان ذالک یقطع فی السهل بمدة یسیرة اذا خرج المسافر عن عمران البلدة قصر الصلاة سواء کان سفر طاعة او معصية وقصر فی المغرب والوتر والسنن“..... (فتاوی السراجیة : ۷۶)

”ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار الا یتى بها هو المختار لانه ترک لعلہ“..... (الدر علی الرد : ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) کیا وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے؟
 (۲) سفر شرعی کی حد کیا ہے؟ اور سفر شرعی کا بغیر نیت کے اعتبار ہو گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) وطن اقامت شرعی سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

”ویطل الوطن الاصلی بمثله لا السفر ووطن الاقامة بمثله والسفر والاصلی لان الشیء یطل بما هو مثله لا بما هو دونه فلا یصلح مبطلا له“
 (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”الوطن اصلی وهو موطن ولادته اوتاهله اوتوطنه یطل بمثله اذا لم یبق له بالاول اهل فلویبقی لم یطل بل یتم فیها لا غیر ویطل وطن الاقامة بمثله وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر والاصل ان الشیء یطل بمثله وبما فرقه لا بما دونه ولم یذكر وطن السکنی وهو ما نوى فیہ اقل من نصف شهر لعدم فائدته وما صورہ الزیلعی رده فی البحر“..... (الدر المختار: ۱/۱۰۸)

”ویطل الوطن الاصلی بمثله ویطل بانشاء السفر وبالعود للوطن الاصلی“
 (حاشیة الطحطاوی: ۳۲۹)

”ووطن الاقامة یطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هكذا فی التبین“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۲)

- (۲) سفر شرعی کی حد 48 میل ہے جو کہ تقریباً 77 کلومیٹر بنتا ہے۔

”من جاوز بیوت مصرہ مریدا سیرا وسطا ثلاثة ايام فی برا و بحر او جبل قصر الفرض الرباعی“..... (کنز الدقائق: ۳۶)

”اقل مسافة تتغير فیها الاحکام مسیره ثلاثة ايام کذا فی التبین“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۸)

”وكان ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم یقصران ویفطران فی اربعة برد
 وهی ستة عشر فرسخا وقال صاحب الجامع البرید امیال معروفة یقال

هو اربعة فراسخ والفرسخ ثلاثة اميال وفي الواعى البريدسكة من السكك كل اثنى عشر ميلا بريد وكذا ذكر في الصحاح وغيره وفي الجوهرة البريد معروف عربى والفرسخ وقال ابن سيدة هو ثلاثة اميال (عمدة القارى : ٤/١٨١)

”ومسافة القصر فى المنهب مسيرة ثلاثة ايام ولياليها ثم حولوها الى التقدير بالمنازل فاختلفوا فيه على اقوال منها ستة عشر فرسخا كل فرسخ ثلاثة اميال فتلك ثمانية واربعون ميلا كما فى الحديث وبه ائتى لكونه مذهب الاخرين“..... (فيض البارى على صحيح البخارى : ٢/٣٩٤)

سفر شرعى کا بغیر نیت کے کوئی اعتبار نہیں ہے۔

”وفى الهندية ولا بد للمسافر قصد مسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والا لا يترخص ابدا ولو طاف الدنيا جميعها بان كان طالب آبق او غريم او نحو ذلك“..... (فتاوى الهندية: ١/١٣٩)

”ولا يصير مسافرا بالنية حتى يخرج ويصير مقيما بمجرد النية كذا فى محيط السرخسى“..... (فتاوى الهندية: ١/١٣٩)

”واما الثانى ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة ايام لا يترخص وعلى هذا قالوا امير خرج مع جيشه فى طلب العدو ولم يعلم اين يدركهم فانهم يصلون صلاة الاقامة فى الذهاب وان طالت المدة“..... (البحر الرائق: ٢/٢٢٤، ٢٢٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے نماز کس طرح مکمل کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسافر ہو تو مقیم مقتدی اپنی نماز کیسے پوری کرے؟ نیز امامت کرنے کے لیے کوئی ایسا مقیم نہیں ہوتا جو امامت کر سکے اگر مسافرت کی حالت میں نماز پڑھاؤں تو کیا درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسافرت کی حالت میں نماز پڑھنا درست ہے، مسافر امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور مقيم مقتدی اپنی بقیہ دو رکعتیں بغیر قراءۃ کے مکمل کریں گے۔

”وان صلی المسافر بالمقیمین رکعتین سلم واتم المقیمون صلاتهم لان المقتدی التزم الموافقة فی الركعتین فینفرد فی الباقي كالمسبوق الا انه لا یقرء فی الاصح لانه مقتدئ حریمة لافعلا والفرض صار مؤدی فیترکها احتیاطا بخلاف المسبوق لانه ادرك قرأة نافلة فلم يتاد الفرض فكان الاتیان اولی“..... (هدایہ: ۱/۱۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ ۱۳ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ڈیوٹی اسلام آباد میں ہے اور میں رائے ونڈ کارہائشی ہوں، ڈیوٹی پر اسلام آباد جاتے ہوئے میری نیت ۱۳ یا ۱۳ دنوں کی ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر چودھویں دن میری گھر کو واپسی ہو جاتی ہے، آیا نماز قصر پڑھوں گا یا پوری؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ شخص مسافر ہی رہے گا اور قصر نماز پڑھے گا، اقامت کے لیے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ضروری ہے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما واکثر کذا فی الهدایة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”وان لم یکن وطنا اصلیا فانه یقصر الصلوٰۃ ما لم ینو الاقامة بها خمسة عشر یوما“..... (قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چلے میں جانے والے تبلیغی حضرات نماز پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت میں چلے چار مہینے اور سال کے لیے ایک شخص چل رہا ہے، ایک شہر کی مختلف مساجد میں پندرہ دن کی یا اس سے زیادہ کی تکمیل ہوتی ہے، اس شہر کی متفرق مساجد میں پندرہ دن سے زیادہ رہے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ قصر کریں یا پوری پڑھیں؟ یاد رہے کہ کبھی کبھی بزرگ جماعت کو واپس مرکز بلا لیتے ہیں، اگر کچھ دن شہر میں اور کچھ دن دیہات میں رہے یا دن شہر میں اور دو دن دیہات میں اور پھر پانچ دن کسی دوسرے دیہات میں رہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ایک ہی شہر کی متفرق مساجد میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہے تو اس صورت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، بشرطیکہ اس شہر میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہو، اور اگر ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر پڑھے گا۔

”ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه او ينوي اقامة خمسة عشر يوما بموضع واحد من مصر او قرية غير وطنه اه“..... (حلی کبیری : ۴۶۳)

”وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشر يوما قصر هكذا فى الهداية“
..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مدرسے میں عقیقہ اور مسافر ہونے میں اساتذہ کی نیت معتبر ہوگی یا طلباء کی؟

مسئلہ نمبر (۳۳۸): محترم و مکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسے میں عقیقہ اور مسافر ہونے کے اعتبار سے اساتذہ کرام کی نیت کا اعتبار ہوگا یا طالب علموں کی نیت کا اعتبار ہوگا؟ مسئلہ صورت یہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے کے لیے جمعرات کو قریب قریب بستیوں میں جاتے ہیں اور ہم نے پورا سال ایک ہی مدرسے میں پڑھنے کی نیت کی ہے کیا ہم اب مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ اور اگر ہم یہ نیت کریں کہ چھ دن مدرسے میں رہیں گے اور ساتویں دن جماعتوں میں جائیں گے کیا ہم مسافر ہیں یا مقیم؟

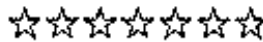
الجواب باسم الملك الوهاب

”الاصل ان من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقيماً بنية نفسه ومن لا يمكنه الإقامة باختياره لا يصير مقيماً بنية نفسه حتى ان المرأة اذا كانت مع زوجها في السفر والرفيق مع مولاه والتلميذ مع استاذه والاجير مع مستاجر والجندي مع اميره فهؤلاء لا يصيرون مقيمين بنية انفسهم في ظاهر الرواية كذا في المحيط“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۱)

”والمعتبر بنية المتبوع لانه الاصل لا التابع كما مرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غير مكاتب وجندي اذا كان يرتزق من الامير او بيت المال واجير واسير وغيرهم وتلميذ“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۸۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ استاذ کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ طالب علم کی نیت کا، بنا بریں اگر پندرہ دن کے قیام کے بعد یہ آنا جانا ہوتا ہے تو شرعی مسافت نہ ہونے کی وجہ سے مقیم ہی رہیں گے اور اگر گھر سے آئے اور چھ دن کے بعد دوسری بستی میں جانے کا ارادہ ہے جیسا کہ مدرسہ کا ضابطہ ہے تو مسافر ہی رہیں گے، کیونکہ پندرہ دن سے کم قیام کی نیت میں وطن اقامت نہیں بنتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



کیا مسافر مسجد میں دوسری جماعت کروا سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۳۹): جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائیں اور فتویٰ پر مہر بھی لگائیں۔
مسئلہ صورت یہ ہے کہ ایک مسجد کا امام مقرر ہے اذان ہو چکی ہے جماعت ہونے میں ابھی وقت باقی ہے دو مسافر آئے اور انہوں نے اپنی جماعت کروائی اور چلے گئے، کیا اس صورت میں جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور محلے کی مسجد جس میں امام مقرر ہے اور جماعت بھی ہو چکی ہے کیا اس صورت میں اسی مسجد کے اندر دوبارہ جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہم مسافر ہیں تو جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہم مقیم ہیں تو اس مقیم ہونے کی صورت میں جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں اور فتوے پر مہر بھی لگائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

محلہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور اہل محلہ کی جماعت سے پہلے جو مسافروں نے جماعت کرائی ہے

اس کا اعتبار نہیں، بلکہ جو جماعت اہل محلہ کریں گے وہی معتبر ہوگی، اور اس کے بعد بعض علماء کے نزدیک مسافر اگر دوسری جماعت کریں تو مکروہ نہیں ہے، البتہ اہل محلہ کے لیے وہ بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

”ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلہ قوله باذان واقامة عبارته فی الخزانن اجمع مما هنا ونصبها ویکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلہ باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیہ او لا غیر اهلہ او اهلہ لکن بمخافتة الاذان ولو کر اهلہ بدو نهما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان“..... (فتاویٰ شامی :

(۱/۳۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا ایک جگہ مقیم ہونے کے لیے صرف نیت اقامت کافی ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) مقیم ہونے کے لیے نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا پہلے کم از کم پندرہ دن کا قیام ضروری ہے؟ اگر ایک انسان پندرہ دن قیام کی نیت کرے لیکن پانچ یا چھ دن کے بعد اس کو کہیں جانا پڑ جائے، اور پھر وہ واپس آ کر امامت میں مکمل نماز پڑھائے گا یا آدھی، جب کہ اس نے کبھی پندرہ دن مسلسل نہ گزارے ہوں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کو علم نہیں کہ وہ کتنے دن یہاں گزارے گا اس کا ارادہ ہے کہ جب کام ہو گیا وہ چلا جائے گا اب یہ آدمی نماز مقیم ہونے کے طور پر ادا کرے گا یا مسافر؟

نیز دونوں صورتوں میں پندرہ دن کسی نے بھی نہ گزارے ہوں، جواب عنایت فرما کر مشکوٰۃ و منون فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ

(الف) مقیم ہونے کے لیے پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

(ب) وطن اقامت کے بننے کے لیے ایک مرتبہ پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت گزارنا ضروری ہیں۔

(ج) اگر کسی شخص نے ایک مرتبہ پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت گزارے ہوں اور اس شخص کا سامان اسی شہر میں پڑا ہے تو اس شہر میں دوبارہ لوٹنے کی صورت میں اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو یعنی خالی الذہن ہو کہ یہاں سے میں جاؤں گا یا نہیں تو دلالت نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا اور اگر اس شخص نے دوبارہ آتے ہوئے پہنچنے سے پہلے پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو تو وہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ یہ صریح نیت ہے اور صریح کے مقابلہ میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قصر پڑھے گا۔

(د) صورت مسؤلہ میں مذکورہ شخص نے پہلے پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت نہیں گزارے ہیں تو وطن اقامت نہیں بنا لہذا دوبارہ لوٹنے پر اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت ہے تو قصر کرے گا۔

(۲) مذکورہ شخص نماز مسافر کی طرح قصر کرے گا چاہے پندرہ دن سے زائد بھی رہے۔

(۱) "ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه او ينوي اقامة خمسة عشر يوما بموضع واحد من مصر او قرية غير وطنه فعلم بهذا انه يصير مقيما بدخول وطنه وان لم ينو الاقامة واما في غير وطنه فلا يصير مقيما الابنية الاقامة"..... (حلی کبیری: ۴۶۳)

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الاقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر"..... (ہدایہ: ۱/۱۷۴)

"ووطن الاقامة ما ينوي فيه الاقامة خمسة عشر يوما فاصعدا اولم يكن مولده ولاله به اهل"..... (حلی کبیری: ۴۶۸)

"قوله ويبطل وطن الاقامة يسمى ايضا الوطن المستعار والحادث وهو ما خرج اليه بنية اقامة نصف شهر سواء كان بينه وبين الاصلى مسيرة السفر اولا وهذا رواية ابن سماعه عن محمد وعنه ان المسافة شرط والاول هو المختار عند الاكثرين فهستانی"..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶)

(۲) "وفي الفتاوى الغياية المسافر اذا دخل مصر او وهو على عزم انه متى حصل غرضه خرج لا يصير مقيما وان مكث سنة الا اذا كان مقصودا يعلم انه لا يحصل في اقل من خمسة عشر يوما فانه يصير مقيما وان لم ينو الاقامة"..... (حلی کبیری: ۴۶۵)

”ولوبقی فی المصر سنین علی عزم انه اذا قضی حاجته ینخرج ولم ینو الاقامة

خمسة عشر یوما قصر کذا فی التہذیب“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا دوران سفر میں سنتیں اور نوافل ادا کیے جائیں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سفر میں سنتیں اور نوافل ادا کیے جائیں گے یا اس میں کوئی گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر حالت امن و قرار ہو تو سنتیں پوری ادا کرنا چاہئیں بصورت دیگر چھوڑنے کی اجازت

ہے۔

”وبعضہم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار انه لایاتی بہافی حالة

الخوف وباتی بہافی حال القرار والامن کذا فی الوجیز للکردری“

..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مہاجر اگر اپنے وطن میں واپس آئے تو نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟

مسئلہ نمبر (۳۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں افغانستان کا باشندہ ہوں وہاں سے ہجرت کر کے اپنے بال بچوں کے ساتھ پاکستان میں رہائش پذیر ہوں وہاں افغانستان میں کچھ زمینیں اور چچا زاد بھائی اور کچھ رشتہ دار باقی ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ افغانستان میں موجودہ زمینوں سے کچھ غلہ لانے کے لیے رشتہ داروں سے ملنے کے جاتے ہیں اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز میں اتمام کریں گے یا قصر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

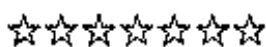
یہ آپ کی نیت پر موقوف ہے اگر آپ نے پاکستان کو اپنا وطن اصلی بنایا ہوا ہے اور پھر سے افغانستان نقل

مکانی کا ارادہ نہیں ہے تو اب جب پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی سے غلہ لانے یا رشتہ داروں سے ملنے کے لیے افغانستان جاؤ گے تو قصر کرو گے۔

”الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله او توطنه یبطل بمثله اذالم یبق له بالاول اهل فلو بقی لم یبطل یتیم فیها (قوله او توطنه) ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم یتاهل فلو کان له ابوان ببلد غیر مولده وهو بالغ ولم یتاهل به فلیس ذلک وطناله الا اذا عزم علی القرار فیہ وترک الوطن الذی کان له قبله (قوله اذالم یبق له بالاول اهل) ای وان بقی له فیہ عقار قال فی النهر ولو نقل اهله ومتاعه وله دور فی البلد لا تبقی وطناله وقیل تبقی کذا فی المحيط وغیره“..... (رد المحتار: ۱/۵۸۶)

”ومن کان له وطن فانتقل عنه واستوطن غیره ثم سافر فدخل وطنه الاول قصر لانه لم یبق وطناله الا تری انه علیه السلام بعد الهجرة عد نفسه بمکه من المسافرین وهذا لان الاصل ان الوطن الاصلی یبطل بمثله دون السفر (قوله وهذا لان الاصل) قیل الاوطان ثلاثة وطن اصلی وهو مولد الانسان او موضع تاهل به ومن قصده التعمیش به لا لارتحال“..... (فتح القدیر: ۲/۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



سفر شرعی کے ارادے سے نکلنے والا اگر راستہ میں کہیں ٹھہر جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۳): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سفر شرعی کے ارادے سے گھر سے نکلا لیکن ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ رات دوست کے پاس گزاروں گا وہاں سے پھر اپنے مقصود کی طرف روانہ ہو جاؤں گا، زید سے دوست تک کا فاصلہ سفر شرعی نہیں بنتا لیکن زید کے علاقے کی حدود سے باہر ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید آج کی نمازیں دوست کے پاس اقامت کی پڑھے گا یا قصر کی؟

(۲) زید گھر سے اس عزم و ارادے سے نکلا کہ رات ساتھی کے پاس ٹھہروں گا اور کل صبح کو اپنے مقصود کی طرف جاؤں گا زید کے گھر اور ساتھی تک کا فاصلہ سفر شرعی نہیں بنتا اسی طرح ساتھی سے مقصود تک کا فاصلہ بھی سفر شرعی نہیں بنتا، اب زید مقیم ہوگا یا مسافر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں جب زید سفر شرعی کے ارادے سے نکلا تو علاقے کے حدود سے باہر ہوتے ہی وہ مسافر ہو گیا اور کسی جگہ پر رات کے قیام کی نیت قاطع سفر نہیں ہے زید نمازیں قصر کرے گا۔

”قال فان لم يعزم على الإقامة مدة معلومة ولكنه مكث اياما في المصر وهو على عزم الخروج لا يصير مقيما عندنا وان طال مكثه“..... (مبسوط: ۱/۳۰۳)

”وفي صفحة القادة ولانه لو خرج خلف غريم له لم يصر مسافرا ما لم ينو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا فكذلك لا يصير مقيما ما لم ينو المكث ادنى مدة الإقامة وان طال مقامه اتفاقا“..... (مبسوط: ۱/۳۰۵)

”قال صاحب البحر اما الثاني فهو ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة لا يترخص“..... (مبسوط سرخسی: ۱/۳۰۳)

(۲) اگر نکلنے وقت سفر شرعی کی نیت نہیں کی تو زید مقيم ہے نمازیں اقامت کی پڑھے گا۔

”المقيم اذا قصد مصرا من الامصار وهو مادون مسيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافرا ولو انه خرج من ذلك المصر الذي قصد الى مصر آخر وهو ايضا اقل من ثلاثة ايام فانه لا يكون مسافرا وان طاف افاق الدنيا على هذا السبيل لا يكون مسافرا“..... (البحر الرائق: ۲/۲۲۸)

”ولانه لو خرج خلف غريم له لم يصر مسافرا ما لم ينو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا“..... (مبسوط: ۱/۳۰۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ضلع میں مختلف جگہوں میں تشکیل ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری جماعت میر پور ساکرو (سندھ)

میں ۳۳ دن کے لیے گئی تھی، ہم نے مختلف دیہاتوں میں کام کیا جن کا درمیانی فاصلہ میل یا دو تین میل ہوتا تھا ہر بستی کا نام الگ تھا ضروریات زندگی لینے کے لیے وہ لوگ اکثر میر پور سا کرو یا کسی اور شہر میں جاتے ہیں ہم کسی بستی میں ۱۵ دن نہیں ٹھہرے، ۱۵ میل یا ۲۰ میل کے علاقے میں مختلف دیہاتوں میں رہے کسی نے ہمیں بتایا کہ آپ مقیم والی نماز پڑھیں اس لیے ہمارا ہی ایک ساتھی مقیم والی نماز پڑھتا رہا، توجہ طلب امر یہ ہیں۔

- (۱) کیا ہم مسافر تھے یا مقیم؟
- (۲) کیا ہماری نماز درست ہوگئی؟
- (۳) اگر ہم مسافر تھے تو مقامی لوگوں کی نماز ہمارے پیچھے درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال آپ کی جماعت مقیم نہیں تھی بلکہ آپ مسافر کے حکم میں تھے۔

”واما اتحاد المكان فالشرط نية مدة الاقامة في مكان واحد لان الاقامة فرار والانتقال بضاده ولا بد من الانتقال في مكانين واذ عرف هذا فنقول اذ انوى المسافر الاقامة خمسة عشر يوما فان كانا مصر او احدا او قرية واحدة صار مقيما لانهما متحدا ن حكما..... وان كانا مصرين نحو مكة ومني او الكوفة والحيرة او قريتين او احدهما مصر والاخر قرية لا يصير مقيما لانهما مكانان متباينان حقيقة و حكما“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۷۰)

”ولو ان خراسان او وطن الكوفة والحيرة عشرين يوما صلى ركعتين لانه نوى الاقامة في الموضعين وانما تعتبر نية الاقامة في موضع واحد“..... (المبسوط: ۲/۱۶۱)

- (۲) جن نمازوں میں تعدہ اولیٰ کیا گیا نمازیں آپ کے مسافر ساتھیوں کی درست ہوگئی ہیں۔

”مسافر صلى الظهر في سفره اربعا اربعا فان كان قعد في كل ركعتين قدر التشهد فصلوته تامة والاخر يان تطوع له وان كان لم يقعد فصلوته فاسدة عندنا“..... (المبسوط: ۱/۳۰۷)

- (۳) مقامی لوگوں کی نمازیں آپ کسی مسافر ساتھی کی اقتداء میں درست نہیں ہوئی۔

”تنبیه یؤخذ من هذا انه لو اقتدى مقيمون بمسافر واتم بهم بلانية اقامة وتابعوه فسدت صلواتهم لكونه متنفلا في الاخرين نه على ذلك العلامة شرنبلالی فی رسالته فی المسائل الاثنی عشریة و ذکر انها وقعت له ولم یرها فی کتاب قلت وقد نقلها الرملی فی باب المسائل عن الظهیریة“..... (ردالمحتار: ۱/۳۳۰)

”فلواتم المقيمون صلواتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة“..... (ردالمحتار: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟ آیا ایئر پورٹ پر یا جہاز کے اڑ جانے کے بعد کیونکہ بعض ایئر پورٹ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور بعض شہر کے اندر ہوتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ کے اندر آدی آبادی سے نکلتے ہی مسافر ہو جاتا ہے یعنی ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی مسافر ہو جائے

گ۔

”قال محمد يقصر المسافر حين يخرج من مصره ويخلف دور المصر كذا في المحيط وفي الغيائية هو المختار وعليه الفتوى كذا في التتارخانية الصحيح ما ذكر انه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير الا اذا كان ثمة قرية او قرى متصلة بربض المصر فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرى التي تكون متصلة بفناء المصر فانه يقصر الصلوة وان لم يجاوز تلك القرية كذا في المحيط“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا وطن اقامت میں ہر دفعہ اقامت کی نیت ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک طالب علم مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آیا اور اس نے مدرسہ کو اپنا وطن اقامت بنا لیا (اس نے وہاں پندرہ دن قیام کر لیا) اب جب یہ دوبارہ اپنے وطن اصلی جائے گا تو کیا اس کا یہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ جب وطن اقامت دوبارہ آئے گا تو اس کو نیت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ جب کہ جب یہ اپنے وطن اصلی گیا تھا تو اس کا سارا سامان وطن اقامت میں تھا جب کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نیت کرنی پڑے گی، کونسا قول مفتی بہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جواب کے سمجھنے سے پہلے بطور مبادی چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ وطن کی کل تین قسمیں ہیں (۱) وطن اصلی (۲) وطن اقامت (۳) وطن سکنی۔

وطن اصلی کہتے ہیں جہاں آدمی پیدا ہوا ہو اور اس کے گھر والے وہاں ہوں اور اس کا وہاں سے کوچ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو۔

”ثم الاوطان ثلاثة وطن اصلی وهو وطن الانسان في بلدته او بلدة اخرى

اتخذها دارا وتوطن بهامع اهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل

تعيش بها“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰)

وطن اقامت کہتے ہیں جہاں انسان پندرہ دن یا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے، جس جگہ رہنے کی

نیت کر رہا ہے وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

”ووطن الإقامة وهو ان يقصد انسان ان يمكث في موضع صالح للإقامة

خمسة عشر يوما او اكثر“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰)

وطن سکنی جہاں انسان پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کرے اور وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

”ووطن السكنی وهو ان يقصد الانسان المقام في غير بلدته اقل من خمسة

عشر يوما“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰)

یہ بات بھی واضح رہے کہ ایک آدمی کے کئی وطن اصلی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ وطن اصلی وطن اصلی سے تو باطل ہو سکتا ہے لیکن وطن اقامت یا وطن سکنی سے باطل نہیں ہو سکتا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وطن اصلی سے سفر شرعی کر کے دوسری جگہ پندرہ دن کی نیت سے ٹھہرے تو پھر جب یہ اپنے وطن اصلی کی طرف دوبارہ آئے گا تو دوبارہ اقامت کی نیت کی ضرورت نہیں ہے، لہذا اس وطن اصلی میں جب واپس آئے گا تو چار رکعت ہی پڑھے گا دوبارہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ جب پہلے مدینہ کو اپنا وطن اصلی بنا چکے تھے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کو دوبارہ وطن اصلی بنانے کی نیت نہیں کی، بلکہ دوبارہ مدینہ منورہ میں آ کر آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں۔

”ولا ینتقض الوطن الاصلی لوطن الاقامة ولا بوطن السکنی لانہما دونہ والشیء لا ینسخ بما ہو دونہ وکذا لا ینتقض بنیۃ السفر والخروج من وطنہ حتی یصیر مقیما بالعود الیہ من غیر نیۃ الاقامة لما ذکرنا ان النبی الخ“
..... (بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

اور وطن اقامت وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، اور وطن اقامت سے بھی باطل ہو جاتا ہے، لیکن وطن سکنی سے باطل نہیں ہوگا، یہ اس وقت ہے جب وطن اقامت سے انشاء سفر کا ارادہ ہو وطن اصلی کی طرف یا وطن اقامت کی طرف، مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ اس کا وطن اقامت بن گیا، پھر اس آدمی نے وطن اقامت سے وطن اصلی کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وطن اصلی کی طرف جانے کی وجہ سے وطن اقامت کی طرف آئے گا تو جب تک یہ پندرہ دن کی نیت نہیں کرے گا تو یہ مسافر ہی رہے گا۔

”ووطن الاقامة ینقض بالوطن الاصلی لانہ فوقہ وبوطن الاقامة ایضا لانہ مثلہ والشیء یجوز ینسخ بمثلہ وینتقض بسفرہ ایضا لان توطنہ فی ہذا المقام لیس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه یتدل بہ علی قضاء حاجتہ فصار معرضا عن الوطن بہ فصار ناقضاً لدلالہ“..... (بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰، ۲۸۱)

”ومن حکم وطن السفر انه ینتقض بالوطن الاصلی لانہ فوقہ وینتقض بوطن السفر لانہ مثلہ وینتقض بانشاء السفر لانہ ضده ولا ینتقض بوطن السکنی لانہ دونہ“..... (۱/۱۸)

نیز یہ بات یاد رہے کہ وطن سفر سے مراد وطن اقامت ہے۔

تیسری قسم وطن سکنی ہے، وطن سکنی وطن اصلی وطن اقامتہ اور وطن سکنی تینوں سے باطل ہو جائے گا اور سفر سے بھی باطل ہو جائے گا۔

”ووطن السکنی ینتقض بوطن الاصلی ووطن الاقامة لانہما فوقہ وبوطن

السکنی مثله وبالسفر“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰)

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب علم اپنے وطن اقامتہ سے وطن اصلی چلا گیا تو اس کا تو وطن اقامتہ باطل ہو گیا، لہذا جب وہ وطن اصلی سے وطن اقامتہ کی طرف آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہیں کرے گا وہ مسافر ہی رہے گا۔

”والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامة اذا کان منہ“..... (فتاویٰ شامی:

۱/۵۸۶، ۵۸۷)

”فان من نوى الاقامة بموضع نصف شهر ثم خرج منه لا يريد السفر ثم عاد

مريدا سفرا ومرتدك اتم مع انه انشاء سفرا بعد اتخاذ هذه الموضع دار اقامة

فثبت ان انشاء السفر لا يبطل وطن الاقامة الا اذا انشاء السفر منه“..... (منحة

الخالق على البحر الرائق: ۲/۲۳۰)

لہذا ان ساری عبارات سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب طالب علم وطن اقامتہ سے وطن اصلی کی طرف چلا گیا تو واپس آ کر جب تک کہ وہ دوبارہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے مسافر ہی رہے گا۔

نیز واضح رہے کہ محیط کی اس عبارت ”لا یرتفع الوطن کوطن الاقامة یبقی بقاء الثقل“ کی وجہ سے ہم تمام متون معتبرہ اور فقہاء کی عبارات صریحہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تونس سے ملتان نوکری کے لیے آنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟

مسئلہ نمبر (۳۴۷): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تونسہ شریف کا رہائشی ہے اور ملتان میں ڈاکٹری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے ملتان اور تونسہ شریف کے درمیان کا فاصلہ ۱۰۰ کلومیٹر سے زائد ہے ملتان شہر میں ۴ یا ۵ دن گزارتا ہے اور پھر تونسہ شریف چلا جاتا ہے ایک مرتبہ اس نے

ملتان میں ۱۵ دن بھی گزارے ہیں، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آئندہ جب وہ آدمی ملتان میں آئے تو آیا وہ قصر نماز پڑھے یا مکمل نماز ادا کرے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک کا اصل وطن تونسہ شریف ہے اب وہ اپنے اہل و عیال کو ملتان لایا ہے اور وہیں رہائش اختیار کی ہے اور تونسہ شریف کو نہیں چھوڑا تو وہ ملتان میں قصر نماز پڑھے یا مکمل کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر شخص مذکور کا سامان ملتان میں اس کی رہائش گاہ پر پڑا ہے اور ملتان میں اس کی مستقل ڈیوٹی ہے یا پڑھتا ہے اور اس نے ایک مرتبہ ملتان میں پندرہ دن اقامت بھی اختیار کی ہے مگر ملتان کی طرف آتے وقت اس کا ذہن اس بات سے خالی ہو کہ یہاں سے جاؤں گا یا ناجاؤں گا تو دلالت نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا، اور اگر وہ شخص ملتان کی طرف آتے وقت ۳ یا ۴ دن کی نیت ملتان میں رہنے کی رکھتا ہو، تو وہ مسافر ہوگا کیونکہ یہ صریح نیت ہے اور صریح کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قصر نماز پڑھے گا۔

”ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هكذا فی

التبيين“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۲)

”وقوله ووطن الإقامة بمثله ای يبطل وطن الإقامة بوطن الإقامة لم امر وقوله

والسفر والاصلی ای ويبطل بانشاء السفر وبالوطن الاصلی لان السفر

ضد الإقامة فلا يبقى معه“..... (تبيين الحقائق: ۱/۲۱۳)

”ووطن الإقامة ينتقض بالوطن الاصلی لانه فوقه وبوطن الإقامة ایضا لانه مثله

والشیء يجوز ان ینسخ بمثله وینتقض بالسفر ایضاً لان توطنه فی هذا المقام

لیس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه ینتقل به علی قضاء حاجته

فصار معرضاً عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة“..... (بدائع الصنائع:

۱/۲۸۱، ۲۸۰)

یہ شخص مقیم ہے اور مکمل نماز ادا کرے گا۔

”ثم الوطن الاصلی يجوز ان یکون واحد او اکثر من ذلك بان كان له اهل

ودار فی بلدین او اکثر ولم یکن من نية اهله الخروج منها وان كان هو ینتقل

من اهل الى اهل فى السنة حتى انه لو خرج مسافر من بلدة فيها اهله ودخل فى
اى بلدة من البلاد التى فيها اهله فيصير مقيما من غير نية الاقامة..... (بدائع
الصنائع : ۱/۲۸۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قرآن پاک سے قصر نماز کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر کے لیے قصر نماز کا ثبوت قرآن
وحدیث میں کہاں پر ہے، براہ کرم مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ مسافر کے ذمہ سفر شرعی میں قصر نماز فرض ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے،
چنانچہ ارشادِ باری ہے ”واذا ضربتم فى الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من
الصلاة“..... (النساء: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کرو، اس
آیت میں مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنے کا حکم اجمالا مذکور ہے، جس کی تشریح حضور ﷺ کی احادیث، صحابہ کے عمل
اور فقہاء کے اقوال میں بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی اپنی سکونت کے علاقہ سے ستر کلومیٹر کی مسافت کا سفر کرے
اور پندرہ دن سے کم قیام ہو تو یہ سفر شرعی کہلاتا ہے اور ایسا مسافر شرعا چار رکعت والے فرض کی جگہ دو رکعت فرض
ادا کرنے کا پابند ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة اربعا والعصر وبذي الحليفة

ركعتين“..... (صحيح البخارى ۱/۲۰۹)

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کے چار فرض پڑھے اور ذی الحلیفہ کے مقام میں عصر
کے دو فرض پڑھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة الى مكة فكان يصلى ركعتين ركعتين

حتى رجعنا الى المدينة قيل له اقمتم بمكة شيئا؟ قال اقمنا بها عشرة امتفق

عليه“..... (مشکوٰۃ المصابيح : ۱/۱۲۰)

ملا علی القاری رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

”والحدیث بظاہر ینافی مذهب الشافعی من انه اذا اقام اربعة ايام يجب الاتمام وقال ابو حنیفة یقصر ما لم ینو الاقامة خمسة عشر یوما قال فی الہدایة وهو مانور عن ابن عباس وابن عمر قال ابن الہمام اخرجه الطحاوی عنہما قالا اذا قدمت بلدة وانت مسافر وفي نفسك ان تقیم خمس عشرة ليلة فاکمل الصلاة بها وان كنت لاتدری متى تطعن فاقصرها“..... (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۸۳)

اور بھی متعدد احادیث ہیں جن سے مسافر کے لیے قصر نماز کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی میں پیدل کا اعتبار ہے یا سواری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

- (۱) نماز قصر کے لیے شرعی سفر کی مقدار کیا ہے؟
 - (۲) یہ سفر کی مقدار شرعی پیدل معتبر ہے یا سواری کے لحاظ سے؟
 - (۳) اگر دنوں کے اعتبار سے سفر کا اعتبار کیا جائے تو اس سے تمام دن چلنا مراد ہے یا دن کا کوئی مخصوص حصہ؟ اگر مخصوص حصہ مراد ہے تو اس کی تعیین بھی فرمادیں۔
 - (۴) پہاڑی اور میدانی سفر کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟
- ازراہ کرم و عنایت جملہ مسؤلات کے جوابات کتب فقہ کی روشنی میں بحوالہ قلم بند فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) نماز قصر کے لیے سفر شرعی کی مقدار تین دن کی مسافت مقرر ہے، اس کے لیے کتب فقہ میں تین منزل کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے جو کہ موجودہ زمانہ کے اڑتالیس میل یا ستر کلومیٹر کے مساوی مسافت بنتی ہے، جیسا کہ فتاویٰ ہند یہ میں ہے۔

”اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام“..... (فتاویٰ الہندیہ:

(۱/۱۳۸)

اور فتاویٰ شامی میں ہے۔

”ثم اختلفوا فقبل احد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر

والفتوى على الثانى لانه الاوسط“..... (۱/۵۸۰)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لیے اڑتالیس (۲۸) میل ہیں (۴/۲۴۳)

(۲) مذکورہ بالا مسافت شرعی کی مقدار پیدل ہو یا سواری دونوں قسم کے سفر میں معتبر ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

”قوله بالسیر الوسط ای سیر الابل و مشی الاقدام“..... (۲/۱۲۳)

(۳) اگر دنوں کے اعتبار سے سفر کی مسافت شرعی کا اعتبار کیا جائے تو اس میں اکثر دن کے سفر کا اعتبار ہوگا، مثلاً اگر کوئی شخص کسی دن صبح سویرے طلوع فجر سے سفر شروع کر کے زوال کے بعد آرام کرے اور پھر دوسرے تیسرے دن اسی طرح سفر کرے تو شرعاً یہ مسافر شرعی کہلائے گا اور قصر کرے گا، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

”مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من الفجر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل

بل الى الزوال“..... (۲/۱۲۳)

(۴) اگر کوئی شخص پہاڑی علاقہ میں پیدل یا اونٹ کے ذریعے سفر کرے اور مسافت شرعی کا دنوں کے ذریعے حساب کرے تو اس میں اڑتالیس میل کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ دنوں کا حساب ہی معتبر ہوگا، البتہ اگر کوئی بس، ریل وغیرہ کسی سواری کے ذریعے سفر کرے تو اس کے لیے اڑتالیس میل کی مسافت میں میدانی و پہاڑی علاقہ کے سفر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

”ويعتبر في الجبل بما يناسبه من السیر لانه يكون صعودا وهبوطا ومضيقا

ووعرا فيكون مشى الابل والاقدام فيه دون سيرهما في السهل“..... (فتاویٰ

شامی: ۲/۱۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جو شخص ہمیشہ سفر میں رہے اس کے لیے قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۰): مکرمی و محترمی جناب حضرت مفتی صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

بندہ بطور ڈی آئی جی پولیس ملاکنڈ ڈویژن میں ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے، میرا اکثر سفر چترال دیر وغیرہ جو پانچ سو کلومیٹر کے فاصلے پر پھیلا ہوا ہے، یہ سفر پورا مہینہ چلتا رہتا ہے بندہ کے بال بچے سوات مینگورہ شہر میں رہائش پذیر ہیں، بندہ نے کبھی بھی پندرہ دن یا اس سے زائد دن نہ اپنے گھر پر مستقل گزارے ہیں اور نہ نیت کی ہے، اور نہ کر سکتا ہوں، ایسی صورت میں بندہ مینگورہ میں اپنے گھر پر رہائش کے دوران پوری نماز پڑھے گا یا قصر، جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر آپ مینگورہ میں ڈیوٹی کے لیے رہائش پذیر ہیں یعنی آپ کا آبائی وطن نہیں ہے تو بقول آپ کے چونکہ مینگورہ میں نہ تو آپ پندرہ دن ٹھہر چکے ہیں اور نہ ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر سکتے ہیں، تو یہ آپ کا وطن سکنی ہو لہذا آپ وطن سکنی میں رہتے ہوئے یا سفر کے دوران قصر کریں گے پوری نماز نہیں پڑھیں گے۔

”ولم يذكر وطن السکنیٰ وهو ما تری فیہ اقل من نصف الشهر لعدم

فائدتہ“..... (در المختار برہامش رد المحتار: ۱/۵۸۶)

”وهو مبطل لوطن السکنیٰ علی تقدیر اعتبارہ لان السفر يبطل وطن الإقامة

فکیف لا يبطل وطن السکنیٰ“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آدمی شرعی مسافر کب بنتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی مسافر آدمی کب بنتا ہے کہ جہاں سے قصر نماز پڑھے؟ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ شرعی مسافر جہاں سے مسافر قصر نماز پڑھے تب بنتا ہے جب اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے

نکل جائے۔

”اذا جاوز المقيم عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بسير الابل

او مشى الاقدام يلزمه قصر الصلاة“..... (فتاوى قاضى خان : ۱/۱۶۳)

”قال محمدرحمه الله تعالى يقصر حين يخرج من مصره ويخلف دور المصر

كذافى المحيط وفى الغيالية هو المختار وعليه الفتوى كذافى

التارخانية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

”من جاوز بيوت مصره مريدا وسيرا وسطا ثلاثة ايام فى بر او بحر او جبل

قصر الفرائض الرباعى“..... (كنز الدقائق: ۴۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۵۲): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کالاهور وطن اصلی ہے اس کی رانیونڈ مرکز سے تشکیل ہوئی ہے مرید کے شہر تک جو کہ لاهور سے باہر ہے اب لاهور سے گزرتے ہوئے مرید کے تک جانے کی صورت میں لاهور میں قصر نماز پڑھے گا یا پوری نماز؟

(۲) اگر لاهور میں وطن اصلی ہونے کی وجہ سے پوری نماز پڑھے گا تو اس صورت میں مرید کے کاسفر لاهور سے شمار ہوگا یا رانیونڈ سے سفر شمار ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں شخص مذکور وطن اصلی لاهور سے گزرتے ہوئے لاهور میں مکمل نماز ادا کرے گا ، اور اس کے شرعی سفر مرید کے کاشمار لاهور سے ہوگا اور چونکہ مرید کے اور لاهور کے درمیان سفر شرعی نہیں ہے لہذا مرید کے میں بھی اتمام کرے گا۔

”قوله واذا دخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ينو المقام فيه سواء دخله

بنية الاختيار او دخله لقضاء حاجة لان مصره متعين للاقامة فلا يحتاج الى

نية“..... (الجوهرة النيرة“..... (۱/۱۰۳)

”ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لو جاوز عمران

المصر قصر وان كان بحذانه من جانب آخر بنية كذا في التبيين“..... (فتاویٰ

الهندية: ۱/۱۳۹)

”اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين“..... (فتاویٰ

الهندية: ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہستی میں اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو ساری جماعت مسافر ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ تبلیغ میں جانے والے حضرات میں ایک جماعت کی رائیونڈ سے پشاور تکمیل ہوگئی جن میں سے بعض حضرات صرف عشرہ والے تھے اور بعض حضرات چلہ والے اور بعض حضرات چھ ماہ والے تھے اور تکمیل پندرہ دن سے زائد کے لیے ہوئی، اب عشرہ والوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور پندرہ دن سے زائد وہاں پشاور میں ٹھہرنے والے حضرات کی نماز کا کیا حکم ہے کہ وہ پوری پڑھیں یا قصر نماز؟ اور یہ حضرات پشاور میں ایک جگہ پر پندرہ دن نہیں گزارتے بلکہ تین دن کسی ہستی میں اور تین دن کسی اور ہستی میں گزارتے ہیں، جب کہ کچھ علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ حضرات قصر نماز پڑھیں گے اس لیے کہ یہ رائیونڈ والوں کے تابع ہیں کسی بھی وقت رائیونڈ والے حضرات ان کو بلا لیں تو یہ چلے جائیں گے، برائے مہربانی آپ حضرات مفتیان کرام قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں چونکہ ایک ہستی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں لہذا سب مسافر ہیں۔

”وان نوى الإقامة اقل من خمسة عشرة يوما قصر هكذا في الهداية“

..... (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة في بلدة او قرية خمسة

عشر يوما او اكثر كذا في الهداية“..... (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

”فلونوى اقل من خمسة عشر يوما لا يزول حكم السفر“..... (حلیٰ کبیری :

”ولونوی الاقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فان كان كل منهما اصلاً بنفسه نحو مكة ومنى والكوفة والحيرة لا يصير مقيماً وان كان احدهما تبعاً للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيماً“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۰)

”واما اتحاد المكان فالشرط نية مدة الاقامة في مكان واحد لان الاقامة قرار والانتقال يضاده ولا بد من الانتقال في مكانين واذ عرف هذا فنقول اذ انوى المسافر الاقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فان كانا مصر او احداً او قرية واحدة صار مقيماً لانهما متحدان حكماً، الا ترى انه لو خرج اليه مسافراً لم يقصر فقد وجد الشرط وهو نية كمال مدة الاقامة في مكان واحد فصار مقيماً وان كانا مصرين نحو مكة ومنى او الكوفة والحيرة او قريتين او احدهما مصر او الآخر قرية لا يصير مقيماً لانهما مكانان متباينان حقيقة وحكماً“..... (بدائع الصنائع : ۱/۲۷۰)

”ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه او ينوي اقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحد من مصر او قرية غير وطنه فعلم بهذا انه يصير مقيماً بدخول وطنه وان لم ينو الاقامة واماً في غير وطنه فلا يصير مقيماً الا بنية الاقامة وقل الاقامة عندنا خمسة عشر يوماً“..... (حلبی کبری: ۳۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

۶ دن یا ۱۳ دن ایک جگہ رہنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر (۲۵۴): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ میں لاہور سے ۲۰۰ کلومیٹر دور کارہائشی ہوں، لاہور میں نوکری کی غرض سے کرائے کے کمرے میں رہائش پذیر ہوں تقریباً ۶ دن یا ۱۳ دن کے بعد گھر وودن کی چھٹی پر جاتا ہوں، اس بارے میں فرمادیجئے کہ میری نماز لاہور میں ۶ دن یا ۱۳ دن جو میں گزارتا ہوں قصر ہوگی یا پوری نماز ادا کرنا ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ کے مطابق آپ یہاں لاہور میں قصر پڑھیں گے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما
واکثر وان نوى اقل من ذلك قصر لانه لا بد من اعتبار مدة لان السفر یجامعه
اللبث“..... (هدایة: ۱/۱۷۳)

”وان نوى اقل من ذلك ای من خمسة عشر یوما م: قصر ش: صلاحه م: لانه
ش: ای لان الشان م: لا بد من اعتبار مدة لان السفر یجامعه اللبث ش: یعنی ان
المسافر ربما یلبث فی بعض المواضع لمصلحة له كانتظار الرفقة او شراء
السلعة فلا یعتبر ذلك فلا بد من ان یقدر اللبث مدة“..... (البنایة: ۳/۱۷۷)

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة
عشر یوما واکثر“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملازمت کی جگہ ۶ دن قیام کرنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟

مسئلہ نمبر (۳۵۵): محترم المقام باعث صد عزت واحترام جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ ملازمت لاہور سے ۱۸ کلومیٹر
دور فیروز پور روڈ پر کرتا ہے اور میرا گھر نارووال میں ہے جو کہ یہاں سے تقریباً ۱۵۰ کلومیٹر دور ہے، اور میں تقریباً
ہر ہفتہ گھر نارووال چلا جاتا ہوں اور واپس پیر کو آتا ہوں تو اس طرح میں ملازمت کی جگہ ۶ روز قیام کرتا ہوں، تو ان چھ
ایام میں بندہ نماز قصر پڑھے گا یا پوری؟ اور پھر گھر جا کر نماز پوری پڑھی جائے گی یا قصر؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم
صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نارووال چونکہ آپ کا وطن اصلی ہے اس لیے اس میں تو بہر حال آپ نماز پوری ادا کریں گے، خواہ تھوڑی

دیر قیام ہو یا زیادہ، البتہ لاہور میں چونکہ صرف آپ کی ملازمت ہے اس میں اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کی نیت ہوگی تو نماز پوری پڑھیں گے اور اگر پندرہ یوم سے کم کی نیت ہوگی تو نماز قصر پڑھیں گے۔

”وإذا دخل المسافر في مصره اتم الصلوة وان لم ينو الإقامة“.....

(ہدایہ: ۱/۱۷۶)

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة

عشر يوماً أو أكثر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”وان نوى الإقامة اقل من خمسة عشر يوماً قصر“..... (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر شرعی سنتیں پڑھے گا؟

مسئلہ نمبر (۳۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر شرعی کو سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسافر شرعی کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر حالت امن میں ہو اور ٹھہرا ہوا ہو تو اسے سنتیں پڑھنی چاہئیں، ہاں اگر کسی خوف میں مبتلا ہو یا جلدی میں ہو تو سنتیں ترک کر سکتا ہے، البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہیں۔

”ویاتی المسافر بالسنن ان كان في حال امن وقرار والا بان كان في خوف

وفرار لا ياتی بما هو المختار لانه ترك لعذر تجنیس الاسنة

الفجر“..... (الدر المختار علی هامش الرد: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

غیر شرعی سفر کی نیت کرنے والا اگر شرعی سفر کا ارادہ کر لے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے غیر شرعی سفر کے ارادے سے نکلتا ہے یعنی بستی دہلی کی طرف جو اس کے گھر سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے پھر اس بستی دہلی سے شرعی سفر کا ارادہ کر کے نکلتا ہے اب واپسی پر اس بستی میں پہنچ کر رات گزارتا ہے تو وہ اس بستی میں قصر نماز پڑھے گا یا مکمل نماز؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں مذکورہ شخص سفر سے واپس آتے ہوئے دہلی پہنچ کر قصر نماز پڑھے گا اور اسی طرح جب تک اپنی بستی میں نہیں پہنچا یا اس سے پہلے کسی آبادی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو تو قصر نماز ہی پڑھے گا۔

”رجل خرج من مصره الى قرية لحاجة ولم يقصده السفر ونوى ان يقيم فيها اقل من خمسة عشر يوما فانه يتم فيها لانه مقيم ثم خرج من القرية للسفر ثم بداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة في موضع آخر فسافر فانه يقصر ولومر بتلك القرية ودخلها اتم لانه لم يوجد ما يبطله مما هو فوقه او مثله (قوله رده في البحر) بان السفر باق لم يوجد ما يبطله وهو مبطل لوطن السكنى على تقدير اعتباره لان السفر يبطل وطن الإقامة فكيف لا يبطل وطن السكنى فقوله لانه لم يوجد ما يبطله ممنوع“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶)

”رجل خرج من مصره الى قرية لحاجة ولم يقصد السفر ونوى ان يقيم فيها اقل من خمسة عشر يوما فانه يتم فيها لانه مقيم ثم خرج من القرية للسفر ثم بداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة في موضع آخر فسافر فانه يقصر ولومر بتلك القرية ودخلها اتم لانه لم يوجد ما يبطله مما هو فوقه او مثله وضح في السراج الوهاج وشرح المجمع عدم اعتباره وقول الشارح لومر بها اتم لا يصح لان السفر باق لم يوجد ما يبطله وهو مبطل

لوطن السکنی علی تقدیر اعتباره لان السفر بیطل وطن الاقامة فكيف لا یبطل
وطن السکنی فقولہ لانہ لم یوجد ما یبطله ممنوع..... (البحر الرائق:

(۲/۲۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کی حدود سے باہر نکلنے والا قصر پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم اسلام آباد اسلامک یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور جب گھر جانا ہوتا ہے تو راولپنڈی اڈے سے گاڑی پر بیٹھتا ہے اور جس وقت یونیورسٹی سے نکلتا ہے تو اس وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور نماز ظہر راولپنڈی اڈے پر ادا کرتا ہے تو اب آیا یہ طالب علم نماز ظہر قصر پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت نماز عصر کا اخیر وقت ہوتا ہے تو اب آیا نماز عصر قصر پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

اور راولپنڈی سے اس طالب علم کے گھر تک تقریباً ۱۱۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور وٹگن پر تقریباً تین ساڑھے تین گھنٹے لگتے ہیں۔

تو برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلع فرمادیں کہ سفر شرعی کی حد کیا ہے؟ اور کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں پر ختم ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں جب طالب علم اسلام آباد کی حدود سے نکل کر راولپنڈی میں داخل ہو گیا تو یہ قصر نماز پڑھے گا، اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت یہ عصر کی نماز پوری پڑھے گا، کیونکہ وطن اصلی میں داخل ہو چکا ہے، سفر شرعی کی حد تین دن کی پیدل مسافت ہے جو متوسط درجے کا آدمی چلتا ہے اور فقہاء نے اس کی تعبیر یوں نکالی ہے کہ سفر شرعی کی حد اکیس فرسخ ہے اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ فرسخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پندرہ فرسخ ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، لہذا مفتی بہ قول یہ ہے کہ سفر شرعی کی حد اڑتالیس میل ہے اور کلومیٹر کے لحاظ سے سفر شرعی کی حد ۷۰ کلومیٹر ہے، اور آدمی جب اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود سے نکل جاتا ہے تو اس پر سفر والے احکام

جاری ہو جاتے ہیں یعنی اب وہ قصر نماز پڑھے گا اور جب آدمی اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اس سے سفر کے تمام احکام ساقط ہو جاتے ہیں اگرچہ اس نے اقامت کی نیت نہ بھی کی ہو۔

”قال فی النہایة ای التقدیر بثلاث مراحل قریب من التقدیر بثلاثة ایام لان المعتاد من السیر فی کل یوم مرحلة واحدة خصوصا فی اقصر ایام السنة کذا فی المبسوط اه و کذا ما فی الفتح من انه قیل یقدر باحد وعشرین فرسخا وقیل بثمانیة عشر وقیل بخمسة عشر وکل من قدر منها اعتقد انه مسیرة ثلاثة ایام اه ای بناء علی اختلاف البلدان فکل قائل قدر ما فی بلده من اقصر الایام او بناء علی اعتبار اقصر الایام او اطولها او المعتدل منها و علی کل فهو صریح بان المراد بالایام ما تقطع فیها المراحل المعتادة فافهم“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۷۹)

”اذا جاوز المقیم عمران مصره قاصدا مسیرة ثلاثة ایام و لیا لیاها بسیر الابل او مشی الاقدام یلزمه قصر الصلوٰۃ و یرخص له ترک الصیام“..... (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۶۳)

”ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران المصر قصر وان کان بحذائه من جانب آخر انیة کذا فی التبیین وان کان فی الجانب الذی خرج منه محلة منفصلة عن المصر و فی القديم كانت متصلة بالمصر لا یقصر الصلوٰۃ حتی یجاوز تلك المحلة کذا فی الخلاصة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۹)

”و یعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذی خرج ولا یعتبر محلة اخرى بحذائه من الجانب الآخر فان كانت فی الجانب الذی خرج محلة منفصلة عن المصر و فی القديم كانت متصلة بالمصر لا یقصر الصلوٰۃ حتی یجاوز تلك المحلة“..... (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۶۳)

”و اذا دخل المسافر مصره اتم الصلوٰۃ وان لم ینو الاقامة فیہ سواء دخله بنية الاختیار او دخله لقضاء الحاجة کذا فی الجوہرۃ النیرة“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۲)

”قوله واذا دخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ينو الاقامة فيه سواء دخله بنية الاختيار او دخله لقضاء حاجة لان مصره متعين للاقامة فلا يحتاج الى نية“
.....(الجوهرة النيرة : ۱/۱۰۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمیال میں رہنے والا وطن اصلی میں مقیم ہوگا یا مسافر؟

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے والدین اور بہن بھائی کراچی میں رہائش پذیر ہیں، لیکن اس نے بچپن سے ہی اپنی مستقل رہائش لاہور میں اپنے ننیہال میں اختیار کر لی ہے، اور اس شخص کے شناختی کارڈ پر موجود پتہ لاہور والا لکھا ہوا ہے اور مستقل پتہ کراچی والا لکھا ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ جب یہ شخص کراچی میں اپنے والدین کے پاس جائے گا تو نماز میں قصر کرے گا یا مکمل نماز پڑھے گا؟
قرآن و سنت کی روشنی میں بالذلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر مذکورہ شخص نے لاہور کو اپنا وطن اصلی بنا لیا ہے اور کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے تو اب کراچی اس کے لیے وطن اصلی نہیں رہا تو کراچی میں اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر کرے گا اور اگر کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ وہاں بھی رہنے کا ارادہ ہے تو کراچی اس کا وطن اصلی باقی رہے گا، لہذا جب بھی کراچی جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔

”الوطن الاصلی هو موطن ولادته اوتاهله اوتوطنه يبطل بمثله قوله اوتوطنه ای عزم علی القراریه وعدم الارتحال وان لم يتاهل فلو كان له ابوان ببلد غیر مولده وهو بالغ ولم يتاهل به فليس ذلك وطنا له الا اذا عزم علی القراریه وترک الوطن الذی کان له، شرح المنية“.....(درمع الشامی : ۱/۵۸۶)
”والوطن الاصلی هو الذی ولد فیہ الانسان اوتزوج فیہ اولم يتزوج ولم یولد فیہ ولكن قصد العیش لا الارتحال عنه“.....(حاشیة الطحطاوی : ۴۲۹)

”اذالم یبق له بالاول اهل فلو بقى لم یطل بل یتم فیہما (قوله بل یتم فیہما)

ای بمجرد الدخول وان لم ینو اقامة“..... (درمع الشامی: ۱/۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر وقت کے اندر گھر پہنچ جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی، عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی، رات ایک بجے میں گھر پہنچ گیا، اب نماز قصر پڑھوں یا مکمل؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اور آپ طلوع فجر سے پہلے گھر پہنچ گئے تو آپ کے ذمہ پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

”ولو كان مسافرا في اول الوقت ان صلى صلاة السفر لم اقام في الوقت

لا يتغير فرضه وان لم يصل حتى اقام في آخر الوقت ينقلب فرضه

اربعا“..... (قاضیخان علی ہامش الہندیہ: ۱/۱۶۷)

”والمعتبر فيه آخر الوقت ای المعتبر في وجوب الاربع او الركتين عند عدم

الاداء في اول الوقت الجزء الاخير من الوقت وهو قدر ما يسع التحريمه

فان كان فيه مقيما وجب عليه اربع وان كان مسافرا

فركتان“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۲)

”اعلم ان الصلوٰۃ مادام وقتها باقيا فهي قابلة للتغير من صفة الى صفة

بتغير حال العبد ما لم تؤد فاذا خرج تقرر في الذمة على ما كانت عليه

من الصفة باعتبار حاله والمعتبر في ذلك آخر الوقت عندنا“..... (حلی)

کبری: ۳۶۷

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

لڑائی کے منتظر فوجی مسافر ہوں گے یا مقیم؟

مسئلہ نمبر (۳۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال یہ ہے کہ بھارت پاکستان ملک کے بارڈر پر کشیدگی کے پیش نظر آرمی کے کچھ مسلمان لاہور سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہتھیار لیے لڑائی کے آرڈر کے منتظر ہیں، جہاں پڑاؤ ڈالا ہے جنگ کی صورت میں بدلا جاسکتا ہے، فی الحال اس مقام پر نماز قصر ہوگی یا مکمل؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں جب آپ مقام رہائش سے اڑتالیس میل کے فاصلہ کی نیت سے نہ نکلے ہوں تو آپ پوری نماز پڑھیں گے چاہے حالت جنگ ہو یا حالت امن ہو، قصر کا تعلق مسافت سفر سے ہے جنگ اور امن سے نہیں ہے۔

”ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرین والالایترخص ابدا ولوطاف الدنيا جميعا بان كان طالب ابق او غريم اونحو ذلك“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”اقل مسافة تغیر فیہا الاحکام مسیره ثلاثه ايام هو الصحيح کذا فی جواهر الاخلاطی، الاحکام التي تغیر بالسفر هي قصر الصلوٰۃ و اباحه الفطر و امتداد مدة المسح الي ثلاثة ايام و سقوط وجوب الجمعة و العیدین و الاضحیة و حرمة الخروج علی الحره بغير محرم کذا فی العتایبہ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۸)

”قدر الشارح صلاۃ لانه المقصوده من الباب و السفر لغة قطع المسافة من غیر تقدیر و المراد سفر خاص و هو الذي تغیر به الاحکام من قصر الصلاۃ و اباحه الفطر و امتداد مدة المسح الي ثلاثة ايام و سقوط وجوب الجمعة و العیدین و الاضحیة و حرمة الخروج علی الحره من غیر محرم“..... (فتاویٰ

”قولہ قاصدا) اشارہ مع قولہ خرج الی انه لو خرج ولم يقصد او قصد

ولم يخرج لا یكون مسافرا“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر پاک ہونے والی عورت قصر کرے گی یا اتمام؟

مسئلہ نمبر (۳۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت حالت حیض میں سفر شروع کرے اور دوران سفر پاک ہو جائے تو اب وہ قصر نماز پڑھے گی یا پوری نماز پڑھے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کسی عورت نے سفر شروع کیا اور دوران سفر پاک ہو گئی تو جس مقام پر پاک ہوئی ہے اس جگہ سے لے کر اپنی منزل تک اگر سفر بقدر مسافت شرعیہ ہے تو قصر کرے گی اگر مسافت شرعیہ کے بقدر باقی سفر نہیں ہے تو اتمام کرے گی۔

”الحائض اذا طهرت من حیضها وبينها وبين المقصد اقل من مسيرة ثلاثة ايام

تصلی اربعا هو الصحيح“..... (منحة الخائف علی البحر الرائق: ۲/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں قضاء ہونے والی نماز میں قصر کی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے حالت سفر میں نماز قضاء ہو جاتی ہے تو کیا حالت اقامت میں جب وہ اس کی قضاء کرے گا تو اسے پوری نماز پڑھنی پڑے گی یا وہ قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مسافر آدمی کی جو نماز حالت سفر میں قضاء ہو گئی تو حالت اقامت میں اس قضاء نماز کو قصر کرے گا۔

”وان اقام بعد الوقت يقضى صلاة السفر كذا في فتاوى قاضى خان“.....

(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۱)

”وان قضی فی حال اقامتہ صلاة فائتہ فی حال السفر صلی رکعتین لان

القضاء يحكى عن الفائتة“..... (المحیط البرہانی : ۲/۳۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کمالیہ سے فیصل آباد ملازمت کے لیے آنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنا مسئلہ تحریر کر کے بھیج رہا ہوں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

میں فیصل آباد میں ملازمت کرتا ہوں میرا آبائی شہر کمالیہ ہے جہاں میرے والدین رہائش پذیر ہیں میں ہفتہ کے دن کمالیہ جاتا ہوں اور سوموار کو واپس فیصل آباد جائے ملازمت میں آجاتا ہوں، فیصل آباد اور کمالیہ کا درمیانی فاصلہ ۱۰۵ کلومیٹر ہے، فیصل آباد میں میرا ذاتی مکان نہیں ہے بلکہ دفتر کے ایک کمرے میں رہائش رکھی ہوئی ہے، کیا فیصل آباد میں جتنے روز رہتا ہوں پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ کو کمالیہ میں تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی کیونکہ وہ آپ کا وطن اصلی ہے، البتہ فیصل آباد میں جب پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر کریں گے اور جب پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھیں گے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة

عشر یوما او اکثر“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا جنگل وطن اقامت بن سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا جنگل کسی کا وطن اقامت بن سکتا ہے؟ جہاں وہ کھانے پینے اور تیل صابن، چائے جیسی ضروریات

حاصل کر سکتا ہو اور خیموں میں رہ رہا ہو؟

(۲) پاک فوج کی کوئی یونٹ سڑک وغیرہ کی تعمیر کے لیے ویرانے میں مہینوں کے لیے خیموں میں رہائش پذیر ہوں تو وہ مقیم ہوں گے یا مسافر؟

(۳) اگر سرحد پر مورچے وغیرہ تعمیر کر رہے ہیں اور قیام پندرہ دن سے زائد یقین ہے اور رہائش سکول کی عمارت اور خیموں میں ہے نیز عمارت اور خیموں کی رہائش کا حکم ایک ہے یا الگ ہے؟ مذکورہ بالا صورتوں میں نماز قصر ہوگی یا پوری؟ اور جمعہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جنگل وطن اقامت کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے وطن اقامت نہیں بن سکتا۔

(۲) پاک فوج کی جو یونٹ سڑک کی تعمیر کے لیے جس ویرانہ میں گئی ہے اگر وہ ویرانہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر واقع ہے تو وہ یونٹ مسافر ہے جب تک اقامت کی نیت نہ کی ہو، اور اگر وہ ویرانہ مسافت سفر سے کم ہے تو پھر وہ یونٹ مقیم ہے۔

(۳) اگر وہ مورچے جن کو فوجی تعمیر کر رہے ہیں جنگل میں بھی نہیں ہیں اور مدت مسافت کے اندر اندر ہیں تو اس صورت میں وہ فوجی نماز پوری ادا کریں گے ورنہ قصر، نیز جہاں وہ فوجی ہیں اگر شرائط جمعہ موجود ہیں تو جمعہ ادا کریں گے ورنہ نہیں۔

(۱) "ولا تصح نية الإقامة في مفازة لغير اهل الاخبية لعدم صلاحيته المكان

في حقه واما اهل الاخبية فتصح نيتهم الإقامة في الاصح في مفازة"

.....(حاشية الطحطاوى: ۴۲۶)

(۲) "قال شمس الائمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعا ومعهم

اخبيتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية

والفساطيط وعزموا فيها على إقامة خمسة عشر يوماً لم يصيروا مقيمين لانها

حمولة وليست بمساكن".....(فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

(۳) "و كما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداءها في فناء المصر

وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلاً بالمصر ومن كان مقيماً بموضع

بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع ببخارا لاجمعة على

اهل ذالك الموضوع وان كان النداء يبلغهم والغلو والميل والاميال ليس بشيء هكذا في الخلاصة هكذا روى ابو جعفر عن ابي حنيفة و ابي يوسف وهو اختيار شمس الائمة الحلواني كذا في فتاوى قاضي خان..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دیہات کے مدارس کے طلباء مسافر ہوں گے یا تمیم؟

مسئلہ نمبر (۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) دیہات میں جو مدارس ہیں وہ شہر سے تقریباً ۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہیں ان کے طلباء کا کیا حکم ہے؟ آیا مسافر ہوں گے یا نہیں؟
- (۲) مسافر اگر سفر میں ہو اور وہ قصر نہ پڑھے شوق کی وجہ سے پوری نماز پڑھے آیا وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ اور نماز کا کیا حکم ہے؟
- (۳) تبلیغی مدارس میں ایک روزہ کی جماعت ہر پندرہ دن میں ضرور جاتی ہے اور یہ جماعت جمعہ کی رات قرہی ۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر مسجد میں گزارتے ہیں، تو طلباء کو اشکال ہے کہ ہم مقیم نہ ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دور سے آئے ہیں، اور پندرہ دن پورے نہیں ہوئے، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اگر طلباء کی نیت پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نہیں ہے اور وہ اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے آئے ہوئے ہیں تو اس صورت میں یہ طلباء مسافر ہوں گے۔
- (۲) سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرنا شرعاً گناہ ہے۔
- (۳) اگر مکمل پندرہ راتیں مدرسہ میں اقامت کی نیت نہیں ہوتی بلکہ ایک رات مدرسہ والے شہر یا گاؤں سے نکل کر کسی دوسرے مستقل شہر یا گاؤں میں گزارنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں اقامت نہیں ہوگی، بلکہ ایسی نیت والا طالب علم مسافر شمار ہوگا۔

”قال اصحابنا مسير ثلاثة ايام سير الابل ومشي الاقدام وهو المذكور في ظاهر

الروایات وروی عن ابی یوسف یومان واكثر الثالث وكذا روى الحسن عن ابی حنیفة وابن سماعۃ عن محمد ومشایخنا من قدره بخمسة عشر فرسخا وجعل لكل يوم خمس فراسخ ومنهم من قدره بثلاث مراحل وقال مالك اربعة برد كل بريد اثنا عشر ميلا..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۶۱)

”قوله والشافعی رحمه الله بيوم وليلة وفي قول يومان وليلتان وفي قول اثنا عشر بريدا كل بريد اربعة اميال وكل ثلاثة اميال فرسخ فيكون ثمانية واربعين ميلا ويكون بالفراسخ سنة عشر فرسخا“..... (فتح القدير: ۲/۳)

”وفرض المسافر في الرباعية ركعتان كذا في الهداية والقصر واجب عندنا كذا في الخلاصة فان صلى اربعا وقعد في الثانية قدر التشهد اجزأه والاخریان نافلة ويصير مسينا لتاخير السلام وان لم يقعد في الثانية قدرها بطلت كذا في الهداية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

”ومن خرج مسافرا صلى ركعتين اذا فارق بيوت المصر ولا يزال على حكم المسافر حتى ينوي الإقامة في بلدة خمسة عشر يوما فصاعدا فيلزمه الاتمام فان نوى الإقامة اقل من ذلك لم يتم“..... (المختصر للقدوري: ۳۱، مكتبه الحسن)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملک سے باہر سفر کرنے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملک سے باہر پندرہ دن کا سفر ہے اور دوسرے ملک کا قیام ۳۵ دن ہے، لیکن ایک جگہ نہیں، دس دن کہیں ہفتہ کہیں، اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ نماز کی ترتیب کیا ہوگی؟ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جب تک ایک جگہ پندرہ روز کا قیام نہ ہو سفری نماز پڑھیں یعنی قصر نماز پڑھیں گے۔

”وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشر قصر هكذا فى الهداية“..... (فتاوى

الهندية: ۱/۱۳۹)

”في قصر ان نوى الاقامة فى اقل منه اى فى نصف شهر“..... (در على الشامى :

۱/۵۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملتان کو چھوڑ کر جب لاہور کو وطن اصلی بنا لیا تو ملتان میں قصر ہوگی:

مسئلہ نمبر (۳۶۸): محترم و کرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ !

سوال یہ ہے کہ ایک ہمارا ذاتی گھر لاہور میں ہے اور دوسرا گھر ملتان میں بھی ذاتی ہے، آپ یہ بتائیں کہ ہم ایک گھر مقرر کریں نماز کے لیے یا دونوں؟ یا ایک میں قصر نماز پڑھی جائے گی، ہم نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی ہوئی ہے، ملتان اور گوجرانوالہ بطور کام کرنے جاتے ہیں، ملتان کی رہائش ہم نے چھوڑ دی ہے، اب ہمارے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ نے ملتان چھوڑ دیا ہے اور لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر کے اس کو مستقل طور پر وطن بنا لیا ہے تو اس صورت میں لاہور آپ کا وطن اصلی ہے، لہذا اگر آپ لاہور سے تین دن کی مسافت ۲۸ میل پر جاتے ہیں اور وہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں آپ وہاں قصر نماز پڑھیں گے، ملتان کا حکم بھی آپ کے لیے ایسا ہی ہے کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

”ولوان خراسانیا اوطن الكوفة سنة فعلیه ان یصلی اربعا لانه نوى الاقامة فى

موضعها وهذا وطن مستعار له وقد بینا فى كتاب الصلوٰۃ ان الاوطان ثلاثة

فعلى ذلك الاصل بنى هذه المسائل فقال ان خرج هذا الخراسانى مع كوفى

الى مكة فلما انتهيا الى الحيرة نوى الاقامة بالقادسية شهرا فعلى الكوفى

ان یصلی اربعا والخراسانى یصلی ركعتین حتى یدخل القادسية على

نیته“..... (المبسوط: ۲/۱۵۹)

”ویطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل باهله واما اذا لم ينتقل باهله
ولکنه استحدث اهلا ببلدة اخرى فلا یطل وطنه الاول ويتم فیهما ولا یطل
الوطن الاصلی بانشاء السفر ووطن الاقامة ووطن الاقامة یطل بوطن الاقامة
وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هكذا فی التبیین“..... (فتاویٰ الہندیۃ:
۱/۱۳۲)

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة
عشر یوما او اکثر کذا فی الہدایۃ“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۹)
”عبارة عامة المشایخ ان الاوطان ثلاثة وطن اصلى وهو مولد الرجل او البلد
الذی تاهل به ووطن سفر وقد سمي وطن الاقامة وهو البلد الذی ینوی
المسافر الاقامة فیہ خمسة عشر یوما او اکثر ووطن سکنی وهو البلد الذی
ینوی الاقامة فیہ دون خمسة عشر یوما وعبارة المحققین من مشائخنا ان
الوطن وطان وطن اصلى ووطن الاقامة ولم یعتبروا وطن السکنی وطان
هو الصحیح هكذا فی الکفاية“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



کیا گھر سے نکلنے ہی انسان مسافر شمار ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک آدمی EME ٹاؤن لاہور سے روزانہ بسلسلہ ملازمت فیروز ڈواں شیخوپورہ آتا ہے گھر سے لے کر
فیکٹری تک ۸۰ کلومیٹر کا فاصلہ بنتا ہے، آیا وہ آدمی فیکٹری میں یا دوران سفر قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
- (۲) ایک آدمی کراچی شہر میں مقیم ہے لیکن شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ۱۰۰ کلومیٹر سفر بنتا ہے مذکورہ
آدمی نماز قصر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

گھر سے نکلنے ہی آدمی مسافر نہیں ہوتا بلکہ شہر کی آبادی سے جب باہر نکلے گا اور جہاں جانا چاہئے اپنے شہر کی

آبادی سے دوسری جگہ منزل آبادی تک اگر ۷۷ کلومیٹر سفر بنتا ہے تو آبادی سے نکل کر جو نماز ادا کرے گا وہ قصر ہوگی اور اگر آبادی سے آبادی تک شرعی مسافت نہیں بنتی تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی اور فیروز ٹوٹوال کی مسافت لاہور کی آبادی شیخوپورہ روڈ پر جہاں ختم ہوتی ہے ۲۸ میل قدیم نہیں ہے لہذا آپ کو نماز دوران سفر بھی اور فیکٹری میں بھی پوری ادا کرنا ہوگی۔

(۲) شہر کے اندر کے سفر کا اعتبار نہیں ہے لہذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا۔

(۱) "اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين هو الصحيح كذا في جوهر الاخلاطى الاحكام التى تتغير بالسفر هى قصر الصلوة و اباحة الفطر و امتداده مسلة المسح الى ثلاثة ايام و سقوط وجوب الجمعة و العيدين و الاضحية و حرمة الخروج على الحررة بغير محرم كذا في العتابة"..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۸)

(۲) "قال محمد و لا يقصر حتى يخرج من مصره و يخلف دور المصر و فى موضع آخر يقول و يقصر اذا جاوز عمرات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها و هذا لانه مادام فى عمرات المصر فهو لا يعد مسافرا و الاصل فى ذلك ما روى عن على رضى الله عنه انه خرج من البصرة يريد السفر فجاء فى وقت العصر فاتمها ثم نظر الى خص امامه فقال اما لو كنا جاوزنا هذا لخص لقصرنا"..... (المحيط البرهاني: ۲/۳۸۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر بھول کر پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص مسافر ہے اور اس کو معلوم ہے کہ مسافر پر قصر ہے لیکن وہ بھولے سے سفر میں اتمام صلوٰۃ کرتا رہا لیکن جب بیس دن کے بعد یہ شخص مقیم ہو گیا تو اسے یاد آ گیا کہ سفر کی حالت مجھے قصر نماز پڑھنا چاہیے تھا اور میں اتمام صلوٰۃ کرتا رہا کیا اس شخص کی نمازیں ادا ہو گئی یا قصر کی صورت میں ان کی قضاء لازم ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر نماز پڑھنے کی بجائے اتمام صلوٰۃ کرتا ہے اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتا کیا اس کی یہ نماز درست ہے یا واجب الاعادہ ہے، مدلل جواب دے کر ثواب داریں حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

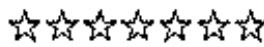
(۱) مذکورہ صورت میں اگر مسافر نے حالت سفر میں بھولے سے قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اگر اس نے سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہے۔

”فاذا تم الرباعية) و الحال انه قعد القعود الاول قدر التشهد (صحت صلاحته) لوجود الفرض في محله وهو الجلوس على الركعتين وتصير الاخرى انفاة له مع الكراهة لتاخير الواجب وهو السلام عن محله ان كان عامدا فان كان ساھيا يسجد للسهو اه“..... (حاشية الطحطاوى: ۴۲۵)

(۲) یاد رہے کہ اگر مسافر نے حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اس صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے۔

”فلواتم مسافران قعد في القعدة الاولى تم فرضه و لكنه اساء لو عامدا لتاخير السلام وترك واجب القصر و واجب تكبير الفتح النفل و خلط النفل بالفرض وهذا لا يحل كما حرره الفهستاني بعد ان فسراساء باثم و استحق النار“..... (در المختار هامش على رد المحتار: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



تریلا ڈیم سے ہری پور جانے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ تریلا ڈیم میں ملازم ہیں اور آج کل ایک سرکاری کام کے سلسلہ میں ہری پور آئے ہوئے ہیں اور یہ جگہ تریلا ڈیم سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے نیز کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہمیں پہلے دن سے ہی معلوم تھا کہ کم از کم ہمارا قیام ایک ماہ تک تو ضرور ہوگا جب کہ اب ہمیں چار ماہ ہو چکے ہیں بہر حال یہاں تک مسئلہ واضح ہے اور اس پس منظر کے حوالے سے

میں اصل مسئلہ عرض کرتا ہوں کہ ہمیں چھٹی کا پروگرام افسران صاحبان کی طرف سے اس طرح ملا تھا کہ ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرنی ہے اب ہم اسی طرح ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرتے ہیں، پچھلے اتوار کی چھٹی بھی اس اتوار کے ساتھ ملتے ہیں اس طرح دو دن چھٹی تربیلا میں گزار کر ہم واپس ہری پور روانہ ہو جاتے ہیں یعنی اتوار پیر چھٹی کرتے ہیں اور منگل کو واپس ہوتے ہیں اور پھر منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ گویا کہ ۱۲ دن ہری پور رہتے ہیں اور دو دن تربیلا علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہمارا قیام جاری ہے، آپ فقہ کی رو سے وضاحت فرمائیں کہ کیا ہمارے قیام کا اعتبار چھٹی کے پروگرام کے اعتبار سے ہوگا یا کام کی نوعیت کے اعتبار سے اور ہم یہاں قصر نماز ادا کریں گے یا پوری نماز؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں دیکھیں گے کہ تربیلا ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت، اگر تربیلا ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے تو پھر آپ تربیلا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران پوری نماز پڑھیں گے جب کہ دوران سفر اور ہری پور پہنچ کر نماز قصر پڑھیں گے؟ اور اگر تربیلا ڈیم آپ کا وطن اقامت ہے مگر فی الحال پندرہ دن اقامت کی نیت نہیں تو پھر آپ تربیلا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران اور دوران سفر اور ہری پور پہنچ کر آپ قصر نماز پڑھیں گے۔

”ویبطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باہلہ..... ولا یبطل

الوطن الاہلی بانشاء السفر وبوطن الاقامة ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة

وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی ہکذا فی التبین اہ.....“ (فتاویٰ

الہندیۃ: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری رہائش لاہور میں ہے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانے لگا ہوں جب اللہ کے راستے میں جاتا ہوں تو کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں جب کہ مسافر کی تمام شرعی سہولیات سے مستفید ہو رہا ہوتا ہوں تو اب میری آپ سے گزارش ہے کہ جب راستے

ونڈ جانے کے لیے لاہور شہر سے گزرتا ہوں تو جو نماز میں لاہور شہر میں پڑھتا ہوں تو وہ نماز قصر پڑھی جائے گی یا کہ پوری جب کہ لاہور میں میں اپنے گھر نہیں جاتا اس کے بعد رائے ونڈ ہم نے تین دن ٹھہرنا ہوتا ہے اس کے بعد کسی نامعلوم مقام پر ہماری تشکیل ہو جاتی ہے کیا اس دوران ہم رائے ونڈ میں مقیم ہوں گے یا مسافر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہوگا تو مقیم ہو جائے گا چاہے اقامت کی نیت نہ بھی کرے اور پوری نماز پڑھے گا مذکورہ شخص رانیونڈ میں مقیم ہوگا، کیونکہ لاہور سے رانیونڈ کا فاصلہ شرعی مسافت سے کم ہے، یہ شخص رانیونڈ میں پوری نماز پڑھے گا۔

”و اذا دخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ينو المقام فيه سواء دخله بنية

الاختیار او دخله لقضاء حاجة لان مصره قد تعین للاقامة فلا يحتاج الى نية“

..... (الجوهرة النيرة: ۱/۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہی شہر میں اگر ۲۵ دن کی تشکیل ہو تو سب مقیم ہوں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں، بندہ چار ماہ سے تبلیغی جماعت میں ۲۵ دن کی تشکیل ضلع کوہستان میں ایک جگہ شتیاں نامی جگہ پر ہوئی چھوٹا سا بازار ہے دو دن کام کرنے کے بعد وہاں کے مقامی احباب کے مشورے سے ہم نے آگے بستیوں میں کام شروع کیا تقریباً ۴ یا ۵ کلومیٹر ہے ہم وہاں مقامی تھے یا مسافر ہم نے مقامی امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کچھ نمازیں ہمارے ساتھی نے پڑھائیں جو ہم نے مقیم کی حیثیت سے پڑھیں ایک نے کہا جو ہمارا ساتھی تھا کہ ہم مقیم ہیں ہم پوری نماز پڑھیں گے، کچھ ساتھی کہتے تھے کہ ہم مسافر ہیں، امیر صاحب نے کسی ساتھی کے کہنے پر پوری نماز کا ارادہ کیا اور پڑھی، ہمارے پیچھے مقامی احباب نے بھی نماز پڑھی، مانسہرہ میں ایک عالم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ مسافر ہیں لیکن آپ کی نماز ہو گئی مقامی احباب کی نہیں ہوئی، آپ بتائیں کہ ہم وہاں مقیم تھے یا مسافر؟ اور اگر مسافر تھے تو جو نمازیں مقیم کی حیثیت سے پڑھی ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ اور جس ساتھی نے کہا تھا کہ مقیم ہیں میں ذمہ لیتا ہوں پوری نماز پڑھاؤ، تو اس کو اب کیا کرنا چاہیے؟ کیا توبہ کرے یا کفارہ دے کیا کرے؟ ہم ان بستیوں میں کام کر کے واپسی شتیاں آتے تھے پھر وہاں سے آگے کسی بستی میں جاتے تھے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں رائیونڈ مرکز کی طرف سے ایک ہی شہر میں تشکیل ہوئی ہو اور اسی شہر میں بیس دن یا پچیس دن کام کرنا ہے تو اس صورت میں یہ حضرات مقیم ہوں گے، اور اگر ان کی تشکیل مقامی احباب کے مشورہ پر چھوڑ دی گئی اور انہوں نے ان کی تشکیل آگے مختلف بستیوں میں کر دی اور کسی بھی ایک بستی میں پندرہ دن کی نیت نہیں تھی تو یہ مسافر ہوں گے اس صورت میں اگر یہ امام بن کر پوری نماز پڑھا چکے ہیں تو جن مقامی حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز نہیں ہوئی۔

”خراسانی قدم بغداد ليقیم بهانصف شهر ومکی قدم الکوفة کذا لک ثم خرج کل منهما الی قصر ابن هبيرة فانهما يتمان فی طریق القصر لان من بغداد الی الکوفة اربعة ايام والقصر متوسط بينهما“..... (رد المحتار: ۱/۵۸۶)

”ولونوی الاقامة خمسة عشر يوما فی موضعین فان کان کل منهما اصلا بنفسه نحو مكة ومنی والکوفة والحيرة لا یصیر مقیما وان کان احدهما تبعاً لآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیر مقیما“..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۴۰)

”واشار الی انه یشرط مفارقة ماکان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهو ما حول المدينة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر وکذا القری المتصلة بالربض فی الصحیح“..... (رد المحتار: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملازمت کی جگہ پر ایک ہفتہ رہنے والا مسافر شمار ہوگا:

مسئلہ نمبر (۲۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں DGK سینٹ کلر کبہار میں مستقل ملازمت کرتا ہوں اور ہاسٹل میں اکیلا رہائش پذیر ہوں اور میری فیملی لاہور میں ہے، میں ہفتے یا دس دن سے زائد کلر کبہار میں قیام نہیں کرتا، تو آیا اس صورت میں میں کلر کبہار میں نماز پوری پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب آپ کی نیت کلرکہار میں پندرہ دن مسلسل قیام کی نہ ہو تو اس صورت میں کلرکہار میں آپ مسافر ہیں اور چار رکعتی نماز میں قصر کریں گے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما

او اکثر کذا فی الهدایة“..... (فتاویٰ الہندیہ : ۱/۱۳۹)

” (ولایزال المسافر) الذی استحکم سفره بمضی ثلاثة ایام مسافرا یقصر

حتى یدخل مصره یعنی وطنه الاصلی او ینوی اقامته نصف شهر ببلدة

او قرية“..... (طحطاوی علی المراقی الفلاح : ۴۲۵)

”صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اللہ

فرض علی لسان نبیکم صلاة المقیم اربعا والمسافر رکعتین“..... (در مختار

بہامش الشامی : ۱/۵۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کو جب مستقل نہ چھوڑا ہو تو اس میں اتمام ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شیخوپورہ شہر میں درس تدریس

کے فرائض انجام دے رہا ہے بیوی بچے بھی اپنے پاس ہی ہیں اور مستقل یہاں پر ہی رہنے کا ارادہ ہے، اور اس کا آبائی

گاؤں جو وہاں سے ایک شرعی سفر کی مسافت پر واقع ہے اور وہاں کی جائیداد وغیرہ بھی والد صاحب کے نام ہے، لیکن

یہ شخص عید وغیرہ یا چھٹیوں کے موقع پر اپنے آبائی گاؤں دو چار دن کے لیے جاتا ہے، اب مسئلہ طلب یہ کرنا ہے

کہ ایسا شخص وہاں جا کر قصر کرے گا یا پوری نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسا شخص وطن قدیم میں جا کر اتمام ہی کرے گا کیونکہ وطن اصلی کے ابطال کے لیے اس کو مستقل طور پر چھوڑنا

اور دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا یہ دونوں ضروری ہیں۔

”وهذا لان الاصل ان الوطن الاصلی تبطل بمثلہ“..... (هدایہ : ۱/۱۷۶)

”وهذا لوطن يبطل بمثله لا غير“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”ويبطل الوطن الاصلى بالوطن الاصلى اذا انتقل عن الاول باهله“..... (فتاوى

الهنديّة: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قصر اور اتمام میں اعتباراً آخری وقت کا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز ادا نہیں کی رات ایک بجے میں گھر پہنچ گیا اب میں نماز قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور طلوع فجر سے پہلے آپ گھر پہنچ گئے تو آپ کے ذمہ پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

”ولو كان مسافرا في اول الوقت ان صلى صلاة السفر ثم اقام في الوقت

لا يتغير فرضه وان لم يصل حتى اقام في آخر الوقت ينقلب فرضه

اربعا“..... (فتاوى قاضى خان على هامش الهنديّة: ۱/۱۶۷)

”قوله والمعتبر فيه آخر الوقت اى المعتبر في وجوب الازرع او الركعتين

عند عدم الاداء في اول الوقت الجزء الاخير من الوقت وهو قدر ما يسع

التحرمة فان كان فيه مقيما وجب عليه اربع وان كان مسافرا

فركعتان“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۲)

”اعلم ان الصلوة مادام وقتها باقيا فهي قابلة للتغيير من صفة الى صفة بتغيير

حال العبد مالم تؤد فاذا خرج تقرر في الذمة على ما كانت عليه من الصفة

باعتبار حاله والمعتبر في ذلك آخر الوقت عندنا“..... (حلبى كبرى: ۳۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ریت اٹھانے والے ٹرک ڈرائیوروں کے قصر اور اتمام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ تیرہ ٹرک ڈرائیور مع مزدوروں کے موضع (چورنگی) سے ریت اٹھا کر روانہ ہو جاتے ہیں جس وقت ہم ریت والی جگہ چورنگی سے روانہ ہوتے ہیں تو نیت ہنگو کی کرتے ہیں، کیونکہ ہنگو میں ریت مہنگی بک جاتی ہے، اور ہنگو علاقہ موضع چورنگی سے ۷۷ کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر ہے ہماری واپسی ہنگو سے اسی دن عصر، مغرب یا رات کو ہو جاتی ہے؟ اسی دوران ہم پر جو نمازیں آئیں گی وہ ہم قصر پڑھیں گے یا اتمام کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب ہنگو موضع چورنگی سے شرعی فاصلہ پر واقع ہے تو آپ حضرات جب اپنے علاقے چورنگی کے حدود سے نکل جاؤ گے تو تم مسافرانہ نماز پڑھو گے اور واپسی میں بھی جب تک تم اپنے علاقے چورنگی کے حدود میں داخل نہ ہو قصر ہی کرو گے، اگرچہ آپ حضرات اسی دن کو واپس اپنے علاقے کیوں نہ آتے ہوں۔

”واقل مسلة سفر تغیر به ای السفر الاحکام وهی لزوم قصر الصلوة مسيرة ثلاثة ايام من اقصر ايام السنة بسیر وسط مع الاستراحتات فيقتصر المسافر الفرض الرباعي اذا جاوز مقامه ولوبيوت الاخيبة من الجانب الذي خرج منه وجاوز ايضا ما اتصل به ای بمقامه من فناء ه“..... (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۲۱، ۳۱۹)

”لا يقصر فی اقل من ثمانية واربعين ميلا بالهاشمی“..... (عمدة القاری: ۷/۱۷۲)

”من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر او قرية ناويا الذهاب الي موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا“..... (حلی کبیری: ۳۶۲)

”خرج علی فقصر وهو یری البيوت بالمدينة فلما رجع قيل له هذه الكوفة قال لا حتی ندخلها“..... (حلی کبیری: ۳۶۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

۵۱۰۔ ادن کی نیت سے لاہور آنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۷۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسیٰ ریاض علی شاہ لاہور میں جوہر ٹاؤن کے اندر تقریباً چار سال سے امامت کر رہا ہوں اور میرا وطن اصلی بنوں ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ میں کبھی کبھار ۵۱۰۔ ادن کے ارادہ سے لاہور آ جاتا ہوں پھر میں اپنے علاقہ بنوں چلا جاتا ہوں، تو ان ۵۱۰۔ ادن کے دوران جب میں امامت کروں گا تو قصر کروں گا یا اتمام؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں لکی مروت سے کسی ایسے بندہ کو ۵۱۰۔ ادن کے لیے امامت کرنے کے لیے بھیجوں کہ اس سے پہلے لاہور میں ایک سال کا عرصہ گزار چکا ہے تو وہ ۵۱۰۔ ادن کے دوران میری جگہ جب امامت کرے گا تو اتمام کرے گا یا قصر، جب کہ یہ بندہ ۵۱۰۔ ادن کے بعد فوراً اپنے علاقہ لکی مروت چلا جاتا ہو۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط محنت سوال صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور کا سامان لاہور میں اس کی رہائش گاہ پر پڑا ہے اور لاہور میں مستقل امامت کرتا ہے اور اس نے ایک مرتبہ پندرہ دن کی اقامت کی ہے تو یہ شخص جب لاہور آتا ہے، اگر اس کا ذہن اس بات سے خالی ہو کہ پندرہ دن تک رہوں گا یا نہیں؟ تو دلالت نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور اتمام کرے گا اور اگر لاہور آتے وقت اس کی نیت پندرہ دن سے پہلے پہلے واپس جانے کی ہو تو یہ صریح نیت ہے یہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ صریح کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قصر نماز پڑھے گا، اور دوسرا بندہ جو انہوں نے اپنی جگہ لکی مروت سے ۵۱۰۔ ادن کے لیے بھیجا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

”ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هكذا فی التبیین“..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۲)

”وقوله ووطن الإقامة بمثله ای يبطل وطن الإقامة بوطن الإقامة لمامر وقوله والسفر والاصلی ای يبطل بانشاء السفر وبالوطن الاصلی لان السفر ضد الإقامة فلا يبقى معه“..... (تبیین الحقائق: ۱/۲۱۳)

”ووطن الإقامة ينتقض بالوطن الاصلی لانه فوقه ووطن الإقامة ایضا لانه مثله والشیء یحوزان ینسخ بمثله وینتقض بالسفر ایضالان توطنه فی هذا المقام لیس للقرآن ولكن لحاجة فاذا سافر منه یتدل به علی قضاء حاجته

فصار معرضاً عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة“.....(بدائع الصنائع :

(۱/۲۸۱، ۲۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہر ہفتہ میں ۵ دن پشاور میں رہنے والا پشاور میں قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جو کہ بنوں کے رہنے والے ہیں اور پشاور میں ڈیوٹی کرتے ہیں، ہفتہ میں پانچ دن پشاور میں ہوتے ہیں اور دو دن گھر رہتے ہیں، آیا یہ آدمی پشاور میں قصر نماز پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ آدمی پشاور میں قصر نماز ادا کرے گا۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة

عشر یوما او اکثر وان نوى اقل من ذلك قصر وان نوى اقل من ذلك

ای من خمسة عشر یوما قصر صلاته“.....(البنایة شرح الہدایة: ۷/۱۳)

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة

عشر یوما او اکثر وان نوى اقل من ذلك قصر“.....(ہدایة: ۱/۱۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جو ڈرائیور مسلسل سفر میں ہو وہ مسلسل قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈرائیور جو مسلسل سفر میں رہتا ہے اور کسی جگہ پر ایک دو دن سے زیادہ کا پڑاؤ نہیں ہوتا تو کیا یہ ڈرائیور تمام نمازیں مسلسل قصر ہی پڑھے گا یا جہاں ایک دو دن کے لیے رکتا ہے وہاں پوری نماز پڑھے گا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

وہ ڈرائیور حضرات جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں اور ان کا سفر بھی مسافت شرعیہ کی بقدر ہوتا ہے تو وہ حضرات

مسلسل قصر نماز ادا کریں گے، جب تک کہ کسی جگہ پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے قیام کی نیت نہ کر لیں۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة

عشر یوما واکثر کذا فی الهدایة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

منیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟

مسئلہ نمبر (۲۸۱): اقامت کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے کم از کم پندرہ دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو وہ مقیم ہوگا، اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں اور جس حاجی کا کل مدت قیام وہاں پندرہ دن سے کم ہو وہ مسافر کہلائے گا، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔

نزاعی صورت:

جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم شمار ہوگا یا مسافر؟ اس بارے میں دورائے ہیں، نقطہ اختلاف یہ ہے کہ دونوں مقامات میں فصل ہے یا وصل؟ یعنی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیلنے کی وجہ سے منیٰ مکہ مکرمہ کا حصہ بن چکا ہے یا پہلے کی طرح اب بھی دونوں علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں؟ پہلی رائے:

دونوں کا حکم اب ایک ہے، اس لیے کہ:

- (۱) دونوں میں اتصال ہو چکا ہے۔
- (۲) دونوں بلد یا قی طور پر ایک ہی بلد یہ کے ماتحت ہیں۔
- (۳) منیٰ کے محاذات میں بھی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیل گئی ہے۔
- (۴) منیٰ فناء مکہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔
- (۵) منیٰ میں شامی محل، ہسپتال اور رابطہ عالمی اسلامی کے دفتر وغیرہ کی صورت میں آبادی موجود ہے۔

دوسری رائے:

دونوں علیحدہ علیحدہ دو مستقل مقامات ہیں اس لیے کہ منیٰ کا قیام مکہ مکرمہ کا قیام نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ

- (۱) دونوں کے مابین فصل اب بھی موجود ہے۔
- (۲) منیٰ میں آبادی نہیں اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ آبادی کے ساتھ اتصال ہوا ہے۔
- (۳) حکومت نے دونوں جگہوں کو ملا کر مکہ مکرمہ کا نام نہیں دیا، دونوں کے نام مختلف ہیں، عرف عام میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھتے جاتے ہیں۔
- (۴) حاجی ایک رات مزدلفہ میں بھی قیام کرتا ہے۔
- (۵) دونوں نصاب علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں، دونوں مخصوص جدا گانہ حیثیت رکھتے ہیں۔
- (۶) مشاعر کی انتظامیہ الگ ہے۔

دونوں آراء پر تبصرہ:

دونوں مقامات میں اتصال ہے یا انفصال، اس کا تعلق تو امر واقعہ سے ہے جس کا صحیح علم موقع کے مشاہدے یا معتبر خبر سے ہو سکتا ہے، البتہ اتصال اور انفصال کا معیار کیا ہے؟ قصر کے بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ عبارات سے رہنمائی ملتی ہے مثلاً، شہری آبادی کے متصل گاؤں یا فناء مصر ہو تو جب تک مسافر اس گاؤں یا فناء مصر سے نہ نکل جائے قصر نہیں کرے گا، گاؤں یا فناء کب شہری آبادی کے متصل سمجھی جائیگی، بعض فقہاء نے طول سکہ کے بقدر فاصلے کا اعتبار کیا ہے۔

”و مقدار الاتصال قدر طول السكة فاذا زد فهو منفصل“..... (فتاویٰ سر اجیہ :

(۱۱)

”المسافر اذا خرج من المصر وبقرب المصر قرية ان كانت القرية متصلة بالمصر لا يقصر الصلاة، لانها من جملة المصر ولو لم تكن متصلة يقصر؟ حتى قال مشايخ بلخ: اذا خرج الرجل مسافرا من بلخ فلما بلغ ”جياخان“ لا يقصر وقال بعض مشائخنا قدر الاتصال بمقدار طول سكة فان كان بمقدار طول سكة فهو متصل وان كان بينهما اكثر من ذلك فهو منفصل“..... (فتاویٰ الولوالجیہ : ۱۳۱ / ۱، الفصل الثانی عشر فی السفر وسجدة

(التلاوة)

جب کہ بعض نے کھیتی یا بقدر غلوہ فاصلہ کی موجودگی کو انفصال کا معیار ٹھہرایا ہے۔

”ذکر الامام التمرتاشی: والاشبه ان يكون الانفصال عن المصر قدر غلوة
فحينئذ يقصر..... قال شمس الائمة السرخسی والامام خواهرزاده
والصحيح ان الفناء مقدر بالغلوة..... الخ
محیط میں ہے۔

”ومن مشائخنا رحمهم الله تعالى من اعتبر مجاوزة فناء المصر ان كان بين
المصر وبين فئانه اقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة وان كان بينهما
مزرعة او كانت المسافة بين المصر وفئانه قدر غلوة لا يعتبر مجاوزة الفناء“
..... (المحیط البرهانی : ۲/۳۸۸)

تاتارخانیہ میں بحوالہ خانیہ صراحت ہے کہ ”وجود مزرعة یا قدر غلوة“ جس طرح مصر اور فناء مصر کے
درمیان علامت انقطاع ہے اسی طرح دو بستیوں یا ایک شہر اور بستی کے درمیان بھی علامت انقطاع ہے۔
ان حوالہ جات میں جہاں جہاں مقدار طول نہ کہہ کا ذکر ہے وہاں صراحت ہے کہ یہ اتصال و انفصال کا معیار
ہے اور جہاں ”وجود مزرعة یا قدر غلوة“ کا ذکر ہے وہاں اسے انفصال کا معیار ٹھہرایا گیا ہے، جس کا لازمی منطقی
نتیجہ یہ ہے کہ مزرعة یا قدر غلوة کا نہ ہونا اتصال کی علامت ہے۔

”وان كان بينهما مزرعة او كانت المسافة بين المصر وفئانه قدر غلوة لا تعتبر
مجاوزة الفناء وفي الخانية وكذلك اذا كان هذا الانفصال بين قريتين او بين
قرية ومصر“..... (فتاویٰ تاتارخانیہ : ۲/۸)
حاشیہ بر جندی ص: ۲۲ طبع کھنویس میں ہے۔

”ثم اختلف في حد انفصال قرية عن البلد فقيل مائة ذراع وقيل بقدر غلوة
وقيل ما لا يسمع الصوت..... وقيل ينبغي ان يبعد عن البلد وحد البلد
كحد انفصال القرية وقيل كحد فناء المصر“
غلوه کی مقدار کتنی ہے؟ طحاوی علی الدر میں ہے۔

”قوله اقل من غلوة ذكر في المجتبى ان قدر الغلوة ثلاث مائة ذراع الى اربع
مائة وهو الاصح“..... (طحاوی علی الدر : ۱/۳۳۰)
مراقی الفلاح میں ہے۔

”وان انفصل الفناء بمزرعة او فضاء قدر غلوة وتقدم انها من ثلاث مائة خطوة الى اربع مائة، وفي هامشه قوله وتقدم انها من ثلاث مائة الخ فاذا تحقق اقلها لا يشترط مجاوزته وفي البحر الغلوة اربع مائة ذراع في الاصح ولعله بيان لنهايتها قال التمر تاشي ان هذا التفصيل هو الاشبه“..... (طحطاوى على مرقى الفلاح: ۲۵۴)

بنایہ میں بحوالہ ”المغرب“ ہے۔

”الغلوة ثلاث مائة ذراع“..... (۳/۹)

احسن الفتاویٰ ص ۴۷ جلد نمبر ۴ میں غلوہ کی مقدار ۱۶ء ۱۳ میٹر ذکر کی گئی ہے۔

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقدار طول سکہ یا وجود مزرعہ یا بقدر غلوة خلا کا ہونا یا نہ ہونا اتصال یا انفصال کے لیے معیار ہے، لیکن کبھی اتصال کے باوجود دو شہر الگ الگ سمجھے جاتے ہیں، جیسے راولپنڈی اور اسلام آباد باوجود متصل ہونے کے حکومتی اور عوامی دونوں سطح پر الگ الگ ہیں یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انفصال کے باوجود دو شہر حکومتی اور عوامی سطح پر ایک سمجھے جائیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حکومتی تحدید اور عام عرف میں اختلاف ہو جائے مثلاً: حکومت سعودیہ مکہ و منیٰ کو ایک قرار دے جب کہ عرف میں یہ دونوں الگ الگ سمجھے جائیں، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً فقہاء کے معیار کے مطابق دو مستقل آبادیوں میں ”اتصال“ ہو مگر۔

(۱) حکومت اور عرف میں دونوں الگ الگ ہوں۔

(۲) حکومت اور عرف دونوں کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۳) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۴) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

یا دونوں میں انفصال ہو مگر،

(۵) حکومت اور عرف میں دونوں ایک ہوں۔

(۶) دونوں کے نزدیک دونوں الگ الگ ہوں۔

(۷) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۸) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

اردو فتاویٰ میں بعض صورتوں کا صراحتاً ذکر ہے مثلاً فتاویٰ رحیمیہ میں تیسری صورت کا صراحتاً ذکر ہے۔

مسافر قصر کہاں سے شروع کریں؟ فتاویٰ رحمیہ میں ہے۔

وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے دونوں کے نام الگ ہیں حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی، ٹیکس پالیسٹک) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کیے ہیں اس لیے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گے اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کہ حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محکمہ ہے اور وہ محکمہ کا جزء ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔ (فتاویٰ رحمیہ: ۵/۱۸۱؛ مطبوعہ دارالاشاعت)

احسن الفتاویٰ میں آٹھویں صورت کا صراحتہ ذکر ہے ”اتصال آبادی کا معیار“ کے عنوان کے تحت حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”دوبستیوں کے درمیان وجود مزارع یا قدر غلوہ (۱۲ء ۱۳ میٹر) علامت انقطاع ہے مع ہذا اگر دو موضع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک موضع قرار دیا جائے گا، (احسن الفتاویٰ: ۴/۷۳)

مفتی انعام الحق قاسمی ”احکام مسافر“ ص ۵۳ میں لکھتے ہیں:

دو جداگانہ محلہ یا شہر کے متصل ہونے میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی نے عرف کا اعتبار کیا ہے اور مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے کارپوریشن کے ملحق کرنے کا اعتبار کیا ہے۔

پھر انہوں نے دونوں آراء میں تطبیق اس طرح دی ہے:

دونوں بزرگوں کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر حقیقت ایک ہے کیونکہ عموماً کارپوریشن سے ملحق عرف میں بھی ملحق متصور ہوتا ہے۔ (احکام مسافر: ۷۳)

اس عبارت سے ایک دو سطر پہلے وہ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شہر پھیلتے ہوئے کسی علاقے یا دوسرے شہر سے متصل ہو کر اپنے اندر اس کو شامل کر لے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی اگر وہ علاقہ اور شہر عرف اور کارپوریشن میں اسی شہر کا حصہ سمجھا جانے لگے تو اب دونوں ایک شہر کے حکم میں ہوں گے..... اور اگر عرف اور کارپوریشن میں دونوں کی حدود الگ الگ ہیں تو گویا کہ رؤیت ظاہری میں دونوں ایک نظر آتے ہوں پھر بھی دونوں مستقلاً الگ الگ شہر کہلائیں گے۔

یہ پہلی اور دوسری صورت کا بیان ہے۔

ذکر کردہ آٹھ صورتوں میں سے احسن الفتاویٰ میں آٹھویں صورت کا ذکر تو ہے لیکن حکومتی تحدید و تعیین سے تعرض نہیں اور فتاویٰ رحمیہ میں عرف کا تذکرہ نہیں اور مفتی انعام الحق صاحب قاسمی نے دونوں فتاویٰ میں جو تطبیق دی ہے وہ مسئلہ زیر بحث پر صادق نہیں آتی، کیونکہ بالفرض مکہ و منیٰ کو حکومت نے ایک قرار دیا ہو لیکن عرف میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھے جاتے ہیں۔

احسن الفتاویٰ کا استدلال بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں عرف کی اہمیت مسلم ہے۔
نہایت المحتاج میں ہے۔

”والقریبتان المتصلتان عرفا کبلدة واحدة وان اختلف اسمهما والا اکفی
بمجاوزة قرية المسافر“..... (نہایت المحتاج الی شرح المنہاج : ۲/۲۳۰)

منیٰ میں آبادی:

اب تک جو تفصیل گزری وہ دو آبادیوں کے درمیان اتصال یا انفصال کے متعلق تھی لیکن منیٰ کے بارے میں یہ امر لائق توجہ ہے کہ اب وہاں آبادی نہیں ہے، پہلے جب منیٰ میں آبادی تھی تو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان طویل غیر آباد تھا، اب اگر مکہ مکرمہ کی آبادی منیٰ کی حدود تک پہنچ گئی ہے تو منیٰ میں آبادی نہیں ہے یعنی جب دونوں میں آبادی تھی تو دونوں میں اتصال نہ تھا آج اگر دونوں میں اتصال ہو چکا ہے تو منیٰ کی آبادی نہیں ہے اس لیے آبادی کا آبادی کے ساتھ اتصال نہیں ہوا ہے، فقہاء نے قدرہ غلوۃ مقدار طول سکہ یا جو مزرعہ کی صورت میں جو معیار ذکر کیا ہے اس کا تعلق دو آبادیوں یا مصر اور فناء مصر سے ہے۔

”و منیٰ ابنیۃ و دور و سکک“..... (تبيين الحقائق : ۱/۲۱۸)

”ان محمد ابقول ان منیٰ لیس بمصر جامع بل هو قرية“..... (بدائع الصنائع :

۱/۵۸۶)

”و منیٰ مصر فی ایام الموسم تصح الجمعة بها لوجود الخلیفة او نائبه مثل امیر
الحجاز و وجود الاسواق و السکک و کذا کل ابنیۃ نزل بها الخلیفة“

..... (الدر المنقح : ۱/۲۳۹، ۲۳۸)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ منیٰ میں کسی زمانے میں آج سے زیادہ آبادی تھی، بعض عبارات میں تو منیٰ کو
”مصر من امصار المسلمین“ کہا گیا ہے اور بعض میں منیٰ کی آبادی کو مصر کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔

”ان تبلغ ابنیۃ ابنیۃ منیٰ“..... (منحة الخالق : ۲/۱۳۱)

منیٰ میں موجود عمارتوں کے متعلق ایک پہلو یہ ہے کہ یہ عمارتیں صرف وقتی استعمال کے لیے ہیں، ہسپتال صرف ایام حج میں حاجیوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور شاہی محل میں ایام حج میں امراء آکر ٹھہرتے ہیں، قصر کے مسائل میں فقہاء لکھتے ہیں کہ شہر کے متصل اگر باغات ہوں تو ان سے گزرنا شرط نہیں ہے اگرچہ ان کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں، اور ان کے مکانات اور جھونپڑیاں ان میں ہوں، اس لیے کہ باغ آبادی میں داخل نہیں اگرچہ آبادی کے متصل ہو۔

”ولا تعتبر البساتین من عمران المدينة وان كانت متصله ببنائھا ولو سكنھا
اهل البلدة فی جمیع السنة او بعضها ولا يعتبر سکنی الحفظة والا کره اتفاقاً“
..... (طحطاوی علی مرقی الفلاح: ۲۵۴)

رابطہ عالم اسلامی کے دفتر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سال بھر کھلا رہتا ہے لیکن دفاتر رہائش کی جگہیں نہیں ہوتیں ”مقامک مہیتک“ لیکن سال بھر آباد رہنا کوئی ضروری شرط معلوم نہیں ہوتا، ایام حج کے بعد منیٰ کی مصریت ختم ہو جاتی تھی، دناؤ آفندی شیخین کے موقف کے دفاع میں لکھتے ہیں۔

”وبقاؤھا مصر الیس بشرط لان الدنیا علی شرف الزوال خلافاً لمحمد
لانھا قریة او هو منزل من منازل الحاج“..... (مجمع الانهر: ۱/۲۴۸)
درج ذیل حوالہ منیٰ کے بارے میں اس قسم کی مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

”وقال ابن عیینة اخذ من المنایا وهی بلیدة علی فرسخ من مكة طولها میلان
تعمر ایام الموسم وتخلو بقية السنة الامن بحفظها وقل ان یکون فی الاسلام
بلد مذکور الا ولاهله بمنی مضرب وعلی راس منی من نحو مکه عقبه ترمی
علیها الجمرة یوم النحر ومنی شعبان بینهما ازقة والمسجد فی الشارع
الایمن ومسجد الکبش بقرب العقبة وبها مصانع واهار وخانات وحوانیت
وهی بین جبلین ومطلین علیها وكان ابو الحسن الکرخی یحتج بجواز
الجمعة بها لانها ومكة کمصر واحد فلما حج ابو بکر الجصاص وراى
بعدهما بینهما استضعف هذه العلة وقال هذه مصر من امصار المسلمین تعمر
وقتا وتخلو وقتا وخلوها لا یخرجها عن حد الامصار وعلی هذه العلة
یعمد القاضی ابو الحسن القزوینی قال البشاری وسألنی یوما کم یسکنها

ومسط السنة من الناس؟ قلت عشرون الى ثلاثين رجلا قلماتجد فيه مضربا
الا وفيه امرأة تحفظه فقال صدق ابوبکر واصاب فيما علل قال فلما لقيت
الفقيه اباحامد البغوی بنیساپور حکیت له ذلك فقال العلة مانص به الشيخ
ابوالحسن الاتری الى قول الله عز وجل ”ثم محلها الى البيت العتيق“ وقال
تعالی ”هدايا بالغ الكعبة“ وانما يقع التحريمنى“.....(معجم البلدان ۱۹۸/۵)

مکہ اور منیٰ ایک ہی بلدیہ کے ماتحت ہیں:

بلدیہ ایک انتظامی امور کا ادارہ ہوتا ہے ویرانے اور صحراء بھی بلدیہ کے ماتحت ہوتے ہیں لیکن اس سے
ویرانوں، صحراؤں یا جنگلات کی شرعی حیثیت نہیں بدلتی، بلدیاتی حدود کبھی آبادی سے پہلے ختم ہو جاتی ہیں اور کبھی آبادی
سے بڑھ جاتی ہیں، اگر ایک بلدیہ کے ماتحت ہونے سے دونوں کا حکم ایک ہو جائے تو کیا مستقبل میں دونوں کی بلدیہ
بدلنے سے یا مختلف ہونے سے دونوں کا حکم پھر بدل جائے گا؟ الغرض بلدیہ کا ایک ہونا یا نہ ہونا یا کسی جگہ کا وفاق کے
تابع ہونا کوئی ٹھوس شرعی دلیل معلوم نہیں ہوتی۔

دونوں مقامات نھما علیحدہ علیحدہ ہیں۔

منیٰ میں قصر یا عدم قصر کا اعتبار مسافرت پر ہے، اس کا مناسک حج سے تعلق نہیں، منیٰ میں قصر یا اتمام کرنے
سے منیٰ کی منصوصی حیثیت بدلتی نہیں ہے، کیونکہ دونوں مقامات کی حدود میں کمی بیشی کرنا مقصود نہیں، مسعی کو بھی
مسجد حرام کی عمارت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے لیکن مسعی کی حدود میں تبدیلی نہیں کی گئی، اور مسعی میں اب بھی جنبی
اور حائضہ کا داخلہ جائز ہے، حل و حرم بھی نھما علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں لیکن جہاں حل کی آبادی حرم سے مل گئی ہے وہاں
حل کا حکم قصر و اتمام میں حرم کا ہے، حالانکہ دونوں نھما علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں، اصل نزاع یہ ہے کہ منیٰ اور مکہ کے
مابین جو فصل تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے یا نہیں؟

منیٰ کو منصوص قرار دے کر وہاں ہر حال میں قصر کا حکم دیا جائے اور آبادی کے گھٹنے بڑھنے کا اعتبار نہ کیا جائے
بظاہر اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی، شاید واللہ اعلم، امام محمدؒ کی اس تعلیل سے استدلال ہو سکے۔

”وجه قول محمد ان منیٰ قرية من القرى او هو منزل من منازل الحجاج

فصار كعمرات الخ“.....(غایة البیان للاتفانی: ۱۱۱، منخطوط)

وقوف مزدلفہ:

اقامت کے لیے شرط ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

”ولونواها بموضعین کمکة ومنی لا یصیر مقیما..... هذا اذا كان کل

من الموضعین اصلا بنفسه“..... (مجمع الانهر : ۱/۲۴۰)

اور جگہ ایسی ہو جو اقامت کے لائق ہو اقامت کے لائق جگہ مصر ہے یا قریہ ہے یا خانہ بدوش لوگوں کا صحراء

ہے۔

”اوینوی اقامة نصف شهر بموضع صالح لها من مصر او قرية او صحراء دارنا

وهو من اهل الاخبية“..... (در مختار : ۲/۱۲۵، ایچ ایم سعید)

جو آبادی مصر کی گنھی جائے وہ مصر کی آبادی ہے جیسا کہ عمران المصر کی قید سے واضح ہے، جو محلہ پہلے

شہر کا حصہ تھا پھر شہر سے جدا ہو گیا وہ بھی شہر کا حصہ ہے اگرچہ شہر اور اس محلہ کے درمیان خلا ہو پھر بھی مسافر کے لیے

اس محلہ سے نکلنا ضروری ہوگا ”لانہا بعد من المصر، خانیة“ شامی میں اس جزیے کے تحت یہ اضافہ ہے کہ ”اگر

وہ محلہ ویران ہو گیا تو اس سے نکلنا ضروری نہیں، جب کہ قبستانی میں ہے۔

”من فارق بیوت بلده..... والبیوت اعم من ان یکون خربة الان فلا یقصر

الاب بالخروج عنها علی الاشبه“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۲۳۹، مطبوعہ ایران)

ریض مصر، قریہ متصلہ بریض المصر اور فناء متصل کی آبادی بھی شہر کے حکم میں ہے۔

”وصحح قاضی خان فی فتاواه ان لابد من مجاوزة القرية المتصلة بریض

المصر..... ولم یدکر المصنف مجاوزة الفناء للاختلاف وفصل قاضی خان فی

فتاواه فقال ان كان بينه وبين المصر اقل من قدر غلوة ولم یکن بينهما مزرعة

یعتبر مجاوزة الفناء ایضا“..... (البحر الرائق : ۲/۱۲۸، ایچ ایم سعید)

جس مقام پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی وہ قریہ ہے، صحراء میں صرف خانہ بدوشوں کی نیت اقامت

معتبر ہے، جو مسافر تین منزل چلنے سے پہلے سفر منسوخ کر دے وہ صحراء میں بھی مقیم بن جاتا ہے، لیکن اس کی علت صحراء

کا محل اقامت ہونا نہیں ہے۔

”ولا تصح نية الإقامة فی مفاضة مثلها الجزيرة والبحر والسفينة“.....

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۵۵، باب المسافر)

”نية الإقامة تصح فی البيوت والعمارات دون الخيام والابخية“..... (فتاویٰ

النوازل : ۱۱۱، طبع دار الکتب العلمیة)

”وفرق بین الابنیۃ والاخبیۃ والفرق ان البناء موضع الاقامة والقرار دون الصحراء“..... (فتاویٰ التاتارخانیۃ: ۲/۹، الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر نوع آخر بیان نية الاقامة والتي لا تصح، مطبوعه قديمی کتب خانہ آبادی کیسی ہو، تاتارخانیۃ میں بحوالہ خانیۃ ہے۔

”وموضع الاقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدبر والخشب لالخيام والخبیۃ والوبر“..... (فتاویٰ التاتارخانیۃ: ۲/۹)

منیٰ کو مکہ مکرمہ کا محلہ قرار دیا جائے تو اقامت کے لیے ”اتحاد موضع“ کی شرط پوری ہو جاتی ہے، لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ حاجی ایک رات مزدلفہ میں گزارتا ہے اس لیے اتحاد موضع کی شرط پھر بھی پوری نہیں ہوتی، جواب یہ ہے کہ مزدلفہ ٹھہرنے کی لائق جگہ نہیں ہے اس لیے ایک رات مزدلفہ کے لیے نکلنا اقامت کے لیے مانع نہیں ہے، مزدلفہ کیوں صالح للاقامت نہیں؟ اس لیے کہ وہاں کئی عمارتیں نہیں اور منیٰ میں ہیں لیکن کیا ان متفرق عمارتوں کی وجہ سے منیٰ پر قریہ کا اطلاق درست ہے؟ جب کہ اقامت سوائے مصر یا قریہ کے درست نہیں ہوتی، اگر منیٰ قریہ ہے تو صالح للاقامت ہے اور مزدلفہ نہیں اور اگر منیٰ قریہ نہیں تو صالح للاقامت نہ ہونے کی علت منیٰ میں بھی پائی جاتی ہے۔

”والتقييد بالبلد والقريۃ ينفي صحة الاقامة في غيرهما وهو الظاهر لان الاقامة لا تكون الا في موضع صالح لها“..... (تبيين الحقائق: ۱/۲۱۱، باب صلاة المسافر)

”اوینوی مدة الاقامة ببلد آخر او قريۃ لان الاقامة لا تعتبر الا في موضع صالح لها وغير البلد والقريۃ لا تصلح للاقامة اذا سار ثلاثة ايام“..... (مجمع الانهر: ۱/۲۲۰، باب المسافر)

پہلے منیٰ مکہ مکرمہ سے جد ایک قریہ تھا غالباً ۱۹۸۳ء میں منیٰ کی آبادی ختم کی گئی، آبادی ختم کیے جانے کے باوجود اہل علم منیٰ کو مستقل مقام قرار دیتے رہے، اس وقت دونوں مقامات کے درمیان کوئی اتصال کی رائے بھی نہیں رکھتا تھا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے دو ایک ویرانے کو اقامت کے لیے مانع قرار دینا درست تھا؟ نیز جو اہل علم منیٰ کو قریہ قرار نہیں دیتے بالفاظ دیگر صالح للاقامت نہیں کہتے ان کے نزدیک منیٰ کا قیام بھی اقامت کے لیے مانع ہونا چاہیے، البتہ اگر قریہ سے کم آبادی بھی صالح للاقامت ہوتی ہے تو بلاشبہ منیٰ کی طرف خروج مانع عن الاقامت ہے۔

محاذات منیٰ کی آبادی کا حکم:

مسافر جس راستے سے نکلے اس راستے کے مکانات سے نکل جانا شرط ہے اگر مسافر کے دائیں یا بائیں کسی ایک جانب دور شہر کی کوئی آبادی آگے بڑھی ہوئی ہو تو اس سے گزرنا شرط نہیں، اکثر کتب میں یہ جزئیہ اسی حد تک ملتا ہے۔

”ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لو جاوز عمران المصر قصر وان كان بحذائه من جانب آخر ابنية“..... (تبيين الحقائق: ۱/۲۰۹)

”ويعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذى خرج ولا يعتبر محلة بحذائه من الجانب الآخر“..... (خلاصة الفتاوى: ۱/۱۹۸، الفصل الثانی والعشرون فى صلاة المسافر، مطبوعه مكتبه رشيديه)

مزید حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو، خانیہ برہاش ہندیہ ۱/۱۶۳، البحر الرائق ۲/۱۲۸، فتح القدر: ۲/۳۳۔ فتاویٰ شامی میں بحوالہ امداد الفتاح اور طوابع الانوار میں بحوالہ رحمتی اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر مسافر کے دونوں جانب سیدھ میں آبادی پڑتی ہو تو ان دونوں سے نکلنا شرط ہوگا۔

”ولو جاوز العمران من جهة خروجه و كان بحذائه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرا اذا المعتبر جانب خروجه..... فلو كان العمران من الجانبين فلا بد من مجاوزته لما في الامداد لو حاذاه من احد جانبيه فقط لا يضره كما في قاضي خان وغيره“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۱۲۱، باب صلاة المسافر، مطبوعه ايج ايم سعيد)

”جاوز عمران البلدة و كان على عينه او يساره ابنية فيكون مجاوزا مسافرا بخلاف ما لو كانت الابنية من الجانبين فانه لم يكن مجاوزا رحمتي“..... (طوابع الانوار ۲/۳۳۰، مخطوطه)

”ولو حاذاه في احد جانبيه فقط لا يضره“..... (مراقی الفلاح: ۲۵۳، طبع مصر)

علامہ شامی نے یہ جزیئہ ”دو جانب والا“ ”امداد الفتحاح“ سے نقل کیا ہے جو اس کی نسبت قاضی خان کی طرف کرتے ہیں، قاضی خان میں دیگر عام کتب کی طرح ”ایک جانب“ کا ذکر ہے، البتہ شامی کے جدید محقق نسخے میں اس جزیئے کے لیے قاضی خان کی شرح الجامع الصغیر کا حوالہ دیا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس جزیئے کی صحت مشکوک نہیں ہے، کیونکہ منقول عنہ ضعیف نہیں ہے نقل درست ہے اور ناقلمین بھی متعدد ہیں۔ (فتاویٰ شامی: ۲/۶۱۶، دار الثقافة والتراث)

اس جزیئے کے ذکر میں محیط، عنایہ اور تارخانیت میں بحوالہ محیط ”الجوانب“ کا لفظ آیا ہے جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ جانب خروج کے علاوہ مسافر کے دائیں بائیں دونوں اطراف کی آبادی کا اعتبار نہیں۔

”وانما یصیر مسافرا یقصر الصلوٰۃ اذا فارق بیوت المصر من الجانب الذی یخرج منه وان کان فی غیرہ من الجوانب بیوت“..... (عنایہ: ۲/۸، باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ سکھر)

”ثم یتبر الجانب الذی منه یتخرج المسافر من البلدة لا الجوانب التی بحذاء البلدة“..... (المحیط البرہانی: ۲/۳۸۸)

منی کے ایک جانب تو مکہ مکرمہ کی آبادی پھیل چکی ہے لیکن دوسری طرف آبادی نہیں اور جس جانب آبادی پھیلی ہے اس جانب بیچ میں پہاڑ بھی حائل ہے، اس لیے اب تک مکہ مکرمہ کی آبادی نے پھیل کر منی کو اپنے اندر شامل نہیں کیا ہے۔

فتاویٰ مصر:

تنویر الابصار میں فتاویٰ کی درج ذیل تعریف ہے۔

”هو ما اتصل به لاجل مصالحہ“..... (تنویر الابصار: ۲/۱۳۹، ایچ ایم سعید)

شرنبلالی نے اس تعریف کو صحیح کہا ہے (طحاوی علی الدرر: ۱/۳۳۹)

مجموعہ متون ملتقی البحر میں ہے۔

”وفنائہ ما اتصل به معد المصلحہ“..... (۱/۱۳۳، باب الجمعة)

اس تعریف کے مطابق فتاویٰ کے بنیادی اجزاء دو ہیں۔

(۱) شہر کے متصل ہونا۔

(۲) شہر کے مصالح کے لیے ہونا۔

لیکن پہلا جزء یعنی فناء کا شہر کے متصل ہونا فقہاء کے درمیان اتفاقی قید نہیں ہے، (فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۹، مجمع الانہر: ۲/۲۴۷)

فناء پر ”شہر کی ضروریات کے لیے مقرر ہونا“ صادق آنا چاہیے (فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۹)
فناء چاہے شہر کے متصل ہو یا منفصل اداء جمع وہاں درست ہے لیکن قصر کے لیے فناء کا شہر کے متصل ہونا ضروری ہے۔

فناء کب شہر کے متصل سمجھی جائے گی اس بارے میں کئی اقوال ہیں، علامہ شامی نے تمام اقوال کو مختصر عبارت میں جمع کیا ہے۔

”وجملة اقوالهم فى تقديره ثمانية او تسعة غلوة ميل ميلان ثلاثة فرسخ

فرسخان ثلاثة سماع الصوت سماع الاذان“..... (بحوالہ بالا)

ان اقوال میں بعض کو ”صحیح“، بعض کو ”احوط“، بعض کو ”حسن“ اور بعض کو ”مختار للفقہی“ کہا گیا ہے۔

ان تمام اقوال میں مصر کی تحدید بالمسافت کی گئی ہے، علامہ شامی فناء کے لیے حدود مقرر کرنا مناسب نہیں سمجھتے، فرماتے ہیں ”التعريف احسن من التحديد“ علامہ شامی کے کلام میں غور کیا جائے تو علامہ تحدید کے تو قائل ہیں البتہ کوئی ایک حد تمام شہروں کے لیے مقرر کرنے کے خلاف ہیں، کیونکہ شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے فناء مختلف ہو سکتی ہے اس لیے ہر شہر کے لیے اس کی ضروریات کے مناسب فناء مقرر کرنے کو مناسب سمجھتے ہیں ”فظهر ان التحديد بحسب الامصار“..... (فتاویٰ شامی: بحوالہ بالا)

فقہاء سے تحدید بالمسافت کے بارے میں جتنے اقوال مروی ہیں اگر ان کو شہروں کے چھوٹے بڑے اور متوسط ہونے پر محمول کیا جائے تو تمام اقوال کا باہمی اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے اور سب کے سب اقوال قابل عمل ٹھہرتے ہیں، نیز فناء کے لغوی معنی کی رعایت بھی ہو جاتی ہے شرعی اصطلاح میں لغوی معنی کی رعایت اگرچہ ضروری نہیں مگر بہتر ضرور ہے۔

منی..... فناء مکہ؟

قول مرجوح:

کسی جگہ پر شہر کی ضروریات کے لیے ہونا صادق آئے تو اسے فناء شہر قرار دیا جاسکتا ہے، منیٰ میں قربانی کی صورت میں بہت بڑی قربت ادا ہوتی ہے، ارشاد باری ہے ”ثم محلها الى البيت العتيق، هديا بالغ الكعبة“

فوجیوں کے اجتماع اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ کو فناء مصر قرار دیا جاسکتا ہے تو قربان گاہ اور حاجیوں کی اجتماع گاہ کو بھی فناء مصر قرار دیا جاسکتا ہے، منیٰ کو ماضی میں بھی فناء مکہ قرار دیئے جانے کا قول موجود ہے لیکن اس وقت بعد مسافت کی بناء پر اس قول کی تضعیف کی گئی تھی، بدائع اور بحر وغیرہ میں ہے کہ منیٰ مکہ مکرمہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ہے، بعض کتب میں دو فرسخ اور بعض کتب میں ایک فرسخ کا قول بھی آیا ہے، اگرچہ ان اقوال میں تطبیق ہو سکتی ہے مگر اس کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ منیٰ کی طرف سرنگ نکالنے کے بعد اب یہ فاصلہ بہت کم ہو گیا ہے، نیز ”تقدیر الفناء بالمسافة“ کوئی ضروری بھی نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، رہا یہ اشکال کہ منیٰ فناء مکہ ہے تو پھر صحت جمعہ کے لیے خلیفہ یا اس کے نائب کی شرط کیوں رکھی گئی؟ کیونکہ فناء تو بحکم مصر ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ خلیفہ کی شرط مصریت کے لیے نہیں بلکہ اقامت جمعہ کے لیے تھی لیکن یہ جواب ضعف سے خالی نہیں ہے۔

”الخلیفة اذا سافر وهو فی القرى لیس له ان یجمع بالناس ولو مر بمصر من

امصار ولا یتہ فجمع بہا وهو مسافر جاز“..... (البحر الرائق: ۲/۱۳۰، باب

صلاة الجمعة، مطبوعہ ایچ ایم سعید)

قول راجح:

اکثریت کی رائے منیٰ کو فناء مکہ قرار نہ دینے کی ہے، شیخین منیٰ میں صحت جمعہ کے قائل ہیں، مشائخ نے اس کی دو علتیں لکھی ہیں۔

(۱) منیٰ فناء مکہ ہے۔

(۲) منیٰ مصر ہے۔

پہلی علت کی فقہاء نے تردید کی ہے، صاحب بحر وغیرہ نے مصریت کی علت کو صحیح کہا ہے، متون نے بھی ”ومنی مصر لاعرفات“ کی تعبیر اختیار کر کے مصریت کی علت کو ترجیح دی ہے، محقق ہلمی لکھتے ہیں۔

”قلت وقوله فی المتن ومنی مصر اختیار للقول الثانی فلیست عنده من فناء

مكة“..... (حاشیة علی تبیین الحقائق: ۱/۲۱۸، باب صلوٰۃ الجمعة، مکتبہ

امدادیہ ملتان)

متون کا اقوال معتبرہ کے لیے موضوع ہونا اور شروع و فتاویٰ پر مقدم ہونا معروف اصول ہے۔

منیٰ کا قربان گاہ ہونا حج کی ضرورت ہے جیسا کہ وقوف عرفہ حج کی ضرورت ہے، علت کا اشتراک حکم کے

اشتراک کو چاہتا ہے، اگر منی فناء مکہ ہے تو مزدلفہ و عرفات بھی ہیں، کیونکہ فناء دور بھی ہو سکتی ہے اور متعدد بھی، رہا منی میں صحت جمع کے لیے خلیفہ یا اس کے نائب کی موجودگی کی شرط تو وہ مصریٰ کے لیے تھی اقامت جمع کے لیے نہیں۔

”لونزل الخليفة او والى العراق فى المنازل التى فى طريق مكة كالتغلبية

ونحوها جمع لانها قرى تتمصر بمكان الحج فصار كمنى“..... (البحر الرائق :

۲/۱۳۲، باب صلوٰۃ الجمعة، ایچ ایم سعید)

اگر منی کو فناء مکہ قرار دیا جائے تو سوال یہ ہوگا کہ فناء شہر کے متصل ہے یا نہیں؟ کیونکہ فناء شہر کے متصل ہو تو وہاں قصر درست نہیں اور متصل نہ ہو تو قصر وہاں درست ہے، اس لیے بحث لوٹ کر پھر اس جگہ آجائے گی کہ منی شہر مکہ کے متصل ہے یا منفصل؟

خلاصہ یہ کہ منی میں حاجی کا وظیفہ اتمام ہے، اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) منی مکہ مکرمہ کے تابع ایک قریہ ہے (صحیحیت کا معیار یہ ہے کہ منی کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو)

(۲) منی عرف عام میں مکہ مکرمہ کا حصہ سمجھا جائے۔

(۳) فقہاء کے ذکر کردہ معیار کے مطابق دونوں میں اتصال پایا جائے (عرف اور حکومتی تعین سے صرف نظر کر لیا جائے)

(۴) مان لیا جائے کہ شہر مکہ کی آبادی نے پھیل کر منی کو اپنے اندر شامل کر دیا ہے۔

(۵) منی کو شہر مکہ کے لیے فناء متصل قرار دیا جائے۔

دریافت طلب امور:

(الف) اتصال یا انفصال کے باوجود عرف عام اور حکومتی تحدید میں اختلاف ہو جائے تو اعتبار عرف کا ہے یا حکومتی تحدید کا؟ یا آباد مکانات کا اعتبار ہے؟

(ب) کیا مزدلفہ کا قیام اقامت کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

(ج) کیا مکہ مکرمہ کے پھیلاؤ کی وجہ سے منی اور مکہ مکرمہ کا اتصال ہو گیا ہے؟

(د) منی کے محاذات میں مکہ مکرمہ کی جو آبادی پھیل گئی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال میں دلائل کا استیعاب نہیں ہے، جائین کے دلائل اور جوہات تعداد میں اس سے زیادہ اور قوت میں

زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ سوال یہ ہے کہ منی میں قصر ہے یا اتمام؟ آنجناب کی تحقیق مع دلائل مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”اعلم ان منى شعب طولہ میلان وعرضہ یسیر والجبال المحیطة بہا ما قبل منها عالیة فهو من منى وليست العقبة منها قوله وليست العقبة منها عزاه في البحر الى الازرقى واعترض العزیز جماعۃ بان لم یقل احدان جمرة العقبة لیست من منى کیف وقد قالوا بان رمیها تحية منى ویؤیدہ قوله علیہ الصلوہ والسلام ان اول نسکنا بمنى ان نرمى ثم نذبح ثم نحلق اه اقول قال فی ردالمحتار عند قول الماتن ورمى جمرة العقبة مانصه هی ثالث الجمرات علی حد منى من جهة مكة وليست من منى ويقال لها الجمرة الكبرى والجمرة الاخيرة اه وقال الامام النووي فی الايضاح اعلم ان حد منى ما بین وادى محسر وجمرة العقبة ومنى شعب طولہ میلین وعرضہ یسیر والجبال المحیطة بہا ما قبل منها علیہ فهو من منى وما ادیر منها فلیس من منى ومسجد خیف علی اقل من میل مما ىلى مكة وجمرة العقبة فی آخر منى مما ىلى مكة وليست العقبة التى تنسب اليها الجمرة من منى وهى الجمرة التى بايع رسول الله ﷺ الانصار عندها قبل الهجرة قال العلامة ابن حجر الهيثمى فى حواشيه قوله وجمرة العقبة فى آخر منى ظاهره ان الجمرة من منى وهو ما اعتمده المحب الطبرى وزعم ان خلافه الآتى لم ينقل عن احد، واعتمده ايضا من جماعۃ وزعم ان قولهم ان رمیها تحية منى يستلزم كونه منها وليس كما زعم اذلا استلزام الا ترى ان الطواف تحية البيت وهو خارجه بل لا یصح داخله لكن صریح قول المصنف قبل ذلك حد منى ما بین وادى محسر وجمرة العقبة ان جمرة العقبة لیست من منى قال الازرقى والاصحاب فى كتب المذهب حد منى ما بین جمرة ووادى محسر ووادى محسر وليست الجمرة ووادى محسر من منى اه وبه یعلم ان المذهب الذى لا محید عن اعتماده ان الجمرة لیست من منى ذراع ما بین جمرة العقبة ومحسر سبعة الآن ذراع وماتاذراع اه (ارشاد

الساری الی مناسک ملا علی القاری: ۲۳۶، مطبوعہ مکتبہ حقایقہ کوئٹہ،
ردالمحتار: ۲/۵۱۴، ایچ ایم سعید)

”قال فی البحر الرائق، ووادئ محسر موضع فاصل بین منی و مزدلفۃ لیس من
واحدۃ منہما اہ“..... (البحر الرائق: ۲/۶۰۰)

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ وادی محسر اور حجرہ عقبہ کے درمیان زمین کا ٹکڑا جس کی اس وقت لمبائی تقریباً دو میل (جسے ۷ ہزار دو سو ذراع سے تعبیر کیا ہے) اور چوڑائی کم تھی، اس قطعہ زمین کو منیٰ کہا جاتا ہے، اور وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان حد فاصل ہے، دونوں میں سے کسی ایک کا حصہ نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر اب تک مکہ اور منیٰ دونوں کو الگ الگ مقامات سے تعبیر اور تصور کیا جاتا رہا ہے، موجودہ دور کی آبادی کی کثرت کی بناء پر مکہ کی آبادی پھیل چکی ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خلافت راشدہ کے دور کی مکہ کی کل آبادی آج مسجد حرم اور اس کی حدود میں ضم ہو چکی ہے تو نامناسب بات نہ ہوگی، آبادی کے اس تناسب نے جہاں اور بہت سارے مسائل کو جنم دیا ہے وہاں حدود مقامات بھی اس کے اثر سے بچ نہیں سکیں، بلکہ بعض جگہوں میں تو سارے شہر میں آبادی پھیلنے کی بناء پر اس سے متصل دوسرے شہر کے درمیان امتیاز مشکل ہو جاتا ہے، یہی حال زمین حجاز کی آبادی کا بھی ہے کہ مکہ اور مدینہ کی آبادی آئے دن پھیلتی چلی جا رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج اگر کوئی شخص اشہر حج میں سے عشرہ ذی الحج کی ابتداء میں حرم مکہ میں داخل ہو کر نصف شہر اقامت کی نیت کرتا ہے تو اس کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف نظر آتا ہے کہ آیا یہ شخص مقیم تصور ہوگا یا مسافر ہی رہے گا، کیونکہ اس نے آٹھ ذی الحج کو مکہ سے نکل کر منیٰ اور پھر وہاں سے میدان عرفات کی طرف کوچ کرنا ہوتا ہے، اب چونکہ مکہ کی آبادی بڑھتے ہوئے منیٰ کی حدود کو چھونے لگی ہے اس لیے یہ اشکال ذہن میں جنم لیتا ہے کہ اب تو یہ دونوں مقامات آپس میں متصل ہو چکے ہیں لہذا زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ حکم مسافرت میں بھی تغیر ہونا چاہیے، لیکن پہلے جب آبادی کا یہ تناسب نہ تھا تو اس وقت اس کا حکم بھی بالکل صاف تھا کہ۔

”و ذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکة فی ایام العشر ونوی
الاقامة نصف شهر لا یصح لانه لا بد له من الخروج الی عرفات فلا یتحقق
الشرط اہ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۲، و کذا فی منحة الخالق علی
البحر للعلامة الشامی: ۲/۲۳۳)

وفی المبسوط .

”وإذا قدم الكوفى فى مكة وهو نوى ان يقيم فيها وبمنى خمسة عشر يوماً فهو مسافر لان نية الإقامة ما يكون فى موضع واحد فان الإقامة ضد السفر ولو جوزنا نية الإقامة فى موضعين جوزنا فيها زاد على ذلك فيؤدى الى القول بان السفر لا يتحقق“..... (المبسوط للسرخسى: ۳/۴۰۳، مطبوعه بيروت)

امت کے طبقہ فقہاء پر اللہ تعالیٰ اپنی لاتعداد رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ہر دور کی مشکلات کے لیے کسی نہ کسی طور سے ضرور راہنمائی فرمائی ہے، ہمارے دور کا یہ مسئلہ بھی فقہاء کرام کی راہنمائی سے خالی نہیں، صلوٰۃ المسافر کے ضمن میں شیخ ابراہیم حلبی شرح المدیہ میں لکھتے ہیں۔

”الثانى فيما يصير به المقيم مسافرا والمسافر مقيما وفى حكم السفر من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر او قرية ناويا الذهاب الى موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا، فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذى خرج منه حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها ولو جاوز عمران من جهة خروجه وكان بعدائه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرا اذا لمعتبر جانب خروجه اه“..... (حلبى كبرى: ۵۳۶، البحر الرائق: ۲/۲۲۶، خلاصة الفتاوى: ۱/۱۹۸)

شیخ ابراہیم حلبی کی مذکورہ خط کشیدہ عبارت کے ساتھ علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ وضاحت بھی ملا لیں وہ فرماتے ہیں۔

”واربالمحلة فى المسئتين ما كان عامرا اما لو كانت المحلة خرابا ليس فيها عمارة فلا يشترط مجاوزتها فى مسئلة الاولى ولو متصلة بالمصر كما لا يخفى اه“..... (الفتاوى الشامية: ۲/۱۲۱)

علامہ شامی کی اس عبارت اور علامہ تہستانی کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ علامہ شامی نے ”محله منفصله عن المصر“ کے بارے میں عامر (آباد) ہونے کی شرط لگائی ہے جب کہ علامہ تہستانی نے ”من فارق بيوت بلده“ کے بیوت کے عامر ہونے اور نہ ہونے کی بحث کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

”من فارق بیوت بلده..... والبیوت اعم من ان یکون خربة الان فلا یقصر
الابالخروج عنها علی الا شبه اه“..... (قہستانی: ۱/۲۳۹، فصل فی المسافر
مطبوعہ ایران)

ایک ہے شہر، قریہ وغیرہ کے گھروں کا آباد ہونا اور ایک ہے شہر وغیرہ سے منفصل محلے کے گھروں کا آباد ہونا
دونوں میں فرق واضح ہے، لہذا علامہ قہستانی کی عبارت کو علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت کے مناسب ٹھہرانا درست نہیں
ہے، بلکہ قہستانی کی یہ عبارت ”در مختار“ کی اس عبارت کے مطابق ہے۔

”من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجہ قوله من خرج من عمارة
موضع اقامته اراد بالعمارة ما یشمل بیوت الاجنبیة ان لها عمارة موضعها اه“
..... (فتاویٰ شامی: ۲/۱۲۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کسی شہر کی آبادی دوسرے محلے وغیرہ کے ساتھ متصل ہو جائے تو اگر وہ محلہ بھی آباد ہو
تو مسافر اپنی موضع اقامت سے متجاوز ہو کر جب تک اس محلے سے نکل نہ جائے اس وقت تک مسافر شمار نہ ہوگا،
اور اگر وہاں آبادی نہیں تو پھر اس محلے سے نکلنا مسافرت کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اپنی موضع اقامت سے نکلنے ہی
مسافر شمار ہوگا۔

اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو مکہ مکرمہ کی آبادی اگرچہ منیٰ کی حدود کی طرف متجاوز ہو کر منیٰ کے قریب پہنچ
چکی ہے لیکن خود منیٰ میں قابل اعتبار آبادی نہیں ہے کہ جس کی بناء پر منیٰ کو بھی آباد علاقہ شمار کیا جائے، کیونکہ منیٰ میں
جو عمارتیں مثلاً شاہی محل، ہسپتال، اور رابطہ عالم اسلامی کا دفتر وغیرہ بنی ہوئی ہیں انہیں آبادی کا معیار نہیں
کہا جاسکتا جیسا کہ فقہاء کرام نے شہر سے متصل باغات کو باوجود یکہ شہر سے متصل بھی ہوں ان میں کام کرنے والوں
کے مکانات، جھونپڑیاں وغیرہ بھی ہوں اور وہ اس میں رہتے بھی ہوں شہری آبادی میں داخل نہیں فرمایا، علامہ شامی
”الامداد“ سے نقل کرتے ہیں۔

”بخلاف البساتین ولو متصلة بالبناء لانها لیست من البلدة ولو سكنها اهل
البلدة فی جمیع السنة او بعضها ولا یتبر سکنی الحفظة والا کره اتفاقاً“
..... (امداد: ۲/۱۲۱، وکذا فی مرقی الفلاح مع الطحطاوی: ۳۲۳)

لہذا جب منیٰ خود غیر آباد، چٹیل میدان ہے تو مکہ مکرمہ کی آبادی اگر اس سے متصل ہو بھی جائے تو بھی اسے مکہ مکرمہ کے تابع بنا کر موضع اقامت شمار نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح منیٰ کو ”ریض المصر“ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ریض المصر کی تعریف فقہاء نے یوں کی ہے۔

”هو ما حول المدينة من بيوت ومساكن“..... (البحر الرائق: ۲/۲۲۶)

(۲) اور اگر منیٰ کو مکہ مکرمہ کی فناء کہا جائے تو اس سے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) محققین کے نزدیک شہر کی فناء کے لیے غلوۃ وجود مزارع کی شرط نہیں ہے بلکہ فناء کی جو تعریف فقہاء نے فرمائی ہے وہ بیوت فناء کے لیے شرط ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”اعلم ان بعض المحققين اهل الترجيح اطلق الفناء عن تقديره بمسافة

وكذا مقرر المذهب الامام محمد بن بعضهم قدره بها..... والتعريف احسن

من التحديد لانه لا يوجد ذالك في كل مصر انما هو بحسب كبر

المصر وصغره، فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على

ما صدق عليه بانه المعدل لمصالح المصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما عدا

لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر

والخروج للرمي وغيره ذالك وای موضع يحد بمسافة يسع عساكر

مصر ويصلح ميدانا للخيل والفرسان ورمي النبل والبنادق البارود واختيار

المدافع وهذا يزيد على فراسخ فظهر ان التحديد بحسب الامصار“

..... (فتاوى الشامية: ۱۳۹، ۲/۱۴۱، منحة الخالق مع البحر: ۲/۲۳۷،

خلاصة الفتاوى: ۱/۲۰۷)

فقہاء کی بیان کردہ یہ تعریف منیٰ کے فناء مکہ بننے پر صادق نہیں آتی کیونکہ منیٰ اہل مکہ کے مصالح کے لیے نہیں بلکہ صرف ایام حج میں یہاں حجاج کرام قیام اور قربانی کرتے ہیں اور اس طرح کا قیام تو دیگر مقامات مثلاً عرفات میں بھی ہوتا ہے۔

(۲) قصر اور سفر کے اعتبار سے فناء مصر کا حکم جدا ہے اور انعقاد جمعہ وغیرہ کے اعتبار سے فناء مصر کا حکم جدا ہے، فقہاء

نے تصریح کی ہے کہ فناء مصر میں جمعہ تو جائز ہے لیکن اگر شہر کا کوئی باسی بنیت سفر فناء مصر میں داخل ہو یا سفر سے واپسی پر

فناء مصر میں داخل ہو تو وہ وہاں فناء مصر میں قصر ہی پڑھے گا، کیونکہ فناء مصر کو حجاج اہل مصر کی وجہ سے

مصر کے تابع کہا جاتا ہے، جمعہ و عیدین چونکہ اہل مصر کی ضروریات میں داخل ہیں اس لیے وہاں جمعہ وغیرہ ہوں گے، جب کہ قصر صلوٰۃ اہل مصر کی ضروریات میں داخل نہیں، اس لیے اس حکم میں فناء مصر مصر کے تابع نہیں ہوگا چنانچہ المحیط البرہانی میں ہے۔

”وہذا بخلاف مالو خرج المسافر عن عمران المصر حيث يقصر الصلوة لان فناء المصر انما يلحق بالمصر فيما كان من حوائج اهل المصر وقصر الصلوة ليس من حوائج اهل المصر فلا يلحق الفناء بالمصر في هذا الحكم اه“
..... (المحيط البرہانی : ۲/۳۳۰، مراقی الفلاح مع الطحطاوی : ۳۲۳/۳۲۳، شرح النقایہ لعلی القاری : ۱/۲۸۹، البحر الرائق : ۲/۲۳۸، مبسوط السرخسی : ۲/۱۷۵)

لہذا اس اعتبار سے بھی حجاج کرام منیٰ میں مسافر ہوں گے اور نماز قصر پڑھیں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو یہ حاجی یہاں منیٰ میں مسافر شمار ہوگا اور نماز قصر پڑھے گا اتمام اس کے لیے جائز نہیں ہے، البتہ اگر آبادی کا بڑھتا ہوا یہ تناسب اسی رفتار سے جاری رہا اور حکومت سعودیہ نے منیٰ کے چاروں اطراف مکہ کی آبادی پھیلانے کی اجازت دے دی اور آباد کاری ہو گئی تو منیٰ کا یہ میدان اس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی کے درمیان آجائے گا ایسی صورت میں پھر اس کا حکم بھی تبدیل ہو جائے گا اور نماز قصر کی بجائے اتمام صلوٰۃ ہوگا۔

نوٹ: منیٰ کی دوسری طرف جو سعودی حکومت نے جامعہ ام القرئی کے لیے کیمپلیکس بنایا ہے اس کی بناء پر حکم قصر میں فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ اس کیمپلیکس اور مکہ کی آبادی کے درمیان منیٰ کا کھلا میدان موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۲): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) میں ایک فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں جو میرے گھر سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ہے میں فیکٹری میں چار پانچ دن سے زائد نہیں ٹھہرتا، یعنی چار پانچ یا سات دن بعد میں کہیں 20 یا 40 کلومیٹر پر رات گزارتا ہوں، تو میں اس صورت میں نماز قصر ادا کروں یا پوری پڑھوں؟ اور میں فیکٹری میں اقامت کی نیت بھی نہیں کرتا۔

(۲) اگر میں فیکٹری میں 15 دن کی نیت کر کے ٹھہر جاؤں 15 دن کے بعد گھر جا کر واپس فیکٹری آؤں تو اس صورت میں میری پہلی اقامت باقی رہے گی یا پھر سے نیت کرنی ہوگی؟ اور اگر میری نیت 15 دن سے کم ٹھہرنے کی ہو تو میرے لیے نماز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جب آپ شرعی مسافت پر ملازمت کرتے ہیں اور ہر چار پانچ روز کے بعد پھر سفر کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو فیکٹری میں آپ نماز قصر پڑھیں گے اور اگر پندرہ روز کی نیت ہوگی پھر پوری ادا کریں گے۔

(۲) وطن اقامت چونکہ شرعی سفر سے باطل ہو جاتا ہے اس لیے دوبارہ جب آپ آئیں گے تو پھر سے پندرہ دن کی نیت کرنی ہوگی۔

(۱) "ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة

عشر یوما او اکثر کذا فی الہدایة"..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۹)

"ولایزال المسافر الذی استحکم سفرہ بمضی ثلاثة ايام مسافرا یقصر حتی

یدخل مصرہ یعنی وطنہ الاصلی او ینوی اقامتہ نصف شهر ببلد او قرية"

..... (مراقی الفلاح: ۳۲۵)

(۲) "ویبطل وطن الاقامة بمثله ویبطل ایضا بانشاء السفر بعده وبالعود للوطن

الاصلی"..... (مراقی الفلاح: ۳۲۹)

"ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی ہکذا فی

التبیین"..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وطن اصلی کی رہائش اگر مستقل ترک شد کی ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۳): گرامی قدر حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سوال کا شرعی جواب لکھ دیں آپ کی کرم نوازی اور شفقت ہوگی۔

میرا وطن اصلی لاہور سے اڑھائی سو میل دور ضلع انک میں واقع ہے میں خود پچاس سال سے لاہور میں مقیم ہوں، وطن اصلی میں مکان اور زمین بھی موجود ہے، مستقل رہائش لاہور میں رکھ لی ہے، کبھی کبھی اپنے وطن میں مقیم اقارب کے ہاں غمی/شادی میں جانا پڑتا ہے وہاں قیام پندرہ روز سے کم ہوتا ہے، اندر میں صورت وہاں جب چند یوم کے لیے جاؤں تو نماز پوری ادا کروں گا یا قصر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر انک کی رہائش کو مستقل طور پر ترک کرنے کی نیت نہیں کی تو انک ابھی تک آپ کا وطن اصلی ہے جتنا عرصہ بھی قیام کریں گے پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر آپ نے انک کی رہائش کو مستقل طور پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو صرف جائیداد کی موجودگی سے وطن اصلی نہیں رہے گا پندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں قصر کرنا ہوگی۔

”وفی المجتبی نقل القولین فیما اذا نقل اہلہ و متاعہ و بقی لہ دور و عقار ثم قال و ہذا جواب واقعة ابتلینا بہا و کثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولہم دور و عقار فی القری البعیدة منها یصیفون بہا باہلہم و متاعہم فلا بد من حفظہا انہما و طنان لہ لا یبطل احدہما بالآخر“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”قولہ او توطنہ ای عزم علی القرار فیہ و عدم الارتحال وان لم یتاہل فلو کان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ و ہو بالغ ولم یتاہل بہ فلیس ذلک و طنانہ الا اذا عزم علی القرار فیہ و ترک الوطن الذی کان لہ قبلہ شرح المنیة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶)

”المسافر اذا جاوز عمران مصرہ فلما سار بعض الطريق تذکر شینا فی وطنہ فعزم الرجوع الی الوطن لاجل ذلک ان کان ذلک و طنانا اصلیا بان کان مولدہ و سکن فیہ اولم یکن مولدہ و لکن تہاہل بہ و جعلہ دارا یصیر مقیما بمجر دالعزم الی الوطن“..... (فتاویٰ خانیہ علی الہندیة: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابرین کی دورائے ہیں۔

(۱) ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، انہوں نے طیارہ کو سفینہ پر قیاس کیا ہے،

چنانچہ وہ اعلاء السنن میں رقمطراز ہیں۔

”قلت وكذا تجوز في القطار والطيارة لكونه كالسفينة قال في البدائع ، والسفينة كالارض لان سيرها غير مضاف اليه فلا يكون منافيا للصلاة بخلاف الدابة فان سيرها مضاف اليه وكذا القطار والطائرة سيرها لا تصاف اليه فكان بمنزلة الارض فتجوز فيها قائما ان قدر على القيام وان لم يقدر ، وينبغي جريان الخلاف الذي بين الامام وصاحبيه في الصلوة في السفينة ههنا ايضا اى في الطائرة ، والله اعلم“..... (اعلاء السنن : ۴/۲۱۲)

جب کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو پڑھیں اور بعد میں اس کی قضاء کریں، کیونکہ سجدہ میں زمین پر اعتماد بلا واسطہ یا بالواسطہ ضروری ہے، اور ہوائی جہاز میں یہ شرط نہیں پائی جا رہی، کیونکہ جہاز کا اعتماد ہوا پر ہے اور ہوا کا اعتماد زمین پر نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ متکفل بھوسہ یا کپاس پر سجدہ جائز نہیں ہے، کیونکہ زمین پر استقرار نہیں ہے۔

”ولو سجد على الحشيش او التبن او على القطن او الطنفسة او الثلج ان استقرت جبهته وانفه ويجد حجه بجوز وان لم تستقر لا“..... (الهنديّة : ۱/۷۰)

”ومن العجيب ان الذي رسخ في فكر القاصر قبل مدة من الزمان نظرا الى عبارات الفقهاء انه لا تجوز الصلوة في الطائرات عند الحنفية فان شرط

السجدة لا يتحقق هناك فانها لا بدان تكون على الارض او على ما قام على الارض والمعلق في الجو والفضاء ليس هكذا فاذا نؤخر الصلوة وهو الذي يقتضيه مسألة فاقد الطهورين عند الامام ابى حنيفة، واما عند الشافعية فينبغي ان تؤدى ثم تقضى، وعند احمد تؤدى ولا تقضى قياسا للمسئلة هذه على مسئلة فاقد الطهورين، ومولانا الشيخ التهانوى في كتابه ”بوادر النواذر“ جنح الى عدم جواز الصلوة في الطائرة حيث يقول بعد تفصيل طويل فالصلوة المكتوبة على المركب الهوائى لا تجوز بدون العذر كما هو في حكم الصلوة على الدابة والسفينة السائرة الى آخر مقال وبالجملة قدر جعت عما استفاد من عبارتى السابقة من الجواز في الطائرات نعم العذر المبيح للفرائض على ظهر الدابة الواقفة او السائرة يكون مبيحا للصلوة فيها لامطلقا، والله اعلم بالصواب“..... (معارف السنن : ٣/٣٩٤، ٣٩٦)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا طیارہ کو سفینہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سفینہ کا استقرار پانی پر ہے، اور پانی کا استقرار زمین پر ہے، جب کہ جہاز کا استقرار ہوا پر ہے اور ہوا کا استقرار زمین پر نہیں ہے ”کما علم من عبارات الفقهاء“۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



﴿الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعة﴾

جمعہ فی القری:

مسئلہ نمبر (۳۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کریڈ ہنڈ کے نام سے موسوم ہے جس کی کل آبادی تقریباً 3100 ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہے اور عورتوں کا ملل سکول بھی ہے اور ایک پرائمری سکول بھی ہے، مذکورہ گاؤں میں کل چھ دکانیں ہیں، ان میں سے دو سپر پارٹس کی ہیں ان میں ڈیزل اور پیٹرول بھی ہوتا ہے اور چار پرچون کی ہیں نیز ایک ڈاکخانہ بھی ہے، المختصر ساری چیزیں آسانی سے مل سکتی ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر کیا حکم ہے؟ حالانکہ گاؤں میں کئی سالوں سے جمعہ شروع ہے اب ہم ان کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں یا اپنی ظہر کی نماز پڑھیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئلہ میں مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے اس لیے مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، اس کو فی الفور بند کرنے کی کوشش کریں، اگر بند نہ کرنے پر مصر ہوں تو اس صورت میں ان کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہو جائے بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ظہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز ادا کریں۔

”وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رستاق وفيها
وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس
يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع : ۱/ ۵۸۵)

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
الى قوله وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض
ومنبر وخطيب كما في المضممرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكرهة النقل
بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“

..... (رد المحتار : ۱/ ۵۹۰)

”ومن لا تجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبادى لهم ان يصلوا الظهر

بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“..... (ہندیہ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ۳۰۰ کے قریب ہے اور اس گاؤں میں ضروریات زندگی کی اشیاء بھی میسر نہیں ان گاؤں والوں نے مل کر یہاں پہلے عید کی نماز پڑھنا شروع کی اور پھر اس کے بعد جمعہ بھی جاری کر دیا اس گاؤں میں نماز عید اور جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہاں پر جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو کیا ان لوگوں کے ذمے ظہر کی نماز کی قضاء ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ و عیدین کے لیے مصر جامع و قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے اور صورت مذکورہ میں آبادی چونکہ قریہ کبیرہ نہیں ہے لہذا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں بلکہ گاؤں والوں کے ذمہ ظہر کی نماز فرض ہے چونکہ گاؤں والوں کے ذمہ نماز ظہر فرض تھی جو انہوں نے ادا نہیں کی بلکہ نماز جمعہ ادا کی جو کہ ان کے لیے ممنوع ہے لہذا ظہر کی نماز کی قضاء ان کے ذمہ لازم ہے۔

”ولادئہا شرائط فی غیر المصلیٰ منہا المصر ہکذا فی الکافی والمصر فی

ظاهر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام

وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وفتاویٰ قاضی

خان“..... (الہندیہ: ۱/۱۳۵)

”قوله وفي القهستانی) تایید للمتن وعبارۃ القهستانی تقع فرضا فی القصبات

والقری الکبیرۃ النی فیہا اسواق“..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

”قال الشيخ الامام شمس الانمة السرخسی ظاهر المذهب ان المصر الجامع

ان یکون فیہ جماعات الناس وجامع واسواق للتجارات وسلطان وقاض یقیم

الحدود وینفذ الاحکام ویكون فیہ مفتی اذالم یکن الوالی والسلطان
مفتیا..... (المحیط البرہانی: ۳/۳۳۹)

”الائری ان فی الجواہر لوصولی القری لزہم اداء
الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ضلع و تحصیل ایبٹ آباد کی داخلی بانڈہ پیرخان میں تقریباً تین ماہ سے جمعہ پڑھانا شروع کر دیا گیا ہے، بستی کی آبادی تقریباً بیس پچیس گھروں پر مشتمل ہے اور کچھ گھر دور ہیں اور کچھ متصل ہیں، اور دیگر اردگرد بستیوں میں کافی فاصلہ ہے، بستی میں ضروریات زندگی میں سے صرف ایک چھوٹی سی پرچون کی دوکان ہے باقی دیگر ضروریات زندگی کے لیے کوئی سہولت موجود نہیں ہے، تو آیا کہ اس بستی میں جمعہ پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

نیز بستی منہ سے تقریباً اڑھائی فرلانگ پر بانڈہ پیرخان میں دو بڑی مساجد میں نماز جمعہ پڑھایا جاتا ہے، بانڈہ پیرخان کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل ہے، یہاں پر زندگی کی تمام ضروری سہولیات موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قریہ منہ میں شرائط جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں آبادی بہت تھوڑی ہے۔

”ویشرط لصحتها سبعة اشياء، الاول المصرو وهو ما لا یسع اکبر مساجده

اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء“..... (در علی الرد: ۱/۵۹۰)

تسبیح:

جامع الکمالات محترم المقام حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

آپ کے سابقہ فتوے کے مطابق بستی منہ میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی بستی منہ میں پانچ سال سے مسلسل جمعہ جاری ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس بستی میں جمعہ کو جاری رکھنا چاہیے یا نہیں؟ نیز قوی امکان یہ بھی ہے کہ اگر جمعہ کے سلسلے کو روکنے کی کوشش کی گئی تو انتشار و فساد بھی برپا ہو سکتا ہے، اور اگر بستی منہ میں جمعہ کو

جاری ہی رکھا جائے تو کیا پھر اردگرد والی بستیاں جن میں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے کیا ان پر بھی نماز جمعہ پڑھنا ہستی مند میں ضروری ہوگا یا نہیں؟

جواب تشفیج:

صورت مسئلہ میں نماز جمعہ کو فی الفور بند کرنے کی کوشش کریں اگر اہل علاقہ بند نہ کرنے پر مصر ہوں اور فساد اور انتشار کا خطرہ ہو تو ان کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوں بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ظہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز ادا کریں، مذکورہ ہستی کے اردگرد والی بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے ان پر جمعہ پڑھنا واجب نہیں فرض ظہر ادا کرنا ضروری ہے، اور گزشتہ ظہر کی نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

”وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق الی قوله وفیما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیہا قاض ومنیر وخطیب کما فی المضممرات والظاهر انه ارید بہ الکراہة لکراہة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (شامی: ۱/۵۹۰)

”ومن لا تجب علیہم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظہر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة“..... (الہندیة: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی اذان اول سے بیع کے حرام ہونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن بیع حرام ہونے کا حکم اذان سے ہوتا ہے یا وقت سے ہوتا ہے؟ اگر اذان سے ہوتا ہے تو اذان اول سے ہوتا ہے یا اذان ثانی سے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے دن اذان اول کے بعد کسی قسم کی بیع کرنا سعی الی الجمعد میں نخل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے مدار اذان اول سے وقت نہیں۔

”وكره تحريما مع الصحة اشار الى وجه تاخير المكروه عن الفاسد مع اشتراكهما في حكم المنع الشرعى والاثم وذلك انه دونه من حيث صحته وعدم فساده لان النهى باعتبار معنى مجاور للبيع لافى صلبه ولا فى شرائط صحته ومثل هذا النهى لا يوجب الفساد بل الكراهية ثم قال قوله عند الاذان الاول وهو الذى يجب السعى عنده“..... (الدر مع الرد: ۱۳۷/۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر (۳۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علماء عظام شرع متین اس مسئلہ میں

کہ ایک گاؤں میں آبادی دو ہزار اور نمازی پانچ سو ہیں اور آڑھت کی دکان، کریا نہ سٹور، فرنیچر کی دکان ہے اس طرح ٹریکٹر، موٹر سائیکلیں کاریں بھی ہیں اور دوسرے گاؤں سے لوگ بیع و شراء کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیزیں منٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟ کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بیذا تو جروا،

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مہر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئلہ میں یہ نہ مہر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة كبرى فيها سلك و اسواق ولها رساتيق وفيها
وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمة وعلمه او علم غيره والناس
يرجعون اليه فى الحوادث قال فى البدائع وهو الاصح وتبعه الشارح وهو
اخص ما فى المختصر“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

”وعبارة القهستاني تقع فرضا فى القصبات القرى الكبيرة التى فيها اسواق
الى قوله وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض
ومنبر وخطيب كما فى المضممرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النقل

بالجماعة الاثرى ان فى الجوهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر“

.....(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

۴۴ جواز جمع پر ایک شبہ کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری بستی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے، ہم اس میں دوبارہ جمعہ جاری کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں،

ان چھوٹی بستیوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مصر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا ہے کہ ”مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ..... من المکلفین بہا“ تک لے آئے، حالانکہ یہ تعریف بہت سارے قری پر صادق آتی ہے پس نماز جمعہ کی اہمیت اور مصالحِ ہمہ عالیہ اسلامیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ ترک نہ کیا جائے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے ضمن میں ہو، (کفایت المفتی: ۲/۲۰۳)

لہذا کیا اس فتویٰ کے مطابق جواز کی صورت مذکورہ فی السوال گاؤں و دیہات میں نکل سکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء کرام نے جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے مصر جامع کی شرط لگائی ہے اور صورت مذکورہ بالا میں مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ درست نہیں ہے، نیز ”مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ“ والی عبارت علامہ صاحب کبیری کی عبارت سے منقوض ہے۔

”حتى التعريف الذى اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرها وهو ما لو اجتمع اهلہ فى اكبر مساجدہ لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل فيها يسع اهلہ وزيادة“..... (حلبی کبیری: ۲/۴۷۳، ۲/۴۷۴)

”عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها مسابغ وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (حلبی کبیری: ۲/۴۷۴)

”و اولی الحدود ماروی عن ابی حنفیة کل بلنة فیہا سکک

واسواق“..... (فیض الباری: ۲/۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین سو گھر والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں گزشتہ کئی سالوں سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہے لیکن اب بعض علماء نے مخالفت کی ہے اور عدم جواز جمعہ کے قائل ہو گئے ہیں علماء میں شدید اختلاف ہے بعض وجوب کے قائل اور بعض جو ابھی تک جمعہ پڑھتے رہے ہیں عدم جواز کے قائل ہو گئے ہیں، گاؤں کی تفصیل کچھ یوں ہے،

گاؤں میں تین سو گھر ہیں، تیس دکانیں ہیں جن میں تین میڈیکل سٹور ہیں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک شفا خانہ حیوانات ہے، ۱۰ مساجد ہیں، ایک اسلامی مدرسہ ہے نین کا اور ایک بنات کا ہے، پرائمری مڈل گرلز سکول بھی ہے، ضروریات زندگی میسر ہیں، موچی، لوہار، حجام موجود ہیں، ٹریفک کا نظام بھی ہے، مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر ناجائز ہے تو جو پڑھ چکے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ ظہر کی نماز لوٹانی ہے یا نہیں؟

(۳) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اب بند کرنے میں فساد کا خطرہ ہے اس سلسلے میں راہنمائی فرمائیں۔

نیز مصر اور قریہ کبیرہ کی آسان سے آسان الفاظ میں تعریف فرمائیں جو کہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے،

تاکہ عوام کو سمجھ آسکے، اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بالا گاؤں میں قریہ صغیرہ ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التي

فیہا اسواق“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض

وممبر وخطیب کذا فی المضمرة“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

اس سے پہلے جتنے جمعہ پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ ظہر کی قضاء لازم ہے۔

”الاتری ان فی الجواہر لوصولوا فی القرى لزمہم اداء

الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

مصر جامع اور قریہ کبیرہ وہ ہے جس جگہ بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرجع ہو یا قاضی یا خطیب

اور والی ہو اور لوگ حوادث اور معاملات حل کرنے کے لیے اس جگہ رجوع کرتے ہوں۔

”عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق

ولہا رساتیق وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ

او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا

وهو الاصح“..... (حلی کبیری: ۴۷۴، بدائع الصنائع: ۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے جواز جمعہ پر استدلال کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو دس مکانات پر

مشتمل ہے گاؤں میں تقریباً تین مساجد ہیں ایک غیر آباد ہے باقی دو مساجد آباد ہیں ہمارے محلہ کی مسجد میں لوگوں کے

مشورہ سے حافظ صاحب نے بغیر کسی مفتی سے فتویٰ لینے کے جمعہ شروع کر دیا جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف

دوکانیں ہیں بازار ہمارے گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے، اس پہلے گاؤں کے کچھ لوگ دوسرے

بازار جا کر جمعہ ادا کرتے ہیں نمازیوں کی تعداد تقریباً پچاس تک ہو جاتی ہے لیکن کچھ اپنے علماء کرام کے مشورہ سے آپ

کو خط لکھ رہا ہوں جب کہ ان کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، جب جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تو جو لوگ جمعہ

ادا کرتے ہیں ان کی نماز ظہر رہ جاتی ہے، ان کا گناہ جمعہ شروع کرانے والوں پر ہوگا، جب لوگوں سے کہا گیا کہ اس جگہ

جمعہ نہیں ہوتا تو وہ کہتے ہیں کہ جدھر عیدین پڑھی جاسکتی ہیں ادھر جمعہ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

تفصیل سے وضاحت فرمائیں اور فتویٰ جاری کر دیں جامعہ کی مہر ضرور لگا کر بھیجیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی

الجواب باسم الملك الوهاب

جواز جمعہ کے لیے مصر یا نیا مصر یا ایسا قریہ کبیرہ کہ جس میں بازار دکائیں وغیرہ ہوں اور وہ جگہ ایسی ہو کہ آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو شرط ہے، اور مذکورہ بالا گاؤں میں یہ شرائط مفقود ہیں لہذا اس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وفی القہستانی تائید لمتن وعبارة القہستانی تقع فرضافی القصات والقری الكبيرة التي فیها اسواق“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”وفیما ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة التي ليس فیها قاض ومنبر وخطيب“..... (رد المحتار: ۱..... ۵۹۰)

اور گاؤں والوں کا یہ کہنا کہ جہاں عید ہو جاتی ہے وہاں جمعہ بھی ادا کر سکتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ جو شرائط جمعہ کی ہیں وہی عید کی بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ عید کا خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے۔

”تجب صلوتہما علی من تجب علیہ الجمعة بشرانہا سوی الخطبة فانہا سنة بعدها“..... (رد المحتار: ۱/ ۲۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی نماز جمعہ میں شرکت کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے قریب پروے والے گھر میں عورتیں جمع ہو جائیں اور جمعہ المبارک کی نماز امام کے پیچھے ادا کرتی ہوں جبکہ امام کی آواز بذریعہ لوڈ سپیکر ان تک صحیح پہنچتی ہو اور اس وقت میں کوئی غیر آدمی موجود نہیں ہوتا کیا ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ عورتوں کا نماز جمعہ المبارک مرد کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کا جمعہ کے لیے آنا ممنوع ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ فتنہ فساد کا بہت خطرہ ہے اور اگر اتصال صفوف پایا جائے اور امام کی حالت معلوم ہوتی ہو چاہے کسی ذریعہ سے ہو جیسے سپیکر یا مکبر یا کھڑکی وغیرہ سے تو جمعہ ہو جائے گا اور اگر اتصال صفوف نہ پایا جائے یا امام کی حالت معلوم نہ ہوتی ہو تو اقتداء ہی درست نہ ہوگی۔

” (ویکرہ حضورہن الجماعة) ولولجمعة وعیدو وعظ (مطلقاً)
 ولوعجوز الیلا (علی المذهب) المفتی بہ لفساد الزمان قال ابن عابدین
 اى مذهب المتأخرین“..... (الدر المختار: ۱/۳۱۸)
 ”ولوقام علی دکان خارج المسجد متصل بالمسجد بعجوز الاقتداء لكن
 بشرط اتصال الصفوف کذا فی الخلاصة“..... (الهنديّة: ۱/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”التعمیر فی التعمیر“ یعنی گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں مفصل فتویٰ:

مسئلہ نمبر (۳۹۴): شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں جمعہ کی شرعی صورت کیا ہے؟ اگر کسی گاؤں میں ایک عرصہ سے
 جمعہ ہو رہا ہو کیا اسے ختم کر دینا چاہیے؟ کسی گاؤں میں جمعہ کا آغاز کرنا کیسا ہے؟ اور اگر غلط عقیدہ کے لوگوں کا جمعہ
 ہو رہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے جمعہ کا اجراء کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس بات پر ائمہ احناف متفق ہیں کہ ”مصر جامع“ نماز جمعہ کے لیے شرط ہے۔ واضح رہے کہ ”مصر“
 اور ”مصر جامع“ میں فرق ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”واعلم أن القرية والمصر من الأشياء العرفية التي لا تكاد تنضب بحال
 وان نص ولداترك الفقهاء تعريف المصر على العرف كما ذكره في البدائع
 وانما توجهوا الى تحديد المصر الجامع فهذه الحدود كلها بعد كونها مصر افان
 المصر الجامع أخص من مطلق المصر فقد يتحقق المصر ولا يكون
 جامعاً وأرى في عبارة المتقدمين انهم اذا يذكرون الاختلاف
 في حدود المصر يجعلونه في الجامع ويقولون اختلفوا في المصر الجامع فهذه
 الحدود كلها بعد كونها مصر افان المصر الجامع فتنبهت منه انهم
 لا يعنون به تعريف مطلق المصر والناس لما لم يدر كوا امرهم طعنوا في تلك
 الحدود“..... (فيض الباري: ۲/۳۲۹)

ترجمہ: جان لو کہ قریہ (دیہات) اور مصر (شہر) ان اشیاء عرفیہ میں سے ہیں، جن کا انضباط کسی حال میں بھی کرنا (آسان) نہیں، اگرچہ اس کی طلب میں اصرار کیا جائے اور اسی وجہ سے فقہاء نے مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی ہے اور ”مصر جامع“ مطلق مصر سے خاص ہے۔ پس کبھی مطلق مصر متحقق ہوگا اور مصر جامع نہیں ہوگا اور تو نے متقدمین کی عبارت میں یہ دیکھ لیا کہ جب وہ مصر کی تعریف میں اختلاف ذکر کرتے ہیں تو اس کو مصر جامع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں جب فقہاء کرام کا ”مصر جامع“ میں اختلاف ہے، پس مجھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے مطلق مصر مراد نہیں لیتے اور جو لوگ جب فقہائے کرام کے اس امر کا اور اک نہ کر سکے تو تعریفات پر اعتراضات کرنے لگے۔ اہ (فیض الباری: ۲/۲۳۹)

اس کی تائید کے لیے مشہور فقہاء کرام کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

”وظاهر المذہب فی بیان حد المصر الجامع ان یکون فیہ سلطان

اوقاض“..... (المبسوط للسرخسی: ۲/۳۸)

”والمصر الجامع کل موضع له امیر“..... (الہدایۃ: ۱/۱۷۷)

”ثم لا بد من معرفة حد المصر الجامع ومعرفة ما هو من توابعه“..... (بدائع

الصنائع: ۱/۵۸۳)

وفی حد المصر الجامع اقوال..... الخ (خلاصۃ الفتاوی: ۱/۲۰۷)

”مصر جامع“ کی تعریف میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم یا قاضی موجود ہوں۔ (مبسوط)

”مصر جامع“ ہر وہ جگہ ہے جس کا کوئی امیر ہو..... (ہدایہ) مصر جامع کی تعریف اور ان کے توابع کی معرفت ضروری

ہے۔ (بدائع) مصر جامع کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ (خلاصۃ الفتاوی)

ان عبارات میں مصر کی تعریف کے دوران اس کے ساتھ لفظ ”جامع“ کی قید بڑھا کر یہ واضح کر دیا

کہ انہوں نے مطلق مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی۔ ”مصر جامع“ کی تعریف عرف پر نہیں چھوڑی بلکہ خود اس کی

تعریف کی ہے۔ لہذا ”مصر جامع“ کی مختلف تعریفات میں سے اسی تعریف پر عمل جائز ہے۔ جس کو اصحاب ترجیح نے

اصول ترجیح کے مطابق راجح قرار دیا ہو، قول مرجوح پر عمل جائز نہیں۔

”وان الحکم والفتیۃ بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع وان الحکم

الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل

اتفاقا وهو المختار فی المذہب.“

مرجوح قول پر فتویٰ اور فیصلہ کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے اسی طرح مختلف مذاہب میں تلفیق کر کے فیصلہ کرنا اجماع کی وجہ سے باطل ہے اور تقلید کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے یہی ہمارے مذہب میں مختار قول ہے۔

اس پر علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”قال العلامة الشربنالی فی رسالته العقد الفریدی فی جواز التقليد مقتضى
مذهب الشافعی كما قاله السبکی منع العمل بالقول المرجوح فی القضاء
والافشاء دون العمل لنفسه ومذهب الحنفیة المنع عن المرجوح حتی لنفسه
لکون المرجوح صار منسوخاً“..... (رد المحتار: ۱/۵۵)

ترجمہ: ”علامہ شربنالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ”العقد الفریدی جواز التقليد“ میں شواہح کے مذہب کے پس منظر میں فرمایا کہ افتاء و قضاء میں مرجوح قول پر عمل کرنا منع ہے، البتہ از خود اس پر عمل کر سکتا ہے، جیسا کہ (تاج الدین) سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا، جبکہ احناف کے نزدیک از خود بھی مرجوح قول پر عمل کرنا منع ہے، کیونکہ مرجوح قول منسوخ شمار ہوتا ہے“

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ قول مرجوح پر عمل جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اب یہ معلوم

کرنا ضروری ہے کہ ”مصر جامع“ کی تعریفات کیا ہیں اور ان میں سے راجح کوئی تعریف ہے؟

”ثم لا بد من معرفة حد المصر الجامع ومعرفة ما هو من توابعه اما المصر الجامع
فقد اختلف الاقوال في تحديده ذكر الكرخي ان المصر الجامع ما اقيمت فيه
الحدود ونفذت فيه الاحكام وعن ابي يوسف روايات في الاملاء كل مصرفيه
منبر وقاض ينفذ الاحكام ويقوم الحدود فهو مصر جامع تجب على اهله الجمعة
وفي رواية قال اذا اجتمع في قرية من لا يسعهم مسجد واحد بنى لهم الامام
جامعا ونصب لهم من يصلي بهم الجمعة وفي رواية لو كان في القرية عشرة
آلاف او اكثر امرتهم باقامة الجمعة فيها وقال بعض اصحابنا المصر الجامع
ما يتعش فيه كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى
الانتقال الى حرفة اخرى وعن ابي عبد الله البلخي انه قال احسن ما قيل فيه
اذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا

الى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة وقال سفيان الثوري
المصر الجامع ما يعده الناس مصر عند ذكر الامصار المطلقة وسئل ابو القاسم
الصفار عن حد المصر الذي تجوز فيه الجمعة فقال ان تكون لهم منعة لوجاء
هم عدو قلدروا على دفعه فحينئذ جاز ان يمصر وتمصره ان ينصب فيه الحاكم
عدل يجرى فيه حكما من الاحكام وهو ان يتقدم اليه خصمان فيحكم
بينهما وروى عن ابى حنيفة ان بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق
وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح..... (بدائع الصنائع: ۵۸۴)

ترجمہ: پھر ”مصر جامع“ کی تعریف اور اس کے توابع کی پہچان ضروری ہے۔ ”مصر جامع“ کی تعریف میں اقوال مختلف ہیں، امام کرفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: کہ ”مصر جامع“ وہ ہے جس میں حدود قائم ہوں اور احکام نافذ ہوں۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کئی روایات ہیں۔ امالی میں ہے کہ ہر ایسا شہر جس میں منبر اور قاضی ہو جو احکام کو نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو، پس یہ مصر جامع ہے اور اس کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہے اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ جب ایک بستی میں اتنے لوگ جمع ہوں جو اس علاقہ کے بڑی مسجد میں نہ آسکتے ہوں، تو امام (امیر) ان کے لیے جامع مسجد بنالے گا اور ان کے لیے خطیب مقرر کر دے گا، جو ان کو جمعہ پڑھائے گا اور ایک روایت میں ہے اگر بستی میں دس ہزار یا اس سے زیادہ افراد ہوں تو میں اس میں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے دوں گا اور ہمارے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ ”مصر جامع“ وہ ہے کہ ہر ہنرمند اپنے ہنر پر ایک سال سے دوسرے سال تک گزارہ کر سکے اور کسی اور ہنر کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت نہ پڑے، ابو عبد اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو کچھ ”مصر جامع“ کے متعلق کہا گیا ہے، اس میں احسن یہ ہے کہ ان کی حالت یہ ہو کہ اگر ان کی مساجد میں سے سب سے بڑی مسجد میں وہ لوگ جمع ہوں تو ان کو نہ سما سکتی ہو اور جامع مسجد بنانے کی ضرورت پڑے تو یہ ایسا شہر ہے جس میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ سفيان ثوري رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مصر جامع“ وہ ہے کہ جس کو لوگ شہروں کو گنتے وقت شہر شمار کرتے ہوں۔ ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شہر کے متعلق پوچھا گیا جس میں جمعہ جائز ہو تو فرمایا کہ جن علاقوں کو ایسی حفاظتی قوت حاصل ہو کہ اگر دشمن (کافر) ان پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے دفاع پر قادر ہوں تو اس وقت مصر (جامع) بنانا جائز ہے اور اس کا مصر بنانا یہ ہے کہ اس میں حاکم عدل قائم کر دے باقی طور کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کر دے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ وہ بڑی بستی ہے جس

میں شاہراہیں اور بازار ہوں اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کے لیے ظالم سے اپنے رعب و دبدبہ اور اپنے علم یا دوسرے کے علم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو، اور لوگ اس کی طرف حوادث اور ورطیش مسائل میں رجوع کرتے ہوں اور یہ تعریف سب سے زیادہ صحیح ہے۔

اس عبارت سے تین چیزیں وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئیں:

(۱) "ثم لا بد من معرفة حد المصر الجامع" سے معلوم ہوا کہ مصر جامع کی تعریف ضروری ہے، عوام یا عرف عام پر چھوڑنا صحیح نہیں، (۲) مصر جامع کی تمام مشہور تعریفیں معلوم ہوئیں۔ (۳) آخر میں وہو الاصح سے قول راجح متعین فرمایا، جس کو علامہ انور شاہ کشمیری نے مصر جامع کی تعریفات میں سے اولی الحدود قرار دیا ہے:-

"و اولی الحدود ماروی عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ کل بلدة فیہا سکنک

واسواق ولہاز ساتیق"..... (فیض الباری: ۲/۳۳۰)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس تعریف کو بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی اس طرح ظاہر الروایۃ

یعنی "کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود" کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

"قال فی شرح المنیة والحدود الصحیح ما اختاره صاحب الہدایة انه الذی له

امیر وقاض"..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

نیز بعض فقہاء کرام نے امام ابو یوسف کی اس روایت

"انه ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم للصلوات الخمس لم یسمعہم

کو بھی ترجیح دی ہے۔

"وقال ابو شجاع هذا احسن ما قبل فیہ وفی الولوالجیة وهو صحیح بحر وعلیہ

مشی فی الوقایة و متن المختار و شرحہ و قدمہ فی متن الدر علی القول

الاخر و ظاہرہ ترجیحہ و ایده صدر الشریعة بقولہ لظہور التوانی فی احکام

الشرع سیما فی اقامة الحدود فی الامصار"..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

اب ہمیں ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل ہے)

میں سے عمل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان تین اقوال میں سے پہلے دو قول تو حقیقت اور مصداق کے لحاظ سے ایک ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم

ہو رہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

”قال فی شرح المنیة والحد الصحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض یتفذل الاحکام ویقیم الحدود تنزیف صدر الشریعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم بظهور التوانی فی الاحکام مزیف فان المراد القدرة علی اقامتها علی ما صرح به فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فی ما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه. الا ان صاحب الهدایة ترک ذکر سکک والرساتیق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شأنه القدرة علی تنفيذ الاحکام واقامة الحدود لا یشکلون الا فی بلد کذلک. اه“

..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰، فیض الباری: ۲/۳۳۰)

ترجمہ: شرح المنیہ میں فرمایا کہ ”مصر جامع“ کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو صاحب ”ہدایہ“ نے اختیار کیا ہے کہ جس شہر کا امیر اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ اور حدود کو نافذ کرے وہی ”مصر جامع“ ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تفسیر کی چنانچہ اس نے احکام میں کوتاہی کے باعث سابقہ تعریف کو اختیار کیا جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ اقامت حدود سے مراد اس کے اقامت پر قدرت رکھنا ہے جس کی تصریح ”تحفہ“ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ ”مصر جامع“ اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں شاہراہیں، بازاریں اور اس کے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے رعب و بدبے اور علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، البتہ (صاحب ہدایہ) نے سلگ اور رساتیق کو ذکر نہیں کیا کیونکہ غالب طور پر ایسا قاضی یا امیر جو احکام کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو ایسے ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ تعارض صرف دو اقوال میں ہے ایک ظاہر الرویہ جو اکثر متون نے ”لہ امیر و قاض.....“ کی عبارت سے ذکر فرمایا ہے جس کو صاحب ”تحفہ“ نے معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، دوسری وہ روایت جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ”اکبر مساجدہ“ کے عنوان سے منقول اور مشہور ہے اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ”فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل

بما وافق المتن اولی. اه..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۳)

ترجمہ: ”بحر“ کے باب ”قضاء الفوائت“ میں ہے کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں باہم اختلاف ہو جائے تو متون کے موافق قول پر عمل کرنا بہتر ہے۔

البحر الرائق کے قضاء الفوائت میں ہے، کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف واقع ہو تو اس قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے، جو متون کے موافق ہو۔

(۲) ”و کذا لا تخیر لو کان احدهما قول الامام والاخر قول غیره لانه اذا تعارض

التصحيحان تساقط افرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام بل فی شهادات

الفتاوى الخيرية المقرر عندنا انه لا يفتى ويعمل الا بقول الامام الاعظم

ولا يعدل عنه الى قولهما لانه صاحب المذهب والامام مقدم..... (رد

المحتار: ۱/۵۳)

اور اسی طرح اختیار نہیں کیا جاسکتا اگر دونوں میں سے ایک امام (ابوضیف رحمۃ اللہ علیہ) کا ہو اور دوسرا غیر کا

ہو، کیونکہ جب دو تصحیح متعارض ہو گئیں تو دونوں ساقط ہو گئیں اور ہم نے اصل کی طرف رجوع کر لیا اور وہ قول امام کو مقدم

کرنا ہے بلکہ فتاویٰ اخیر یہ کی شہادات میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقرر ہے کہ نہ فتویٰ دیا جائے گا اور نہ عمل کیا جائے

گا مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اور اس سے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہے۔

(۳) ”و کذا لو کان احدهما ظاهر الرواية وبه صرح في كتاب الرضا

من البحر حيث قال الفتوى اذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية وفيه

من باب المصرف اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية

والرجوع اليها. اه..... (رد المحتار: ۱/۵۳)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک ظاہر الروایہ ہو اور اس پر صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الرضا

میں تصریح کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ میں جب اختلاف ہو جائے تو ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوگی اور اسی بحر کے

باب المصرف میں ہے کہ جب تصحیح مختلف ہو جاتی ہے تو ظاہر الروایہ کی تلاش اور اسکی طرف رجوع واجب ہے۔

مذکورہ تینوں اصول ترجیح کے لحاظ سے ظاہر الروایہ پر عمل کرنا ضروری ہے، نیز محقق حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے

”اکبر مساجدہ“ کی تعریف پر نقض وارد کر کے رد کر دیا ہے کہ اس سے حرمین شریفین قرئی میں شامل ہو جائیں گے جبکہ چھوٹے چھوٹے دیہات مصر بن جائیں گے۔ (غنیۃ المستملی: ۱۱۱/۵)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

کہ ہندوستان میں جمعان جگہوں میں جائز ہے جہاں حاکم مجاز رہتا ہو، کسی ایسی ہستی میں جہاں کوئی حاکم مجاز نہ ہو جو صحیح نہیں اور نہ وہاں کے باشندوں پر جو فرض ہے۔ (کفایت الحشتی: ۱۸۰/۳)

یہ توفیقی لحاظ سے اس مسئلہ کی تحقیق تھی، واضح رہے کہ حدیث کے لحاظ سے بھی حنفی مسلک اس مسئلہ میں بہت مضبوط ہے صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

”قالت كان الناس يفتنون الجمعة من منازلهم والعوالي

الحديث“..... (البخاری: ۱۲۳/۱)

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ لوگ باری باری اپنے گھروں اور مدینہ کے اطراف بلند دیہات (جو تین، چار میل فاصلہ پر واقع تھیں) سے جمعہ میں آیا کرتے تھے، محدث العصر علامہ بنوری نور اللہ مرقدہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ای یأتون نوبة فنبوة تحضر طائفة في جمعة وطائفة اخرى في جمعة اخرى فهذا يفيدينا في عدم اقامة الجمعة في القرى وقد اوضحه مولانا رشيد احمد الكنكوهي في رسالته اوثق العرى في تحقيق الجمعة في القرى وابسطه منه في ”احسن القرى“ للشيخ محمود حسن الديوبندي واصله من البدر العيني في العمدة“..... (۳۲۶/۳)

”والفتح فقال اردا على كلام القرطبي: لانه لو كان واجبا على اهل العوالي ماتوا وبوا لو كانوا يحضرون ايضا“..... (۳۲۶/۳)

”وزاد الشيخ المحدث الكنكوهي بان الحافظ ابن حجر لو انصف مزيدا وامن نظره لقال ان الجمعة ماتصح اقامتها في القرى والافكيف يستقيم ان يرضى البقية من الصحابة الذين لم يحضروا مسجد رسول الله ﷺ ان يتخلقوا عن اقامة الجمعة التي قد حدث الشارع على فضائلها ورغب اليه الناس وفيها من انواع البركات والاجور وانه ﷺ قد اوعده تارك الجمعة وعيد اشديد في احاديث وهم كانوا احرص الناس على الخيرات وأرغبهم في

الحسنات والزم الناس للطاعات وامور البر واترك الناس للمنكرات والمعاصي ثم هو عليه السلام كان ارحم الناس في ارشاد الصحابة الى امثال هذه الفضائل والتنبيه على تقصير صدر عنهم في مثل هذه المهمات والحوالي اقرب موضع المدينة فتحضر طائفة الى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وتتخلف اخرون ثم لا يقيمون الجمعة في مسجدهم بقاء وهو صلى الله عليه وسلم يعلم كل ذلك ثم لا يأمرهم بمعروف ولا ينهاهم عن منكر فهذا أوضح دليل واقرى حجة على ان الجمعة ما كانت تلزمهم في تلك القرى الصغيرة والاما كانت نفوت بقتهم في العوالي وانما كانوا يحضرون الجمعة مناوبة لكي يتفقوا في الدين ويتعلموا مسائل الشرع المبين. اه..... (معارف السنن: ۳/۳۳۶، ۳۳۷)

یعنی باری باری آتے تھے ایک جماعت ایک جمعہ کو اور دوسری جماعت دوسرے جمعہ کو پس ہمیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بتلانا ہے کہ دیہات میں جمعہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ”اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القرى“ میں اس بات کی وضاحت کی ہے اور حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احسن القرى“ میں اس سے بھی زیادہ تفصیل کی ہے اور اس کی اصل حافظ بدرالدین یعنی رحمۃ اللہ علیہ کی عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری سے ماخوذ ہے، جہاں انہوں نے قرطبی کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر جمعہ بالائی بستیوں پر واجب ہوتا تو وہ باری باری سے نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے، حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انصاف اور دقیق نظر سے کام لیا ہوتا تو وہ ضرور کہہ دیتے کہ دیہات میں جمعہ قائم کرنا صحیح نہیں ورنہ کیسے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم جو مسجد نبوی میں حاضر نہ تھے؟ جمعہ سے رہ جانے پر راضی ہوتے۔ جس کے فضائل کی تحصیل پر شریعت نے ابھارا ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دی ہے اور اس میں قسمائتم کی برکات اور اجور ہیں اور تارک جمعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے اندر شہید و عید سنائی ہے۔ اور وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسرے لوگوں سے بھلائیوں پر زیادہ تریس اور نیکیوں کے شوقین تھے اور دیگر لوگوں سے اطاعت اور امور خیر سے زیادہ چھٹنے والے تھے اور منکرات و معاصی کو بہت چھوڑنے والے تھے پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضائل کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی کرنے اور ایسے اہم امور میں کوتاہی پر تنقید کرنے کے بارے میں ارحم الناس تھے اور عوالی مدینہ منورہ کے قریب ترین جگہ تھی، پس کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حاضر ہوتے اور کچھ لوگ وہاں بیچھے رہ جاتے اور پھر مسجد بقاء میں بھی جمعہ قائم نہیں کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

سب کچھ معلوم تھا، پھر بھی ان کو امر بالمعروف نہ کرتے اور منکر سے منع نہ فرماتے، پس یہ واضح دلیل اور قوی ترجمت ہے، اس بات پر کہ ان چھوٹی بستیوں میں جمعہ لازم نہ تھا اور نہ عوامی میں پیچھے رہنے والوں سے جمعہ فوت نہ ہوتا اور وہ باری باری اس لیے حاضر ہوتے تھے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں اور شرع عظیمین کے مسائل سیکھ لیں۔

نماز جمعہ بالا جماع فرض ہے اب اگر قری میں جمعہ کی نماز صحیح ہوتی تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی رو سے مدینہ میں نہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تارک الفرض اور سید الانبیاء ﷺ اس منکر پر خاموشی اختیار کرنے والوں میں سے ہوں گے، جو نقل و عقل کے خلاف ہے، مجھے اس دور کے ان عوام اور علماء کرام پر تعجب ہے جو 'جمعہ فی القری' پر مصر ہیں کیا یہ عوام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ عمل کے عاشق ہیں؟ یا اس دور کے علمائے کرام، سید الانبیاء ﷺ سے زیادہ تبلیغ کے عاشق ہیں؟ اگر نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو کیوں ایک فرض قطعی (نماز ظہر) کو ضعیف روایات کا سہارا لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فیانلو قامة لضیمة الفضاقة۔

مزید برآں خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی جو مصنف عبدالرزاق میں صحیح سند سے مروی ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر ایہ میں اس کو تسلیم کر لیا ہے کہ "لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع" ان کے اس قول نے جمعہ فی القری کے عدم جواز پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی میں نفی اور اثبات کے درمیان حصر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ پر "مصر جامع" کی تعریف صادق نہ ہو وہاں نماز جمعہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ "قصبہ" اور "قریہ کبیرہ" "مصر جامع" سے کوئی مقابلاً چیز نہیں بلکہ مصر جامع کی ایک نوع ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی عبارات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔

"وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واذا الجماعة لان هذا مجتهد فیہ فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارۃ الی انه لان جوفی الصغیرة التی لیس فیہا قاض
ومبر وخطیب کما فی المضمرة. اه"..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

عبارات مذکورہ سے منصف مزاج عالم دین بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ مصر جامع ہی کی ایک نوع ہے، لہذا جو حضرات "قریہ کبیرہ" کا سہارا لے کر ایسے دیہات میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں جہاں نہ حاکم مجاز ہے اور نہ بازار ہیں، فقہ حنفی کے لحاظ سے صحیح نہیں۔۔۔ واضح رہے کہ "مصر جامع" جو بجمعہ اور صحت جمعہ دونوں کے لیے شرط ہے، لہذا جہاں اور جس بستی پر "مصر جامع" کی مفہمی بہ تعریف صادق نہ آئی ہو وہاں جمعہ پڑھنا گناہ ہے بلکہ کئی گنا ہوں پر مشتمل ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

”اور جمعہ (فی القری) پڑھنے سے اپنے مذہب سے چند مکروہات (اور حرام) کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے، اول نفل کی جماعت..... دوم نوافل نہار میں..... سوم غیر لازم کا التزام..... چہارم ترک جماعت فرض ظہر..... پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے۔ پس یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز ہو جائے گا۔“ (امداد الفتاوی: ۴۱/۱)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القري التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

ترجمہ: ”مصر جامع“ ہمارے اصحاب کے نزدیک جمعہ کے وجوب اور اس کی صحت کی ادائیگی کے لیے شرط ہے چنانچہ جمعہ صرف شہروں والوں اور جو اس کے توابع اور متصل علاقوں میں رہتے ہوں ان پر واجب ہے اسی طرح جمعہ کی ادائیگی صرف ”مصر“ اور اس کے توابع میں صحیح ہے لہذا ان گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں جو ”مصر“ کے توابع میں سے نہیں اور نہ ہی جمعہ کی ادائیگی وہاں درست ہے۔

”فان صلى الجمعة اهل قرية لا يقال لها مصر شرعا لا يسقط الظاهر عن ذمته وان صلى الظاهر فرادى يعصى بكبيرة لترك الواجب اى جماعة الظاهر باداء جماعة النفل وهذا من قبحة عظيمة اه“..... (عزيز الفتاوى: ۵/۲۸)

پس اگر دیہات والوں نے جمعہ قائم کیا تو اس کو (جمعہ کی وجہ سے) شرعاً ”مصر“ نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط ہوگی اور اگر ظہر کی نماز اکیلے اکیلے پڑھی تو واجب (یعنی جماعت) کے ترک کی وجہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونگے واجب کا ترک جو کہ نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنے کی وجہ سے واقع ہوا ہے یہ بھی بڑی قباحت ہے۔

”وفى القنية صلاة العيد فى القري تکره تحريما اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة اه“..... (ردالمحتار: ۱/۶۱۱)

ترجمہ: ”فقہ“ میں ہے کہ گاؤں یا دیہات میں عید کی نماز قائم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں اپنے آپ کو مشغول کرنا ہے کیونکہ ”مصر“ اس کی صحت کے لیے شرط ہے (قولہ: صلاۃ العید) اور یہی حکم جمعہ کا بھی ہے۔

”والظاهر انه اريد بالكره كراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في

الجواهر لوصول في القرى لزومهم اداء الظهر. اه..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

لہذا ہر ایسی ہستی جہاں شرعاً نماز جمعہ جائز نہیں اور شروع ہو چکی ہو تو اس کا بند کرنا نہایت ضروری ہے۔

اب ان اعذار بارہ کا جائزہ لیتے ہیں، جن کی وجہ سے بعض حنفی ”جمعی القری“ پر مصر ہیں:

(۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غلط عقیدے کے لوگ ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں، لہذا اس کے

مقابلہ کے لیے ہم نے بھی جمعہ شروع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ناجائز کا مقابلہ ناجائز طریقہ سے کوئی دین نہیں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا ہے کہ ایک گاؤں میں جماعت

احمدی (مرزائی) کا بہت زور تھا۔ بندہ نے وہاں اشاعت اسلام کی۔ ایک برس میں وہ تمام اہل گاؤں راہ راست

پر آئے اور سوائے سات، آٹھ آدمیوں کے کہ وہ اس راہ بد پر پختہ ہیں اور مسجد میں ہمارا دخل ہو گیا ہے ان کو جگہ

نہیں دیتے، چونکہ گاؤں مذکورہ میں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتیں صرف بمقابلہ کو دور کرنے کے لیے اگر چند عرصہ

مصلحتاً نماز جمعہ پڑھی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب موصوف جواب تحریر فرماتے ہیں: چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت

نہیں ہے اور جمعہ ادا نہیں ہوتا بلکہ مکروہ ہوتا ہے تو کسی رعایت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض

ظہر کو ترک کرنا لائق نہیں ہے پس ان لوگوں کو دوسرے طریقے سے سمجھا دیجئے اور کبھی بھی مجمع کر کے یا بروز جمعہ مجمع

کر کے ظہر کی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا جائے اور مسائل بتلا دیجئے فقط۔ (عزیز الفتاوی: ۹۵/۵)

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرتے ہیں اس کے متعلق

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور حنفیہ کو ہر مذہب دیگر ائمہ اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے

کہ جس جگہ اور جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام نے فتویٰ غیر کے مذہب پر دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ

نہیں، زوجہ مفقود الخمر کے بارے میں فقہاء حنفیہ نے امام مالک کے مذہب پر فتویٰ دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے

گا، اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں اور جس جگہ تصریح ان حضرات کی نہیں وہاں عمل

نہیں کر سکتے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۴/۵)

اسی فتاویٰ کے ص: ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ

و ظاہر است کہ کسانیکہ نماز جمعہ در دیہات بتقلید شافعیہ ادا کنند و در نماز شگانه و شرائط تعداد و دیگر بر مسلک شافعیہ عمل
نمکنید این را تفسیق میگویند و تفسیق نزد فقہاء باطل است“ پس قول بعض علماء حنفیہ در بارہ جواز صلوٰۃ جمعہ در دیہات
بتقلید شافعی ہرگز صحیح و درست نیست و نماز جمعہ اوشان نزد حنفیہ صحیح نہیں و نہ نزد شافعیہ پر گناہ ترک نماز ظہر و قیام جمعہ
بصورت عدم جواز او بروئے لازم آید۔ اہ

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں بند نہ کیا جائے کیونکہ اس میں فساد کا خطرہ ہے۔
جواباً عرض ہے کہ اس قسم کا قول احناف کے ائمہ مجتہدین، ارباب تخریج، اصحاب تحقیق، اقوال ترجیح میں سے کسی
مستند فقہ کا ہمیں معلوم نہیں ہوا اور چودہویں یا پندرہویں صدی کے مقلد محض مفتی کا قول حجت نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے اس سلسلے میں مجھے پسند آئے ہیں بلقظہ نقل
کرتا ہوں۔

”اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں بند نہ کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ سمجھا دیا جائے اس کے
باوجود کوئی نہیں مانتا تو وہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے مگر خود جمعہ پڑھنا کسی حال میں درست نہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے
کہ اس سے انتشار ہو گا یہ ایک درجہ صحیح ہے کہ لوگوں پر جہل غالب ہے، مگر یہ بھی اس امر کے لیے کافی نہیں کہ اس
بدعت کا خود ارتکاب کیا جائے۔ راقم الحروف اپنے گاؤں میں طالب علمی کے زمانے میں خود جمعہ پڑھاتا تھا،
لیکن مسئلہ کا علم ہوا تو جمعہ بند کر دینے کا اعلان کر دیا، الحمد للہ نہ کوئی مرتد ہوا، نہ کسی نے نماز چھوڑ دی البتہ ایسے بے دین
لوگ جن کو نماز اور مسجد سے کوئی واسطہ نہیں اب بھی نکتہ چینی کرتے ہیں سو ایسے لوگوں کی نکتہ چینیوں سے گھبرا کر شرعی
مسائل کو اگر بدل دیا جائے تو دین اسلام کی شکل ہی مسخ ہو جائے گی۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۸/۲)

خلاصہ یہ کہ جس آبادی پر ”مصر جامع“ کی تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں نماز جمعہ جائز نہیں، خود نہیں پڑھنا
ہے اور دوسروں کو سمجھانا ہے، اگر مان جائیں فیہا، ورنہ لڑائی کا حق آپ کو حاصل نہیں۔

”مصر جامع“ کی مفتی بہ اور راجح تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں شاہراہیں، بازار یا ایسا حاکم ہو جو اپنی
قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکے جس کی مفصل تحقیق پہلے گزر چکی ہے قصبہ اور قریہ کبیرہ ”مصر جامع“
کی ایک نوع ہے اس کی تائید میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر کے مہر تصدیق مثبت
کریں فرماتے ہیں:

یہ مذہب حنفی میں مصرح و متفق علیہ ہے کہ مصر شرکاء جمعہ سے ہے اور اہل فتاویٰ نے قصبات و قریہ کبیرہ کو حکم مصر میں فرمایا ہے:

”کما فی رد المحتار عن القہستانی و تقع فرضا فی القصبات و القرى الکبیرة
التي فیہا اسواق..... لان جوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض و منبر و خطیب
کما فی المضمرات“

رہا یہ کہ مصر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ کی کیا حقیقت ہے، سو مصر کے بارے میں خود صاحب مذہب کا جو قول ہے اس کو علامہ شامی نے تحفہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

”عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة..... وهذا هو الاصح“

اور قریہ کبیرہ کی تعریف اوپر کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے جس کا حاصل لفظ اسواق و قاضی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آبادی مصر کی سی ہو یا اس میں حاکم بھی ہو۔

(امداد الفتاویٰ: ۲۶۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا:

مسئلہ نمبر (۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا جمعہ کا بیان نقاب کر کے کرنا، جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع ہو، یا کسی مجبوری کی بنا پر عورت امامت کروا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جہاں مرد اور عورتیں دونوں ہوں یا صرف مرد ہی ہوں تو امام مرد ہی ہوگا، کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ مردوں کو نماز پڑھائے چاہے وہ جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز، اسی طرح کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ جمعہ کا بیان کرے، اور عورت کا، صرف عورتوں کو امامت کروانا مکروہ ہے۔

”ذکر الامام ابو العباس القرطبی فی کتابہ فی السماع ولا یظن من لافطنة عنده
انا اذا قلنا صوت المرأة عورة انا نريد بذلك كلامها لان ذلك لیس بصحیح
فاننا نجيز الكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عند الحاجة الى ذلك“

ولانجیز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها ما في ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم ومن هذا لم يجز ان تؤذن المرأة“.....(ردالمحتار: ۱/ ۲۹۹)

”وقال في موضع آخر(وقوله لا اقامتها) اي لا اقامة المرأة الجمعة“.....(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۱)

”ولا يجوز الاقتداء بالكافر ولا اقتداء الرجل بالمرأة لان الكافر ليس من اهل الصلوٰۃ والمرأة ليست من اهل امامة الرجال فكانت صلاتها عدما في حق الرجل فانعدم معنى الاقتداء وهو البناء“.....(بدائع الصنائع: ۱/ ۳۵۲)

”(جماعة النساء) اي كره جماعة النساء لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الامام وسط الصف فيكره كالعراة كذا في الهداية وهو يدل على انها كراهة تحريم لان التقلم واجب على الامام للمواظبة من النبي ﷺ وترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للائم“..... (البحر الرائق: ۱/ ۶۱۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بلا عذر جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۳۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی جھگڑے کے پیش نظر جو کہ امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مقتدیوں کے درمیان پیدا ہوا تھا امام صاحب کو برطرف کر دیا گیا اور مسجد کی انتظامیہ اور محلہ دار امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مخالف ہو گئے، لیکن ایک گھر کے دو افراد اور ان کی چھوٹی اولاد امام صاحب کے حامی تھے باقی سب مخالف تھے اور اکثریتی رائے کی بنیاد پر امام صاحب کو برطرف کر کے اب نیا امام لایا گیا، جس پر تمام انتظامیہ اور محلہ دار متفق ہیں لیکن وہ دو افراد جو پہلے امام صاحب کے حامی تھے وہ اب اس نئے امام کے پیچھے نماز جمعہ اور دوسری نمازیں نہیں پڑھتے لیکن جب جمعہ یا دوسری نمازوں کے لیے اذان ہوتی ہے تو وہ لوگ مسجد میں بروقت آ کر بیٹھ جاتے ہیں جب جمعہ یا دوسری نماز کی جماعت کھڑی ہوتی ہے تو وہ اپنی اکیلی اکیلی نماز شروع کر دیتے ہیں حالانکہ دوسری قرہی مسجد میں جو کہ ایک یا دو گلیوں کے فاصلہ پر ہے وہاں جمعہ یا نماز پڑھنے نہیں جاتے

بلکہ وہیں ضد اور عناد کی وجہ سے جمعہ والے دن نماز جمعہ کو چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح دوسری نمازیں بھی پڑھتے ہیں اب ان دو شخصوں کے بارے میں کیا حکم ہے کہ ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے اور بلا عذر نماز جمعہ چھوڑنے کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا، البتہ یہ شخص نماز جمعہ کے بعد مسجد میں پہنچا ہو تو اس کے لیے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں یاد رہے کہ دیگر نمازیں علیحدہ پڑھنے کی صورت میں ادا ہو جائیں گی لیکن ایسے شخص کو تکریر لگائی جائے گی اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

” (وتنعقد) الجمعة (بہم) ای بحضورہم بالطریق الاولى (و حرم لمن لا عذر له صلاة الظهر قبلها) اما بعدها فلا يكره غاية (في يومها بمصر) لكونه سبباً لتفويت الجمعة وهو حرام، قوله (فلا يكره) بل هو فرض عليه لفوات الجمعة قال في البحر فنفس الصلاة غير مكروهة وتفويت الجمعة حرام وهو مؤيد لما قلنا اه يعنى ان الكراهة ليست لذات الصلاة بل لخارج عنها وهو كونها سبباً لتفويت الجمعة بدليل انه لو صلاها بعد فوت الجمعة لم يكره فعلها بعدها بل يجب وقد يقال مراد الغاية عدم الكراهة عند الاشتباه في صحة الجمعة فيكون المراد فعلها بعد صلاته للجمعة لا بعد فوتها تأمل“..... (رد المحتار: ۱/۲۰۳)

”ولو افتتح الصلاة ثم اقيم في مسجده قالوا بانہ يقطع الصلاة ويصلى بالجماعة ما لم يصل اكثر الصلاة ولو افتتح الصلاة في منزله ثم سمع الإقامة في مسجده او في مسجد آخر فانه يتم الصلاة“..... (قاضي خان: ۱/۲۶)

”وقال محمد في الاصل اعلم ان الجماعة سنة مؤكدة لا يرخص الترك فيها الا بعذر مرض او غيره واول هذا الكلام يفيد السنة و آخره يفيد الوجوب وهو الظاهر..... وكذا تسمية ابن مسعود لها سنة المراد وجوبها بالسنة وبدل عليه قوله ولو تركتم سنة نبيكم لضلتم وكذا الاحكام تدل على الوجوب من

ان تارکھامن غیر عذر معذور وترد شہادتہ ویائم الجیران بالسکوت
عنه. او..... (الحلی: ۳۳۸، ۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سومکانات والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مندرجہ ذیل مسئلہ میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں، ایک مقتدی کی حیثیت سے ایسا گاؤں جس میں تقریباً سو گھر ہیں تو ایسے گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وعبارۃ القہستانی و تقع فرضا فی القصات و القرى الكبيرة التي فيها
اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء
المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم
صار مجمعا عليه و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس
فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرة او..... (الدرمع الرد: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ وعیدین کے لیے مسلم حاکم کا حاضر ہونا ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت پاکستان جس میں شرعی قوانین کا نفاذ بھی نہیں لیکن دینی معاملات پر قدغن (روک ٹوک اور ممانعت) بھی نہیں لیکن قیام اعیاد اور جمعہ کے قیام کے لیے حاکم حاضر نہیں ہوتا کیا ایسی حالت میں جمعہ فرض کر کے پڑھا جائے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ نفل کر کے پڑھتے ہیں اس کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز بھی پڑھتے ہیں ایسے طریقے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں قیام جمعہ وعیدین کے لیے حاکم مسلم کا حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ

صراحتاً یا دلالتاً قیام جمعہ وعیدین کے لیے اجازت کا ہونا کافی ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں احتیاطاً ظہر پڑھنا بے محل ہے۔

”انہ لو تعذر الاستئذان من السلطان كما في هذا الزمان من عدم التفات السلاطين لمثل تلك الامور، فاجتمعت الناس على شخص ليصلي بهم جازاً“..... (تقریرات رافعی علی ہامش الرد: ۱/ ۵۹۵)

”فیتمشی علیہ ما یقع فی زماننا هذا من استئذان السلطان فی اقامة الجمعة فیما یستجد من الجوامع، فان اذنه باقامتها فی ذلك الموضع لربه مصحح لاذن رب الجامع لمن یقیمه خطیباً“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گر جاگھر میں جمعہ اور عیدین پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۳۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا گر جاگھروں کو جمعہ، عیدین اور عام نمازوں کی جماعت کے لیے کرایہ پر لینا اور ان مقامات میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں گر جاگھروں میں نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ جب ان کو کرایہ پر لے لیا جائے اور اس میں موجود غیر شرعی اشیاء کو نکال دیا جائے، اور ان گر جاگھروں میں غیر مسلم عبادت کے لیے نہ آتے ہوں تو نماز عیدین، جمعہ بلا کراہت پڑھنا جائز ہے۔

”فی التارخانیة یکره للمسلم الدخول فی البیعة والکنیسة وانما یکره من حیث انه مجمع الشیاطین لامن حیث انه لیس له حق الدخول اه... فاذا حرم الدخول فالصلاة اولی وبه ظهر جهل من یدخلها لاجل الصلاة فیها“..... (رد المحتار: ۱/ ۲۸۰)

”باب الصلاة فی البیعة وقال عمرؓ اننا لاندخل کنائسکم من اجل التماثل التي

فيها الصور وكان ابن عباس "يصلى في البيعة الابعة فيها تماثيل"

.....(البخاری: ۶۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کی مارکیٹ کے ایک کمرے میں نماز جمعہ ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۰۰): السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم نے مارکیٹ میں ایک چھوٹے کمرے کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر نماز جمعہ کروانا جائز ہے یا نہیں جب کہ ہمارے قریب ہی جامع مسجد موجود ہے قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں شہر میں مسجد کے علاوہ مارکیٹ میں مسجد کی جگہ (مصلیٰ) میں نماز جمعہ ادا کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن یہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے کیونکہ شریعت کی منشاء جمعہ سے اظہار عظمت اسلام ہے اور یہ جامع مسجد میں بڑی تعداد سے ادائیگی سے حاصل ہوتی ہے۔

"(وتؤدی فی مصر و احد بمواضع کثیرة) مطلقا علی المذہب و علیہ

الفتویٰ".....(الدر المختار: ۵۹۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ورکشاپ میں نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۴۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان کے ادارے فوج کی ایک ورکشاپ ہے سیکورٹی کے لحاظ سے وہاں اذن عام نہیں ہوتی تاہم مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہیں کرنل صاحب کا ارادہ ہے کہ اس مسجد میں جو مذکورہ ورکشاپ میں واقع ہے جہاں اذن عام نہیں نماز جمعہ کا ارادہ رکھتے ہیں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ شروع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس علاقہ کی دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہو تو اس ورکشاپ میں بھی جمعہ درست ہے، بشرطیکہ اس مسجد کے آس پاس اہل محلہ کو اجازت ہو۔

(والاذن العام) من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی
 فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلق
 لمنع العدو ولا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع
 الانهر معزی بالشرح عیون المذاهب قال وهذا اولی معافی البحر والمنح
 فلیحفظ (قوله او قصره)..... قلت وینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان
 لاتقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلان لا ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان ینبغی ان
 التعلیل تأمل“..... (در مع الرد: ۱/۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے تین کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک فیکٹری ہے جو کے رائیونڈ
 شہر سے ساڑھے تین کلومیٹر دور ہے مانگا روڈ پر نالے کے قریب ہے ہماری فیکٹری میں تقریباً دو سو ورکر کام کرتے
 ہیں جن میں تین کے قریب مستقل فیکٹری میں رہائش پذیر ہیں کچھ لوگ قصور سے روزانہ صبح کام کرنے کے لیے آتے
 ہیں اور شام کو واپس جاتے ہیں اور زیادہ تر لوگ قرب و جوار سے آتے ہیں اور فیکٹری کے پاس ایک چھوٹا سا بازار بھی
 ہے جس میں سبزی گوشت کریا نہ جوتے وغیرہ اور نائی کی دکانیں ہیں اور کچھ ہوٹل بھی اور ہماری فیکٹری کے ایک کمرے
 کی ایک مسجد میں باقاعدہ ابھی امام اور مؤذن نہیں ہے لیکن پانچ وقت جماعت ہوتی ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ جمعہ کی
 نماز پڑھنا چاہتے ہیں برائے مہربانی ہمیں بتائیں کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ ہماری فیکٹری کے قریب
 شمال کی جانب ایک اور مسجد بھی زیر تعمیر ہے، مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں مسئلہ کا حل بتائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ فیکٹری میں نماز جمعہ درست نہیں کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، جبکہ
 جمعہ کی شرائط ذیل عبارت میں موجود ہیں۔

”قوله وظاهر المذهب الخ قال فی شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره
 صاحب الهداية انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وتزیف

صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المتقدم بظهور التواني في الاحكام مزيف بان المراد القدرة على اقامتها على ما صرح به في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السلك والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضي الذي شأنه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك اه..... (الدرمع الرد: ١/٥٩٠)

ترجمہ: شرح المنیہ میں فرمایا کہ ”مصر جامع“ کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو صاحب ”ہدایہ“ نے اختیار کیا ہے کہ جس شہر کا امیر اور قاضی ہو جو احکام شریعیہ اور حدود نافذ کرے وہی ”مصر جامع“ ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تفسیر کی چنانچہ اس نے احکام میں کوتاہی کے باعث سابقہ تعریف کو اختیار کیا جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ اقامت حدود سے مراد اس کے اقامت پر قدرت رکھنا ہے جس کی تصریح ”تحفہ“ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ ”مصر جامع“ اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں گلیاں، بازار اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے رعب و دبدبے اور علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، البتہ صاحب ”ہدایہ“ نے سلك اور رساتيق کو ذکر نہیں کیا کیونکہ غالب طور پر ایسا قاضی یا امیر جو احکام کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو ایسے ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

” (قوله شرط ادائها المصير) اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة لقول علي لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع اوفي مدينة عظيمة رواه ابن ابي شيبة وصححه ابن حزم وكفى بقوله قدوة واماما، واذالم تصح في غير المصير فلا تصح علي غير اهله“..... (البحر الرائق: ٢/٢٣٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

شہر میں جس جگہ پنجگانہ نماز ادا نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ میں ایک دکان مسجد کے نام سے مختص ہوئی، جس میں چار نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور فجر کی نماز نہیں ہوتی لیکن اتوار کو بھی کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی، مارکیٹ کے چاروں اطراف میں بریلوی حضرات کی مسجدوں میں مارکیٹ کے نمازی بھی ان کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اب پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اب جہاں پر پانچ نمازیں پوری نہ ہو رہی ہوں وہاں جمعہ ہو سکتا ہے؟ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے کیونکہ ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، اگرچہ نماز جمعہ زیادہ مسجدوں میں ادا کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جو اظہار عظمت اسلام ہے۔

”قولہ وتؤدی فی مصر و احدہمواضع کثیرة) مطلقا علی المذہب و علیہ

الفتویٰ ۱۰..... (در مختار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۴): ہمارا گاؤں ضلع میانوالی میں ہے جس کی آبادی ساڑھے پانچ سو افراد بڑے چھوٹے مرد و عورت پر مشتمل ہے اور اکیس دکانیں پرچون کی ہیں، جن میں اشیاء خورد و نوش ملتی ہیں، لیکن دکانیں بازار کی شکل میں آنے سامنے نہیں ہیں، تین دکانیں دوائی کی بھی ہیں، جس میں فوری علاج معالجہ ہوتا ہے، اٹھارہ مساجد ہیں ٹیلیفون، ڈاکخانہ کی برانچ ٹریفک کا انتظام موجود ہے، مگر سرکاری ہسپتال اور تھانہ اور امیر قاضی اور بازار نہیں ہے۔ گاؤں کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ پڑھایا جاتا ہے، لیکن ہمارے ہاں بعض مساجد میں جمعہ ہوتا ہے اور ان بعض میں سب سے بڑی مسجد ہماری ہے، یہاں ایک مولوی صاحب اشاعت التوحید والسنہ کا آیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں جمعہ صحیح نہیں، لیکن اب اگر ہم یہاں نہیں پڑھتے تو لوگوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ صغیرہ یعنی دیہات وغیرہ

میں جمعہ جائز نہیں ہے جس گاؤں کا ذکر سوال میں ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ جائز نہیں جن چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھایا جا رہا ہے، وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز کی ادائیگی لازم ہے۔ ان دیگر گاؤں والوں پر بھی جمعہ بند کرنا لازم ہے۔

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اوفي مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدوداه“..... (الهداية: ۱/۱۷۷)

”قوله شرط ادائها (المصر) اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة لقول علي لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع اوفي مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”وعبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا باخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وائدہ شہاب خیل میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں وائدہ شہاب خیل کی کل آبادی تقریباً ستائیس سو ۲۷۰۰ سے اوپر ہے چھوٹے بڑے مرد و عورت کل یہی ہیں کل مساجد بارہ ہیں، پرچون کی دکانیں چوبیس ہیں، کپڑے کی پانچ دکانیں پرچون والوں کے ساتھ ہیں، آنا پانی کی تین مشینیں ہیں، وارنریس ٹیلیفون بھی گاؤں ہذا میں موجود ہے۔ پانی پینے کے لیے ٹیوب ویل گاؤں میں ہے جس سے پندرہ گاؤں کو پانی پہنچانے کے لیے پائپ لائن بچھائی گئی ہے، جس سے پانی پینے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں شفاخانہ حیوانات

اور ڈپنٹری بھی موجود ہے، چار پرائمری سکول اور ایک ہائی سکول بھی ہے جمعہ کے دن میلہ منڈی بھی لگتا ہے، بجلی اور ڈاکخانہ بھی موجود ہے وغیرہ وغیرہ اس گاؤں میں حنفی مذہب کے مطابق نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وانڈہ شہاب خیل میں نماز جمعہ جائز نہیں، مذہب حنفی میں نماز جمعہ کے وجوب کے لیے مصر جامع شرط ہے جسے تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ نے متون، شروح، فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے البتہ مصر جامع کی تعریف میں فقہاء کرام کے بہت سے اقوال ہیں جس میں سے تین اقوال ایسے ہیں جن کو ترجیح دی گئی ہے۔

”وفی حدالمصر أقوال كثيرة اختاروا منها قولين أحدهما ما في المختصر ثانيهما ما عزوه لأبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سلك وأسواق ولها سابق وفيها وائل..... وفي البدائع وهو الأصح..... وعن أبي يوسف أنه إذا ما اجتمعوا في أكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم وعليه فتوى أكثر الفقهاء“..... (البحر الرائق: ۴/۲۳۷، ۲۳۶)

”قوله ولما كان حدالمصر مختلفا فيه على أقوال كثيرة) الفصل في ذلك أن مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه ﷺ إلى اليوم فكل موضع كان مثل أحدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على أحدهما فهو غير معتبر كقولهم هو ما لا يسع أهله أكبر مساجده أو ما يعيش فيه كل محترف بحرفته وغير ذلك (قوله عند أبي حنيفة) صرح به في التحفة عنه ورواه الحسن عنه في كتاب الصلاة كذا في غاية البيان وبه أخذ أبو يوسف وهو ظاهر المذهب كما في الهداية واختار الكرخي والقُدوري وفي العناية وهو ظاهر الرواية وعليه أكثر الفقهاء“..... (طحطاوى: ۵۱۲)

اصول ترجیح کی لحاظ سے فتویٰ ظاہر مذہب پر ہوگا، اور ان تینوں اقوال میں ظاہر الروایہ اور ظاہر مذہب قابل

عمل ہوگا۔

”صرح في كتاب الرضاع من البحر حيث قال الفتوى إذا اختلفت كان الترجيح لظاهر الرواية وفيه من باب المصر إذا اختلف التصحيح وجب

الفحص عن ظاہر الروایة والرجوع إليها وفي المنحة ما عدا ظاهراً الروایة ليس

مذهبناً لأصحابنا..... (رد المحتار: ۱/۵۳)

بخابریں وانندہ شہاب خیل میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرحد کی حفاظت کے لیے متعین سکاؤٹ دستے کا نماز جمعہ ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم افغانستان میں گزریڈ کے دوران سرحد کی حفاظت کے لیے آئے ہیں ہمارا تعلق سکاؤٹ سے ہے ہماری اقامت چاہی ملشیاء ہی میں ہے اس اقامت سے پندرہ دن کی اقامت مراد ہے کہ ہمیشہ کے لیے رہنا مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ہم شہر یا شہر کے ارد گرد مضافات میں پندرہ دن یا اس سے زائد اقامت کریں گے اور سالوں یا مہینوں حدود مصر سے باہر ہیں تو موجودہ نفری نماز جمعہ ادا کرے گی یا نماز ظہر ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے چونکہ مذکورہ جگہ مصر یا فناء مصر یعنی شہر یا حدود شہر میں داخل نہیں ہے، لہذا اس جگہ پر نماز جمعہ جائز نہیں ہے بلکہ نماز ظہر پراکتفا کریں گے باقی جہاں تک مقیم اور مسافر ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر آپ مسافت شرعیہ پر ہیں اور آپ مذکورہ جگہ پر مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی غرض سے رکے ہوئے ہیں، تو اس صورت میں آپ مقیم ہوں گے اور اگر آپ کا یہاں ٹھہرنا پندرہ دن سے کم ہے تو آپ مسافر شمار ہوں گے اور آپ کو قصر نماز پڑھنا ہوگی، اور مسافت شرعیہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وطن اصلی اس جگہ سے ۲۸ میل کے فاصلے پر ہو۔

”قوله شرط ادائها (المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح

فی قرية ولا مفازة لقول علی لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی

الافی مصر جامع اوفی مدینة عظيمة رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم

وكفی بقوله قنوة واماماً، واذالم تصح فی غیر المصر فلانجب علی

غیر اہله..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”ویشترط لصحتها سبعة أشياء الأول المصير... او فناءه“..... (در علی ہامش

الرد: ۱/ ۵۹۰)

”قال شمس الانمة الحلوانی عسکر المسلمین اذا قصدوا موضوعا معهم

اخيبتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية

والفساطيط وعزموا فيها على اقامة خمسة عشر يوما لم يصيروا مقيمين

لانها حمولة وليست بمساكن. كذا في المحيط“..... (الهندية: ۱/ ۱۳۹)

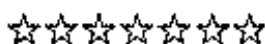
”قال شمس الانمة الحلوانی وهكذا عسکر المؤمنین اذا قصدوا موضوعا معهم

اخيبتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق، ونصبوا الاخبية

والفساطيط، وعزموا فيها على اقامة خمسة عشرة يوما لم يصيروا مقيمين

لما بينا انها حمولة وليست بمساكن“..... (المحيط البرهانی: ۲/ ۳۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



نماز جمعہ کے لیے اقامت کہنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو جائے کیا دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اقامت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی توضیح فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اقامت کہنی چاہیے۔

”روی عن ابی حنیفة فی الجماعة اذا صلوا فی منزل اوفی مسجد بغير اذان

واقامة انهم اساءوا..... وفي الخانية ويكره اداء المكتوبة بالجماعة في

المسجد بغير اذان واقامة اه“..... (التارخانية جديد: ۲/ ۱۵۲)

”والحاصل ان الاذان والاقامة كل منهما سنة في حق اهل المسجد يكره

ترك واحد منهما اذانا واقامة واما غيرهم فلا يكونان سنة مؤكدة“.....

(البحر الرائق: ۱/ ۲۶۲)

”والاقامة كالاذان فيمامر (لكن هي) اى الاقامة وكذا الامامة (افضل منه)
قال العلامة الشامي تحت قوله (لكن هي افضل منه)..... فانها اكد من الاذان
اى لانه يسقط فى مواضع دون الاقامة كما فى حق
المسافرا“..... (رد المحتار: ۱/۲۸۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کے فرض کے بعد چار سنتوں کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۴۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد والی چار سنتیں کس حدیث سے ثابت ہیں؟ نیز یہ مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ ہیں اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمع کے دن جمعہ کی نماز کے بعد چار سنتیں سنت مؤکدہ ہیں اور افضل ہمارے نزدیک چھ ہیں اور سنت مؤکدہ ہیں اور حدیث پاک سے ثابت ہیں۔

”(وسن) مؤكدا (اربع قبل الظهر) واربع قبل (الجمعة) واربع
(بعدها بتسليمة)..... (الدرمع الرد: ۱/۳۹۷)

”(وفى البحر) والدليل..... على الاستئان الاربع بعدها ما فى صحيح مسلم
وعن ابى هريرة مرفوعا ”اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا وفى
رواية ”اذا صليتم بعد الجمعة فصلوا اربعا“ وذكر فى البدائع انه
ظاهر الرواية..... وفى منية المصلى والافضل عندنا ان يصلى اربعا
ركعتين“..... (البحر الرائق: ۲/۸۷)

”وعن عبد الله بن مسعود انه كان يصلى قبل الجمعة اربعا وبعدها
اربعا“..... (الترمذى: ۱/۲۳۰)

”عن عطاء قال رأيت ابن عمر صلى بعد الجمعة ركعتين ثم صلى بعد ذلك
اربعا“..... (ايضا: ۱/۲۳۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار افراد والی آبادی (سیال) میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۹): عرض برائے آگاہی اجراء نماز جمعہ گاؤں سیال۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مذکورہ گاؤں کی حسب ذیل صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے:

(۱) گاؤں مذکورہ کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے گاؤں کے گرد و نواح میں داخلات گاؤں کے حصے ہیں۔

(۲) بنیادی سہولیات زندگی میں سے بجلی پانی چار عدد وکانیں آنا پینے کی چکی اور بچوں اور بچیوں کے علیحدہ علیحدہ سکول بذریعہ سڑک ایبٹ آباد تک باآسانی راستہ موہاگل اور ٹیلیفون کی سہولت موجود ہے؟

(۳) اجراء جمعہ کے نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ گاؤں کے لوگ بنیادی دینی مسائل سے بہرہ ور ہیں اور نماز پنجگانہ سے سستی اور بے پرواہی ہے، اجراء جمعہ کی وجہ سے ان خرابیوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے مذکورہ گاؤں اردگرد کے تمام گاؤں سے بڑا ہے، جب کہ مشرق میں گاؤں کا کوٹ مغرب میں ”گرٹری“ اور شمال میں ”برٹ“ اور جنوب میں ”تلہا“ واقع ہیں مذکورہ تمام دیہاتوں میں عرصہ دراز سے جمعہ کا اجراء ہو چکا ہے۔ آیا اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں سیال میں نماز جمعہ کا اجراء شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہاں شرائط جمعہ مفقود ہیں اور لوگوں کی اصلاح اور ان کو دینی احکام سے آگاہ کرنے کے لیے مسجد کے امام صاحب کو ہفتے میں کوئی دن مقرر کر لینا چاہیے اور اس دن میں لوگوں کو دینی احکام سے آگاہ کرتے رہیں، نیز اگر کوئی شخص جمعہ پڑھنے کا زیادہ شوق رکھتا ہو وہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر چلا جائے۔

”قولہ شرط ادائها المصرو هو كل موضع له امير وقاض وينفذ الاحكام ويقيم

الحدود اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولا مفازة

لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولا تشرىق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى

مصر جامع او فى مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”وفى حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين: احدهما فى

المختصر ثانيهما عزوه لأبى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق

ولہارساتیق وفيہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ
او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع
وهو الاصح..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

”وروی عن ابی حنیفۃؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہارساتیق
وفيہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ
یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث وهذا هو الاصح
اہ..... (التتارخانیۃ: ۲/۵۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے آٹھ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں جو شہر (تحصیل)
سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اس گاؤں میں تقریباً چالیس گھر ہیں اور دو کریانہ کی دکانیں ہیں، ہسپتال وغیرہ
نہیں ہے، گاؤں کے لوگ عموماً شہر سے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، اب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے
گاؤں میں جمعہ کی نماز شروع کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز شروع کرنا درست نہیں۔

”ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر..... او فناء ہ..... (رد المحتار:
۵۹۰/۱)

”وفی حد المصر اقوال کثیرۃ اختاروا منها قولین: احدہما ما فی
المختصر ثانیہما معز وہ لأبی حنیفۃؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق
ولہارساتیق وفيہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ
او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع وهو الاصح اہ.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

”وروی عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح اه..... (التتارخانية جديد: ۲/۵۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آرمی کے تحت حساس سرکاری ادارے میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سرکاری ادارے میں کام کرتا ہوں یہ ادارہ آرمی کے اندر ہے وہاں تین ہزار کے قریب لوگ کام کرتے ہیں وہاں ہمیں جمعہ کی نماز ادارے کے اندر ہی پڑھائی جاتی ہے، پانچ وقت کی نماز بھی نہیں ہوتی باہر سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے اصل میں یہ ادارہ اٹاک انرجی کی شاخ ہے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں یا ظہر کی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ کے اندر ہے یا شہر یا قصبہ کے ساتھ متصل ہے تو ادارہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں کیونکہ عام لوگوں کو جو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاتی وہ اس لیے ہے کہ یہ ایک حساس ادارہ ہے عام لوگوں کے اندر آنے سے سیکورٹی انتظام میں نقص واقع ہونے کا اندیشہ ہے، اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ سے زیادہ دور ہے اور اس ادارے اور شہر کے درمیان فاصلہ واقع ہے تو اس ادارہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

”الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقة لمنع العدو ولا المصلى نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزي بالشرح عيون المذاهب قال وهذا اولي مما في البحر والمنح فليحفظ“..... (الدرع الرد: ۱/۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پندرہ سو آبادی والا علاقہ ”بیکٹر“ ڈیرہ بکٹی بلوچستان میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مندرجہ ذیل علاقے میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں؟

(ب) اگر نہیں تو پھر کس چیز کی کمی ہے کہ اس کے پورا ہونے پر تمام شرائط مکمل ہو جائیں گی؟

ضلع ڈیرہ بکٹی (بلوچستان) کے شمال میں ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ”بیکٹر“ کا علاقہ اپنی زرخیزی، سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے پورے ضلع میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جہاں پر نقد آؤ فصل کپاس کی کاشت ہوتی ہے اور علاقائی ضرورت کے لیے گندم و جوار کی فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تفصیل کچھ اس طرح ہے:

چھوٹے بچوں سمیت کل آبادی پانچ ہزار، بالغ افراد کی آبادی تخمیناً پندرہ سو سے دو ہزار، ایک بڑی مرکزی مسجد، آٹھ دکانیں، دو میڈیکل سٹور، دو ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور ایک سرکاری ہسپتال اور ہائی سکول بھی موجود ہے اس کے علاوہ موچی، لوہار اور دھوئی بھی ہیں۔

ایک پلاٹون فوجی دستے (ایف سی) کی بھی اس علاقے میں موجود ہے جو کسی بھی گڑبڑ سے نمٹنے کے لیے تیار رہتی ہے۔

ملاحظہ: اس علاقے سے مرکزی شہر ”رکھنی“ کے لیے ایک کچی سڑک جاتی ہے جس پر روزانہ سروس کے اعتبار سے تین یا چار گاڑیاں سواریوں کو لاتی اور لے جاتی ہیں، مزید برآں ”رکھنی“ سے ”بیکٹر“ کے لیے بجلی کا کام بھی بڑی تیزی سے جاری ہے اور عنقریب بجلی بھی اس علاقے میں آجائے گی (ان شاء اللہ)

وضاحت: مذکورہ بالا آبادی میں سے پندرہ سو افراد کی آبادی تو بازار کے ساتھ بالکل متصل ہے، جب کہ باقی آبادی تین یا چار مربع کلومیٹر کے احاطے میں گولائی کی صورت میں رہائش پذیر ہے یا درہے کہ مذکورہ آبادی بڑی آسانی کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی میں جمعہ کی اقامت درست نہیں اس لیے کہ اس کی آبادی ملی ہوئی پندرہ سو افراد پر مشتمل ہے، لہذا یہ چھوٹی بستی ہے (مصر جامع نہیں) اور جمعہ کی اقامت کے لیے کم از کم بڑی بستی ہونا ضروری ہے اردگرد غیر متصل آبادی کا اعتبار نہیں۔

قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمرة.... الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر اه (رد المحتار: ١/٤٣٨، و ٥٩٠)

”وفى حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين: احدهما ما فى المختصر ثانياً ما عزوه لأبى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث قال فى البدائع وهو الاصح اه..... (البحر الرائق: ٢/٢٣٦)

”وروى عن أبى حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح اه..... (التتارخانية: ٢/٥٢٩)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ سو افراد والی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ پہلے بڑے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پذیر تھے اور گاؤں سے آ کر کھیتی باڑی کرتے تھے عرصہ ۳۰، ۳۰ سال سے ہم نے اپنی اراضی کے قریب ہی ایک بستی بسالی ہے جو ۳۵ گھروں پر مشتمل ہے، ہماری بستی میں ایک جامع مسجد بھی ہے جہاں پر نمازیوں کی تعداد ۵۰ سے ۵۵ تک ہے، نیز قریبی فیکٹری ایریا سے بھی لوگ نماز پڑھنے کے لیے آ جاتے ہیں اس طرح سے مسجد میں اچھی خاصی تعداد نمازیوں کی ہو جاتی ہے اور یہ ہماری وارڈ نمبر چھ موضع کھارہ کے وارڈ کے ساتھ منسلک ہے جناب عالی ہماری بستی موضع کھارہ کی شمولہ آبادی ہے ہر طرح سے موضع کھارہ میں شامل ہے بڑے گاؤں موضع کھارہ کا فاصلہ تقریباً

ایک کلومیٹر ہے اور فیروز پور روڈ بھی ایک کلومیٹر ہے ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمادیں کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

تفتیح

بستی کی پوری آبادی تحریر کریں کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت مسلم غیر مسلم کل کتنے افراد ہیں۔

جواب تفتیح

ہماری بستی ساڑھے تین سو افراد پر مشتمل ہے تاہم ہم سے آدھا کلومیٹر کے فاصلے پر تیس گھر اور آباد ہیں، جو تقریباً اڑھائی سو افراد پر مشتمل ہے اس طرح سے کل آبادی ۶۰۰ ہے، ہماری بستی میں کوئی غیر مسلم نہیں ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بستی میں جمعہ کی تمام شرائط نہیں پائی جاتیں نیز اس بستی کا موضع کھاراکے ساتھ اتصال بھی نہیں بلکہ انفصال ہے، لہذا مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

”تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع و أداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الي انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب“..... (رد المختار د: ۱/ ۵۹۰)

”كما يجوز أداء الجمعة فى المصر يجوز ادائها فى فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخار الا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يلغهم والغلوة والميل والامبال ليس بشئ“..... (الهنديّة: ۱/ ۱۴۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

ایک سو نوے مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ گرون میں ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ایک سو اسی یا ایک سو نوے گھروں پر مشتمل ہے اور بالغ افراد کی تعداد تقریباً چار سو ہے اس گاؤں میں جمعہ شروع کیا گیا تھا پھر ایک عالم اس گاؤں میں آئے، اس نے کہا کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا کیونکہ جمعہ کی شرائط اس گاؤں میں نہیں پائی جاتیں، لہذا جتنا عرصہ یہاں لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے اتنا عرصہ ظہر کی نماز کی قضاء کریں تو اس عالم کے کہنے کے مطابق گاؤں میں جمعہ بند کر دیا گیا، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا اس گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: گاؤں میں بازار بھی نہیں صرف چار پانچ دکانیں ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ گاؤں والوں پر ظہر کی نماز فرض ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ گاؤں ہے جس میں بازار ہوں۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق الخ“..... (ردالمختار: ۱ / ۵۹۰)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداہا عند اصحابنا حتی لا تجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن كان ساکناً فی توابعه وكذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه فلا تجب علی اهل القری الی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیہا“..... (بدائع الصنائع: ۱ / ۵۸۳)

”وفی حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولین: احدهما ما فی المختصر ثانیہما معزوه لأبی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع وهو الاصح اه“..... (البحر الرائق: ۲ / ۲۴۶)

”وروی عن ابي حنيفة هو بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح اه.....“
(التارخانية: ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ کلومیٹر شہر سے دور فیکٹری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ کلومیٹر کے فاصلے پر پل یا فیکٹری ہے اس کی نفی کی تعداد ایک ہزار ہے یا پانچ سو کے قریب ہے اور اس میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے اب اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس فیکٹری یا پل میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ شہر ہے اور نہ ہی یہ قصبہ ہے اور نہ ہی یہ قریہ کبیرہ ہے۔

”وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمرة.... الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر. اه (رد المحتار: ۱/۴۸۸ و ۵۹۰)

”وفى حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين: احدهما ما فى المختصر ثانيهما ما عرّوه لأبي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث قال فى البدائع وهو الاصح اه.....“ (البحر الرائق: ۲/۴۴۶)

”وروی عن ابي حنيفة هو بلنة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح اه.....“
(التارخانية: ۲/۵۴۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مارکیٹ میں غیر وقف شدہ جگہ میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر (۲۱۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ کے تاجر مل کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کرتے ہیں اور اس جگہ کو باقاعدہ طور پر مسجد کے لیے وقف بھی نہیں کیا گیا، اس مقرر کردہ جگہ میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن نماز فجر اور ایام تعطیلات میں جماعت کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ تاجروں کے نہ ہونے کے اور چند عوارضات کے مثلاً مقرر کردہ جگہ تہ خانے میں ہے اور تہ خانوں کے راستوں پر گیٹ نصب کئے گئے ہیں اور اس تہ خانے میں گاڑیاں اور موٹر سائیکل کھڑے کئے جاتے ہیں مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، امام و خطیب اور مؤذن بھی مقرر ہیں، کیا مذکورہ مسجد میں نماز فجر اور ایام تعطیل میں نماز نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تو نہیں ہے، کیا مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور مذکورہ مسجد میں دو جماعتوں کا اہتمام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ جگہ وقف نہ ہونے کی وجہ سے شرعی مسجد نہیں ہے، لہذا مذکورہ جگہ میں عدم ادائیگی صلوٰۃ کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی، اور ایسی جگہ میں جماعت ثانیہ کے ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، واضح رہے کہ اگر مذکورہ آبادی میں قیام جمعہ کی شرائط پائی جائیں تو نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

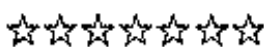
” (ومن بنی مسجد الم یزل ملکہ عنہ حتی یقرزہ عن ملکہ بطریقہ ویأذن بالصلوة فیہ واذصلی فیہ واحد زال ملکہ اه) قال صاحب البحر الرائق تحت قوله (ویأذن للناس فی الصلوٰۃ) انه لا یشرط ان یقول أذنت فیہ بالصلوة جماعة أبدا بل الاطلاق کاف لکن لو قال صلوا فیہ جماعة صلاة او صلاتین

یوما او شهر الا یكون مسجدا كما صرح به في الذخيرة اه.....
(البحر الرائق: ۵/۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸)

”وفي الخانية دار فيها مسجد لا يمنعون الناس من الصلوة فيه ان كان
الدار لو اغلقت كان له جماعة ممن فيها فهو مسجد جماعة ثبت له احكام
المسجد من حرمة البيع والدخول والافلاوان كانوا لا يمنعون الناس من
الصلوة فيه اه.....“ (رد المحتار: ۱/۴۸۶)

”تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق اه.....“ (رد
المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



خطبہ جمعہ سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۲۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تحفۃ المبارک کا خطبہ شروع کرنے سے
پہلے تعوذ اور تسمیہ (بسم اللہ) پڑھنا ضروری ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ خطبہ جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرنا چاہیے، اور یہی سنت ہے تو اس لیے تعوذ و تسمیہ سے
خطبہ شروع نہ کیا جائے، البتہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے تعوذ سرّاً (دل میں) پڑھنا درست ہے۔

”قوله: (ومن خطبتان بجلسة بينهما وطهارة قائماً) كما روى عن ابي حنيفة انه
قال ينبغي أن يخطب خطبة خفيفة يفتح بحمد الله تعالى ويشئ عليه
ويتشهد ويصلى على النبي ﷺ ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة
خفيفة ثم يقوم فيخطب خطبة اخرى بحمد الله تعالى ويشئ عليه
ويتشهد ويصلى على النبي ﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات كما في
البدائع..... وسادسها ما روى الحسن عن ابي حنيفة انه يخطب خطبة
خفيفة وهي تشمل على عشرة احدها البدأة بحمد الله وثانيها الثناء عليه
بما هو اهله الخ.....“ (البحر الرائق: ۲/۲۵۸)

”وفی القنیة قال ابو یوسف فی الجامع: ینبغی للخطیب اذا صعد المنبر ان یتعوذ باللہ فی نفسه قبل الخطبة اہ“..... (ایضاً: ۲/۲۶۰)

”ویدأ بالتعوذ سر او یندب ذکر الخلقاء الراشدین..... الخ وفی الشامیة (قوله ویدأ) ای قبل الخطبة الاولى بالتعوذ سر اثم بحمد اللہ تعالیٰ والثناء علیہ والشہادتین الخ“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۹۸)

”واما سنہا فخمسة عشر احدها الطہارة حتی کرهت للمحدث والجنب (وثانیہا) القیام کذا فی البحر الرائق ولو خطب قاعدا او مضطجعا جاز کذا فی فتاویٰ قاضیخان (وثالثہا) استقبال القوم بوجہہ (ورابعہا) التعوذ فی نفسه قبل الخطبة (وخامسہا) ان یرسم القوم الخطبة وان لم یرسم اجزائه (وسادسہا) البدأ بحمد اللہ تعالیٰ..... الخ“..... (الہندیة: ۱/۱۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ افراد کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہے کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں اہل قریہ پر جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، جمعہ کے دن اہل قریہ گاؤں میں نماز ظہر ہی باجماعت ادا کریں اور اگر کسی کو جمعہ کا شوق ہو تو شہر میں جائے۔

”قوله (شرط ادائها المص) ای شرط صحتہا ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح

فی قریة ولا مفازة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

”قوله (وكره للمعذور والمسجون اداء الظهر بجماعة في
المصر)..... قيد بالمصر لان الجماعة غير مكروهة في حق اهل السواد لانه
لاجمعة عليهم وفي فتاوى اللؤلؤ الجي: قوم لا يجب عليهم ان يحضروا الجمعة
لبعد الموضوع صلوا الظهر جماعة لانه لا يؤدي الى تقليل الجماعة في الجمعة
اه فان كانوا في السواد فظاهر الخ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۶۹)

”ولو كان بين ذلك وبين عمران المصر فرجة من مزارع ومزارع كالقلاع
بيخارى لا جمعة على اهل ذلك الموضوع وان سمعوا النداء والغلوة والميل
والاميال ليس بشرط“..... (خلاصة الفتاوى: ۷۰۷/۱)

”(ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده
اهله المكلفين بها وعلیه فتوى اكثر الفقهاء مجتبیٰ اه“..... (الدر على
الرد: ۱/۵۹۰)

”قوله وهو ما لا يسع هذا عند ابي يوسف وعنه ان المصر كل موضع يسكن فيه
عشرة آلاف نفرو في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك
واسواق لها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم عن الظالم بحشمته
وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث قال
هذا هو الاصح“..... (كشف الاستار: ۱۰۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قیام جمع کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۴۱۹): اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمع ادا کرنا شرعاً کیسا ہے جبکہ متعدد کانیں بھی
ہیں اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جمع نہیں پڑھتے یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دے کر جمع
قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمع درست نہیں ہے برائے مہربانی رہنمائی
فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قیام جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، لہذا وہ جگہ جس میں بازار ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء باسانی میسر ہوں اور اس طرح وہاں پر انفرمجاز موجود ہو جو خود اور تعزیرات کا نفاذ کر سکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلا تردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے، تو وہاں پر شرعاً جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

”وعبارة القهستانی تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات. والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجوهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر هذا اذا لم يتصل به حكم فان في فتاوى الدينارى اذ انبى مسجد في الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقاً على ما قال السرخسى اه فافهم والرستاق القرى كما في القاموس اه“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”روى عن أبى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رستاق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع وهو الاصح اه“..... (البحر الرائق: ۲/ ۲۳۶)

”(ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها..... اوفناء ه وهو ما اتصل به لاجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل والمختار للفتوى تقديره بفرسخ ذكره الولوجي“..... (الدرع على هامش الرد: ۱/ ۵۹۰، ۵۹۱)

”(قوله: وظاهر المذهب..... عن أبى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك

واسواق ولہاز ساتیق وفيہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ
وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث
وهذا هو الاصح..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اذان جمعہ کے بعد نکاح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۴۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علماء لکھتے ہیں کہ جمعہ المبارک کی پہلی
اذان اور جمعہ کی دوسری اذان کے درمیان نکاح پڑھنا حرام ہے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جمعہ کے اذان اول کے بعد سعی الی الجمعہ کے علاوہ باقی ایسے امور ترک کر دینا ضروری ہے
جو سعی الی الجمعہ میں مغل ہوں خواہ دینی کام ہی کیوں نہ ہوں، لہذا اذان جمعہ کے بعد نکاح نہیں پڑھنا چاہیے، بلکہ جمعہ کی
نماز پڑھ کر نکاح پڑھائیں۔

”ووجب سعی الیہا وترک البیع بالاذان الاول فی الاصح (قولہ: وترک
البيع) ازادہ کل عمل ینافی سعی وخصہ اتباعاً لآیۃ نہر“..... (الدرمع
الرد: ۱/۲۰۷)

”والصحيح ان سعی وترک البیع ونحوہ یجب بالاذان الاول لعموم قولہ
تعالیٰ ”اذنودی للصلوة من یوم الجمعة“ وصدقہ علی الاذان الاول ایضاً
”وذروا البیع“ اراد ترک ما یشتغل عن الصلاة والحطبة واما خص البیع
بالذکر لاشتغالهم غالباً بعد الزوال فی الاسواق بالبیع
والشراء“..... (تفسیر مظہری: ۹/۲۷۵، ۲۷۶)

”ووجب سعی وترک البیع بالاذان الاول“..... (الہندیہ: ۱/۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فلینس والی عمارت میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مارکیٹ کے اندر ایک چھوٹی سی دکان کرائے پر لی ہے، ہم وہاں تین نمازیں ظہر، عصر اور مغرب باجماعت ادا کرتے ہیں مغرب کے بعد تالہ لگا دیتے ہیں اور اتوار کو بھی چھٹی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی سرکاری چھٹی ہو وہ بند رہتی ہے، اور مارکیٹ کے اوپر رہائشی فلینس ہیں وہاں بھی ایک کمرے کی مسجد ہے جس میں پانچوں نمازیں ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ فلینس والے مولوی صاحب نیچے جمعہ کروانا چاہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں بلڈنگ تو ایک ہی ہے تو ایسی چھوٹی جگہوں پر نماز جمعہ پڑھنا سنت کے مطابق ہے یا خلاف سنت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر فلینس شہر کے اندر ہے تو اس عمارت میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، اس لیے کہ نماز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ نماز جمعہ مسجد میں ادا کی جائے، کیونکہ جگہ جگہ پر جمعہ قائم کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جو کہ عظمت اسلام ہے، بلکہ بہتر یہ ہے جمعہ ایک ہی جگہ ادا کیا جائے۔

”وفی العتابة لوصولی الجمعة فی قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قري وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد ولم يتواوان كان بخلاف ذلك لا يجوز وهو قول ابي القاسم الصفار وهذا اقرب الاقوال الى الصواب“..... (التارخانية: ۲/۵۳۸)

”وفی المبسوط ولوان امير الفتح ابواب القصر و امر المؤذن فأذن فجمع بالناس فی قصره فانه يجزيهم والمراد من فتح ابواب القصر الاذن للامة بالدخول وقد ادى الجمعة وهو مستجمع لشرائطها ولكنه مسنى فيما صنع لان الموضوع المعد لا إقامة الجمعة فيه المسجد وقد جفا ذلك الموضوع وفي فعله نوع ترفع حيث لم يخرج من قصره الى المسجد ففعله هذا مخالف فعل السلف فكان مسينا في ذلك“..... (المبسوط للسرخسي: ۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قریب صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۲۲): بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تقریباً ۶۰ گھر ہیں کیا وہاں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جبکہ وہاں سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر دوسری جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں خصوصاً بڑی عمر کے لوگوں کے لیے جانا مشکل ہو جاتا ہے، اگر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے تو گاؤں میں تین مساجد ہیں جن میں سے ایک تقریباً ایک سو سال سے موجود ہے، دوسری کو تقریباً پچاس سال، تیسری کو تقریباً پچیس سال بنے ہوئے ہو گئے ہیں، جن میں پہلی اور تیسری کھلی ہے، جس میں تمام لوگ سما سکتے ہیں تو ان میں سے کس مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا کس میں پڑھا جاسکتا ہے ازراہ کرم مفصل جواب دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے شہر یا فناء شہر یا قریہ کبیرہ شرط ہے مذکورہ گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے، لہذا جمعہ جائز نہیں ہے۔

” (ولادانہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی، ہکذا فی الظہیریۃ، وفتاویٰ قاضی خان، وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

”ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر..... او فناؤه الخ“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۹۰)

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لانجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات.... الا تری ان فی الجواہر لو صلو فی القری لزمہم اداء الظہراہ“..... (رد المحتار: ۱/۴۸ و ۵۹۰)

”ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما ينصل به
فلا تجب على اهل السواد ولوقربيا وهذا اصح ما قيل
فيه“..... (رد المحتار: ۱/۶۰۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دو تین گھرانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے اصلی اور قدیم گاؤں کے مردوزن اور چھوٹے بڑوں کی کل تعداد ۱۶۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے جبکہ گاؤں کے شمال کی طرف تقریباً ۳۵ گز کے فاصلے پر چند اور گھرانے واقع ہیں جو کہ قدیم گاؤں سے نکل کر اپنے کھیتوں میں کاشت کاری میں آگئے ہیں، مذکورہ گھرانے ۵۰۰ افراد (مردوزن) پر مشتمل ہیں اور مذکورہ گھروں اور قدیم گاؤں کے درمیان زرعی زمین واقع ہے نیز گاؤں کے جنوب میں سوا کلومیٹر کے فاصلے پر چند اور گھرانے بھی آباد ہیں جن کی آبادی چار سو افراد پر مشتمل ہے، یہ بھی اسی قدیم گاؤں سے نکلے ہوئے لوگ ہیں ان سب گھرانوں کی اپنی اپنی تقریباً پانچ مساجد ہیں باقاعدہ ائمہ حضرات ہیں یہ تمام گھرانے ایک ہی نام سے پہچانے جاتے ہیں شمال کی طرف گھروں میں چار بڑی بڑی دکانیں موجود ہیں لیکن لوہار، موچی وغیرہ اور کپڑے کی دکانوں کی سہولت موجود نہیں ہے گاؤں ہائی وے پر واقع ہے کیا ایسے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کا جواز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی اس ہستی میں نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں یہ نہ مصر ہے اور نہ قر یہ کبیرہ ہے۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة
ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل مصر ومن كان ساكنافي
توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل
القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع
الصنائع: ۱/۵۸۳)

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع
 واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه
 وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض
 ومنبر وخطيب كما فى المضمرات.... الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى
 القرى لزمهم اداء الظهر اه..... (رد المحتار: ۱/۴۸۷ و ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ فوت ہو جائے تو علیحدہ علیحدہ نماز ظہر ادا کریں:

مسئلہ نمبر (۴۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اگر ایک آدمی جمعہ کی نماز میں امام کے ساتھ نہ مل سکا بعد میں
 اس نے جمعہ کی نماز پڑھنی ہے تو کس طرح پڑھے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جن لوگوں کی جمعہ کی نماز فوت ہو جائے وہ بغیر جماعت کے ظہر کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔

”وكذا اهل مصر فاتهم الجمعة فانهم يصلون الظهر بغير اذان ولا اقامة
 ولا جماعة وقال الشامي: الظاهر ان الكراهة هنا تنزيهية لعدم التقليل
 والمعارضة المذكورين ويؤيد ما فى القهستاني عن المضمرات يصلون
 وحدانا استحبابا اه.....“ (رد المحتار: ۱/۶۰۵)

”قال فى الظهيرية جماعة فاتهم الجمعة فى المصر فانهم يصلون
 الظهر بغير اذان ولا اقامة ولا جماعة اه.....“ (البحر الرائق: ۲/۲۶۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

معراج کی تعریف اور اسمیں اختلاف:

مسئلہ نمبر (۴۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ”گوخیل“ میں نماز جمعہ
 کے متعلق اختلاف ہے بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ ”گوخیل“ میں کل افراد جن پر نماز جمعہ واجب

ہے، آٹھ سو افراد ہیں اور ان کے خیال میں اکبر مساجد المصر کی تعریف یہ ہے کہ جس کی طول بھی چالیس گز شرعی ہو اور عرض بھی ہو تو اس مقدار کی کسی مسجد میں آٹھ سو آدمی نہیں آسکتے، لہذا امام ابو یوسفؒ کے قول کو اس دلیل کے ساتھ بنیاد رکھ کر جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں مگر بعض علمائے کرام یوں فرماتے ہیں کہ اکبر مساجد المصر کی یہ تعریف غلط ہے اس کا کوئی ثبوت کسی فقہ حنفی کی مستند کتاب میں نہیں ہے یہ اکبر مساجد المصر کی تعریف نہیں بلکہ یہ مسجد کبیر کی تعریف ہے جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اکبر مساجد المصر اسی مسجد کو کہا جاتا ہے جو شہر کی تمام مسجدوں میں بڑی ہو اب چونکہ بگوخیل کی سب مسجدوں میں جو بڑی مسجد ہے اس میں ایک ہزار آدمی صف در صف آسکتے ہیں، لہذا اس گاؤں میں فقہ حنفی کی کسی معتدلیہ روایت میں نماز جمعہ کا جواز نہیں ملتا۔

براہ کرام ان دو فریقوں میں سے جس فریق کا قول صحیح ہو وہ ظاہر فرمائیں اور اکبر المساجد کی صحیح تعریف بھی تحریر فرمائی اگر بالفرض نماز جمعہ جائز نہیں اور باوجود اس کے بعض لوگ اس کو نہ چھوڑیں تو کیا جمعہ کے دن اس گاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ دیگر مسجدوں میں لوگوں کے لیے ظہر یا جماعت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں حنفی مسلک میں وجوب نماز جمعہ کے لیے مصر جامع ہونا شرط ہے جسے عام فقہاء کرام متون، شروح اور فتاویٰ میں نقل فرما چکے ہیں، ہاں مصر جامع کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے چنانچہ بدائع الصنائع میں ملک العلماء علامہ کا سانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی قول نقل فرمائے ہیں پہلی تعریف یہ نقل فرمائی ہے کہ

” ذکر الکرخی ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام “

اسی تعریف کو صاحب الہدایہ نے (۱/۱۷۷) میں اختیار کیا ہے ” الکرخی وهو الظاهر (من

المذہب) “ کہا ہے اس کے بعد علماء بلخ نے مصر کی تعریف میں اقاویل نقل فرمائے ہیں کہ

” احسن ما قيل فيه اذا كانوا بحال لواجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم

ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة “

..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

دوسرا قول بالکل اخیر میں نقل کیا ہے، الحدود اس پر علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

” قوله وظاهر المذهب) قال في شرح المنية والحدود الصحيح ما اختاره

صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقم الحدود وتزييف

صدر الشریعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم بظهور التواني فی الاحکام مزيف لان المراد القدرة على اقامتها على ما صرح به فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فیها سلك واسواق ولهارساتیق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السلك والرساتیق لان الغالب ان الامير والقاضي الذي شأنه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك اه..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے عدم جواز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۲۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پانچ مساجد ہیں اور تمام میں نماز جمعہ ہوتی ہے اس گاؤں میں گھروں کی تقریباً آبادی ۲۵۰ مرد و سو پچاس کے قریب ہے اور بڑے گاؤں سے تقریباً ۱۱۶ ایکڑ دور ہے اور پٹواری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے ہمارے گاؤں سے تقریباً ۱۲ ایکڑ دور ایک ڈیرے کی آبادی ہے ایک سو پچاس کے قریب ہے اور دوسرے میں تقریباً دو سو افراد ہیں، تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی اس بستی میں نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں یہ نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة و شرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل

القری التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها.....(بدائع
الصنائع: ۱/۵۸۳)

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها
اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء
المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم
صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس
فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمورات.... الاترى ان في
الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار:
۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی بلکہ ظہر واجب الادا ہے:

مسئلہ نمبر (۴۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں
”نور شر نوالہ“ میں سات مساجد ہیں، جن میں سے چار مساجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے، تین مساجد میں جماعت
کبھی کبھار ہوتی ہے عموماً تین مساجد ویران رہتی ہیں جن میں سے ایک مسجد سکول میں واقع ہے اور اس کا فاصلہ شہر سے
تقریباً ایک کلومیٹر ہے اور ہمارے گاؤں میں پندرہ عدد دکانیں ہیں ایک ہائر سیکنڈری سکول ہے جس کا فاصلہ شہر سے
ایک کلومیٹر ہے اور بورڈ آف سکول نور شر نوالہ لکھا ہوا ہے دو عدد گریڈ سکول ہیں دو عدد وکیلنگ ہیں جس میں ڈاکٹر رہتے
ہیں یہاں پر عام دیہاتی دکانیں ہیں شہر کی آبادی تقریباً نو سو ہے اور تقریباً ۲۶۰ دو سو ساٹھ نابالغ افراد ہیں تقریباً ڈیڑھ
کلومیٹر کے فاصلے پر ارد گرد تین دیہات ہیں اگر اس گاؤں کے تمام بالغ افراد مسجد میں باجماعت نماز پڑھیں تو مسجد
میں جگہ بچ جائے گی اور اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے پوچھنا یہ ہے کہ یہاں پر جمعہ ہوتا ہے کہ نہیں کچھ لوگ جمعہ
ادا نہیں کرتے آیا وہ گنہگار ہیں یا نہیں یا جو پڑھ رہے ہیں کیا وہ ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں یا نہیں؟ جمعہ شروع ہے آیا
اس کو بند کرو یا جائے یا ان لوگوں کو جو نہیں ادا کرتے انہیں بھی ادا کرنا چاہیے یا نہیں یا وہی لوگ ادا کرتے رہیں جو کہ
ادا کر رہے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال آپ کے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ آپ کا گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے، لہذا اس گاؤں میں جمعہ بند کیا جائے اور جو لوگ جمعہ پڑھ رہے ہیں انکے ذمہ ظہر کی نماز باقی ہے۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/ ۳۸ و ۵۹۰)

”قوله وظاهر المذهب قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الالهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقوم الحدوت تزييف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المتقدم بظهور التواني في الاحكام مزيف لان المراد القدرة على اقامتها على ما صرح به في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الالهداية ترك ذكر السلكك والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضي الذي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

دوسو دکانوں پر مشتمل اڈے اور اس سے متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے گاؤں کا محل وقوع یوں ہے کہ بس سٹاپ پر اترتے ہی تقریباً دو مختلف اشیاء کی دکانیں ہیں جو کہ اڈے کی دکانیں کہلاتی ہیں اور اس اڈے کے قریب ہی تقریباً پچاس ساٹھ گھروں کی آبادی بھی ہے جو کہ اس اڈے سے متصل ہے اور اس اڈے سے آٹھ یا نو ایکڑ کے فاصلے پر متصل گھروں پر ایک بستی بھی ہے جو کہ تقریباً دو سو گھروں پر مشتمل ہے، اس بستی میں بھی سات آٹھ دکانیں اور گلیاں بھی ہیں اور باقی اس اڈے کی متصل ارد گرد الگ الگ گھروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ دیہاتوں میں ہر ایک اپنی اپنی زمین میں گھر بناتا ہے تو اسی طرح اس بستی کے گرد و نواح میں الگ الگ گھر اور ڈیرے ہیں، کوئی ایک ایکڑ کے فاصلے پر گھر ہے تو کوئی پانچ ایکڑ کے فاصلے پر ہے تو اس طرح کوئی کم اور زیادہ فاصلے پر گھر ہیں اور عام دیہاتوں کی طرح یہ سلسلہ غیر محدود ہے اور اڈے کی دوکانوں سے لوگ گرد و نواح سے سودا سلف لینے آتے ہیں اور اس مذکورہ آبادی میں سکول ڈپنسری وغیرہ ہیں ڈاکخانہ نہیں لیکن ڈاک پہنچانے کا انتظام ہے بجلی سڑکیں ٹیلی فون آمد و رفت کے ذرائع جدید سہولیات میسر ہیں، لیکن اس مذکورہ آبادی کو لوگوں کے عرف میں شہر نہیں کہا جاتا اگرچہ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں باقی کوئی تھانہ وغیرہ نہیں ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اڈے پر دو مساجد ہیں اور ایک مسجد بستی میں ہے، جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے جو کہ اڈے سے کچھ دور ہے اس بستی میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور اڈے کی مساجد میں بھی جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور بیس پچیس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے، اب اگر اس جگہ جمعہ جائز نہیں تو کیا کیا جائے جمعہ بند کرایا جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے، لہذا ایسے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے جو حضرات بیس سال سے نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں ان سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوئی بلکہ ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے ایسے گاؤں میں جمعہ بند کرنا لازم ہے جو حضرات نماز جمعہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ ایسی جگہ جا کر پڑھیں جہاں شرعاً نماز جمعہ جائز ہو۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات.... الا تری ان فی الجواہر لوصلوا فی القری لزمہم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/۳۸ و ۵۹۰)

(قولہ و ظاہر المذہب) قال فی شرح المنیۃ والحد الصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و تزیف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد المتقدم بظہور التوانی فی الاحکام مزیف لان المراد القدرۃ علی اقامتہا علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و نهار سائق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا هو الاصح الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک و الرسائل لان الغالب ان الامیر و القاضی الذی شانہ القدرۃ علی تنفيذ الاحکام و اقامۃ الحدود لایكون الا فی بلد کذلک اہ..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر سومکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے ہمارے گاؤں میں تقریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ لوگوں کی تعداد تقریباً ۱۵۰ ہے کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ اور عیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ ہو کیونکہ وہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ سوال میں بستی قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ و عیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق
قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض
ومبصر وخطیب کما فی المضمرات.... الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی
القری لزمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۳۸۷ و ۵۹۰)
”قولہ (شرط اداہا المصر) ای شرط صحتہا ان تؤدی فی مصرحتی ”لا تصح
فی قریۃ ولا مفازۃ لقول علیؑ: لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی
الافی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقریباً چھتیس سو افراد پر مشتمل گاؤں (تاجہ زئی کی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی ۳۶۰۶ ہے، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب ہی شامل ہیں، اس بستی کا نام تاجہ زئی ہے، دراصل دو گاؤں پر یاد و حصوں پر مشتمل ہے ایک کا نام دولت تاجہ زئی اور دوسرے کا نام بیگہ تاجہ زئی ہے دونوں حصوں کے درمیان تقریباً آدھا فرلانگ کا فاصلہ ہے جس میں باقاعدہ کھیتی باڑی ہوتی ہے، تاجہ زئی جس میں دونوں طرف دوکانیں ہیں، ہوٹل، دوآئی، پرچون، میوے کی دوکانیں موجود ہیں، جیسا کہ اڈوں پر ہوتا ہے تاجہ زئی کے اندر دوکانیں ہیں اور مین بازار ایک بھی نہیں ہے، اگر دونوں بستیوں کو الگ الگ شمار کیا جائے پھر ایک طرف دولت تاجہ زئی کی آبادی دو ہزار آٹھ سو نو ہے اور بیگہ تاجہ زئی کی آبادی سات سو ستانوے ہے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ بحکم شرع نماز جمعہ تاجہ زئی میں جائز ہے یا نہیں؟

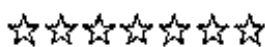
الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تاجہ زئی کے قریہ کبیرہ اور مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جمعہ جائز نہیں۔

”قوله وظاهر المذهب) قال فی شرح المنیة والحد الصّحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام یتقیم الحدود وتزیف صدر الشریعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم بظهور التوانی فی الاحکام مزیف لان المراد القدرة علی اقامتها علی ما صرح به فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الهدایة ترک ذکر السکک والرساتیق لان الغالب ان الامیر والقاضی شأنه القدرة علی تنفيذ الاحکام واقامة الحدود لایكون الا فی بلد کذلک اه“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التي فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیہ فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا علیه و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة التي لیس فیها قاض ومنبر وخطیب كما فی المضمّرات... الا ترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب



جہاں صلوٰۃ جمعہ جائز نہیں وہاں صلوٰۃ عیدین بھی جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۲۱): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم بعد السلام عرض یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جس کا بندہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل درکار ہے مسئلہ یہ ہے کہ میں مسکی محمد اخلاق مظفر آباد میں ”پٹیاں بالآ“ کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہمارے گاؤں میں بازار وغیرہ نہیں اور نہ ہی کوئی جامع مسجد ہے بعض علمائے کرام کی مشاورت کے بعد یہ سنا ہے کہ جہاں بازار اور جامع مسجد نہ ہو وہاں نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا نہیں کی جاتی لیکن ہمارے

گاؤں میں صرف نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر ادا کی جاتی ہے، لہذا جناب سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور فتویٰ صادر فرمائیں کہ وہ جامع مسجد جہاں جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے وہاں بازار بھی ہے اور ہمارے گاؤں سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جناب کی عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس گاؤں کی بیان کردہ مذکورہ صورت حال کے مطابق آپ کے گاؤں میں نماز عیدین اور نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

” (ویشترط لصحتها المص) وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على اقامة الحدود (او فتاؤہ وهو ما) حوله (اتصل به) او لا كما حوره ابن الكمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل. قال الشامي: وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجوهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۴۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فیکٹری ہے اس میں چار ہزار کے قریب ملازم ہیں فیکٹری میں نماز پنجگانہ باجماعت کا مستقل اہتمام نہیں ہے اور کسی عام آدمی کو فیکٹری میں داخلہ کی اجازت کسی صورت بھی نہیں ہے فیکٹری میں کام کرنے والے ملازم کو پاس (اجازت نامہ) ملتا ہے وہ پاس دکھلا کر اندر جاتے ہیں اس کے علاوہ کوئی ملاقاتی یا مہمان بھی کسی کا آجائے تو وہ اندر نہیں جاسکتا، بلکہ ملازم خود باہر آکر ملاقات کرے گا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت حال میں فیکٹری کے اندر نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس فیکٹری کے اندر نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ نماز جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے اور یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی ہے۔

”قال في الهندية: ”ومنها الاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجوز الخ“..... (الهندية: 1/138)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بلا ضرورت ایک شہر میں نکلشیر جمعہ خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر (۴۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ادارہ کی مسجد ہے جس کی تقریباً دس صفیں بنتی ہیں اور ایک صف میں پندرہ آدمیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک سے قبل صرف نماز ظہر ہی ادا کی جاتی ہے اب پانچ نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہیں کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مسجد کے قریب دوسری مارکیٹوں میں تین بڑی جامع مساجد بھی موجود ہیں اور مسجد ہذا میں پہلے کبھی بھی جمعہ کا اہتمام نہیں ہوا، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ ادارہ شہر یا بڑے قصبے کے اندر ہے اور اس مسجد میں عام مسلمانوں کو نماز کے لیے آنے کی عام اجازت ہے تو اس مسجد میں نماز جمعہ درست ہے مگر نکلشیر جمعہ ایک شہر میں خلاف سنت ہے۔

” (ويشترط لصحتها المصير) وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على اقامة الحدود (او فناؤه وهو ما) حوله (اتصل به) اولا كما حرره ابن الكمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء

الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا
اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في
المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا في القرى لزمهم اداء
الظواهر..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰، ۵۹۱)

” قال في الهندية: ” (ومنها الاذن العام) وهو ان تفتح ابواب الجامع فيؤذن
للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب
المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجز الخ..... (الهندية: ۱/۱۳۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرحدی علاقے، مہر اور بیابان میں فوجی پونٹ کے جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاک فوج شہر سے باہر کسی جگہ ٹریننگ
کر رہی ہے یا سرحدوں پر دشمن سے صف آراء ہو رہی ہو ہر پونٹ میں تقریباً ۵۰۰ سے ہزار کے قریب آدمی ہوتے
ہیں، (۱) یہاں ضروریات زندگی پوری ہو جاتیں ہیں۔ (۲) کمانڈ آفیسر بھی ہوتے ہیں اس لیے متنازع معاملات
و مسائل کا حل بھی ہو جاتا ہے مسجد پختہ اور وسیع بھی ہے سپیکر اور بجلی کا انتظام بھی ہے رہائش کے لیے مضبوط بکری
سہولت بھی موجود ہے (۳) اگر ساتھ ساتھ کی آبادی کو شامل کیا جائے تو تعداد کافی ہو سکتی ہے، کیا اس صورت میں جمعہ
کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۴) بڑے شہر کی کیا تعریف ہے؟ (۵) کیا حضور ﷺ نے کبھی درپیش غزوات میں نماز جمعہ
ادا فرمائی؟ (۶) نیز مفاہیہ کی کیا تعریف ہے؟ (۷) اگر حاکم خطیب کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانے پر مجبور کرے اور نہ ماننے
کی صورت میں ملازمت کی برطرفی کا خطرہ ہو یا سخت ایذا پہنچانے کا خطرہ ہو تو ایسے خطیب کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکورہ صورت کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے لیے مصر جامع کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) مصر جامع کی تعریف درج ذیل ہے:

” روى عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك و اسواق و لهار سابق
و فيها و ال يقدر على النصف المظلوم من الظالم بحكمه و علمه او علم غيره
و الناس يرجعون اليه في الحوادث و هو الاصح..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ سے روایت ہے کہ ہر وہ بستی جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں اس کے لیے دیہات ہوں اور اس کے لیے حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو، اپنے دبدبہ اور اپنے علم سے یا غیر کے علم سے، اور لوگ حوادث اور مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

(۳) رسول اللہ ﷺ سے دیہات اور صحراء اور غزوات کے اندر نماز جمعہ کا ثبوت نہیں ہے۔

(۴) مغازہ ایسے جنگل اور بیابان کو کہا جاتا ہے جس میں آبادی نہ ہو۔

(۵) بیابان کے اندر کسی کے حکم سے بھی نماز جمعہ جائز نہیں ہو سکتی، تاہم بستی ہو جس میں حاکم وقت اگر حکم دے تو نماز جمعہ قائم ہو سکتی ہے اور حاکم مجاز عدلیہ یا انتظامیہ کا افسر ہوتا ہے، اور اس کے کہنے کی وجہ سے کسی بستی کے اندر بھی نماز جمعہ قائم ہو سکتی ہے، تاہم آرمی آفسر کے حکم سے جمعہ جائز نہیں ہوتا۔

”و عن محمد بن ان کل موضع مصرہ الامام فہو مصر حتی انہ لو بعث الی قریۃ

نائباً لاقامة الحدود والقصاص تصیر مصر اذا اعزله تلحق بالقری

ا“..... (حلی کبیری: ۴۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں اور عرصہ دراز سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۴۳۵): عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیق کی ضرورت ہے کہ ایک بستی ہے جس میں ۳۵ سال سے جمعہ ہو رہا ہے جبکہ بستی میں نہ کوئی ہسپتال ہے نہ ڈاکخانہ اور نہ ہی کپڑے کی کوئی دوکان ہے البتہ قریب مرغی خانہ ہے اس کے علاوہ گوشت کی کوئی دوکان نہیں ہے اس کے ایک کلومیٹر پر ایک قصبہ ہے جس میں جمعہ کی سب شرائط موجود ہیں ہماری بستی کی آبادی تقریباً ۳۰۰۰ ہزار ہے چونکہ ہم پہلے سے جمعہ یہاں پڑھتے ہیں اگر ایک دم جمعہ چھوڑ دیں تو انتشار پیدا ہو جائے گا اس خطرے کے پیش نظر فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، لہذا اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے، جمعہ پڑھنے کی صورت میں ظہر کی فرض نماز آپ لوگوں کے ذمہ رہے گی، جمعہ کوئی الفور بند کیا جائے اور جتنے عرصہ سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے اتنے عرصہ کی ظہر کی نماز کی قضاء کی جائے۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه
وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة التي ليس فيها قاض
ومبصر وخطيب كما فی المضمرة... الا ترى ان فی الجواهر لو صلوا فی
القری لزهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری
لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع
والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وهذا عن
ابى يوسف وعنه انهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجدهم لم يسعهم
اه“..... (الهداية: ۱/ ۱۷۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے دو، تین میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جو شہر سے دو یا تین میل کے
فاصلہ پر واقع ہے ایسے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کا انعقاد فقہ حنفی کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ جمعہ کے انعقاد کی
صورت میں پچاس یا سو افراد کا اجتماع متوقع ہے اور عید کی صورت میں دو سو افراد کا، گاؤں والے تمام ضروریات زندگی
شہر سے لیتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ اور عیدین کا انعقاد جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط

نہیں پائی جا رہی ہیں۔

”ویشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله
المكلفين بها) وعليه فتوى اكثر الفقهاء وقال الشامي تحت قوله (وفي

القہستانی) تأیید لمتن و عبارة القہستانی تقع فرضا فی القصات والقری
 الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي
 ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم
 صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس
 فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المصمرات.... الا ترى ان في
 الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر. اه..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کی ادائیگی کے لئے حاکم مجاز (اے، سی، یج) کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۴۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بڑا گاؤں جس کی آبادی
 چار ہزار افراد سے کم ہے اور جس میں ایک قدیم مسجد تھی جس میں نمازہ بنگانہ کے علاوہ نماز جمعہ اور عیدین کی
 نمازیں ادا کی جاتی تھیں لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اور مسجد بنائی گئی جس میں پہلے صرف نماز ادا کی جاتی تھی مگر چند سالوں
 سے نماز جمعہ اور عیدین بھی ادا کی جانے لگی ہے کیا بعد میں بنائی جانے والی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے جبکہ پہلی
 مسجد میں جمعہ کی تنگی نہیں ہے، اس امر سے متعلق فتویٰ درکار ہے تاکہ لوگ نماز جمعہ کی ادائیگی میں ظہر کی نماز سے محروم
 نہ رہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں اگر حاکم مجاز یعنی اے، سی یا یج نہ ہو تو قدیم و جدید دونوں مسجدوں میں
 نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے فقط ظہر کی نماز ادا کی جائے نیز اگر کوئی شخص جمعہ پڑھنے کا زیادہ شوق رکھتا ہو تو وہ قریبی
 شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرے۔

”قوله (شرط ادائها المصرو هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم
 الحدود) اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة
 لقول علي ”لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او في
 مدينة عظيمة: رواه ابن ابي شيبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة

واماموا واما اذا لم تصح في غير المصر فلا تجب على
غير اهله..... (البحر الرائق: ۲/۴۳۵)

”وفي حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين: احدهما ما في
المختصر، ثانيهما ما عزوه لابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق
ولهارساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث اه.....
(البحر الرائق: ۲/۴۳۶)

”وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهارساتيق
وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره
ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث“..... اه (التارخانية: ۲/۵۳۹)
”ولادائها شرائط في غير المصلى منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في
ظاهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام
وبلغت ابنته ابنية منى هكذا في الظهيرية وقاضيخان اه..... (الهنديّة:
۱۲۵/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع بوڑھے اوٹھ کی کل آبادی تقریباً ساڑھے چار ہزار افراد پر مشتمل ہے اور یہ تین حصوں میں تقسیم ہے اصل گاؤں بوڑھے اوٹھ تقریباً پچیس سو افراد پر مشتمل ہے دوسری آبادی ڈیرہ ہوائی کی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس کی کل آبادی ایک ہزار ہے یعنی کل تین آبادیاں ہیں تینوں میں جمعہ شروع ہوا ہے آپ فتویٰ دیں کہ کیا جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تینوں آبادیوں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے کیونکہ یہاں اگرچہ ان تینوں آبادیوں

کے نام ایک ہیں صرف نام ایک ہونا شرعاً معتبر نہیں بلکہ درمیان میں جو فاصلہ سوال میں بیان کیا گیا ہے وہ جواز سے مانع ہے کیونکہ تینوں آبادیوں کی اپنی اپنی تعداد اور حدود ہیں جو کہ جمعہ کے جواز سے مانع ہیں، اور نہ ہی اس گاؤں میں حاکم مجاز (آجکل اسی) ہے جو کہ جمعہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

” (ولادئہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود القدرۃ علیہا ہکذا فی الغیاتیۃ وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء المصر وهو الموضوع المعدل لمصالح المصر متصلًا بالمصر ومن کان مقيماً بموضع بینہ وبين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة علی اهل ذلك الموضوع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ ہکذا فی الخلاصۃ اه..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

لہذا اس علاقہ کی کسی بھی آبادی میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ان پر ظہر کی نماز لازم ہے اور گزشتہ نمازوں کا حساب کر کے ظہر کی نماز قضاء کریں کیونکہ ان پر جمعہ لازم نہیں تھا۔

”ومن لاتجب علیہم الجمعة من اهل القرى والوادى لهم ان يصلوا الظہر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

” (شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه ومنی مصر لاعرفات وتودی فی مصر فی مواضع والسلطان اونائبہ“..... (کنز الدقائق: ۲۷، ۲۸)

” (ووقت الظہر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول علیؑ لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وصححہ ابن حزم، وکفی بقوله قدوة واماماً (او مصلاه) ای مصلی المصر لانه من توابعه فكان فی حکمہ

والحکم غیر مقصور علی المصلی بل يجوز فی جمیع اقبیة المصر لانہا بمنزلة المصر فی حوائج اہلہ. والفناء فی اللغة سعة امام البيوت وقيل ما امتد من جوانبہ. کذا فی المغرب، واختلفوا فيما یكون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعة علی اہلہ، فاختلفوا فی الخلاصة والخانیة انه الموضع المعد لمصالح المصر متصل به، ومن كان مقيما فی عمران المصر واطرافہ وليس بین ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة فعلیہ الجمعة، ولو كان بین ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من مزارع او مراعي كالقلع بخاری لاجمعة علی اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء، والغلوة والمیل والامیال ليس بشرط..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵، ۲۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین سو گھروں پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تین سو گھر ہیں، کیا اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ہمارا گھر گاؤں سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس میں ہماری شرکت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ جگہ میں شرائط جمعہ معدوم ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

”وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرة والظاهر انہ ارید بہ الکراہۃ لکراہۃ النفل بالجماعۃ الاثری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزیمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر فلا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی

مصر جامع، والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود..... (الهدایة: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمعہ پوری نہ ہوں وہاں جامع مسجد قدیم میں بھی جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ کا تحریر کردہ فتویٰ اور عبارت (صورت مرقومہ) میں دونوں جگہ جمعہ جائز نہیں ہے، حالانکہ قدیم جامع مسجد میں عرصہ نامعلوم سے جمعہ جاری ہے کیا آپ کے فتویٰ میں بعد والی مسجد میں جمعہ جائز نہیں یا قدیم جامع مسجد کو بھی آپ نے اسی حکم میں رکھا ہے وضاحت فرمائیں، جبکہ گاؤں محلہ تقریباً چار پانچ گاؤں کی بنیادی ضروریات خورد و نوش ٹرانسپورٹ، طبی سہولیات وغیرہ سب مہیا کرتا ہے یعنی علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ دونوں جگہ جائز نہیں حوالہ بالا کی وجہ سے قدیم مسجد جس میں عرصہ سے جمعہ ہو رہا ہے وہاں بھی جمعہ صحیح نہیں، بلکہ وہاں بھی جمعہ بند کرنا چاہیے، اور ان لوگوں کے ذمہ ظہر کی نماز ہے اور جتنے عرصہ سے وہاں بجائے ظہر کے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی رہی ہے ان سب لوگوں پر لازم ہے کہ حساب کر کے اتنے عرصہ کی نماز ظہر قضاء کریں وہ جمعہ کافی نہیں ہے۔

”لاتصح الجمعة الا في مصر جامع اوفى مصلی المصر ولا تجوز في

القرى“..... (الهدایة: ۱/۱۷۷)

”وفي الجواهر“ لوصول اوفى القرى لزهم اداء الظهور“..... (رد المحتار:

۵۹۰/۱)

”قولہ (شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم

الحدود) ای شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولا مفازة

لقول علی لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا في مصر جامع اوفی

مدینة عظيمة، رواه ابن ابى شيبه وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة
واماموا اما اذالم تصح في غير المصر فلا تجب على غير اهله..... وفي
حدالمصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين احدهما ما في المختصر، ثانيهما
ما عزوه لابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولهار سابق
وفيه اوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث..... (البحر الرائق: ٢/٢٢٦)

”وروى عن ابى حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولهار سابق
وفيه اوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره
يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث اه..... (التارخانية جديد:
٥٢٩/٢)

” (ولادئها شرائط في غير المصلى) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في
ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام
وبلغت ابنته ابنة منى هكذا في الظهيرية وقاضيخان اه..... (الهنديّة:
١٢٥/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں جمع پڑھنے کی شرائط موجود ہوں اس جگہ کے ملحقات میں بھی جمع جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک بڑا قصبہ ہے جس کے اندر تقریباً
پندرہ مساجد ہیں اور ان تمام کے اندر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اور اس قصبہ کے اندر تمام ضروریات زندگی کی اشیاء
مہیا ہیں اس کے قریب ایک اور بستی ہے جو پہلے اس قصبہ سے جدا تھی لیکن اب یہ بستی اس قصبہ کے ساتھ ملحق ہو چکی ہے
اس کے دو کنارے مکمل طور پر مل چکے ہیں، جبکہ درمیان سے دو تین گھروں کی جگہ باقی ہے اور اس بستی کے اندر بھی
کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں، اب اہلیان بستی اس بستی کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں آیا اس بستی کی
مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر قبضہ مذکورہ میں جمعہ کی شرائط مثلاً بازا یا حاکم مجاز (جیسے آج کل اے سی، ڈی سی) پائی جاتی ہیں تو مذکورہ ہستی کا اس کے ساتھ ملحق ہو جانے کی وجہ سے اس میں بھی نماز جمعہ درست ہے۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصابات والقری الکبیرة التي فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ وفيما ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرة.... الا ترى ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر“..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

”وتؤدی فی مصر وواحد بمواضع کثیرة) مطلقا (قولہ مطلقا) ای سواء کان المصر کبیرا اولاً وسواء فصل بین جانبہ نهر کبیر کبغداد اولاً وسواء قطع الجسر او یبقی متصلاً“..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فیکٹری میں نماز جمعہ اور ایک ہفت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے اپنی فیکٹری میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کا انتظام کیا ہے الحمد للہ تقریباً ایک سو پچاس افراد یا دو سو افراد اس اجتماع میں جمع ہو جاتے ہیں اور نماز جمعہ مسلمان ادا کرتے ہیں یہ نماز جمعہ تقریباً ایک سال سے ادا ہو رہی ہے آج نماز جمعہ میں ایک مخلص دوست نے اعتراض کیا ہے کہ جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں ان کی ڈاڑھی شرعی نہیں ہے، امام صاحب اسلامیات کے علوم کے ماہر ہیں اور ایک مقامی کالج میں اسلامیات کے اسٹنٹ پروفیسر ہیں، میں نے پہلے ان سے بات چیت کی تو انہوں نے مجھے تسلی دی، مگر ہم آپ سے رہنمائی چاہتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ فیکٹری شہر کے اندر یا قریب شہر میں ہے اور اس میں اذن عام بھی ہے تو اس جگہ

میں جمعہ درست ہے اور اگر اس میں ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو جمعہ درست نہیں اور ڈاڑھی (ایک مشت) سے کم کرنا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے بدترین گناہ ہے کیونکہ اس میں دین اسلام کی کھلی مخالفت ہے اور اللہ کے رسول سے نافرمانی کا اظہار اور اعلان ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

”کل امتی معافی الا المجاہرین“ (البخاری)

ترجمہ: میری پوری امت معافی کے لائق ہیں مگر اعلانیہ گناہ کرنے والا معافی کے لائق نہیں۔

غرضیکہ ڈاڑھی کٹوانے والا اور منڈوانے والا فاسق ہے لہذا اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لیے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، اگر ایسا شخص جبراً امام بن گیا یا مسجد کی انتظامیہ نے بنا دیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کریں۔

”واما الفاسق فقد عللوا کراہۃ تقدیمہ بانہ لایہتم لامردینہ وبان فی تقدیمہ

للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً..... وفی شرح المنیۃ علی

ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“ (رد المحتار: ۱/۴۱۴)

”و کراہۃ امامۃ العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع“..... (کنز الدقائق: ۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمعہ نہ پائی جائیں وہاں علماء کی اجازت کے باوجود جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمعہ ادا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ متعدد کانٹنٹس اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دیکر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ درست نہیں ہے جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں؟

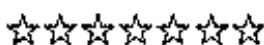
الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں قیام جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، لہذا وہ جگہ جس میں بازاریں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء آسانی میسر ہوں یا وہاں پرافسرحجاز (جیسے اے سی یا ڈی سی وغیرہ) موجود ہوں، جو حدود اور تعزیرات کا نفاذ کر سکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلا تردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے۔ تو وہاں پر شرعاً نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

”قوله (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التي فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة التي ليس فیها قاض ومنبر وخطيب كما فی المضمرات.... الا ترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”وروی عن ابی حنیفة وهو بلدة كبيرة فیها سبکک واسواق ولهار سابق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث اه“..... (التتارخانية: ۲/۵۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب



پندرہ سو آبادی والے چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں ایک مسجد ہے اور متفرق طور پر چار دکانیں ہیں جن میں عام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں، لیکن کئی چیزیں شہر سے بھی لانا پڑتی ہیں آبادی تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے کیا اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے؟ بیٹو اتو جروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں بلکہ ظہر کی نماز ہی پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ اس گاؤں میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط مفقود ہیں۔

”لاتصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع، والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود“..... (الهداية: ۱/۱۷۷)

”(ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله

المکلفین بها) وعلیہ فتویٰ اکثر الفقہاء مجتہبی، اہ قولہ (وفی القہستانی)
تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التي
فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء
المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم
صار مجمعاً علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لان جوز فی الصغیرة التي لیس
فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات..... الاثری ان فی
الجواهر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظهر اہ..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار گھروں پر مشتمل گاؤں موضع ”بالی منگ“ میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع ”بالی منگ“ جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار گھروں پر مشتمل ہے بالغ مرد تقریباً بارہ سو کی تعداد میں ہیں گاؤں میں تقریباً ۳۰ دکانیں ہیں ایک مدل سکول ہے تقریباً ۲۰ سال قبل ایک مسجد میں نماز جمعہ شروع ہوئی، جس میں علماء کرام کا اختلاف تھا پھر بھی نماز جمعہ ہوتی رہی یہ تمام اقوام کے مشورہ پر جمعہ جاری ہوا تھا، گاؤں کے نزدیک ایک جگہ ہے جس کا نام ”گلی کنڈو“ ہے جس کی کل آبادی ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے خرید و فروخت کی اس میں کوئی سہولت موجود نہیں اور آبادی بھی منتشر ہے بالی منگ گاؤں سے ”گلی کنڈو“ کا فاصلہ تقریباً ایک میل ہے اس کا پیش امام بھی جمعہ پڑھانے سے انکاری تھا بعد میں اس کو دھمکی دی گئی کہ آپ جمعہ نہیں پڑھائیں گے تو آپ کو امامت سے ہٹا دیا جائے گا اس جگہ میں اکثر آبادی نماز جمعہ جاری کرنے پر راضی نہیں اور اس سے بہت انتشار پیدا ہوا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ اور عیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے ”لاجمعة ولا تشریف الا فی مصر جامع رواہ ابن ابی شیبہ عن علی“ یا پھر قصبہ ہو جس میں بازاریں وغیرہ ہوں، جہاں ضروریات زندگی باسانی دستیاب ہوں اور ارد گرد کے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ادھر رجوع کرتے ہوں، جبکہ مذکورہ گاؤں کی آبادی صرف ساٹھ گھروں پر مشتمل ہے اور ضروریات زندگی بھی اس میں میسر نہیں تو یہاں والوں کو جمعہ کی نماز معاف اور ظہر کی

نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جمعہ قائم کریں گے تو ظہر چھوڑنے کا سخت گناہ ہوگا، البتہ اگر کوئی جمعہ پڑھنا چاہے تو ایسی جگہ پڑھے جہاں جمعہ درست ہو۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

”اما المصرا لجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصرو من كان ساكناً في توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصرو توابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصرو ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ عصا ہاتھ میں پکڑنا اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا:

مسئلہ نمبر (۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا جمعہ اور عیدین کے خطبوں کے لیے ہاتھ میں عصا پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) دو خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھنا مسنون ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خطبہ کے لیے ہاتھ میں عصا یا کمان یا کوئی بھی جہادی آلہ رکھنا مسنون ہے۔

”فی رواية ابی داود انه عليه السلام قام ای فی الخطبة متو کنا علی عصا او قوس ونقل القہستانی عن المحيط ان اخذ العصا سنة كالقيام“..... (ردالمحتار: ۱/ ۲۰۹)

(۲) صورت مرقومہ میں دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ اعضاء اپنی جگہ قرار پکڑ سکیں، اس کی مقدار فقہاء نے تین آیات کے بقدر لکھی ہے۔

”و یخطب خطبتین یفصل بینہما بقعدۃ (مقدار ثلاث آیات فی ظاہر

الروایۃ“..... (العنایۃ شرح الہدایۃ: ۲۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوسو گھروں پر مشتمل گاؤں ”چھوال“ میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں دوسو گھروں کی آبادی پر مشتمل ہے دو مسجدیں اور ایک جنازہ گاہ ہے جس کا نام ”چھوال“ ہے، نیز اس میں بازار تو بالکل نہیں ہے ہاں البتہ اس میں کچھ دکانیں متفرق موجود ہیں ڈاکخانہ بھی موجود ہے تھوڑے فاصلے پر ایک دو فرلانگ پر ایک اور گاؤں بھی موجود ہے جس کا نام ”ترگڑ“ ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بستی میں بریلوی یا دیوبندی مسلک کے نزدیک جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ اور عیدین پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں صحت جمعہ کی شرائط مفقود ہیں۔

” (ولادئہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی

ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یكون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام

وبلغت ابنیۃ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ

الاعتماد کذا فی التارخانیۃ“..... (الہندیۃ: ۱۴۵/۱)

” (شرط ادائہا المصر وہو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم

الحدود او مصلاہ ومنی مصر لاعرفات وتودی فی مصر فی مواضع والسلطان

اونائبہ ووقت الظہر“..... (کنز الدقائق: ۳۷، ۳۸)

” ای شرط صحتہا ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول

علیٰ لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع اوفی
مدینة عظيمة رواه ابن ابی شیبہ وصححه ابن حزم، وكفی بقوله قدوة واما ما
او مصلاہ (ای مصلى المصر لانه من توابعه فكان فی حكمه والحكم
غير مقصور علی المصلی بل يجوز فی جميع الفیة المصر لانها بمنزلة
المصر فی حوائج اهله، والقناء فی اللغة سعة امام البيوت وقيل ما ائتم من
جوانبه. كذا فی المغرب، واختلفوا فيما يكون من توابع المصر فی حق وجوب
الجمعة علی اهله، فاختر فی الخلاصة والخانية انه الموضع المعد لمصالح
المصر متصل به، ومن كان مقيما فی عمران المصر واطرافه وليس بين ذلك
الموضع وبين عمران المصر فرجة فعلیه الجمعة، ولو كان بين ذلك الموضع
وبين عمران المصر فرجة من مزارع او مراعي كالقلاع بخارى لاجمعة علی اهل
ذلك الموضع وان سمعوا النداء، والغلوة والميل والاميال ليس بشرط.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۵، ۲۳۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک سو پچھتر گھرانوں پر مشتمل چھوٹی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۸): گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کی کل آبادی تقریباً ایک سو پچھتر گھرانوں پر مشتمل ہے اور ہمارے
گاؤں کے دونوں اطراف میں تقریباً پانچ سو میٹر دور گاؤں میں دو مساجد ہیں ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے
جبکہ دوسری مسجد میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا، آیا ہم اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، بنا براین مذکورہ بستی میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی شرعاً درست
نہیں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

”شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم
الحدود او مصلاہ ومنی مصر لاعرفات وتؤدی فی مصر فی مواضع والسلطان
اونائبه ووقت الظہر“..... (کنز الدقائق: ۲۷، ۲۸)

”ای شرط صحتہا ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول علیؑ لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظيمة: رواه ابن ابی شیبۃ وصححه ابن حزم، وكفی بقوله قدوة وامام) او مصلاہ (ای مصلی المصر لانہ من توابعہ فكان فی حکمہ والحکم غیر مقصور علی المصلی بل يجوز فی جمیع الفیۃ المصر لانہا بمنزلۃ المصر فی حوائج اہلہ. والفناء فی اللغۃ سعة امام البیوت وقیل ما امتد من جوانبہ. کذا فی المغرب، واختلفوا فیما یکون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعة علی اہلہ، فاختلفوا فی الخلاصة والخانیة انه الموضع المعد لمصالح المصر متصل بہ، ومن کان مقيما فی عمران المصر واطرافہ وليس بین ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة فعلیه الجمعة، ولو کان بین ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من مزارع او مراعي كالثقلع بخاری لاجمعة علی اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء، والغلوة والمیل والامیال ليس بشرط“..... (البحر الرائق: ۲/۵۲۳ تا ۵۲۷)

” (ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اهلہ المكلفين بها) عليه فتوى اكثر الفقهاء“..... (الدر علی هامش الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پرچون، سبزی اور دوپائی کی دکانیں صحت جمع کے لئے کافی نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں (۱) پرچون کی آٹھ دکانیں ہیں (۲) سبزی کی دو دکانیں ہیں (۳) دو عدد پٹرول ڈیزل کی دکانیں ہیں (۴) سرکاری ڈپنسری موجود ہے مگر دو سال سے ڈاکٹر نہیں ہے میڈیکل سہولت موجود ہے آٹا مرچ اور گندم والی چکیاں موجود ہیں اس کے علاوہ شادی کا سامان شہر سے منگوانا پڑتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً دو ہزار دوسو کے قریب ہے ہمارا گاؤں ڈیڑھ سو گھروں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں واقع ہے، آپ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اس بہتتی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، لہذا اس بہتتی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا صحیح نہیں بلکہ بروز جمعہ ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی۔

” (شرط ادائها المصرو وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود او مصلاه ومنى مصر لا عرفات وتؤدى فى مصر فى مواضع والسلطان اونائبه ووقت الظهر)..... (كنز الدقائق: ۲۷، ۲۸)

” اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او فى مدينة عظيمة: رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة وامام او مصلاه (اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان فى حكمه والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز فى جميع افنية المصر لانها بمنزلة المصر فى حوائج اهله، والفناء فى اللغة سعة امام البيوت وقيل ما امتد من جوانبه. كذا فى المغرب، واختلفوا فيما يكون من توابع المصر فى حق وجوب الجمعة على اهله، فاختر فى الخلاصة والخانية انه الموضع المعد لمصالح المصر متصل به، ومن كان مقيما فى عمران المصر واطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة فعلية الجمعة، ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من مزارع او مراعى كالثقلع بخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء، والغلوة والميل والامبال ليس بشرط..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

” (ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها) وعليه فتوى اكثر الفقهاء..... (الدر على هامش الرد: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

سرکاری سکولز آٹا پیسنے کی مشین اور پختہ سڑک صحت جمعہ کے لئے کافی نہیں ہیں:

مسئلہ نمبر (۲۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سو پچتر گھر ہیں جن میں بالغ مردوں کی تعداد پانچ سو چالیس ہے گاؤں میں ٹیلیفون (PCO) اور پختہ سڑک بھی ہے بجلی ایک بوئز پرائمری سکول ایک گرلز پرائمری سکول، تیرہ دکانیں، تین آٹا پیسنے کی پچلی، ایک آرا مشین، روٹی دھننے کی مشین، ایک مسجد اور ترکھان و معمار بھی موجود ہیں قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل وضاحت فرمائیں کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کیلئے شہر یا فناء شہر یا قریہ کبیرہ شرط ہے سوال میں مذکورہ گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے، لہذا وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔

” (ویشترط لصحتها) سبعة اشیاء الاول (مصر وهو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا یوعلیہ فتوی اکثر الفقہاء“..... (الدر علی ہامش الرد: ۱/ ۵۹۰) ” (ولادائہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود وہو القدرۃ علیہا ہکذا فی الغیاتیۃ وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اذاؤھا فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینہ وبين المصر فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع بیخاری لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغہم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشئ ہکذا فی الخلاصۃ“..... (الہندیۃ: ۱/ ۱۳۵)

” قال الشامی تحت قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التي فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة

لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا في القرى لزمهم اداء الظهراء..... (رد المحتار: ١/٥٩٠)

”ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل فيه“..... (رد المحتار: ١/٦٠٢)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا قرہی گاؤں میں جمعہ اور عیدین پڑھی جاتی ہیں ایک گروہ کا اصرار ہے کہ ہم اپنے گاؤں میں عید کی نماز ادا کریں اگرچہ جمعہ تو نہیں ہوتا، اب سوال یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی شرائط نہ ہوں، اس گاؤں میں عید کی نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جس گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں اس گاؤں میں عیدین کی نماز بھی درست نہیں ہے۔

”تجب صلاة العيد على من تجب عليه الجمعة بشرائطها سوى الخطبة“..... (كنز الدقائق: ۳۹)

”تجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذافي الهداية ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة الا الخطبة كذافي الخلاصة“..... (الهنديّة: ١٥٠/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کچی کمر (تحصیل لکی مروت بنوں) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ”کچی کمر“ ضلع بنوں تحصیل لکی مروت کی کل آبادی سترہ سو سات ہے جس میں کچھ آدمی ملازمت کے سلسلے میں باہر بھی ہیں اور ان کے مکانات اور اراضی گاؤں میں ہیں گاؤں میں ضرورت کی پرچون دکانیں، کپڑے کی دکانیں، آٹا کی چکی، ہسپتال، سکول، دارالعلوم اور ڈاکخانہ موجود ہیں گاؤں میں عرفی بازار نہیں ہے روزمرہ ضرورت کی اشیاء ملتی ہیں، لہذا اب ہم پر از روئے شرع نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی صورت میں نماز جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جب کہ ابھی تک نماز جمعہ شروع نہیں کی ہے، صورت مسؤلہ میں کافی دشمنی جواب سے نوازیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے مصر جامع شرط ہے، جس میں بازار ہوں آس پاس کے لوگ اپنی تمام ضروریات کے لیے وہاں آتے ہوں، لہذا مصر جامع یا قریہ کبیرہ کے علاوہ نماز جمعہ و عیدین پڑھنا جائز نہیں ہے مصر جامع کے متعلق صاحب بدائع نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ جس قول کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہی ہے۔ نیز علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے (حلی کبیری شرح منیہ ص: ۵۵۰) میں اس کو اصح الحدود کہا ہے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”فیض الباری“ میں اس کو ترجیح دی ہے، بتا برائیں کچی کمر میں حسب استفتاء نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وروی عن ابی حنیفۃؒ انه ببلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق
وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ وعلمہ او علم غیرہ
والناس یرجعون الیہ فی الحوادث“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

”قولہ (شرط ادائها المصر وهو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم
الحدود) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولا مفازة
نقول علی ”لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی
مدینة عظيمة: رواه ابن ابی شیبہ وصححه ابن حزم، وكفی بقوله قدوة
واما واما اذالم تصح فی غیر المصر فلا تجب علی
غیر اہلہ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

”وفی حد المصر اقوال كثيرة واختاروا منها قولین: احدهما ما فی المختصر،
 لانیہما معزوه لابی حنیفۃؒ انه بلدة كبيرة فیها سکک واسواق ولہارساتیق
 وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ
 والناس یرجعون الیہ فی الحوادث اہ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۶)
 ”وروی عن ابی حنیفۃؒ وهو بلدة كبيرة فیہا سکک واسواق ولہارساتیق
 وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ
 یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث اہ“..... (التتارخانیة: ۲/۵۳۹)
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر گلوئی (ضلع کئی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۳): بخد مت جناب مولوی صاحب مدرس دارالعلوم کئی مروت السلام علیکم! بعد از سلام عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر گلوئی میں دینی مسئلہ درپیش ہے جس پر علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض علماء اس کو بدعت یعنی گناہ سمجھتے ہیں اب علماء نے آپ صاحبان کو ٹالٹ بنایا ہے یعنی جو فیصلہ آپ حضرات کریں گے ان لوگوں اور علماء کو بھی منظور ہوگا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے شہر گلوئی میں ایک مولوی صاحب نے عید الفطر اور جمعہ کی نماز شروع کی دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ ہمارا شہر نماز جمعہ وعید کے قابل نہیں ہے یعنی جو شرائط نماز جمعہ کے لیے درکار ہیں وہ ہمارے شہر میں پوری نہیں ہیں۔

نوٹ: نماز جمعہ کے لیے جو ضروری شرائط ہیں جن کے پورا نہ ہونے پر نماز جمعہ صحیح نہ ہو وہ شرائط بھی ہمیں تحریر فرمائیں آپ حضرات کے ہم بہت مشکور ہوں گے۔

(۲) یا جو بات پوچھنا چاہتے ہوں تو پھر اطلاع دے دیں، شہر گلوئی کا حلیہ یہ ہے کہ شہر کی آبادی ووٹ کے اعتبار تقریباً ۸۰۰ بالغ ہیں شہر میں بازار نہیں ہیں لوہار، موچی، میراچی وغیرہ موجود ہیں، شہر میں تین مسجدیں ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بالا گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے کیونکہ جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی شرائط عیدین کی نماز کے لیے بھی ہیں جیسا کہ نماز جمعہ چھوٹی ہستی میں جائز نہیں ہے اسی طرح نماز عیدین بھی چھوٹی ہستی میں جائز نہیں ہے اور شہر کی تعریف مشہور اور ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ

”کل موضع فیہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود“..... (التار خانہ

جدید: ۵۳۷/۲)

جس کا مطلب علمائے کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ ہو جس کے لیے امیر اور ایسا قاضی ہو (آفسر) ہو جو احکام اور حدود شرعیہ قائم کر سکے، اس لیے آپ کی تحریر کے مطابق شہر گلوئی میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے اور عرف میں تو شہر واضح ہے، مثلاً آپ کے ملک میں ٹانک، ڈیرہ، بکلاچی وغیرہ ہیں بہر حال دیہات میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔

”قال فی الہندیۃ: (ولادانہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر والمصر فی

ظاهر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام

وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی اہ وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد“..... (الہندیۃ:

۱۲۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں عرصہ دراز سے جمعہ جاری ہو اور شرائط پوری نہ ہوں وہاں حکمت اور بصیرت سے فوراً جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۵۴): بخدمت اقدس جناب مفتی صاحب السلام علیکم! اسلام کے بعد عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیلاً وضاحت فرمادیں۔ ایک گاؤں میں لگ بھگ ۶۵ گھر ہیں اس گاؤں کے رہنے والے لوگ دراصل پڑوس کے ایک قصبہ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں اور وہ قصبہ اس گاؤں سے ۹ کلومیٹر دور ہے اس قصبہ اور گاؤں کی زمینیں باہم مشترک اور ملی ہوئی بھی ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کو اس قصبہ کا ایک جنوبی حصہ تصور کیا جاتا ہے، اس گاؤں اور قصبہ کا ایک بڑا قبرستان بھی مشترک ہے۔ حل طلب امر یہ ہے کہ اس مذکورہ گاؤں میں تقریباً اشیاء ضرورت سب ہی میسر و مہیا ہیں سات دکانیں (مختلف النوع) موجود ہیں علاوہ ازیں لوہار، موچی اور حجام بھی ہے، گلیاں، سڑکیں پختہ اور پکی ہیں بجلی بھی ہے اور ٹیلیفون وائر لیس سسٹم بھی ہے ٹریفک کی سہولت، بچوں اور بچیوں کا سکول بھی موجود ہے اس گاؤں اور اس کے قریب (ڈیرہ جات) کی آبادی ملا کر تقریباً دو تین ہزار ہو جاتی ہے، اس گاؤں میں عرصہ ۴۰ سال سے جمعہ المبارک ادا کیا جا رہا ہے ان سالوں میں کئی بار مستند اور جدید علمائے کرام بھی وہاں جمعہ پڑھا

گئے ہیں اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے اس بات کے باعث گاؤں کی قضاء عجیب ہو چکی ہے لوگ پریشانی میں ہیں ۴۰ سال کی جمعہ کی نمازیں کیا باطل ہو گئیں ان نمازوں کا کیا ہوگا ان مستند علماء نے جو جمعہ پڑھایا ان کی نمازیں بھی باطل ہوئیں؟ عجیب آزمائش میں عوام مبتلا ہے دو مسجدوں میں جمعہ ہو رہا ہے ایک جمعہ پڑھانا چھوڑ بھی دیں تو دوسری مسجد والے تیار نہیں ہوں گے آپ سے استدعا ہے کہ اس اضطراب کا تدارک فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں، لہذا فوراً جمعہ ترک کر کے نماز ظہر ادا کیا کریں اور گزشتہ سالوں کی نماز ظہر قضاء کی جائے، نیز خطباء حضرات اپنا فرض منصبی پہچانتے ہوئے اس حکم شرعی پر حکمت و بصیرت سے عمل کریں۔

”قوله (وفي القهستانی) تأييد للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا في القصابات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرة الا ترى ان في الجواهر لو صلو في القرى لزهم اداء الظهر“ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو عید پڑھ لینا کافی ہے جمعہ پڑھنے میں اختیار ہے اور وہ آدمی یہ بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی صورت میں اختیار دیا تھا کیا اس کی بات صحیح ہے؟ کیا ایسی کوئی حدیث ہے اگر ہے تو اس کا صحیح مصداق کیا ہے وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو عید پڑھ لینے سے جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی بلکہ بدستور فرض رہتا ہے۔

”فلو اجتماع لم يلزم الا صلاة احدهما وقيل الاولى صلاة الجمعة وقيل صلاة العيد كذا في القهستاني عن التمر تاشي قلت قد رجعت التمر تاشي فرأيت حكاية عن مذهب الغير بصورة التمريض (قوله عن مذهب الغير) اي مذهب غيرنا امامنا مذهبنا فلزوم كل منهما قال في الهداية ناقلا عن الجامع الصغير عيدان اجتماعا في يوم واحد فالاول سنة والثاني فريضة ولا يترك واحدا منهما اه قال في المعراج احتريزه عن قول عطاء تجزى صلاة العيد عن الجمعة ومثله عن علي وابن الزبير قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعيد مهجور وعن علي ان ذلك في اهل البادية ومن لا تجب عليهم الجمعة“..... (الدر مع الرد: ١/٢١٠)

باقی رہی یہ بات کہ قائلین سقوط جمعہ جو روایات بطور استدلال پیش کرتے ہیں ان کے بارے میں چند گزارشات عرض ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”عن رسول الله ﷺ انه قال قد اجتمع في يومكم هذا عيدان فمن شاء اجزاه من الجمعة وانا مجمعون“..... (سنن ابی داؤد: ١/١٦١)

یہ حضرات علمائے کرام اس مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”انا مجمعون“ کے قرینہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس مذکورہ حدیث اور دوسری احادیث جن سے قائلین سقوط استدلال کرتے ہیں کہ اختیار اور اجازت ان دیہاتی لوگوں کے لیے تھی جو آپ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے کے لیے آتے رہے کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں تھا اس لیے اعلان کر دیا کہ ان کو مشقت اور حرج نہ ہو، نیز فرماتے ہیں کہ ”انا“ یعنی ”ہم“ سے مراد اہل مدینہ ہیں نہ کہ دیہاتی لوگ۔

(۲) ترمذی شریف جلد ۲۳۲ پر حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے:

”كان النبي ﷺ يقرأ في العيدين وفي الجمعة بسبح اسم ربك الاعلى
و”هل اتاك حديث الغاشية“ وربما اجتماعا في يوم واحد فيقرأ بهما“

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں ادا کی

جائیں گی۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ حاضر تھا اور جمعہ کا دن تھا آپ نے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

”يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن احب ان ينتظر الجمعة

من اهل العوالي فلينتظروا ومن احب ان يرجع فقد اذنت له“

..... (البخاری: ۸۳۵/۲)

اب اس مذکورہ حدیث میں حضرت عثمانؓ کا رخصت کا اختیار صرف اہل عوالی کو دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سقوط جمعہ کا اختیار صرف اور صرف اہل عوالی اور اہل قرنی کو تھا نہ کہ اہل مصر کو کیونکہ اہل عوالی اور اہل قرنی پر جمعہ فرض نہیں تھا۔

(۴) اگر بالفرض ان احادیث میں ترک جمعہ کو عام ہی مانا جائے تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ہمارا استدلال عموماً سے ہے یعنی ان احادیث سے جن سے جمعہ کی فرضیت مطلقاً ثابت ہے عید اور غیر عید کا کوئی فرق نہیں اور اس باب کی احادیث اتنی قوی نہیں ہیں جو ان احادیث و دلائل کا مقابلہ کر سکیں، مختصر یہ کہ جمعہ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے، لہذا اس کے سقوط کے لیے بھی دلیل قطعی کی ضرورت ہے جبکہ اس بارے میں کوئی صحیح و صریح خبر مرفوعہ موجود نہیں چہ جائیکہ کوئی دلیل قطعی موجود ہو، لہذا جمعہ کے سقوط کا اعتبار کر کے کتاب اللہ، اخبار متواترہ اور اجماع کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ، شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۲۵۶): حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم! سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ سے پہلے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ اگر جمعہ اور عید کی نماز ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جمعہ کے عدم سقوط کی وضاحت فرمائی تھی اس کی وجہ سے پوری طرح دریں مسئلہ میں اطمینان ہو گیا، جزاک اللہ خیراً، اب عرض یہ ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ جمعہ و عید کے ایک دن میں جمع ہونے سے فی نفسہ جمعہ تو ساقط نہیں ہوتا بلکہ خطبہ جمعہ ساقط ہو جاتا ہے اس کے پڑھنے یا نہ پڑھنے میں اختیار ہے؟۔

الجواب باسم الملك الوهاب

پہلے اس بات کی وضاحت ہو چکی کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط

نہیں ہوتی بلکہ جمعہ بدستور فرض رہتا ہے اور خطبہ جمعہ، جمعہ کی شرائط میں سے ہے، لہذا مذکورہ بالا صورت میں خطبہ جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

”فی الخلاصة: اعلم بان صلاة العیدین واجبة فی احدی الروایتین هو المختار ویجب علی من یجب علیہ الجمعة ویشرط للعیدما یشرط للجمعة من المصر والسultan والاذن العام والجماعة عندنا الا الخطبة فان الجمعة بدون الخطبة لا یجوز وصلاة العیدین بدونها جائزة“..... (خلاصة: ۱/۲۱۳)

”اعلم بان الجمعة فریضة ولها شرائط منها الخطبة اه“..... (ایضاً: ۲۰۵)

”والشرط الخامس: الخطبة حتی لو صلوا من غیر الخطبة او خطب الامام قبل الوقت لا یجوز اه“..... (تاتارخانیہ جدید: ۲/۵۶۱)

”ویشرط للعیدما یشرط للجمعة الا الخطبة اه“..... (الہندیہ: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پرائمری سکول، ڈاکٹر اور گوشت کی دکانیں موجود ہونے سے جمعہ جائز نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۴۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گاؤں تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل ہے اور یہ گاؤں چوکے شہر سے تقریباً بارہ کلومیٹر دور ہے اور تھانہ ”سرائے مغل“ سے تین کلومیٹر دور ہے تھانہ ”سرائے مغل“ کے اڈے پر ضرورت زندگی کی تمام اشیاء باسانی مل سکتی ہیں ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے اور ایک ڈاکٹر اور بڑا گوشت پانچ روز کے بعد اور فارمی مرغ کا گوشت روزانہ مل سکتا ہے اور آٹا پینے والی چکی بھی ہے ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے فقہ حنفی کے مطابق یہاں جمعہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ بریلوی یہاں ایک مسجد میں باقاعدگی سے جمعہ ادا کرتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ پڑھنا

جائز نہیں، لہذا ظہر کی نماز ادا کریں۔

”قوله (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فی المضمرات.... الا ترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمع کا بدل نماز ظہر ہے:

مسئلہ نمبر (۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قصداً یا عادتاً جمعہ کی نماز چھوڑ دے تو اسے نماز ظہر کے ساتھ فرائض جمعہ بھی قضاء کرنا ہوں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس شخص کو صرف نماز ظہر ہی ادا کرنا پڑے گی کیونکہ جمعہ کا بدل ظہر کی نماز ہے۔
 ”واما حکم فسادھا فان فسدت بخروج الوقت او بفوت الجماعة يستقبل الظہر وان فسدت بما تفسد به عامة الصلوات من الحدث العمدة والكلام وغير ذلك يستقبل الجمعة عند وجود شرائطها او اما اذا فاتت عن وقتها وهو وقت الظہر سقطت عند عامة العلماء لان صلاة الجمعة لا تقضى لان القضاء على حسب الاداء، والاداء فان بشرائط مخصوصة يتعذر تحصيلها على كل فرد فتسقط بخلاف سائر المكتوبات اذا فاتت عن اوقاتها“..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۴)

”وقال فخر الاسلام وغيره في الاصول في بحث القضاء والاداء ان احدهما يستعمل مكان الاخر، حتى يجوز الاداء بنية القضاء، وبالعكس وبيانه ان ما لا يوصف بهما لا يشترط له كالعبادة المطلقة عن الوقت، كالزكاة وصدقة

الفطر، والعشر والخراج والكفارات وكذا ما لا يوصف بالقضاء كصلاة الجمعة ولا التباس لانها اذافات مع الامام تصلى ظهرًا..... (الاشباه والنظائر: ۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صحت جمع کے لیے امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں خود C.M.M رسالہ پورکینٹ نزد شوہرہ سرحد میں خطیب ہوں، ان کے دائیں بائیں صرف چند قدموں کے فاصلے پر بڑی بڑی جامع مسجدیں ہیں ہم بھی علیحدہ C.M.M میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں عام حالات میں حاضر دوسو کے قریب افراد ہوتے ہیں لیکن عید الاضحیٰ کے دن چھٹیوں کی وجہ سے جمعہ میں جمع خطیب کے سترہ آدمی تھے کیا اس صورت میں جمعہ پڑھائیں یا ساتھ والی مسجد میں چلے جائیں، کیونکہ آئندہ بھی عید پر ایسا ہوگا، کم از کم کتنے افراد کے لیے جمعہ پڑھائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے تین آدمیوں کا ہونا امام کے علاوہ شرط ہے، لہذا صورت مرقومہ میں اگر امام کے علاوہ تین آدمی نماز جمعہ کی ادائیگی کے وقت موجود ہوں تو مذکورہ جگہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا ناجائز تو ہے لیکن اگر کوئی عذر یا ضرورت نہ ہو تو ساتھ والی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے۔

”الجماعة) واقلها ثلاثة رجال (ولو غير الثلاثة الذين حضروا) الخطبة (سوی الامام)..... (الدر المختار علی هامش الرد: ۱/۲۰۰)

”ولو حضروا واحدًا وانسان وخطب و صلى بالثلاثة جاز كذا في الخلاصة“..... (الهندي: ۱/۱۲۶)

”وفى التفريد) والافضل هو الجامع الواحد اذا لم يكن عذر وضرورة“..... (كذا في الحلبي: ص ۴۷۵، التارخانية: ۲/۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑے قصبے سے ایک کلومیٹر دور چھوٹے دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک چھوٹا سا دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً تین سو کے قریب ہے ہمارے گاؤں سے قصبہ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے دیہات کی زیادہ تر آبادی کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور مویشی پالنا ہے دیہات کے لوگوں کو بڑے قصبے میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے، جو کھیتی باڑی اور مویشی پالنے والوں کے لیے کافی مشکل ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے ہم نے اپنے دیہات میں جمعہ شروع کیا ہے شریعت کی رو سے ہم جمعہ پابندی سے ادا کرتے رہیں یا کہ ترک کر دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں، لہذا جمعہ کو ترک کر کے ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للتمن وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصات والقری الکبیرة الی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرة الی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات.... الا تری ان فی الجواہر لوصول فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”قولہ و ظاہر المذہب) قال فی شرح المنیة والحد الصحیح ما اختارہ صاحب الہدایة انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود.... وعن ابی حنیفۃ انہ بلنۃ کبیرة فیہا سکک واسواق ولہا ساتیق و فیہا وال یتقدرون علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا هو الاصح“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جمعہ کی دوسری اذان کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۴۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی دوسری اذان کی شرعی حیثیت کیا ہے نیز اس کے جواب دینے یا نہ دینے کے بارے میں بھی وضاحت فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ المبارک کی دوسری اذان خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے پڑھنا مسنون ہے نیز جمعہ المبارک کی دوسری اذان کا زبان سے جواب دینا مناسب نہیں اگر جواب دینا چاہے تو دل ہی دل میں جواب دے۔

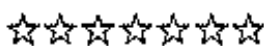
”قوله يؤذن ثانياً بين يديه (أي على سبيل السنة)..... ويؤذن ثانياً بين يديه أي

الخطيب... إذا جلس على المنبر“..... (الدرمع الرد: ۱/ ۶۰۷، ۶۰۸)

”ينبغي ان لا يجيب بلسانه اتفاقا في الاذان بين يدي الخطيب“..... (الدرع على

هامش الرد: ۱/ ۲۹۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

**نماز جمعہ کی شرائط:**

مسئلہ نمبر (۴۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہماری مسجد جو کہ چکوال شہر کے شمالی حصہ میں واقع ہے اس میں پانچ اوقات کی باجماعت نماز ادا ہوتی ہے، اور ایک مستقل امام بھی ہے اور لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس مسجد میں نماز جمعہ شروع ہونی چاہیے، کیونکہ ساتھ اہل بدعت کی مسجد ہے اور لوگ وہاں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اس لیے اس مسجد خلفائے راشدین میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ قیام جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ یا فناء شہر کا ہونا شرط ہے، لہذا ہر وہ جگہ جس میں بازاریں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء آسانی میسر ہوں اور اسی طرح وہاں پرافسر مجاز موجود ہو جو حد و دائر تعزیرات کا نفاذ کر سکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلا تردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں

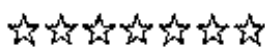
جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے تو وہاں پر شرعاً جمعہ ادا کرنا جائز نہیں، اور شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا کرنا جائز ہے، لہذا آپ کے ہاں اگر شرائط جمعہ پائی جاتی ہیں تو آپ حضرات جمعہ کی نماز پڑھا کریں۔

”وقال الشامي تحت قوله (وفي القهستاني) تأييد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المصمرات.... الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”قوله وظاهر المذهب) قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود.... وعن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سوك واسواق ولها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول مصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء. (الدر على هامش الرد: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



گاؤں ”تھروسہ“ (ضلع قصور) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک گاؤں (تھروسہ ضلع قصور) جو کہ دو سو ساٹھ گھرانوں پر مشتمل ہے، جس میں آبادی کے لحاظ سے پندرہ سو کے قریب افراد ہیں اور زندگی کی بنیادی سہولیات یعنی بجلی، آنا پینے کی چکی اور بچوں اور بچیوں کے علیحدہ علیحدہ پرائمری سکول موجود ہیں اور ایک میڈیکل سنور اور جنرل سنور کھل اور کھاد کی دکان اور سبزی پھل وغیرہ کی کئی دکانیں ہیں اور ایک پٹرول پمپ بھی ہے

اور گاؤں کے اندر چار مساجد ہیں اور گاؤں سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے اب مذکورہ گاؤں میں ہم نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں شریعت کی رو سے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عند الاحناف جمعہ کے لیے قصبہ یا شہر یا فناء شہر کا ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ گاؤں چھوٹا گاؤں یعنی قریہ صغیرہ ہے، لہذا اس میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔

”وقال الشامي تحت قوله (وفي القهستاني) تأييد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضممرات... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا في القرى لزهم اداء الظهراء“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کے بارے میں مفتی کفایت اللہ کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب:

مسئلہ نمبر (۴۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری بستی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے ہم اس میں دوبارہ جمعہ جاری کرنا چاہتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں ہو سکتی، اور بعض کہتے ہیں جائز ہے وہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ بطور دلیل پیش کرتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہے:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ان چھوٹی بستیوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مہر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا کہ ”مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا“ تک لے آئے حالانکہ یہ تعریف بہت سے قرئی پر صادق آتی ہے (ہذا یصدق علی کثیر من القرى) پس نماز جمعہ کی اہمیت

اور مصالحِ ہمہ عالیہ اسلامیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ کو ترک نہ کیا جائے اگرچہ امام شافعیؒ کے مسلک کے ضمن میں ہو۔“ (کفایت المفتی: ۳۳/۲۰۳)

لہذا اس فتوے کی مطابق جو اذکی صورت مذکورہ گاؤں و دیہات میں نکل سکتی ہے، تو ان کا یہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مدلل جواب دے کر فتویٰ کو اپنے دستخط اور مہر سے مزین فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح ہو کہ آپ لوگوں کی بستی جو کہ چالیس یا پچاس گھروں پر مشتمل ہے یہ چھوٹی بستی ہے جس میں نماز جمعہ اور نماز عیدین دونوں جائز نہیں ہیں آپ لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، لہذا آپ لوگ دوبارہ جمعہ کا اجراء نہ کریں ورنہ سمجھانے کے باوجود نہ ماننے پر اس عمل کے خود مدد دار ہونگے، نیز مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے جو لکھا ہے:

”نماز جمعہ کو ترک نہ کیا جائے ان بستیوں کے بارے میں فرمایا ہے جہاں زمانہ قدیم سے جمعہ پڑھا جاتا ہو کفایت المفتی میں وہ خود تصریح فرماتے ہیں: جن بستیوں میں قدیم سے جمعہ پڑھا جاتا ہو اور جمعہ چھوڑنے سے الگ نماز پنجوقتہ بھی چھوڑ دیتے ہیں ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھنا چاہیے الخ“ (کفایت المفتی: ۳۳/۱۸۹)

نیز اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اس کے متعلق مفتی عزیز الرحمنؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”اور حنفیہ کو دیگر ائمہ کے اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء کرام نے اجازت نہیں دی ہے اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے فتویٰ غیر مذہب پر دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں جس جگہ ان کی تصریح نہیں ہے وہاں عمل نہیں کر سکتے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸/۵)

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التي فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ وفيما ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرة.... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظہراء“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”واما المقلد فلا یفقد قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیۃ قلت
ولاسیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء
بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ“..... (الدر علی هامش الرد: ۱/ ۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”گوالی“ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں گوالی گاؤں کی آبادی کل تین سو چھیالیس ہے اور ساتھ تین ڈھکیں ہیں، جو تقریباً تین فرلانگ دور ہیں ان کی کل آبادی چار سو انیس ہے گاؤں کے اندر ایک مسجد ایک دکان ایک آٹا پیسے کی چکی ہے اور دو پرائمری سکول بچوں کے ہیں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آپ قرآن و سنت کی رو سے جواب دیں کہ جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے وجوب کے لیے شرعاً مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے چونکہ مذکورہ گاؤں نہ تو مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ، لہذا اس بستی میں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ان لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھنا ضروری اور لازم ہے۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للتمن وعبارة القہستانی تقع فرضافی القصبات
والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی
او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی
لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات.... الا تری ان فی
الجواہر لوصلوا فی القری لزمہم اداء الظہراء“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری
لقولہ ﷺ لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی
مصر جامع“..... (ہدایہ: ۷۷/ ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ وعیدین کی نماز کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۴۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے ہمارے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ افراد کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے، کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ اور عیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر ایسا قصبہ ہو جو شہر کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے لوگ اپنی ضروریات کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں یا پھر قباۃ شہر ہو۔

”لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع رواه ابن ابی شیبہ عن علی“

جب کہ مذکورہ پستی قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ اور عیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے۔

”وقال الشامی تحت قوله (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارۃ القہستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات... الاتری ان فی الجواہر لوصلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ وعیدین کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور امامت کرانا:

مسئلہ نمبر (۴۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت امامت کرا سکتی ہے یا نہیں اگر عورت امامت کرا سکتی ہے تو اس کی وضاحت کریں کیونکہ بعض احباب اس کی مخالفت کرتے ہیں کہ عورت

امامت نہیں کرا سکتی تو اس کی بھی وضاحت فرمائیں کیونکہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کے اندر عورت کی امامت کے بارے میں مذکور ہے، اس طرح کہ عورت درمیان میں کھڑی ہو اور دیگر عورتیں اس کے ساتھ نماز ادا کریں اگر جائز ہے تو پھر عورت امام بن گئی، کیونکہ عورت جب تکبیر کہتی ہوئی رکوع سجدہ کرے گی تو باقی عورتیں بھی اس کی اقتداء کریں گی مہربانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمائیں نیز عورت کا مسجد میں آنا بوجہ نماز کیسا ہے اس بارے میں بھی فرمائیں کہ نماز عیدین و جمعہ وغیرہ میں عورتوں کو اپنی علیحدہ جماعت کروانے سے شرعی طریقے کے مطابق کیسے روکا جائے کیونکہ عورتیں ان نمازوں کو ادا کرنے کی ضد کرتی ہیں بصورت منع وہ اپنی نماز کرواتا ہیں بالخصوص رمضان المبارک یا عیدین کی نماز میں، اس صورت میں اگر مسجد کے اوپر والی جگہ عورتوں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو کیا وہ مسجد میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اس کی بھی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے نماز جمعہ یا عیدین کے لیے گھر سے باہر نکلنا یا خود جماعت کرنا اور عورتوں کے لیے امامت کرانا مکروہ تحریمی ہے، واضح رہے کہ عورت کا مردوں کے لیے امامت کروانا ناجائز اور حرام ہے۔

”كذا المرأة تصلح للامامة في الجملة حتى لو امت النساء جاز وينبغي ان تقوم وسطهن لما روى عن عائشة أنها امت نسوة في صلاة العصر وقامت وسطهن وامت ام سلمة نساء وقامت وسطهن ولأن منى حالهن على السترو هذا استرلها الا ان جماعتهن مكروهة عندنا“..... (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۷)

” (ويكره حضورهن الجماعة) ولولجمعة وعيدو وعظ (مطلقا) ولو عجوز اليللا (على المذهب) المفتى به “..... (الدرع الرد: ۱/۳۱۸)

”عن عبدالله عن النبي ﷺ قال صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها او صلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها“..... (ابوداؤد: ۱/۹۳)

”ولا يحضرن الجماعة لقوله تعالى: وقرن في بيوتكن: وقال ﷺ صلواتها في قعر بيتها افضل من صلاتها في صحن دارها وصلواتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها وبيوتهن خير لهن، ولانه لا يؤمن الفتنة من خروجهن، اطلقه

فشمل الشاب والعجوز والصلاة النهارية والليلية، قال المصنف في الكافي
والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوة كلها لظهور الفساد..... (البحر:
١/٢٢٨، ٢٢٤)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۸): ایک اہم دینی مسئلہ کی جانب جناب کی توجہ اور رہنمائی اور فتویٰ درکار ہے جناب ہسپتال لاہور کی رہائشی کالونی میں پنجوقتہ نماز کے لیے ایک مسجد بنائی گئی ہے چھوٹی سی مسجد جس میں ساٹھ یا ستر نمازیوں کی کھلی جگہ ہے اس میں پانچ وقت نماز اور تراویح وغیرہ ہوتی ہیں اب کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس میں جمعہ کی نماز شروع کرنی چاہیے حالانکہ تین مساجد اس میں سے دو برابر کے فاصلے پر اور ایک قریبی فاصلے پر ہیں جن میں ماشاء اللہ وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء خطبہ دے رہے ہیں ہم نے ان لوگوں کو بتایا کہ اس چھوٹی مسجد میں جمعہ جائز تو ہے، لیکن ثواب بڑی مسجد میں ہے، لیکن وہ بھند ہیں آپ سے عرض یہ ہے آپ اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے مطابق اپنا جواب تحریر فرمائیں آپ کی عین نوازش ہوگی اور ہمارے رہائشی لوگوں میں اس معمولی بات کا تنازع بھی ختم ہو جائیگا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں ایک شہر میں جتنی بھی مساجد ہوں جمہ ان سب میں پڑھنا جائز ہے اگرچہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے جو کہ شوکت اسلام ہے اور نمازیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا، کثرت جماعت سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

”(وتؤدی فی مصر واحدہ مواضع کثیرة) مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی، و فی الشامیة..... من مذہب ابی حنیفۃ جواز اقامتہا فی مصر واحدہ فی مسجدین او اکثر وہ ناخذ لاطلاق لاجمعة الا فی مصر بشرط المصر فقط“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۵)

”حدیث ابی بن کعب عند ابن حبان: (وصلاة الرجل مع الرجل ازکی من صلاته وحده وصلاة مع الرجلین ازکی من صلاته مع الرجل وصلاته مع

الثلاثة ازكى من صلاته مع الرجلين وماكثر فهو احب الى الله عز وجل
اخرجه في العمدة..... (معارف السنن: ۲/۲۶۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کے ساتھ غیر متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری فیکٹری رائے ونڈ کی حدود میں ہے رائے ونڈ کا تھانہ اس کے بالکل سامنے ہے اور شہر کی آبادی اب فیکٹری تک پہنچ چکی ہے اور وہاں پوری مارکیٹ ہے اور وہاں پر کالونیاں بھی ہیں البتہ وہاں پر درمیان میں دو کھیت خالی بھی ہیں یعنی مرکز رائے ونڈ کے درمیان میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر پلاٹ بھی ہے اب آیا یہاں پر اس مسجد میں نماز جمعہ شروع کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، اردگرد سب مساجد میں جمعہ ہوتا ہے چونکہ وہ دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والے ہیں اس لیے یہاں جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ آپ جلد جواب عنایت فرمائیں گے، اگر نماز جمعہ نہیں ہوتی تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں؟ (جزاکم اللہ خیراً)

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب تک آبادی شہر کے ساتھ متصل نہ ہو تو اس وقت تک نماز جمعہ جائز نہیں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔

”وذكر في فتاوى الشیخ الفقیه ابی الیث ”ان علی قول ابی بکر لا تجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضع منقطعاً عن العمران. (التارخانیة جدید: ۲/۵۵۱)

” (ولادئها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هكذافی الكافی، والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یكون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحكام وبلغت ابنته ابنة منی هكذافی الظهیریة وقاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتماد كذافی التارخانیة ومعنی إقامة الحدود وهو القدرة علیها هكذافی الغیائیة وكما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء

المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان
مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع
بينخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة
والميل والاميال ليس بشئ هكذا فى الخلاصة اه..... (الهنديّة: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے بارے میں بعض مسائل:

مسئلہ نمبر (۴۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- (۱) جمعہ کے لئے کتنی آبادی کا ہونا ضروری ہے؟
- (۲) اگر دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا تو گاؤں والے جمعہ کہاں پڑھیں؟
- (۳) اگر گاؤں والے گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں تو جمعہ ہو جائے گا یا پڑھنے والے گنہگار ہوں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ دیہات ہے جس میں بازار ہوں، بنا بریں ایسی بستیاں جہاں بازار نہ ہوں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور وہاں پر جمعہ پڑھنے والے ظہر کی نماز چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

”قوله (وفى القهستانی) تأييد للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فى القصبات
والقرى الكبيرة التى فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى
او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل
به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى
ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المصمرات.... الا ترى ان فى
الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر اه..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

- (۲) گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ان پر ظہر کی نماز فرض ہے البتہ اگر کوئی جمعہ ادا کرنا چاہے تو ایسی جگہ جا کر پڑھے جہاں جمعہ ادا کرنا درست ہو۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة
ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي
توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل
القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع
الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضوع ”چہل خورد“ (ضلع گوجرانوالہ) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں محترم جناب موضع چہل خورد ضلع
گوجرانوالہ میں تقریباً چودہ سو کے قریب آبادی ہے ہمارے موضع میں ۲۲ نڈل سکول برائے طلباء اور ایک مسجد اور ایک
دینی مدرسہ ہے یعنی جس میں تفسیر ناظرہ اور حفظ بھی پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ تین چار روڈھ لینے والے بھی آتے
ہیں اور اس میں دکانیں بھی ہیں جہاں سے روزمرہ کی ضروریات وغیرہ بھی پوری ہو جاتی ہیں، ہمارے علاقے میں پہلے
بھی دو بار جمعہ کی نماز پڑھائی جا چکی ہے اور بعد میں ترک کر دی گئی ہے اب جب کہ ہمارے موضع میں پانچ
نمازیں جمعہ کی متواتر پڑھائی جا چکی ہیں اور آئندہ جمعہ کی تیاری ہے اور اکثریت محلہ کی نماز پڑھتی ہے، (بعض آدمی
جمعہ کے دن نماز نہیں پڑھتے آکر مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں یا گھر میں نماز پڑھتے ہیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے) آیا ہم جمعہ
جاری رکھیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عند الاحناف جمعہ وعیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ یا قریہ کبیرہ جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے
جب کہ مذکورہ گاؤں چھوٹا ہے اس میں نماز جمعہ نہیں ہوتی یہاں والوں کو جمعہ کی نماز معاف ہے اور ان پر جمعہ کی جگہ
ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے اور اس ہستی میں جو نماز جمعہ پڑھتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصات
والقری الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن
الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا

اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في
الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في
المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا في القرى لزمهم اداء
الظواهره..... (رد المحتار: ١/٥٩٠)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ میں محض ذکر اللہ فرض ہے:

مسئلہ نمبر (۲۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب جمعہ کا جو عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں اس کے پہلے حصہ میں وہ ”الحمد لله نحمدہ“ سے شروع کر کے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں ”بارک اللہ لنا“ پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کر کے سورۃ النضحیٰ پڑھتے ہیں اس کے بعد ”ان اللہ بامرہ.....“ (الآیۃ) پڑھ کر ختم کرتے ہیں اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چلے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شور مچاتا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا، لہذا خطبہ نہیں ہوا اور نماز جمعہ نہیں ہوئی، براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلہ فرمادیں کہ خطبہ ہوا یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اگر دونوں چیزیں ہو گئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سلوک کریں جس نے نمازیوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خطبہ درست ہوا ہے اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے، ایسے شخص کو محبت سے سمجھایا جائے تاکہ اس کی بھی بے اکرامی نہ ہو۔

”وفی الدر (وکفت تحمیدہ او تہلیلہ او تسبیحہ) للخطبة المقروضة مع

الکراهة وقال لا بد من ذکر طویل و اقلہ قدر التہجد الواجب“.....

(الدر المختار: ١/٥٩٨)

نوٹ: لا علمی کی بناء پر چونکہ اس نے کہا اس لیے اس کو سمجھا دیا جائے، البتہ خطیب صاحب کو بھی چاہیے کہ خطبہ کے تمام آداب کا خیال رکھیں، اور مسنون خطبہ دیا کریں تاکہ سنت بھی ادا ہو اور انتشار بھی پیدا نہ ہو کیونکہ آج کل لوگ علماء

اور ائمہ کے لیے گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں پر بھی تھوڑی سے خامی پائی تو اس کو سر بام اچھالتے ہیں، حالانکہ اس کا دینداری یا مسائل اسلامیہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ کبیرہ سے متصل ایک مل میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چک نمبر 266 تقریباً پانچ سو گھروں پر مشتمل ہے اور ۲۲۶ چک ۵۰ مربع پر پھیلا ہوا ہے اس میں ایک شوگر مل اور ایک بازار جیسے ۲۶ پلیاں شاپ کہتے ہیں، ۲۲۶ گاؤں کی آبادی تقریباً چودہ ہزار افراد پر مشتمل ہے یہاں لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول، یونین کونسل کا دفتر ڈپنٹری، تین عدوکلینک دو آرے، پانچ آٹے کی چکیاں ڈاکخانہ بارہ عدد کریبانہ سنور (جبکہ مختلف جگہوں پر پانچ پولٹری فارم ہیں) اس گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ۲۶ پلی بس شاپ ہے گاؤں اور ۲۲۶ پلیاں بس شاپ میں تقریباً ۱۵ گھر ہیں اور چھوٹی بڑی تقریباً ۵۰ دکانیں ہیں ماسوائے کپڑے کے تقریباً تمام ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں اور گوجرہ شوگر مل ۲۲۶ چک سے تقریباً ۱۵ ایکڑ اور ۲۲۶ پلیاں بس شاپ سے تقریباً ۱۳ ایکڑ فاصلے پر واقع ہے براہ کرم رہنمائی فرمائی کہ یہاں شوگر مل میں جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت بیان مذکورہ شوگر ملز میں جمعہ کے شرائط مقتود ہونے کی بناء پر جمعہ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے اور یہاں شوگر مل نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ اور درمیان میں فصلوں کی وجہ سے اتصال بھی نہیں ہے، لہذا جمعہ جائز نہیں۔

”وذكر في فتاوى الشيخ الفقيه ابى الليث“ ان على قول ابى بكر لا تجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضوع منقطعاً عن العمران“..... (التتارخانية: ۲/ ۵۵۱)

”ولادائها شرائط في غير المصلی منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضوع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنته ابنة منى هكذا في الظهيرية وقاضى خان وفي الخلاصة وعليه

الاعتماد کذا فی التارخانیة ومعنی اقامة الحدود وهو القدرة علیہا کذا فی الغیاتیة وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلاً بالمصر ومن کان مقيماً بموضع بینہ وبين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع بیخاری لاجمعة علی اهل ذلك الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ کذا فی الخلاصة اه..... (الہندیة : ۱ / ۱۳۵)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر فلا تجوز فی القرى لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع، والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود“..... (الهدایة : ۱ / ۱۷۷)

”قوله وظاهر المذهب) قال فی شرح المنیة والحد الصصح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود.... وعن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولهار ساتیق فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (رد المحتار : ۱ / ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مہند پنجنی کے ایک گاؤں (خویزو) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہند پنجنی علاقہ ”خویزو“ تقریباً ۶۰۰ گھروں پر مشتمل ہے اس علاقے سے خرید و فروخت کی تمام اشیاء باسانی مل جاتی ہیں اس علاقہ میں دستکاری سکول و ہسپتال بھی موجود ہیں اس علاقہ میں آٹھ مساجد ہیں لیکن کسی ایک مسجد میں بھی پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی اور کوئی امام بھی مقرر نہیں ہے ایک مسجد میں لوگ نماز جمعہ کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن وہاں پر بھی پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی اس علاقہ میں سرکاری فوج ہے مگر امن کے لیے نہیں یعنی جرائم کی روک تھام کے لیے نہیں بلکہ سرحدی حفاظت کے لیے ہیں اس صورت میں اس علاقہ میں از روئے شرع جمعہ کی نماز پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ علاقہ میں شرائط صحت جمع نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔

”قولہ وظاہر المذہب) قال فی شرح المنیة والحد الصبیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود.... وعن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولهارساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح. الا ان صاحب الهدایة ترک ذکر السکک والرساتیق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانہ القدرة علی تنفيذ الاحکام واقامة الحدود لا یكون الا فی بلد کذلک“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں (جنڈیالہ شیرخان) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جنڈیالہ شیرخان کی آبادی تقریباً دس ہزار ہے جہاں آٹھ مساجد ہیں، ان میں سے چار جامع مسجدیں ایسی ہیں جن میں جمعہ ہوتا ہے، ہماری بستی ’قدرت آباد‘ جنڈیالہ شیرخان سے صرف چھ ایکڑ کے فاصلے پر موجود ہے جس کی آبادی سات سو افراد پر مشتمل ہے اور اس کے گھروں کی تعداد ۷۷ ہے اس بستی میں ایک مدرسہ ہے، جس میں قرآن پاک بچوں کو حفظ و ناظرہ پڑھایا جاتا ہے اس بستی میں چار چگوٹی دکانیں ہیں اور باقی خورد و نوش کی اکثر چیزیں جنڈیالہ شیرخان سے خرید کر لاتے ہیں گاؤں جنڈیالہ شیرخان میں ٹاؤن کمیٹی بنی ہوئی ہے اور یہ بستی قدرت آباد ٹاؤن کمیٹی جنڈیالہ شیرخان کی حدود کے اندر ہے، لہذا بستی کے اندر ایک ہی مسجد ہے اس میں جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ یہاں پہلے کبھی جمعہ نہیں ہوا۔

نوٹ: جنڈیالہ شیرخان سے بستی قدرت آباد کو سڑک آتی ہے اس سڑک کی ایک طرف سے تقریباً دس گھر درمیان میں آباد ہو چکے ہیں جبکہ سڑک کی دوسری طرف کوئی گھر نہیں اور یہ دس گھر بستی سے جدا ہیں اور تقریباً دو ایکڑ فاصلہ ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ ہستی نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ، لہذا اس میں جمعہ کا اجراء جائز نہیں، بلکہ وہاں پر اپنی ظہر کی نماز باجماعت کا اہتمام کرتے رہا کریں۔

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارۃ القہستانی وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمورات.... الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

” (ولادئہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود هو القدرۃ علیہا ہکذا فی الغیاتیۃ وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤہا فی فناء المصر وهو الموضوع المعدل مصالح المصر متصلاً بالمصر ومن کان مقيماً بموضع بینہ وبين المصر فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع بیخاری لا جمعة علی اهل ذلك الموضوع وان کان النداء یبلغہم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشئ ہکذا فی الخلاصۃ“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد شرط نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے علاقہ کی جامع مسجد میں الحمد للہ پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہے جبکہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مسجد کے خطیب صاحب جمعہ کی نماز مسجد کے

باہر گراؤنڈ میں پڑھاتے ہیں اور وہ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت تمام نمازی مسجد میں نہیں آپاتے اور لوگوں کو مسجد سے باہر نماز پڑھنی پڑتی ہے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح مسجد کو چھوڑ کر گراؤنڈ میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ اس دوران مسجد ویران پڑی رہتی ہے اور خطیب صاحب گراؤنڈ میں سے جہاں وہ جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہوتے ہیں، اعلان کرتے رہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز مسجد میں نہیں گراؤنڈ میں ہوگی، برائے مہربانی یہ فرمائیں کہ شریعت کے لحاظ سے جمعہ کی نماز مسجد چھوڑ کر گراؤنڈ میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ کا ادا کرنا جامع مسجد میں اولیٰ و افضل ہے اور مسنون عمل ہے، لہذا ریش زیادہ ہو جانے کی صورت میں مسجد سے باہر صفوں کو طویل یا جاسکتا ہے اور واضح رہے کہ مسجد سے باہر بننے والی صفوں کا آپس میں ملا ہونا چاہیے گو مسجد سے باہر نماز جمعہ کا ادا کرنا بھی جائز ہے جبکہ امام و مقتدی سب کے سب مسجد سے باہر ہوں بشرطیکہ وہ جگہ یا میدان شہر یا قصبہ میں ہو کیونکہ جواز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں ہے۔

”کما فی الدر المختار وتؤدی فی مصر واحدہمواضع کثیرة مطلقا علی

المذہب وعلیہ الفتویٰ“..... (الدر مع الرد: ۱/۵۹۵)

”شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم

الحدود او مصلاہ قولہ او مصلاہ ای مصلی المصر لانه من توابعہ فکان فی

حکمہ و الحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع الفنیة

المصر“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جنگل کے قریب ایک گاؤں (کک) میں نماز جمعہ و عیدین کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم اسلام کے بعد گزارش ہے کہ ہمارا گاؤں کک اب تقریباً ۵۰ گھرانوں پر مشتمل ہے اور وہاں صرف ایک ہی مسجد ہے اور کبھی ہم امام رکھتے ہیں اور کبھی نکال دیتے ہیں اور بدستور جماعت بھی نہیں ہوتی بیس سال پہلے وہاں جمعہ وغیرہ بھی ہوتا رہا اب جب کہ جمعہ تو درکنار نماز بھی

نہیں ہوتی اور ہمارا گاؤں جنگل وغیرہ کے قریب ہے اور ساتھ جو گاؤں پائے جاتے ہیں ان میں جو سب سے قریب ہے وہ تقریباً دو کلومیٹر سے زیادہ دور ہے اب ہمارے بزرگ اتنا سفر طے کر کے عید کی نماز کے لیے بھی نہیں جاسکتے، اب ہماری مسجد میں جمعہ اور عید وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں اب آپ سے گزارش ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کے اس گاؤں کک میں نہ نماز جمعہ جائز ہے اور نہ نماز عید جائز ہے کیونکہ اس میں جمعہ اور عیدین کی صحت کی شرائط نہیں پائی جارہی ہیں۔

”لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمورات“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”شرط ادائها المصروہ و کل موضع لہ امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و او مصلاہ قولہ او مصلاہ ای مصلی المصر لانہ من توابعہ فکان فی حکمہ و الحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع الفیئ المصر“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کم آبادی والے گاؤں میں دو تین جگہ نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۲۷۸): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک مسئلہ ہے جو اب دے کر مشکور فرمائیں! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں دو مسجدیں تھیں گاؤں کی آبادی اتنی زیادہ بھی نہیں تھی لیکن ایک مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھائی جاتی تھی، کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب کا اس میں اختلاف ہو گیا اور جمعہ الگ الگ مسجدوں میں پڑھایا جاتا تھا حالانکہ دونوں مسجدوں کے درمیان صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے پھر سال بعد ایک دوسری جگہ بہت بڑی مسجد بنائی گئی جس میں تین چار گاؤں کے لوگ ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یہ بہت بڑی مرکزی جامع مسجد ہے اسی مسجد میں تین یا چار صف نمازی جمعہ کے دن ہوتے ہیں بہر حال دوسری مسجد کے ملحقہ لوگ وہ اپنی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں حالانکہ وہاں پر صرف تین یا چالیس نمازی ہوتے ہیں کیا ان کا وہاں پر نماز جمعہ ادا ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جس چھوٹی آبادی میں حاکم مجاز نہ ہو اس میں نماز جمعہ بھی جائز نہیں ہے، لہذا آپ کے گاؤں میں کسی بھی مسجد میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔

”وفیما ذکرنا اشارة ای انه لا تجوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض

ومنبر وخطیب کما فی المضمرة“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس جگہ کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوں مگر مستقل بازار نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کا نام ”بھدیہ کلاں“ ہے جو کہ بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً تین ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ہے اور تقریباً ضروریات کی ہر چیز مل جاتی ہے اور اسی گاؤں کے رقبہ میں لوگوں نے اپنی اپنی زمینوں میں حویلیاں بنا کر رہائش رکھی ہوئی ہے گاؤں کے علاوہ ان حویلیوں کے افراد کی تعداد بھی تین ہزار سے زائد ہے اور ان حویلیوں میں کل مساجد سترہ ہیں صرف ایک مسجد میں تقریباً پچاس سال سے جمعہ وعیدین ہورہے ہیں اور ان حویلیوں میں کوئی بازار نہیں بلکہ چیدہ چیدہ دوکانیں ہیں کھانے پینے کی خاص خاص چیزیں ملتی ہیں، کپڑے جو تون وغیرہ کی کوئی دوکان نہیں، اب زیر طلب مسئلہ یہ ہے کہ شرعاً ان حویلیوں کی مساجد میں نماز جمعہ اور عیدین ہو سکتی ہیں؟ اور آیا یہ حویلیاں گاؤں ”بھدیہ کلاں“ ہی میں شمار ہوں گی؟ نیز جس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ کے گاؤں میں بازار بھی ہیں تو جمعہ صحیح ہے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی اور گاؤں سے باہر حویلیاں ہیں ان میں جمعہ جائز نہیں۔

”وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التي فیہا اسواق

قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع

واداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ

وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا یجوز فی الصغیرة التي لیس فیہا قاض ومنبر

وخطیب کما فی المضمورات، والظاهر انه الكراهة لكرهة النفل بالجماعة
الائرى ان فى الجوهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر.....
(رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

(۲) جس جگہ جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی جائز نہیں۔

”واما شرائط وجوبها وجوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة
وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العیدین وجوازها من الامام
والمصر والجماعة والوقت الا الخطبة فانها سنة بعد الصلاة ولو تركها جازت
صلاة العید.....“ (بدائع الصنائع: ۱/ ۲۱۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک مسجد میں نفل پھر دوسری مسجد میں فرض کی نیت سے نماز جمعہ پڑھنا پڑھانا:

مسئلہ نمبر (۲۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرید نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی
اور اس کے بعد کسی دوسری مسجد میں چلا گیا اور وہاں اس کو لوگوں نے آگے کر دیا کیا ان کا دوسری جگہ نماز جمعہ
پڑھانا، جبکہ وہ پہلے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کر چکے تھے، ان کا جمعہ پڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟ اور یاد رہے کہ فرید کہتا ہے
کہ میں نے پہلی مسجد میں نفل کی نیت کی تھی اور دوسری میں فرض کی بحوالہ جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر فرید نے واقعی پہلی جگہ نفل کی نیت سے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اس کی وہ نماز نفل
شمار ہوگی۔

”وبصلى المتفل خلف المفترض كذا فى الهداية“..... (الهنديّة: ۱/ ۸۵)

اور اب چونکہ جمعہ کی نماز دوسری جگہ فرض جمعہ کی نیت سے پڑھا رہا ہے تو اس کی امامت اور اقتداء درست

ہے۔

”قوله وصلاهما) اى اتحاد صلاتهما قال فى البحر والاتحادان يمكنه
الدخول فى صلاته بنية صلاة الامام فتكون صلاة الامام متضمنة لصلاة

المقتدی اہ فدخول اقتداء المتنفل بالمفترض لان من لا فرض عليه لو نوى
صلاة الامام المفترض صحت نفلان لان النفل مطلق والفرض مقيد والمطلق
جزء المقيد فلا يغير..... (رد المحتار: ۱/۴۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر فارم کی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک فائینس فارم ہے جس میں پاگل افراد رہتے ہیں ان کی نگرانی کے لیے تقریباً آٹھ ملازم ہیں اس فارم کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے یہ فارم شہر سے باہر ہے اس مسجد میں ایک مولوی صاحب جو کہ دو ماہ سے جمعہ پڑھا رہے ہیں یہاں جمعہ نہیں ادا ہوتا تھا فارم کے ملازمین شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ یہاں آپ فتویٰ دیں کہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
نوٹ: یہ گاؤں شہر سے تقریباً آدھا کلومیٹر دور ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کے گاؤں میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط مفقود ہیں، بنا برائیں اس گاؤں میں نماز جمعہ بند کر دیا جائے اور جتنے جمعہ ادا کئے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نماز قضاء کی جائے۔

”(وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیہا قاض
ومنبر وخطیب کما فی المضمرات، والظاهر انه الکراهة لکراهة النفل
بالجماعة الاثری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء
الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”(وشرط اداها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی

قریة ولا مفازة لقول علیؑ لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطرو ولا اضحی الا فی

مصر جامع اوفی مدینة عظيمة..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کئی سالوں سے جاری نماز جمعہ کو عدم شروط کی وجہ سے بند کرنا اجماع شریعت ہے:

مسئلہ نمبر (۲۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا چک جو کہ ایک چھوٹا سا ہے ایک سو گھروں پر مشتمل ہے کچھ دیگر چک ارد گرد اپنے مربیعہ جات و لیلہ جات میں رہائش پذیر ہیں چک والوں اور دیگر لوگوں کی مردم شماری کی گئی جس کے لحاظ سے مرد بچے بچیوں کی مجموعی تعداد تقریباً دو ہزار ہے چھ سات دکانیں ہیں چک میں عرصہ چھ سات سال سے جمعہ ہوتا رہا، وہ بھی اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص دارالعلوم کبیر والا جا کر مفتی عبدالقادر صاحب کے سامنے سوالات بڑھا چڑھا کر جواز جمعہ کا فتویٰ لیکر آیا اور عشاء کے بعد مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ کی تصنیف (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۳۹۸) مسائل جمعہ کے بارے میں مقتدیوں کو سنایا میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں بوجہ شرائط جمعہ نہ پائے جانے سے جمعہ جائز نہیں اس کے علاوہ نماز ظہر کے چار رکعت قضاء کرنے کا وبال بھی سر پر ہوگا اور ان کی دوسری کتاب (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۳۴) پانزدہم کے عنوان سے دیہات میں عدم جواز جمعہ پر قرآن و سنت سلف صالحین کے تعاون سے نہایت مفصل مدلل طور پر وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ مزید تحقیق کے لیے مولانا عبدالقادر مفتی دارالعلوم کبیر والا مفتی دارالافتاء مدرسہ خیر المدارس ملتان ان حضرات کو استفتاء لکھ کے فتویٰ منگوا یا گیا تو ان دونوں مفتی حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دیا جب ہر طرف سے مکمل ثبوت ہمیں ملا تو بقول مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب جمعہ بند کر دینے کا اعلان کر دیا اب کچھ حضرات ناراض ہیں کہ جمعہ کیوں بند ہوا اور کچھ خواہ مخواہ نکتہ چینی کرتے ہیں اس کا شرعی فیصلہ فرمادیں؟

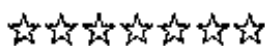
الجواب باسم الملك الوهاب

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے ایسی جگہ جمعہ پڑھنے والوں پر ظہر بدستور لازم ہے، لہذا جتنے عرصہ تک جمعہ پڑھتے رہے ظہر کی نماز چھوڑے رکھی اس کا گناہ بھی سر ہو گیا، لہذا اتنے عرصے کی نماز ظہر کی قضاء لازم ہوگی، اور چونکہ جمعہ ایسی جگہ نفل کی حیثیت رکھتا ہے اور نوافل کی جماعت علی سبیل التداوی یہ بھی

جائز نہیں، لہذا ہم مسلمان ہیں اور مسلم سلیم سے ہے یعنی ہم نے کلمہ پڑھ لیا تو اب ہم نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا جو ان کا حکم ہوگا اسی کے مطابق ہم عمل کریں گے شریعت نام ہی اتباع کا ہے، لہذا اپنے اندر اتباع والی صفات پیدا کر کے شرعی مسائل میں ضد و عناد یا ہٹ دھرمی اور انانیت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

”وعبارة القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
وإداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیہا قاض
ومنبر وخطیب کما فی المضمرة، والظاهر انه الکراهة لکراهة النقل
بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء
الظہر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب؟

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز اس کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب اگر واجب ہیں تو واجب کی قضاء نہیں ہوتی اس لیے یہ بتائیں کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کے دو فرض پڑھیں ظہر کے چار فرض چھوڑیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کی نماز کی فرضیت قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، جمعہ کی نماز دو رکعت فرض ہیں اور اس کے پڑھنے سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں، اور یاد رہے کہ واجب نماز (جیسے وتر) کے فوت ہو جانے سے اس کی بھی قضاء لازم ہے۔

”اما الاول: فالجمعة فرض لا یسع ترکھا ویکفر جاحداھا والدلیل علی فرضیة
الجمعة الكتاب والسنة واجماع الامة الخ“..... (باب الجمعة، بدائع
الصنائع: ۱/ ۵۷۷)

”ہی فرض عین (یکفر جا حدھا) لثبوتھا بالدلیل القطعی کما حققه الکمال
وهی فرض مستقل آکدمن الظہر ولیست بدلا عنه اه“.....
(رد المحتار: ۱/۵۸۹)

”فصل: واما بیان مقدارھا مقدارھا از کعتان عرفنا ذلک بفعل رسول اللہ ﷺ
واصحابہ من بعده وعلیه اجماع الامم“..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۰۳)
”قولہ (ووقت الظہر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی وقت الظہر فلا تصح قبلہ
ولا بعده لان شرعیة الجمعة مقام الظہر علی خلاف القیاس لانه سقوط اربع
برکعتین الخ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آبادی سے باہر مدرسہ سے نماز جمعہ شہر کی مسجد میں منتقل کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک مدرسہ عبداللہ بن
مسعود (واقع من مضافات راولپنڈی) میں جمعہ شروع کیا، چونکہ مدرسہ ہذا آبادی سے بالکل الگ تھا اور بیرونی طلبہ
بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اس وجہ سے لوگوں کا رجحان بہت کم ہے، اب ہم جمعہ مسجد والنورین میں منتقل کرنا چاہتے
ہیں، جو کہ شہر میں ہے اور تقریباً پانچ ہزار کی آبادی کے درمیان میں ہے، لوگوں کا رجحان بھی مسجد ہذا کی طرف ہے،
آیا اس طرح جمعہ کو مدرسہ سے مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ مدرسہ میں جمعہ بند کر کے مسجد والنورین میں منتقل کرنا ضروری ہے، اس لیے
کہ مدرسہ میں جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ آبادی سے بالکل باہر ہے، جبکہ جمعہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مصر جامع ہو
یا اس کے مضافات ہو (فناء مصر) اور مسجد ہذا شہر میں ہے، لہذا اس میں جمعہ درست ہے مدرسہ میں نہیں۔

”منھا المصر کذا فی الکافی.... وکما یجوز اداء الجمعة فی
المصر یجوز اداھا فی فناء (المصر) وهو الموضع المعد لمصالح
المصر متصلا بالمصر ومن کان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من

المزارع والمراعى نحو القلع ببخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضوع
وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والامبال ليس بشئ هكذا فى
الخلاصة الخ..... (الهندية: ۱/۱۴۵)

” لاتصح الجمعة الا فى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولا تجوز فى القرى
لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا فطرو ولا اضحى الا فى
مصر جامع..... بل يجوز فى جميع اقبية المصر لانها بمنزلته فى حوائج اهله
الخ..... (الهداية: ۱/۱۷۷)

”(شرط ادائها المصر) اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى
قرية ولا مفازة الخ..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ڈیرہ مراد جمالی کے ایچ پروجیکٹ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہر ڈیرہ مراد جمالی میں ایچ پروجیکٹ کے نام سے ایک کالونی ہے جس کے اندر کافی وسائل موجود ہیں مثلاً رہائش گراؤنڈ اور ضروریات زندگی کمپنی کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں یہ تقریباً شہر ڈیرہ مراد جمالی سے سانسے دیکھنے کی صورت میں تین کلومیٹر اور سڑک کے فاصلے سے چھ کلومیٹر پر ہیں جو مال باہر سے آتا ہے اس پر چنگی شہر ڈیرہ مراد جمالی والے ہی وصول کرتے ہیں اس کالونی میں تقریباً دو سو ساٹھ افراد آباد ہیں جس میں سے ایک سوا سی مسلم اور اسی غیر مسلم اس میں اکثر لوگ ٹرانسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ پر جانے سے رہ جاتے ہیں اور بغیر معقول سکیورٹی کے باہر جانے کی اجازت نہیں اس کالونی کے لیے ڈپٹی کمشنر، عدالت اور تھانہ شہر ڈیرہ مراد جمالی کا ہی کارآمد ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے اس جگہ کا شہر یا قصبہ ہونا یا اس کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے، لہذا صورت بالا میں اس کالونی میں جمعہ کی نماز درست نہیں کیونکہ نہ یہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور اس کا شہر کے ساتھ اتصال بھی نہیں ہے، جبکہ ظہر کی نماز کی ادائیگی فرض ہے۔

”عن علیؑ لاجمعة ولا شریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع
او مدینة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۲۵)

”ویشترط لصحتها سبعة اشياء) الاول المصر او فناءه قوله
وظاهر المذهب.... عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق
ولها رساتيق وفيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“.....
(رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”ولا دائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هكذا فی الكافی والمصر فی
ظاهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ
الاحكام.... والمعنى اقامة الحدود والقدرة عليها هكذا فی الغیثية
وكما يجوز اداء الجمعة فی المصر يجوز اداؤها فی فناء المصر الخ“.....
(الهنديّة: ۱/۱۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سکول، ڈسپنری اور چند دکانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں کچھ لوگوں کا مطالبہ ہے کہ وہاں نماز جمعہ ہو جبکہ گاؤں کی کل آبادی ایک سو ستر گھر پر مشتمل ہے اور قرب و جوار کے گھروں کو ملا کر کل آبادی دو سو پچاس گھر بنتی ہے، گاؤں میں سڑک نہیں ہے دو گورنمنٹ پرائمری سکول ایک بچوں اور ایک بچیوں کے لیے ہے ڈسپنری، بجلی اور آٹھ عدد دکانیں ہیں جن سے ضروریات زندگی کی تقریباً ہر چیز میسر ہو جاتی ہے، کیا اس بستی میں جمعہ کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے، بلکہ ان لوگوں پر اپنی ظہر کی

نماز باجماعت پڑھنا لازم ہے۔

”منہا المصرہ کذا فی الکافی..... وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداہا فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذا فی الخلاصة“..... (الہندیة : ۱/۱۳۵)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع..... بل یجوز فی جمیع اقبیة المصر لانہا بمنزلتہ فی حوائج اہلہ الخ“..... (الہدایة : ۱/۱۷۷)

”(شرط اداہا المصر) ای شرط صحتہا ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قرية ولا مفاضة عن علیؑ لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع او مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

”ولا تجوز فی الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب الخ“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پندرہ سو پچاس افراد پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی ۱۵۵۰ افراد پر مشتمل ہے عورتوں بچوں سمیت، بعض لوگ ایسے ہیں کہ گاؤں میں ان کی جگہ ہے اور وہ دوسرے شہروں میں رہتے ہیں، گاؤں کے ساتھ پانچ چھ منٹ پیدل راستہ کے بعد بازار آتا ہے مگر درمیان میں خالی جگہ کھیتی باڑی ہوتی ہے وہ بازار گاؤں کا ہے، اس بازار میں ایک ٹڈل پبلک سکول ایک آپیکھنج ہائی سکول ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ایک دوپلاٹ چھوڑ کر ۲۵ دکانیں ہیں درمیان سے سڑک گزرتی ہے، دو مسجدیں جن میں پانچ وقت کی نماز ہوتی

ہے، گاؤں کے ساتھ الگ الگ بستیاں ہیں وہاں مسجدیں ہیں، کیا وہ گاؤں میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ چار میل کے فاصلے پر تھانہ ہے، کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک دفعہ جمعہ شروع ہو جائے تو جاری رکھیں یا بند کرایا جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی نماز کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ شرط ہے اور اس میں دو قول ایسے ہیں جنکی توضیح اصحاب ترجیح کی طرف سے ثابت ہیں۔

”بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم..... وهذا هو الاصح“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”مالا يوسع مساجده اهله المكلفين بها ابده صدر الشريعة بقوله لظهور التواني في احكام الشريعة“

آپ کی بستی میں مندرجہ بالا دونوں قول میں سے ایک قول کے تحت بھی نماز جمعہ جائز نہیں ہے بازار اور بستی کے درمیان مزارع کی وجہ سے ایک جگہ شمار نہیں کی جاسکتی، اور آپ کی بستی میں ایک بازار بھی نہیں، جبکہ کم از کم تین بازاروں کا ہونا ضروری ہے اور لفظ مساجد منتہی الجموع ہے جو کہ جمع کثرت میں آتا ہے اور آپ کے سوال کے مطابق اس میں دو مسجدیں ہیں، یہ تو جمع بھی نہیں ہے، جمع کثرت تو درکنار، لہذا آپ کی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

”منها المصر هكذافي الكافي..... وكمما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداها في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخارى لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذافي الخلاصة الخ“..... (الهدية: ۱/ ۱۳۵)

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع..... بل يجوز في جميع ائمة المصر لانها بمنزلة في حوائج اهله الخ“..... (الهداية: ۱/ ۱۷۷)

” (شرط ادائها المصّر) ای شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة عن على لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

” ولا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب الخ“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

(وعبارة القهستانی تقع فرضاً فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمورات، والظاهر انه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

استفتاء بابت نماز جمعہ (موضع میرا عظیم محن خیل لکی مروت، بنوں):

مسئلہ نمبر (۲۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میرا عظیم محن خیل لکی مروت جو کہ ۲۳۰۰ آبادی چھوٹے بڑے پر مشتمل ہے گاؤں میں محلے، گلیاں اور کوچے ہیں چار بڑی مسجدیں ہیں جس میں سے ایک اپنے محلے والوں کے لیے کافی ہے گاؤں سے کچھ آبادی باہر نکل چکی ہے جو اس گاؤں کے نام سے موسوم ہے اور قبرستان گاؤں کے قریب ہے لیکن اس گاؤں اور قریب کی آبادی کے درمیان فصلیں بوئی جاتی ہیں اس گاؤں سے جو یہ آبادی نکلی ہے اس کی تقریباً آبادی ۳۷۸ ہے گاؤں میں تقریباً ۱۹، ۲۰ دکانیں ہیں جس میں سے میڈیکل سٹور اور پنچر اور ڈیزل ایجنسی اور درزی، کشیدہ کاری، کپڑوں، پرچوں و جنرل سٹور وغیرہ کی دکانیں ہیں، الغرض انسانی روزمرہ ضروریات احسن طریقے سے پوری ہو جاتی ہے مزید یہ کہ گاؤں انڈس ہائی وے سڑک پر کام شروع ہے اور ۱۵، ۱۰ گاڑیوں پر مشتمل ٹرانسپورٹ کا مکمل انتظام ہے جس کے ذریعے بڑے شہروں سے باسانی استفادہ ہو سکتا ہے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس جیسے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ بازاریں تو نہیں لیکن ضروریات تقریباً پوری ہو جاتی ہیں، گاؤں میں ہسپتال، ڈاکخانہ، تھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے، تھانہ سات کلومیٹر پر ہے۔ بیٹو اتوجروا

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نماز جمعہ کے لیے بڑا قصبہ ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ اس میں نہ بازاریں ہیں اور نہ حاکم مجاز ہے جبکہ ان دونوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

”قوله (وفي القهستانی) تأیید للمتن وعبارة القهستانی وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”شرط اداؤها المصرو هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود او مصلاه قوله او مصلاه اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز في جميع افية المصر“..... (البحر الرائق: ۲/ ۲۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھوٹے گاؤں میں اگر پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب ہمارے گاؤں کی بستی تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے اور سارے لوگ مسلمان ہیں اور جن کی عمر اٹھارہ سال ہے مرد و عورت تقریباً پانچ سو افراد ہیں گاؤں میں پرچون کی تین دکانیں ہیں ایک مسجد ہے ایک سرکاری پرائمری سکول ہے اور بڑا گاؤں ہم سے

تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے اور ہماری بستی (گاؤں) میں جب سے مسجد بنی ہے یعنی پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جا رہا ہے اور گاؤں کے سارے لوگ نماز جمعہ جاری رکھنے کے حق میں ہیں اور نماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے، آپ قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ کریں، کیا ہماری نماز جمعہ صحیح ہو رہی ہے یا نہیں اور اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی میں کسی صورت میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اس لیے کہ اس بستی میں صحت جمعہ کی شرائط موجود نہیں، لہذا پہلے سے جاری جمعہ کو فوراً بند کیا جائے اور سابقہ ظہر کی نمازیں قضاء کی جائیں۔

” (ولادنا ہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التتارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود هو القدرۃ علیہا ہکذا فی الغیاثیۃ وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤہا فی فناء المصر وهو الموضوع المعدل لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینہ وبین المصر فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع بیخاری لا جمعة علی اهل ذلک الموضوع وان کان النداء یبلغہم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشئ ہکذا فی الخلاصۃ“..... (الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

”قولہ (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارۃ القہستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التي فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التي لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات.... الا ترى ان فی الجواہر لوصلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جمعہ کی پہلی اذان زوال کے فوراً بعد دینی چاہیے:

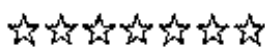
مسئلہ نمبر (۴۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے خطیب صاحب کچھ عرصہ سے یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی تقریر کے بعد پہلی اذان ہوتی ہے اور سنتیں پڑھنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ ہوتا ہے ساتھ ہی دوسری اذان ہو جاتی ہے اور پھر خطبہ اور جمعہ ہوتا ہے اور خطیب صاحب یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا بہتر ہے کہ پہلی تقریر کے بعد اذان دینا بہتر ہے وہ اس لیے کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی کاروبار اور دکانیں بند کرنا ضروری ہیں، جبکہ اکثر دکاندار خطبہ کے وقت دکانیں بند کرتے ہیں، لہذا بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان خطبہ سے کچھ دیر پہلے ہو، تاکہ لوگ اذان کے بعد کاروبار کر کے گنہگار نہ ہوں، لیکن ہماری مسجد کے ایک نمازی کہتے ہیں کہ تقریر کے بعد پہلی اذان دینا بدعت ہے، آپ فرمائیں کہ جمعہ کی تقریر کے بعد اذان دینا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی پہلی اذان زوال کے بعد دی جائے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ جمعہ کا وقت شروع ہو گیا ہے اصل شریعت میں یہی مشروع ہے اور یہی طریقہ سلف سے متواتر چلا آ رہا ہے۔

”قال فی شرح المنیة اختلف فی المراد بالاذان الاول فقیل الاول باعتبار المشروعية وهو الذی بین یدی المنبر لانه الذی کان اول فی زمنه علی الصلاة والسلام وزمن ابی بکر وعمر حتی احدث عثمان الاذان الثانی علی الزوراء...؟ حین کثر الناس والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذی یکون علی المنارة بعد الزوال“..... (حلی کبیری: ۴۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



نماز جمعہ پڑھانے میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح بچکانہ نمازوں کے وقت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید اور فضیلت آئی ہے اسی طرح نماز جمعہ کو بھی وقت مقررہ پر ادا کرنے کی تاکید اور فضیلت ہوگی ہمارے ہاں مسجدوں میں اکثر خطیب حضرات نماز جمعہ کو اس کے مقررہ وقت میں ادا نہیں کرتے اپنے بیان کی وجہ سے وقت مقررہ سے نماز جمعہ میں تاخیر کر دیتے ہیں جیسا کہ نماز عصر نماز عشاء اور نماز فجر اور نماز ظہر اپنے اپنے مقرر کردہ

اوقات میں ادا کی جاتی ہیں اور نماز جمعہ کا وقت بھی مسجد میں مقرر ہوتا ہے لیکن جمعہ کی نماز اپنے مقررہ وقت سے کہیں زیادہ تاخیر سے ادا کی جاتی ہے اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تاکہ اصلاح کی جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ کے ادا کرنے میں اگر اتنی تاخیر کی جائے کہ جمعہ مکروہ وقت میں داخل ہو جائے صحیح نہیں ہے، بلکہ مکروہ وقت کے شروع ہونے سے پہلے ہی نماز جمعہ ادا کر لی جائے تو اتنی تاخیر کی گنجائش ہے اور عوام بیان سننے کے لیے بروقت آجایا کریں تو خطیب حضرات تاخیر پر مجبور نہ ہوں گے، اس لیے عوام کو چاہیے کہ بیان سننے کے لیے بروقت مسجد میں پہنچ جایا کریں، اور خطیب صاحب کو بھی وقت کا لحاظ کرنا چاہیے، خواہ مخواہ عوام کو اپنی تقاریر سے پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

”وجمعة كظهر اصلا واستحبنا في الزمان لانها خلفه الخ“..... (در علی
ہامش الرد: ۱/۴۷۰)

”الوقت المکروه فی الظهر ان یدخل فی حد الاختلاف و اذا اخره حتى
صار ظل کل شیء مثله فقد دخل فی حد الاختلاف الخ“..... (الدر مع
الرد: ۱/۲۶۹)

”قالوا الاحتياط ان یصلی الظهر قبل صیرورة الظل مثله ویصلی العصر حين
یصیر مثله لیكون الصلطان فی وقتها یقین اه“..... (الهندية: ۱/۵۱)

”ومنها وقت الظهر حتى لو خرج وقت الظهر فی خلال الصلاة تفسد الجمعة
وان خرج بعد ما قعد قدر التشهد فكذا عند ابی حنیفة كذا فی المحيط
اه“..... (الهندية: ۱/۱۳۶)

”المقتدی اذا نام فی صلاة الجمعة ولم ينته حتى خرج الوقت فسدت صلاته
ولو انتبه بعد فراغ الامام والوقت دائم اتمها الجمعة كذا فی المحيط
اه“..... (الهندية: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فناء شہر سے باہر ایک مدرسہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں اکوال کی چار مسجدوں میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے جمعہ کی شرائط موجود ہونے کی بناء پر، اب ایک نئی جگہ جمعہ پڑھنے کے متعلق مسئلہ درپیش ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ گاؤں ”اکوال“ سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مدرسہ ظہور الاسلام واقع ہے، جس میں تقریباً اس وقت چار سولہ کرام تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس مسجد و مدرسہ کے ساتھ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچھ ڈیرے واقع ہیں، چند آدمیوں کے اپنے اپنے کھیتوں میں (جن کو ہماری اصطلاح میں ڈھوک کہتے ہیں) یہ چند ڈیرے پھر آپس میں فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہیں یعنی ہر ایک صاحب زمین نے اپنی اپنی زمین میں ڈیرے بنا رکھے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی مسجد و مدرسہ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز فقہ میں فناء مصر کا جو لفظ آیا ہے اس کی تعریف و تشریح فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

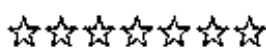
صورت مرقومہ میں مذکورہ مدرسہ میں جمعہ کی ادائیگی جمعہ کی صحت کی شرائط نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، فناء مصر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو شہر کے ساتھ متصل ہو اور شہر والوں کی ضروریات و مصالح کے لیے مقرر کی گئی ہو جیسے قبرستان وغیرہ۔

” (ولادائہا شرائط فی غیر المصلی) منها المصر ہکذا فی الکافی، والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیۃ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود القدرۃ علیہا ہکذا فی الغیائیۃ وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤہا فی فناء المصر وهو الموضع المعدل لمصالح المصر متصلاً بالمصر ومن کان مقيماً بموضع بینہ وبين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشی ہکذا فی الخلاصۃ“..... (الہندیۃ : ۱۳۵/۱)

”ومن لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبادى لهم ان يصلوا
الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“.....(الهندية: ۱/۱۳۵)
”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذانها عند اصحابنا“
حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافى
توابعه، وكذا لا يصح اداء الجمعة الا فى المصر وتوابعه، فلا تجب على اهل
القرى التى ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“.....(بدائع
الصنائع: ۱/۵۸۳)

” (وكره) تحريماً.....(اداء الظهر بجماعة فى مصر) قوله فى مصر بخلاف
القرى لانه لاجمعة عليهم فكان هذا اليوم فى حقهم كغيره من الايام شرح
المنية وفى المعراج عن المجتبى من لاتجب عليهم الجمعة لبعدها الموضع
صلوا الظهر بجماعة“.....(الدرمع الرد: ۱/۲۰۳)

والله تعالى اعلم بالصواب



خطبہ جمعہ میں کسی بزرگ آدمی کی تعریف کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سکھر شہر کے ایک بزرگ کا حال ہی
میں انتقال ہوا ہے ان کے انتقال کے بعد ان کی مسجد کے امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ طرز اختیار کیا ہے کہ پہلے
خطبہ میں تمہید، تسبیح اور چندا حادیث پڑھنے کے بعد ان بزرگ کے چند ملفوظات عربی میں ترجمہ کر کے ”قال شفیع
الامة“ کے عنوان سے پڑھتے ہیں، اس میں خلجان یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اکابرین کا انتقال ہوا مگر ایسی کوئی صورت
سامنے نہیں آئی شاید کوئی جواز کی صورت نکل آئے، لیکن فی نفسہ مذکورہ طرز عمل پر دل میں خطرہ ہے کہ ہو سکتا ہے
کہ یہ فعل آئندہ چل کر غلو فی الدین کی کوئی شکل اختیار نہ کر لے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شامی میں ہے کہ پہلا خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء، شہادتین اور درود شریف
اور قرأت کے بعد وعظ و نصیحت کے مضامین ہونے چاہئیں اور وعظ و نصیحت کے لیے صحابہ کرامؓ بالخصوص

خلفاء راشدین اور عثمان کا تذکرہ مستحب ہے، دیگر کسی کا تذکرہ مناسب نہیں ورنہ تو پھر تابعین و تبع تابعین کا تذکرہ بھی لازم آئیگا اور یہ ایک طویل سلسلہ بن جائے گا، لہذا مذکورہ امام مسجد کو انتقال کرنے والے بزرگ کے ملفوظات کو ترک کرنا ضروری ہے اور دوسرا خطبہ بھی پہلے کی طرح ہے الا یہ کہ اس میں وعظ و نصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لیے دعا ہو۔

”ویسن خطبتان خفیفتان الخ ویسندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمین. ویبدأ ای قبل الخطبة الاولى بالتعوذ سرالم بحمدالله تعالیٰ والثناء علیه والشهادتین والصلاة علی النبی ﷺ والعظة والتذکیر والقراءة قال فی التحنيس والثانية کالاولی الا انه يدعو للمسلمین مکان الوعظ“..... (الدرمع الرد: ۱/۵۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا:

مسئلہ نمبر (۴۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا شریعت کی رو سے کیسا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواب دینے والا شخص بدعتی اور گنہگار ہو گیا یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، لہذا اگر جواب دینا ہو تو دل میں دے، زبان سے اونچی آواز سے نہ دے۔

”وذكر الزيلعي ان الاحوط الانصات“..... (رد المحتار: ۱/۲۰۵)

”وينبغي ان لا يجيب بلسانه اتفاقا في الاذان بين يدي الخطيب اه“.....

(الدرعلى هامش الرد ۱/۲۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقامی علماء کا کسی گاؤں کو قریہ کبیرہ قرار دینا اور جمعہ قائم کرنا جبکہ وہ قریہ کبیرہ نہ ہو:

مسئلہ نمبر (۴۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے، جب کہ متعدد دکانیں بھی ہیں اور مساجد بھی بہت ہیں، کسی ایک مسجد میں جگہ نہیں ملتی، یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دے کر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ درست نہیں ہے جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں بناء برایں اس ہستی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ بروز جمعہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے۔

” (شرط ادائها المصراى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى

قرية ولا مفازة لقول على لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطرو ولا اضحى الالفى

مصر جامع او مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ کسی کے کہنے سے قریہ کبیرہ نہیں بنتی:

مسئلہ نمبر (۴۹۶): ایک ہستی جس کی آبادی تین سو ہے متعدد دکانیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ کبیرہ قرار دے کر اس میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اگر نہیں تو اس کی جگہ جو جمعہ کی نماز پڑھی ہے اس کی قضاء کرنی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اس ہستی میں مذکورہ ہستی میں صحت جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، لہذا مذکورہ ہستی میں جمعہ ادا کرنا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی اور جتنا عرصہ جمعہ کی نماز ادا کی گئی اتنا عرصہ کی ظہر کی نماز کی قضاء لازم ہوگی، کسی کے کہنے سے قریہ صغیرہ، قریہ کبیرہ نہیں بنتی۔

” (شرط ادائها المصراى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى

قریة ولا مفازة لقول علیؑ لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطرو ولا اضحی الا فی
مصر جامع او مدينة عظيمة..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

”قوله (وفی القہستانی) تأیید للمتن وعبارة القہستانی وتقع فرضاً فی
القصبات والقری الكبيرة التي فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا
اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیہ
فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا علیہ وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی
الصغيرة التي ليس فیها قاض ومنبر وخطيب كما فی المضمرات... الا ترى ان
فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ چندہ جمع کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مساجد میں نماز جمعہ کے خطبہ کے
دوران کپڑے کی جھولی نمازیوں کے آگے صفوں میں پھیری جاتی ہے تاکہ لوگ اس جھولی میں کچھ نہ کچھ ضرور ڈال
دیں، اس دوران خاموشی لازم ہے، لیکن جھولی پھیرتے وقت لوگ زیادہ رقم ڈال کر ریڑگاری یا کچھ پیسے واپس بھی
لیتے ہیں اور یہ سب کچھ عربی خطبہ کے دوران ہوتا ہے، کیا عربی خطبہ کے دوران جھولی پھیرنے سے جمعہ ہو جاتا ہے
اگر یہ نامناسب ہے تو کس وقت پیسے حاصل کیے جائیں؟ اس لیے کہ جمعہ کے دوران ہی نمازی زیادہ ہوتے
ہیں یا مخصوص خطبہ کے دوران۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ طریقہ پر عربی خطبہ کے دوران چندہ جمع کرنا ممنوع ہے، کیونکہ یہ استماع کے خلاف

ہے۔

”ومن من الحصى فقد لغا“..... (ترمذی: ۱/۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۸): کیا عربی خطبہ کے دوران کلام کرنا، تلاوت کرنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، جمعہ کی سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں دوران خطبہ تلاوت اور کسی قسم کا کلام کرنا صحیح نہیں ہے۔

”وإذا خرج الإمام فإصلاة ولا كلام..... سواء كان كلام الناس أو التسبيح

أو تسميت العاطس أو رد السلام اه“..... (الهنديّة: ۱/۱۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

علاقہ ہمزونی میں نماز جمعہ کو قائم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارا علاقہ قوم ہمزونی ۹ گاؤں پر مشتمل ہے، ہر ایک گاؤں کا نام اور قبرستان علیحدہ ہے، البتہ بعض امور ایسے ہیں جن میں پوری قوم ہمزونی مشترک ہے جیسا کہ ایک پہاڑ بنام (سزغر) اس میں پوری قوم مشترک ہے، بعض امور ایسے ہیں جس میں دو تین چار گاؤں مشترک ہیں جیسے کہ گاؤں عمرزئی گاؤں درمڑگاؤں راغزئی کلد گاؤں چتون کے ایک ایک پہاڑ بنام (کشی) میں مشترک ہیں حالانکہ ان کے گاؤں کے نام قبرستان وغیرہ جدا جدا ہیں، ان چار گاؤں نے بالاتفاق مل کر کافی عرصہ پہلے ایک مدرسہ بنام قاسم العلوم بنایا تھا، جس کا سنگ بنیاد گاؤں ورمڑ میں ہے اس مدرسہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، آج سے تقریباً دس سال پہلے اس مدرسے کے مہتمم صاحب نے اس میں توسیع کر کے بڑی جامع مسجد بنائی اور بغیر پیشگی فتویٰ لینے کے از خود یہاں نماز جمعہ و عیدین شروع کر دی، مہتمم مدرسہ ہذا چونکہ ایک امی شخص ہے اس لیے بعض لوگوں کو اس وقت سے اشکال رہا ہے اور تشویش میں ہیں کہ آیا یہاں نماز جمعہ و عیدین جائز ہوں گی یا نہیں؟ اب بعض دینی مدرسے کے طالب علموں نے ہمت کر کے چار گاؤں کے سربراہوں کو جمع کیا اور اس پر قائل کیا کہ جس طرح فتویٰ مل جائے اسی طرح کریں گے، شریعت کا حکم سرچشم قبول ہوگا کوئی بھی جھگڑا نہیں کریں گے، پڑھنے والوں سے جب استفسار کیا گیا کہ آپ کس دلیل کی بناء پر جمعہ و عیدین یہاں پڑھتے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ ہم چار گاؤں والوں نے اتفاق کر کے شروع کیا ہے، لہذا ہم سب گاؤں مل ملا کر ایک بڑا شہر بن جائیں گے بلکہ اب انہوں نے مزید ترقی کر کے

ان چاروں گاؤں میں سے مرغزی کلاہ اور چتون کلاہ میں بھی جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، مذکورہ چاروں گاؤں سرکاری سڑک کے کنارے کنارے واقع ہیں، مشرق سے مغرب کی طرف سڑک گزرتی ہے اس میں مشرق کی جانب پہلے گاؤں عمرزئی آتا ہے جس کی کل آبادی 1194 افراد پر مشتمل ہیں اس کے بعد تقریباً 100 گز کے فاصلے پر گاؤں ورما آتا ہے، درمیان میں زرعی زمین ہے اس گاؤں کی کل آبادی 907 افراد ہیں اس میں پانچ دکانیں ہیں ایک دوائی کامیڈیکل سٹور ہے اور ایک پرائمری سکول لڑکیوں کے لیے موجود ہے، ایک پبلک ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے جس میں تقریباً 500 لڑکے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد گاؤں راغزئی کلاہ تقریباً 100 گز کے فاصلے پر آتا ہے جس کی کل آبادی 1471 نفوس ہیں، اس میں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک ہسپتال حیوانات کے لیے ہے 6 دکانیں ہیں، ایک میڈیکل سٹور ہے ایک آناشین ہے ایک سکول لڑکیوں کے لیے ہے ایک ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے اس گاؤں سے کچھ لوگ ایک وادی سے پرتی جانب چلے گئے ہیں اس وادی کی وسعت آدھا کلومیٹر ہے اس میں بھی 3 دکانیں اور ایک مڈل سکول ہے اس وادی میں ہر وقت پانی بہتا ہے، کبھی بہت پانی آتا ہے جس سے پار ہونا مشکل ہوتا ہے بارشوں کے پانی کے لیے ایک گزرگاہ ہے پھر اس کے بعد آخر میں گاؤں چتون ہے جس کی گاؤں مرغزی کلاہ سے ایک وادی برائے پہاڑی پانی کے فاصلے سے ہے، اور یہ وادی تقریباً سو گز کی وسعت رکھتی ہے اس میں کسی گھر کی تعمیر ممکن نہیں، کیونکہ بارش ہونے کی صورت میں اس میں کافی پانی آتا ہے، گاؤں چتون کی کل آبادی 1890 ہیں، 11 مسجدیں ہیں اور 6 دکانیں ہیں، ایک گرلز ہائی سکول اور ایک بوائز پرائمری سکول ہے اور ایک ہسپتال ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ ان چاروں گاؤں والوں کے اتفاق سے جو نماز جمعہ وعیدین شروع کی گئی ہے از روئے شرع شریف اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان گاؤں میں سے ہر گاؤں میں بھی پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو سابقہ نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس کا ادا کرنا کس طرح ہوگا، خلاصی کی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم صاف صاف حکم بیان فرمائیں تاکہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

نوٹ: مرغزی کلاہ اور چتون کلاہ میں تقریباً 30 سال پہلے سے نماز عیدین و نماز جمعہ شروع ہیں، مدرسہ قاسم العلوم میں بھی تقریباً 10 سال پہلے شروع ہیں اب ہمارے لیے اس مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر میں حل کریں تاکہ اطمینان ہو جائے۔

اگر اس کاغذ یعنی خط میں آپ مفتیان صاحبان کا کوئی شک و شبہ ہو یعنی کوئی جواب مانگنا ہو تو ہمیں پھر اطلاع دیں پھر چار گاؤں والے صفائی دیں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور مذکورہ صورت میں یہ بستیاں نہ مصر ہیں

نہ قریہ کبیرہ ہیں کیونکہ ان بستیوں کے نام اور قبرستان جدا جدا ہیں، نیز ہر دو بستیوں کے درمیان فاصلہ بھی ہے لہذا شرعاً ان کو ایک بستی شمار نہیں کیا جاسکتا لہذا ان میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور جتنے جمعے پہلے پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازوں کو قضاء کرنا ضروری ہے۔

”ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله
المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء مجتبي لظهور التواني في الاحكام
وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على اقامة
الحدود“..... (در مختار علی هامش الرد : ۱/۵۹۰)

”عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها ساتيق وفيها وال
يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه وعلم غيره يرجع الناس
اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح..... وعبارة القهستاني تقع فرض
في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف
اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان
هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه
لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضممرات
والظاهر انه اريد به الكراهة لكرهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر
لو صلوا في القرى لزهم اداء الظهر“..... (فتاوى شامی : ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟

مسئلہ نمبر (۵۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے فرائض کے بعد کتنی رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں چار یا چھ اور ان میں سے پہلے دو کا پڑھنا افضل ہے یا چار کا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز جمعہ کے فرائض کے بعد چار رکعتیں تو بالاتفاق سنت مؤکدہ ہیں، البتہ امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھ رکعتیں ہیں اور بہتر بھی یہی ہے کہ چھ رکعتیں پڑھی جائیں اور ان میں سے پہلے چار رکعت اور پھر دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔

”وقد اختلفوا فی التطوع بعدہما فمن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہا رابع وبہ اخذ ابو حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وعن علی رضی اللہ عنہ انہ یصلی بعدہما ستا رکعتین ثم اربعا وروی عنہ بروایۃ اخرى انہ یصلی ستا رابعا ثم رکعتین بہ اخذ ابو یوسف والطحاوی وکثیر من المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ علی هذا قال الشیخ الامام الاجل شمس الانامۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ الافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین فقد اشار الی انہ مخیر بین تقدیم الاربع و بین تقدیم المثنی لکن الافضل تقدیم الاربع کیلا یصیر متظوعا بعد الفرض مثلہا“..... (المحیط البرہانی: ۲/۲۳۳)

”وفی روایۃ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعا و ذکر فی البدائع انہ ظاہر الروایۃ وعن ابی یوسف انہ ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین و ذکر محمد فی کتاب الاعتکاف ان المعتکف یمکث فی المسجد الجامع مقدار ما یصلی اربعا او ستاہ و فی الذخیرۃ والتجنیس و کثیر من مشایخنا علی قول ابی یوسف و فی منیۃ المصلی والافضل عندنا ان یصلی اربعا ثم رکعتین“..... (البحر الرائق: ۲/۸۷)

”وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال من کان متکما مصلیا بعد الجمعة فلیصل اربعا رواہ مسلم زیلعی زاد فی الامداد و لقولہ رضی اللہ عنہ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعا فان عجل بک شیء فصل رکعتین فی المسجد و رکعتین اذا رجعت رواہ الجماعة الا البخاری“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پانچ سو آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل

ہے جب کہ گاؤں میں پانچ چھ دکانیں اکٹھی ہیں اور ایک ڈاکٹر بھی ہے اور مسجدیں ہیں تو کیا اس گاؤں میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کے مطابق جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

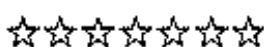
مذکور صورت میں گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ نہ مصر جامع ہے نہ قریہ کبیرہ ہے ان کو چاہئے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذلك يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة والظاهر انه اريد به الكراهة لكرهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجوهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



کیا جمعہ سے پہلے والی سنتیں مؤکدہ ہیں یا بعد والی؟

مسئلہ نمبر (۵۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے والی چار کعتیں سنت مؤکدہ ہیں یا نماز جمعہ کے بعد والی چار کعتیں سنت مؤکدہ ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کی نماز سے پہلے والی چار رکعات اور بعد والی چار رکعات دونوں سنت مؤکدہ ہیں۔

”وسن مؤکدہ اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمه“

.....(الدر علی الرد: ۱/۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دھولہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۳): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا گاؤں جس کا نام دھولہ ہے گاؤں میں بجلی موجود ہے، کچی سڑک اور کچی گلیاں بھی موجود ہیں ۱۲ یا ۱۳ عدد دکانیں بھی ہیں، روزمرہ کی ضروریات میسر ہو سکتی ہیں البتہ چھوٹے یا بڑے گوشت کی دکانیں موجود نہیں ہیں، مزید یہ کہ یہاں چار مسجدیں ہیں دو اہلسنت کی اور دو شیعوں کی، یہاں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں، مزید یہ کہ سب مساجد میں جمعہ ہو گا یا نہیں؟ چھ ہزار آبادی بھی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کے قصبہ میں تمام تر شرائط جمعہ پائی جاتی ہیں تو اس علاقہ میں ایک سے زائد جگہوں پر جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ احوال کے مطابق فی الحال آپ کے علاقہ میں جمعہ کی صحت کی شرائط نہیں ہیں اس لیے نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

”قال فی الدر وتؤدی فی مصر واحدموضع کثیرة مطلقا علی المذهب

وعلیہ الفتوی“.....(رد المحتار: ۱/۵۹۵)

”ولادانہا شرائط فی غیر المصلی منها المصر.....والمصر فی ظاہر الروایة

الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت

ابنیته ابنیة منی“.....(فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے ایک کلومیٹر دور بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جو شہر سے تقریباً آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ کی پیدل مسافت پر واقع ہے اس گاؤں میں دس گیارہ سال سے جمعہ قائم کیا جا رہا ہے اور یہ گاؤں تقریباً 150 مکانوں اور 2500 افراد پر مشتمل ہے، اس کے ارد گرد کی آبادیاں اپنے مسائل حل کروانے اور اجتماعی عبادات نماز استسقاء، صدقات و خیرات اور قربانی کے لیے اس گاؤں میں جمع ہوتی ہیں، اس گاؤں میں چند کانیں ہیں جو ضروریات زندگی کی اشیاء مہیا کرتی ہیں، ہوٹل، جیولرز، موچی، تھانہ وغیرہ نہیں ہے، میڈیکل کی سہولت کچھ کچھ گھروں میں موجود ہے، یا شہر سے ایک کلومیٹر یا آدھا کلومیٹر درمیان میں انقطاع ہے، باقی بستیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں وہ انقطاع دو تین نالے ہیں جن نالوں میں پانی سیلاب اور برفانی طوفان کا خطرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس فاصلہ میں گھر نہیں تعمیر کرتے، آیا اس جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نماز جمعہ ادا ہو چکی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں، گلیاں ہوں، سڑکیں ہوں اور تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت و مرجعیت رکھتا ہو یعنی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ شہر کے مشابہ ہو، بنا بریں صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان مذکورہ گاؤں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قریباً صغیرہ ہے لہذا یہاں جمعہ و عیدین کی ادائیگی درست نہیں ہے، بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور ظہر کی ادائیگی ضروری ہے، لہذا اب تک جتنے لوگ یہاں جمعہ کی ادائیگی کرتے رہے ان کے ذمے اتنے عرصہ کی ظہر کی قضاء ضروری ہے۔

”عن ابی حنیفۃ انه بلدة کبيرة فيها سڪک و اسواق و لها زساتيق و فيها وال
يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غيره يرجع
الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)
”و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر
و خطيب كما في المضمرة و الظاهر انه اراد به الكراهة لکراهة النفل

بالجماعة الاثرى ان فى الجواهر لوصول فى القرى لزمهم اداء الظهر“

.....(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا:

مسئلہ نمبر (۵۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام و علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ کی سب سے بڑی مسجد جس کا رقبہ تقریباً تین کینال سے زیادہ ہے اس مسجد کی شرقی جانب گلی نمبر ۴۰ میں تھانہ راوی روڈ لگتا ہے، تھانہ کی مسجد پہلے چھوٹی تھی اس میں کبھی جمعہ کی نماز نہیں ہوئی تھانہ کی حدود اور مسجد نورانی کی حدود کا فاصلہ تقریباً ۱۵ فٹ ہے تھانہ والی مسجد بشمول تھانہ نئی تعمیر ہوگی مسجد کا رقبہ ۶ مرلے ۸۱ مربع فٹ ہے نئی تعمیر کے بعد کچھ حضرات نئی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جمعہ پر بضد ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا تین کینال کی مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے اس چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے؟ شہر میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے دو مسجدوں میں کم از کم کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تفصیل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس بستی میں جمعہ کی ساری شرائط پائی جا رہی ہیں تو جمعہ کی ادائیگی درست ہے اگرچہ اس کے قریب بڑی

مسجد ہی کیوں نہ ہو۔

”ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر“.....(الدرا المختار: ۷/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خوشحال سنگھ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا عرف

گھونڈ کی آبادی ساڑھے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر صرف ایک ہی مسجد ہے اگر ساری آبادی مسجد میں

آجائے تو مسجد میں نہیں سما سکتی، اندریں صورت کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ، نماز عیدین ادا کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر کے شکر یہ کاموقع دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

صورت مسئلہ میں ایسی آبادی جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اگر جمعہ ادا کیا جائے تو پوری آبادی کے افراد سنا سکیں تو ایسی آبادی کی مسجد میں نماز جمعہ کا ادا کرنا بالکل جائز ہے۔

امام بخاری کے دادا استاذ امام عبدالرزاق اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر (۱): "عبدالرزاق عن معمر عن ابی اسحاق عن العمار عن علی

لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ اور عیدوں کی نمازیں مصر جامع کے سوائے ہوتیں (مصنف عبدالرزاق: ۳/۱۶۷، طبع بیروت)

حدیث نمبر (۲): "اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن ایوب ان عمر بن

عبدالعزیز كتب الى اهل الميابه بين مكة والمدينة ان تجمعوا فقال عطاء

عند ذلك فقد بلغنا ان لاجمعة الا في مصر جامع"

ترجمہ: حضرت ایوب بخیری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک دیہات اہل المیابہ والوں کو خط لکھا کہ وہاں جمعہ قائم کرو تو حضرت عطاء بن ابی رباح وہاں تھے آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچ چکی ہے کہ جمعہ اور عیدین مصر جامع کے سوائے ہوتیں (مصنف عبدالرزاق: ۳/۱۶۹)

اب مصر جامع کی تعریف کیا ہے؟ فقہاء کرام نے مصر جامع کی مختلف تعریضیں فرمائی ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں نے یہ تعریف فرمائی ہے۔

"اذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم"

ترجمہ: مصر جامع وہ ہے کہ جس آبادی کی سب سے بڑی مسجد میں اگر لوگ جمع ہو جائیں تو وہ لوگ اس مسجد میں سما نہ سکیں (الہدایہ: ۳/۳۶، طبع بیروت)

علامہ بدرالدین عینی البنائیہ شرح الہدایہ میں لکھتے ہیں۔

"فاذا كان كذلك يكون مصر جامعاً"

یعنی اگر مسجد میں آبادی نہ سما سکے تو ایسی آبادی مصر جامع ہو جائے گی (البنائیہ شرح الہدایہ: ۳/۳۶، طبع بیروت)

صاحب شرح الوقایہ نے بھی یہی قول بالا اختیار کیا ہے، دیکھیے (شرح الوقایہ: ۲۴۰/۱، طبع مکتبہ رشیدیہ دہلی) چونکہ خوشحال سنگھ والی آبادی اس قدر ہے کہ مسجد میں سمانیں سکتے لہذا اس دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھنا بالکل جائز ہے۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مفتی محمد انوار دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ (رجسٹرڈ) کوٹراوہا کشن

استفتاء از مفتی اعظم مفتی حمید اللہ جان، جامعہ الحمید عظیم آباد راجیونڈر روڈ لاہور:

مسئلہ نمبر (۵۰۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا عرف گھونڈ کی آبادی ساڑھے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر دو مساجد ہیں، بڑی مسجد میں تقریباً دوڑھائی سو افراد ایک ہی وقت میں نماز ادا کر سکتے ہیں اور چھوٹی مسجد میں ایک ہی وقت میں تقریباً سو افراد باجماعت ادا کر سکتے ہیں، ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے ہمارے گاؤں سے تقریباً پون کلومیٹر ایک بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً چھ ہزار افراد پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں کے جنوب میں تین ایکڑ کے فاصلے پر گاؤں گنڈا سنگھ والا موجود ہے، جس کی آبادی تقریباً ۱۴۰۰ افراد ہیں جس میں جمعہ کی نماز عرصہ قدیم سے ہو رہی ہے، اور ہمارے گاؤں کے شمال میں گاؤں کوٹ مہتاب خان عرف چھرموجود ہے، جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ ایک کلومیٹر ہے، اس میں بھی قیام پاکستان سے لے کر اب تک جمعہ المبارک کی نماز ادا کی جا رہی ہے، کیا ایسی صورت میں ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا کی بڑی مسجد میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں، اور یہ جو سابقہ فتویٰ لگایا جا رہا ہے اس کی بناء پر ہمارے گاؤں میں تقریباً ایک سال سے جمعہ پڑھایا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر کے شکر یہ کاموقع دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں آپ کے گاؤں خوشحال سنگھ والا (عرف گھونڈ) میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی شرائط میں ایک شرط مصر جامع کا ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔

”فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق

وفيه اوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غيره

يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق..... لايجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

”وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشيء هكذا..... ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذاصح ما قبل فيه“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۶۰۲)

اور سوال نامہ کے ساتھ جو فتویٰ کی نقل لف ہے جس میں آپ کے گاؤں میں جمعہ کو جائز قرار دیا گیا وہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ فتویٰ میں تمام تر مدارامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول ”انہ ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہ للصلوات الخمس لم یسعہم“ پر ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مفتی بہ نہیں ہے بلکہ مصر جامع کی تعریف میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول پر فتویٰ ہے، اور تفصیل اس کی یہ ہے بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی نے مصر جامع کی تعریف میں فقہاء احناف کے تقریباً سات اقوال ذکر کر کے آخر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ”انہ بلد کبیرة فیہا سکک و اسواق و لہا ساتیق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ و علمہ او علم غیرہ و الناس یرجعون الیہ فی الحوادث و هو الاصح“ وہ بڑی بستی جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کے لیے ظالم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو اپنے دبدبہ اور علم یا کسی اور کے علم سے اور لوگ اس کی طرف حادثات میں رجوع کرتے ہوں اور اس کو ”وہو الاصح“ یہ تعریف سب سے زیادہ صحیح فرما کر راجح قرار دیا ہے (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس تعریف کو بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے اسی طرح ظاہر الروایۃ یعنی ”کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود“ کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

”قال فی شرح المنیة والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهدایة الذی له امیر وقاض“..... (فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

نیز بعض فقہاء کرام نے امام ابو یوسف کی مندرجہ ذیل روایت کو بھی ترجیح دی ہے "انہ
ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم للصلوات الخمس لم یسعہم" کے بارے
میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

"وقال ابو شجاع هذا احسن ما قيل فيه وفي الولو الجية وهو صحيح بحر وعليه
مشى في الوقاية و متن المختار و شرحه و قدمه في متن الدرر على القول الاخر
وظاهره ترجيحه وايده صدر الشريعة بقوله لظهور التواني في احكام الشرع
سيما في اقامة الحدود في الامصار"..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

اب ہمارے لیے ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل
ہے میں سے عمل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان تین اقوال میں سے پہلے دو قول
تو حقیقت اور مصداق کے لحاظ سے ایک ہیں صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح
طور پر معلوم ہو رہا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية الذي له امير
وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود تزييف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن
صاحب الوقاية حيث اختاره الحد المتقدم بظهور التواني في الاحكام مزيف
فان المراد القدرة على اقامتها على ما صرح به في التحفة عن ابى حنيفة انه
بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لهار سائق و فيها و ال يقدر على انصاف
المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره يرجع الناس اليه في ما يقع من
الحوادث و هذا هو الاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكر سكك
و الرسايق لان الغالب ان الامير و القاضى الذى شأنه القدرة على
تنفيذ الاحكام و اقامة الحدود لا يكون الا فى بلد كذلك"..... (فتاوى شامی:

(۱/۵۹۰)

اس عبارت میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ تعارض صرف
دو اقوال کے درمیان ہے، ایک ظاہر الروایۃ جس کو اکثر متون نے لہ امیر وقاض..... کی عبارت سے ذکر فرمایا ہے جس
کو صاحب تحفہ نے معمولی الفاظ کے تغیر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے، دوسری وہ روایت جو امام ابو یوسف

رحمہ اللہ سے "اکبر مساجدہ" کے عنوان سے منقول اور مشہور ہے، اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جن کی تفصیل یہ ہے

"فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما وافق المتن اولی"..... (الدرمع الرد: ۱/۵۳)

بحر الرائق کے قضاء الفوائت میں ہے کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف واقع ہو تو اس قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے جو متن کے موافق ہے۔

"و کذا لا تخیر لو کان احدهما قول الامام والاخر قول غيره لانه اذا تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو تقديم قول الامام بل فی شهادات الفتاوى الخيرية المقرر عندنا انه لا يفتى ويعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما لانه صاحب المذهب والامام مقدم"..... (رد المحتار: ۱/۵۳)

اور اسی طرح تخیر نہیں ہے اگر دو قولوں میں سے ایک امام ابوحنیفہ کا ہو اور دوسرا غیر کا ہو کیونکہ جب دو صحیح متعارض ہو گئیں تو دونوں ساقط ہو گئیں، اور ہم نے رجوع کر لیا اصل کی طرف، اور وہ قول امام کو مقدم کرنا ہے بلکہ فتاویٰ خیر یہ کی شہادات میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقرر ہے کہ نہ فتویٰ دیا جائے گا اور نہ عمل کیا جائے گا مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے قول پر، اور اس سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ ہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہیں۔

"و کذا لو کان احدهما ظاهر الرواية وبه صرح في كتاب الرضا ع من البحر حيث قال الفتوى اذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية وفيه من باب المصرف اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها"..... (الدرمع الرد: ۱/۵۳)

اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک ظاہر الروایۃ ہو اور اس پر صاحب بحر نے کتاب الرضا ع میں تصریح کی ہے اور فرما رہے ہیں کہ فتویٰ جب مختلف ہو جاتا ہے تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوگی اور اسی بحر کے باب المصرف میں ہے کہ جب تصحیح مختلف ہو جاتی ہے تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہے۔

مذکورہ تینوں اصول ترجیح کے لحاظ سے ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ضروری ہے نیز محقق حلبی نے ”اکبر مساجدہ“ کی تعریف پر نقل وارد کر کے رو کر دیا ہے کہ اس سے حریم شریفین قری میں شامل ہو جائیں گے جب کہ چھوٹے چھوٹے دیہات مصر بن جائیں گے (غنیۃ المستملی: ۴۰۷/۱)

لہذا امام صاحب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دو ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے لیکن کئی سالوں سے وہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کی تمام شرائط نہیں پائی جاتیں لیکن مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(۱) ہسپتال (۲) ایکسینج (۳) دو مدرسے (۴) بجلی (۵) سڑک (۶) حجام (۷) چکی موجود ہیں، اور تقریباً پندرہ گاڑیاں، دس دکانیں، دو ہائی سکول (لڑکوں، لڑکیوں) دو مڈل سکول، اور آدمیوں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔

(۱) اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز نہیں تو ختم کیا جائے یا نہیں؟

(۳) اور سابقہ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں کا جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور ان پر ظہر کی نماز کی ادائیگی فرض ہے اور جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے نیز ظہر کی نماز کی قضاء بھی لازم ہے۔

”فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها راساتق

وفيه اوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره

يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث“..... (فتاویٰ شامی: ۵۹۰/۱)

”فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق..... لا يجوز في الصغيرة التي

ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة والظاهر انه ازيد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر..... (فتاوى شامى: ١/٥٩٠)

”وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشيء هكذا..... ثم ظاهر رواية اصحابنا لانه لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل فيه اه.....“ (فتاوى شامى: ١/٦٠٢)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ کی شرائط موجود ہوں اس سے دو کلومیٹر دور ڈیروں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک گاؤں کے اندر جمعہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں آیا کہ اس کے ڈیروں (جن کا فاصلہ گاؤں سے دو کلومیٹر ہے) میں جمعہ ہو جاتا ہے کہ نہیں؟ اور ڈیروں کی آبادی دس پندرہ گھروں پر مشتمل ہیں، نیز جو جمعہ پڑھے گئے ہیں ان کی ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے کہ نہیں؟ اگر قضاء نہ کی تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد جو دو منزلی ہے اوپر والی منزل پر مسجد ہے اور نیچے دوکانیں، مکان، مدرسہ ہے، کیا وہ مسجد مسجد کے حکم میں ہے کہ نہیں؟ اور دوکانوں کا کرایہ مسجد کو جاتا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر ڈیروں کا فاصلہ گاؤں سے دو کلومیٹر ہے تو اس صورت میں ڈیروں پر جمعہ قائم کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے اور جو جمعہ یہاں پڑھا گیا ہو اس کے بدلے ظہر کی قضاء نماز پڑھنا ضروری ہے۔

(۲) اگر دونوں منزلیں مسجد کے لیے وقف ہیں جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو اس صورت میں شرعاً یہ مسجد کے حکم میں ہے۔

(۱) ”من لا تجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبادى لهم ان يصلوا الظهر

بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“..... (فتاوى الهندية: ١/١٣٥)

(۲) ”لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب ولو صلوٰفی

القری لزہم اداء الظہر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا

وشرئبالیۃ قال فی البحر وحاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلیہ

وعلوہ مسجدالینقطع حق العبد عند لقولہ تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف

ما اذا کان السرداب والعلوم موقوفا فالمصالح المسجد فهو کسرداب بیت

المقدس هذا فهو ظاهر الروایۃ“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس فیکٹری میں پانچ نمازیں نہ ہوتی ہوں اس میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا کے متعلق کہ فیکٹری کی جس مسجد میں پانچ نمازیں

باجماعت نہ ہوتی ہوں کیا اس مسجد میں جمعہ المبارک کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ

ہذا کو بیان کیا جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے قریہ کبیرہ یا شہر کا ہونا ضروری ہے لہذا اگر یہ فیکٹری قریہ کبیرہ یا شہر میں واقع

ہے تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر یہ فیکٹری قریہ کبیرہ یا شہر میں واقع نہیں ہے تو پھر وہاں جمعہ کی

نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، بہر حال اس مسئلہ کا تعلق پانچ وقتہ جماعت سے بھی نہیں ہے۔

”وشرط ادا تھا المصر وهو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم

الحدود او مصلاہ“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”فی التحفة عن ابی حنیفۃ انه بلدة کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رستاق و فیہا وال

یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ

فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”وعبارۃ القہستانی تقع فرض فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومبیر
وخطیب کما فی المضمورات“..... (فتاویٰ شامی: ۵۹۰)
”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری
لقولہ علیہ السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع
والمصر الجامع کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام وبقیم الحدود“
..... (ہدایہ: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بارہ گھروں والی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک گاؤں ہے جس میں جمعہ کی تمام شرائط پائے جانے کی وجہ سے بڑے عرصے سے جمعہ ہوتا ہے اب اس گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی ہے جس میں کل بارہ گھر ہیں اس بستی کے لوگ پہلے جمعہ اس بڑے گاؤں میں پڑھتے تھے اب تقریباً ۱۵ ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ وہ جمعہ الگ پڑھاتے ہیں وہاں کے ایک دیوبندی عالم کے فتویٰ دینے کی وجہ سے، اب اس چھوٹی بستی کا قبرستان بھی الگ ہے اور سکول بھی الگ ہے نام بھی اس بستی کا الگ ہے لیکن وارڈ اور رقبہ کے اعتبار سے دونوں بستیاں مشترک ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ ان بستی والوں کا الگ جمعہ پڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

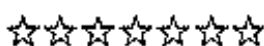
صورت مسئلہ میں اس چھوٹی بستی میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ہا فی فناء المصر وهو الموضع
المعد لمصالح المصر متصلاً بالمصر ومن کان مقيماً بموضع بینہ وبين
المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة علی اهل

ذالک الموضوع وان كان النداء يبلغهم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشیء
هكذا فی الخلاصة هكذا روى الفقيه ابو جعفر عن ابی حنیفة و ابی یوسف
رحمهما الله تعالى وهو اختيار شمس الائمة الحلوانی كذا فی فتاوی قاضی
خان..... (فتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۵)

”واختلفوا فیما یكون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعة علی اہله
فاختار فی الخلاصة والخانیة انه الموضوع المعدل لمصالح المصر متصل به
ومن كان مقیما فی عمران المصر و اطرافه و لیس بین ذلك الموضوع و بین
عمران المصر فرجة فعلیہ الجمعة ولو كان بین ذلك الموضوع و بین عمران
المصر فرجة من مزارع او مراعی كالقلع بخارا لاجمعة علی اهل ذلك
الموضوع وان سمعوا النداء والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشرط“.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



چک حیدری میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اندریں مسئلہ

ایک چک جس کی آبادی تقریباً 105 گھرانوں پر مشتمل ہے اور افراد کی تعداد تقریباً 958 ہے جن میں سے
دس گھرانے ایک ایک دو دو ایکڑ کے فاصلے پر واقع ہیں، جو نماز کے لیے اور بچوں کی تعلیم کے لیے مذکورہ چک کی طرف
مراجعت کرتے ہیں، اس آبادی میں ہسپتال و پرائمری زنانہ و مردانہ سکول کریانہ سٹور، منیاری اور غیر مستقل طور پر
لنڈے کا کپڑا بھی ہے، کپڑے کا باقاعدہ کاروبار، جوتا اور گوشت میسر نہیں ہے، جب کہ یہاں کے باشندے جمعہ کی
یہ شرائط مکمل کرنے کے لیے تیار ہیں، اور چک کے قریب ایک اڈہ ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ چک سے
اڈے کی طرف جانے والی سڑک کا فاصلہ تقریباً دو ایکڑ ہے ان دو ایکڑوں میں چار پانچ گھرانے رہائش پذیر ہیں،
اور پولٹری فارم اور دوکانیں موجود ہیں، چک کے بالمقابل گزرنے والی سڑک کی تفصیل، چک سے اڈے تک کی
صورت حال کچھ یوں ہے کہ اس کا فاصلہ تقریباً تین ایکڑ ہے، اس میں پہلے ایکڑ کے اندر دو دوکانیں، پولٹری فارم

اور ایک چار دیواری والا خالی پلاٹ ہے، اس کے بعد ایک ایکڑ کے فاصلے پر دو گھر آباد ہیں، پھر چار کنال کے فاصلے پر اڈے کی باقاعدہ آبادی شروع ہو جاتی ہے۔

اڈے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اڈے کی آبادی ایک سو سات گھرانوں پر مشتمل ہے اور اس میں رہنے والے افراد کی تعداد تقریباً گیارہ سو ہے، وہاں زندگی کی تمام ضروریات مہیا ہیں مثلاً جوتی کپڑے گوشت کی دوکانیں، سپر مارٹس و میڈیکل سٹور، وسیع ہوٹل حبیب بینک اور پٹرول پمپ موجود ہیں۔

نوٹ: مذکورہ اڈے اور چک کا نام مختلف ہے، چک کا نام چک حیدری اور اڈے کا نام حضرت پیر عبدالرحمن ہے، اور ہسپتال اور پرائمری زنانہ، مردانہ سکول چک حیدری میں واقع ہیں جب کہ کاغذات میں ہسپتال اور پرائمری سکول اڈہ حضرت پیر عبدالرحمن کی طرف منسوب ہیں، اور اڈے کے لوگ علاج معالجے کے لیے اور بچوں کی تعلیم کے لیے چک کے ہسپتال اور سکول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جب کہ اس طرح کی صورت حال کے بارے میں امداد الاحکام ص ۹۷ پر لکھا ہے کہ ”آبادی متفرقہ متصلہ کے مجموعہ میں بوجہ اتصال حسی کے جمعہ جائز سمجھتا ہوں“

جبکہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ص ۱۱۰ جلد ۵ میں لکھا ہے ”جب دو گاؤں مستقل نام سے موسوم ہوں تو انہیں ملا کر جواز جمعہ کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔“

اور امداد الفتاویٰ میں ص ۲۵۲ ج ۱ میں ایسی صورت حال کے بارے میں دو قول نقل کیے گئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چک حیدری میں جمعہ شروع کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی قریہ صغیرہ ہے لہذا اس میں نماز جمعہ پڑھانا یا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

”ولہذا ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض

ومنبر وخطيب اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چاند کی یونیورسٹی میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- (۱) ہم چین میں ہیں۔
 - (۲) ہم تقریباً 200 پاکستانی مسلم احباب ہیں۔
 - (۳) الحمد للہ مسجد ہے جہاں ہم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔
 - (۴) یونیورسٹی نے ہمیں یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔
 - (۵) ہماری یونیورسٹی اور شہر کی جامع مسجد کا فاصلہ تقریباً ایک گھنٹہ کا ہے۔
 - (۶) جامع مسجد میں جمعہ کی نماز 1:45 پر ہوتی ہے جب کہ ہماری کلاسیں دو بجے سے شروع ہو جاتی ہیں، چنانچہ شہر سے بروقت واپسی ناممکن ہے۔
 - (۷) آئندہ چند روز میں یہاں پر برہماری ہوگی اور ٹریفک جام ہو جائے گی، جمعہ کی نماز کے لیے جانا مشکل ہو جائے گا۔
 - (۸) پہلے دو سال سے ہم نماز جمعہ یونیورسٹی میں ہی ادا کرتے رہے، مگر بعد میں چند ساتھیوں نے کہا کہ ہم یہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھیں گے۔
 - (۹) ہمیں یونیورسٹی کے ارد گرد ہر چیز دستیاب ہے۔
- کیا مذکورہ صورت حال میں ہم اپنی نماز جمعہ یونیورسٹی والی مسجد میں ادا کر سکتے ہیں، مہربانی فرما کر بذریعہ ای میل جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شہر قصبہ یا ایسا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے جہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہوں اور اس کو تجارتی و سرکاری مرکزیت حاصل ہو، لہذا صورت مسئولہ میں جہاں آپ کی یونیورسٹی واقع ہے اگر وہاں تمام ضروریات زندگی مہیا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں حاکم مجاز بھی ہے تو آپ کے لیے اس یونیورسٹی کی مسجد میں جمعہ المبارک کی نماز ادا کرنا جائز ہے، اور اگر یہ شرائط نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کے لیے یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کریں۔

”ولادانہا شرائط منها المصروفی ظاہر الروایة الموضع الذی یکون فیہ مفت

وقاض ویقیم الحدود“..... (فتاویٰ شامی: ۲/۵۹۰، فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

150 گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے جس میں مندرجہ ذیل سہولیات مہیا ہوں۔

پرچوں کی دوکانیں آٹھ عدد ہیں، بڑی کی دوکانیں دو عدد ہیں، پٹرول و ڈیزل کی ایک دوکان ہے، سرکاری ڈپسٹری موجود ہے مگر دو سال سے ڈاکٹر نہیں ہے، میڈیکل سہولت موجود ہے، آٹا، مرچ، چاول والی چکیاں موجود ہیں، اس کے علاوہ شادی یا غم کا کوئی موقع ہو تو اس کا سامان مرید کے شہر سے منگوانا پڑتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً ۲۴۰۰ ہے، ہمارا گاؤں ۱۵۰ گھروں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے دوسرا گاؤں ایک کلومیٹر پر واقع ہے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، بنا بریں مسئلہ بستی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست نہیں ہے بلکہ بروز جمعہ نماز ظہر ادا کرنا ہوگی۔

”و شرط اداہا المصراى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولا مفازة لقلول على رضى الله لاجمعه ولا تشريق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع اولى مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے پانچ کلومیٹر دور گھر میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے قریباً چار یا پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں قریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ زندگی میسر نہیں ہیں اور بالغ حضرات کی تعداد 150 ہے، اب کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ وعیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ ہو جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

”لقول على رضى الله تعالى عنه لاجمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع، رواه

ابن ابى شيبة“.....(البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

جب کہ مذکورہ فی السؤال میں بستی قریہ صغیرہ ہے، اس میں جمعہ وعیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی

نماز باجماعت پڑھنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دو ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علمائے عظام شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں آبادی

دو ہزار اور نمازی پانچ سو ہیں اور آڑھت کی دوکان، بجلی کی دوکان، کریانہ سنور، فرنیچر کی دوکان ہے، اس طرح

ٹریکٹر، موٹر سائیکلیں، کاریں بھی ہیں، اور دوسرے گاؤں سے لوگ بیچ و شراء کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیز

20 منٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟

کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ میں یہ نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی

قریہ کبیرہ ہے اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”وما عزوه لابی حنیفة انه بلدة كبرى فيها سلك واسواق ولها سائق

وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره

والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع وهو الاصح وتبعه الشارح

وهو اخص ما فى المختصر“.....(البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

”وعبارة القهستانی تقع فرضاً فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق

..... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر

وخطيب كما فى المضمرة والظاهر انه اراد به الكراهة لكراهة النفل

بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر
.....(رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ذکر کے مرکز میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام بیچ اس مسئلہ کے

مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ایک مرکز کھولا ہے ذکر وغیرہ کے لیے، جہاں باقاعدہ شیخ وقتہ نماز ہوتی ہے جس میں نمازیوں کی تعداد 30 سے لے کر 70 تک ہے، ہمارے ارد گرد فیکٹریاں ہیں اور کوئی دیوبند مکتبہ فکر کی مسجد بھی موجود نہیں ہے، اب ہم اپنے مرکز میں جمعہ کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں، کیا جمعہ پڑھنا پڑھانا درست ہوگا یا نہیں؟
برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کی مذکورہ جگہ بلدیہ لاہور کی حدود کے اندر واقع ہے تو اس میں نماز جمعہ کی ادائیگی شرعاً درست ہوگی، مگر مسنون یہ ہے کہ کسی جامع مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کی جائے۔

”لاتصح الجمعة الا في مصر جامع اوفي مصلی المصر ولا تجوز في القرى

لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع“

.....(ہدایہ: ۱/۱۷۷)

”قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في

قرية ولا مفازة“.....(البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”ومن صلى الجمعة في الطاقات اوفي السدة افي دار الصيارفة اجزأه اذا كانت

الصفوف متصلة لان اتصال الصفوف يجعل هذاالموضع في حكم المسجد

في صحة الاقتداء بالامام“.....(مبسوط: ۲/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ ہاتھ باندھنا یا گھٹنوں پر رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ جمعہ کے خطبہ کے دوران پہلے خطبہ میں تو تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لیتے ہیں جب کہ دوسرے خطبہ میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے یا سنت ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا یا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے کسی بھی طریق سے بیٹھنا جائز ہے، البتہ تشہد کی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔

”اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محتبياً او متربعا او كمتيسر لانه

ليس بصلاة عملا و حقيقة كذافي المضمرة و يستحب ان يقعد فيها

كما يقعد في الصلاة كذافي معراج الدراية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۸)

”وفى الحجة اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محتبياً او متربعا

او كمتيسر لانه ليس بصلاة حقيقة“..... (فتاوى التاتارخانية: ۳/۵۶۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین سوواالی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کی آبادی تین سو ہے متعدد دوکانیں ہیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ عظیمہ قرار دے کر جمعہ ادا کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا جو جمعہ ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر قضاء کرنا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مسئلہ بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں بنا بریں مسئلہ بستی میں جمعہ کی ادائیگی شرعاً

درست نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی اور جتنا عرصہ وہاں کے لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے اتنے عرصے کی ظہر کی نمازیں قضاء کرنا ہوں گی۔

”شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة الخ“.....(البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النقل بالجماعة الا ترى ان فى الجواهر لوصول فى القرى لزهم اداء الظهر“.....(رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضع پگالہ موڑ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ شرعیہ کے

کہ موضع پگالہ موڑ تحصیل شکر گڑھ جس کی کل آبادی تقریباً 1000 مرد و عورت بالغ افراد ہیں اور تقریباً 200 گھروں پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ دوسرا موضع کسراج ہے جس کی آبادی تقریباً 900 بالغ افراد ہیں اور تقریباً 150 گھروں پر مشتمل ہے۔

دونوں موضع کے درمیان حد فاصل میں سڑک ہے کہ جس کے ایک جانب پگالہ موڑ کی آبادی ہے اسی میں مخلوط کسراج موضع کی آبادی ہے، چند خاندان آبادی میں زرعی رقبہ مشترک ہونے کی وجہ سے آباد ہیں، جو اصل رہائشی کسراج کے ہیں، اور سڑک کے دوسری جانب کسراج کی آبادی میں مخلوط پگالہ موڑ کی آبادی بھی ہے، چند میٹر کے فاصلے پر ریلوے لائن ہے جو اس آبادی کو لقیہ کسراج کی آبادی سے جدا کرتی ہے، ان دونوں آبادیوں کے درمیان فاصلہ کا شمار 1235 کرو تقریباً 165 میٹر ہے، موجودہ سٹاپ پر دوکانوں کی کل تعداد ۶۷ ہے، جن میں تقریباً 6 دوکانیں پر چون سودا سلف کی ہیں، میڈیکل علاج معالجہ کے لیے چھ دوکانیں ہیں، سائیکل موٹر سائیکل مکینک تین دوکانیں ہیں، ویلڈنگ کی چار دوکانیں ہیں، بال کاٹنے کی چار دوکانیں ہیں، درزی کی چار دوکانیں ہیں، الیکٹریشن و بجلی سامان کی تین دوکانیں ہیں، ایک دوکان پٹرول و گیس سلنڈر کی ہے، پگالہ موڑ موضع میں مساجد تین ہیں اور کسراج میں مساجد دو ہیں، دونوں اہل سنت والجماعت کی ہیں، پگالہ موڑ کے ساتھ متصل آبادی دودے ہے جس میں ایک مسجد ہے، مذکورہ جامعہ علی المرتضیٰ اسی بستی پگالہ موڑ میں واقع ہے، تو آیا شرعی حوالہ سے جمعہ شروع ہو سکتا ہے جب کہ جامعہ ہذا اڑھائی کینال پر مشتمل ہے، چند کمرے سمیت جامع مسجد شعبہ حفظ و درجہ کتب تعداد اساتذہ ۴۷ ہے۔

تسلی بخش جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں جس گاؤں کا ذکر ہوا ہے اس گاؤں میں شرائط جمع نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ اداء کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مصر نہیں ہے اور نہ ہی فناء مصر میں داخل ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے۔

”قولہ شرط ادائها (المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولا مفازة لقول علی رضی اللہ عنہ لاجمعہ ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظیمة رواہ ابن ابی شیبہ وصححه ابن حزم“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القرى لقولہ علیہ السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام یرقیم الحدود وهذا عن ابی یوسف رحمه اللہ تعالیٰ“..... (هدایہ: ۱/۱۷۷)

”والمصر فی ظاہر الروایة الموضع الذی یرقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنته ابیة منی هكذا فی الظہیریة وفتاوی قاضی خان“..... (فتاوی الہندیة: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑی جامع مسجد کے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۸): السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مارکیٹ میں ایک چھوٹے کمرے میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر جمعہ کی نماز ادا کروانا جائز ہے کہ نہیں، جب کہ ہمارے ارد گرد قریب ہی بڑی جامع مسجد موجود ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مارکیٹ کے اس کمرے میں جس میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اس میں جمعہ درست ہے کیونکہ

مارکیٹ مصر میں داخل ہے اور امصار و قصبات میں جمعہ کے اداء ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، ہاں اس طرح کرنا اچھا نہیں ہے۔

”وفی العتابة لوصولی الجمعة فی قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قری وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم یبنوا“
..... (فتاوی التاتارخانیة جدید: ۲/۵۳۸)

”ولوان امیرا فتح ابواب القصر وامر المؤذن فاذن فجمع بالناس فی قصره فانه یجزیهم والمراد من فتح ابواب القصر الاذن للعامۃ بالدخول وقد ادى الجمعة وهو مستجمع لشرائطها ولكنه مسیء فیما صنع لان الموضع المعد لاقامة الجمعة فیہ المسجد وقد جفا ذلك الموضع“
..... (المیسوط: ۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اگر کسی علاقہ میں شرائط جمعہ مفقود ہو جائیں تو جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک علاقے میں شرائط جمعہ پورے تھے اور وہاں بیس سال تک جمعہ ہوتا رہا لیکن آج کل وہ شرائط جمعہ مفقود ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس علاقے میں جمعہ کی نماز اب درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال جس جگہ فی الحال شرائط جمعہ نہ پائی جاتے ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، لہذا ایسی جگہ اگر جمعہ ہو رہا ہو تو اسے بند کر دینا چاہیے۔

”وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان کل موضع مصرہ الامام فہو مصر حتی انه لو بعث الی قرية نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصیر مصر افاذ اعزله تلحق بالقری“..... (حلی کبیری: ۲/۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں عبدل خیل میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ مصر (شہر) میں ضروری ہے یا بڑے گاؤں میں بھی جمعہ کی نماز ضروری ہے؟ ہمارا گاؤں عبدل خیل علاقہ میں بڑا گاؤں شمار ہوتا ہے چنانچہ اس کی آبادی گزشتہ مردم شماری میں چار ہزار دو سو افراد تحقیق سے ہے اور اب مزید اضافہ بھی ہوا ہوگا، اس گاؤں میں پانچ مساجد ہیں دو ہائی سکول کے علاوہ ایف اے کالج بھی ہے، ہسپتال بھی ہے البتہ تھانہ آبادی میں نہیں ہے، لیکن تھانہ پولیس پینچنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی، چار دینی مدارس ہیں، ضروریات زندگی باسانی میسر ہیں، تقریباً پچیس دوکانیں ہیں، ٹیلی فون بجلی کی سہولت بھی ہے، اور گاؤں کے راستے کھلے اور ترتیب سے ہیں، علاقے کے علماء کی اس آبادی کے بارے میں دورانے ہیں بعض جمعہ واجب قرار دے رہے ہیں اور بعض منع کر رہے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ کے لیے ایسی بستی کا ہونا ضروری ہے کہ جس میں حاکم مجاز ہو یا اس میں بازاریں ہوں اور علاقے کے لیے تجارتی مرجعیت اس کو حاصل ہو اور عبدل خیل میں اب تک یہ دونوں مفقود ہیں لہذا اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق

..... و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض ومنبر

وخطیب اہ“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ساتھ گھروں والے گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس میں تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور چھ دکانیں ہیں اور اسی طرح ایک بوائز ہائی سکول اور ایک ڈل گرز سکول ہے جب کہ اسی گاؤں میں 1965ء سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کیا اس گاؤں میں شرعاً نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو اب اس کو ختم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ صرف شہر یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں سڑکیں ہوں تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت و مرجعیت رکھتا ہو، غرض وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مشابہ ہو، بناء بریں صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان جمعہ کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہو رہی کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے، لہذا جب یہاں جمعہ کی ادائیگی درست نہیں تو پھر ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، جمعہ پڑھنے سے ظہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

لہذا یہاں فوری جمعہ ختم کر کے ظہر کی نماز ادا کی جائے، البتہ اگر رفتہ کا اندیشہ ہو تو لوگوں کو تدبیر سے سمجھائیں اور ان کو جمعہ ختم کر کے ظہر کی ادائیگی پر آمادہ کریں۔

”عن ابی حنیفۃ انه بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال
 یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع
 الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا هو الاصح“..... (فتاویٰ شامی:

(۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ساڑھے آٹھ سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً ساڑھے آٹھ سو ہے اکثر آبادی متصل ہے سہولیات مندرجہ ذیل ہیں، کرپانہ سٹور دس عدد، کلا تھ سٹور دو عدد، حکیم دو عدد، غلہ منڈی تین عدد، ڈیزل ایجنسی دو عدد، آٹا چکی تین عدد، ہائر سیکنڈری سکول، گرلز پرائمری سکول، مساجد آٹھ عدد جب کہ تین مسجدوں میں جمعہ شروع ہے جو کہ مختلف مسلک رکھتے ہیں، آرائل ایک عدد، پختہ سڑک اور بجلی، لوہار کی دوکان تین عدد، ٹیلر ماسٹر چار عدد، مذکورہ دوکانیں منفصل ہیں بازار کی شکل نہیں ہے۔

بیرونی آبادی تقریباً 180 افراد پر مشتمل ہے جو کہ اس کے آس پاس ہے فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، مذکورہ آبادی والے اسی قصبہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، مذکورہ قصبہ میں شرعی حکم کے مطابق جمعہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ شرعاً جمعہ شہر یا اس بڑی بستی میں ہو سکتا ہے جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مناسب ہو، گلیاں بازار ہوں اور تمام ضروریات زندگی وہاں میسر ہوں، بناء بریں صورت مسئلہ میں مذکور بستی کے جو حالات ذکر کیے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کے مشابہ نہیں، لہذا یہاں جمعہ وعیدین درست نہیں۔

”عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہار ساتیق“

..... (فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خانوخیل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارا گاؤں خانوخیل کی آبادی تقریباً تین چار ہزار ہے، مکانات اکثر چکے ہیں، گاؤں میں دو پرائمری سکول مردانہ، ایک پرائمری سکول زنانہ، ایک مکتب سکول، شہر کی آبادی کے باہر ایک زنانہ نڈل سکول، ایک دینی مدرسہ حفظ ناموقوف علیہ تک تعلیم، چالیس دکانیں (جنرل سٹور، درزی کپڑے، کریانہ تیل ایجنسی وغیرہ) چار ڈاکٹر ایک ڈاکخانہ، پانچ مساجد، دو آٹا مشین دو آرامشین وغیرہ موجود ہیں، جب کہ گاؤں میں ہسپتال اور بینک کی سہولت نہیں ہے، دکانیں متفرق ہیں، باقاعدہ بازار کی شکل میں نہیں ہیں، دو تین گلیوں کے علاوہ تمام گلیاں کچی ہیں، اسی طرح گاؤں میں کوئی ہوٹل چائے کھانے کا بھی نہیں ہے، پولیس چوکی بھی نہیں ہے۔

عرصہ پچاس ساٹھ سال سے بھی زائد یہاں جمعہ قائم ہے جب کہ اس وقت مذکورہ بالا سہولیات بھی نہیں تھیں، نماز جمعہ میں گاؤں کی آبادی کے علاوہ مختلف آبادیوں سے کثیر تعداد شریک ہوتی ہے، اردو قادی کو دیکھ کر خلجان پیدا ہوتا ہے کہیں صرف آبادی اور معمولی سہولیات کی وجہ سے جمعہ کے قیام کی اجازت ہے تو کہیں بصراحت تحریر ہے کہ تنہا آبادی معیار نہیں بلکہ بازار، بینک، ہسپتال وغیرہ قریہ کبیرہ کے لیے ضروری قرار دیے گئے ہیں، کہیں عرف کو مدار کہا گیا ہے تو دور حاضر کے عرف میں مذکورہ سہولیات کی عدم دستیابی سے قریہ صغیرہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

از روئے شریعت مطہرہ مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال خانوخیل میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے یہ نہ شہر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق

..... و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض ومنبر

وخطیب کما فی المضمورات اہ“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے دس کلومیٹر دور دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا علاقہ ہے جس کے دو الگ گاؤں ہیں اور ان دونوں گاؤں میں گزشتہ بیس برس سے جمعہ کی نماز بھی ادا کی جا رہی ہے اور نماز عیدین بھی پڑھی جاتی ہے، جب کہ ان دونوں گاؤں میں نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط نہیں پائی جا رہی بالخصوص یہاں شہر نہیں ہے اور نہ ہی یہ گاؤں شہر کے ملحقات (فنائے شہر) میں آتے ہیں کیونکہ جس علاقے میں جمعہ کے لیے تمام شرائط پائی جاتی ہیں اس سال نماز جمعہ ادا بھی کی جا رہی ہے، ان گاؤں کا زمینی فاصلہ بہت دور کا ہے، یعنی گاؤں کڑنگ شہر سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور گاؤں نمبر ۲ جالنگی شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ان گاؤں کی حالت یہ ہے کہ گاؤں نمبر ۱ میں تقریباً ایک سو مکانات پر مشتمل آبادی ہے ایک چھوٹی سی پرچون کی دکان بھی ہے، کچی سڑک بھی ہے بجلی کی سہولت اور پرائمری سکول بھی قائم ہے، اور اس گاؤں میں دو مقامات پر نماز جمعہ بھی ادا کی جا رہی ہے اور نماز عیدین بھی پڑھی جاتی ہے۔

دوسرے گاؤں جالنگ میں آبادی تقریباً تین ہزار مکانات پر مشتمل ہے، اور گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سات آٹھ دوکانیں بھی ہیں جن سے وقتی ضروریات علاقہ پوری ہوتی ہیں، سڑک اور بجلی کی سہولت بھی میسر ہے، شہر کی زندگی کے بالکل خلاف عدم سہولت سے بسر اوقات ہوتی ہے، شہر سے اس کا فاصلہ تیس کلومیٹر ہے، اس گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مساجد واقع ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، اور دو مساجد میں عید کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں میں عرصہ بیس سال سے نماز جمعہ و عید پڑھی جاتی ہے، اور مستند علماء نے شروع کروایا ہے، علت یہ بیان کی گئی تھی کہ اگر یہاں جمعہ کی نماز نہ شروع کی جائے تو لوگ دین سے بہت دور ہو جائیں گے۔

- (۱) اب سوال یہ ہے کہ آیا ان دونوں علاقوں (گاؤں کڑمنگ، جاگلگی) نماز جمعہ و عیدین ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی یا جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھی جائے گی؟
- (۲) حنفیہ کے نزدیک وجوب کے لیے شہر یا فائے شہر شرط ہے تو کیا یہ دونوں علاقے اس شرط پر پورے اترتے ہیں؟
- (۳) جو علماء کرام و خطیب حضرات یہ علت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو دین کے قریب کرنے کے لیے جمعہ شروع کروانا اس علاقے میں وقت کی شدید ضرورت تھی، ورنہ لوگوں کو جمع کرنا اور دین کی طرف راغب کرنا ایک مشکل امر تھا آیا ان حضرات کی یہ علت اجراء جمعہ کے لیے واقعی دلیل بن سکتی ہے یا نہیں؟
- (۴) اگر بالفرض یہاں ان دونوں گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں تو اتنا عرصہ ظہر کی نماز جو چھوڑی گئی اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اور نماز ظہر کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟
- (۵) اگر ان دونوں گاؤں میں جمعہ کی نماز واجب نہیں شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے تو کیا اب ان مساجد میں جہاں گزشتہ طویل عرصہ سے جمعہ جاری ہے اب بند کر دیا جائے یا نہیں؟
- شریعت محمدیہ کی رو سے ان سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرمادیں، جزاکم اللہ خیرا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”عن ابی حنیفۃ انه بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہا رساتیق و فیہا و ال
 یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع
 الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا ہوا الاصح“..... (فتاویٰ شامی :
 ۱/۵۹۰)

سوال میں ذکر کردہ تفصیل حقیقت پر مبنی ہونے کی صورت میں اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار ہوں اور گلی کوچے ہوں اور ضرورت کی تمام اشیاء میسر ہوں، اور وہ تجارتی لحاظ سے مرہعیت و مرکزیت رکھتا ہو، اور مذکورہ صورت میں گاؤں کڑمنگ کسی بھی لحاظ سے مصر، قریہ کبیرہ اور اس کے فناء میں داخل نہیں، لہذا یہاں جمعہ و عیدین کی ادائیگی درست نہیں، اور گاؤں جاگلگی پر اگر قریہ کبیرہ کی مذکورہ بالا تعریف صادق آ رہی ہو تو یہاں جمعہ کی ادائیگی درست ہے ورنہ نہیں، اور محض یہ دلیل کہ اگر جمعہ شروع نہ کیا گیا تو لوگ دین سے دور ہو جائیں گے جمعہ کے جواز کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے، لوگوں کو دین کے قریب لانے کے لیے اور جائز ذرائع اختیار کیے جائیں، ناجائز ذرائع کا سہارا نہ لیا جائے، اور جھگڑا کیے بغیر حسن تدبیر سے اگر جمعہ بند کرنا

ممکن ہو تو بند کر دیا جائے، اور ضابطہ کے اعتبار سے جب جمعہ کی ادائیگی یہاں درست نہ تھی تو ظہر کی قضاء ذمہ میں باقی ہے، اور اس سلسلہ میں مقامی مفتی حضرات سے بھی مشاورت کر لی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پاندوڑیا گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں پاندوڑیا جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار سے اوپر ہے اور پرچون وغیرہ کی چند دکانیں ہیں، عرصہ دراز سے اس میں جمعہ وعیدین پڑھائی جاتی ہیں بلکہ آس پاس ضلع شانگلہ کے کئی علاقوں کی یہی صورت حال ہے، جب کہ ضلع بونیر کے اکثر علاقوں میں جہاں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتیں وہاں لوگ جمعہ وعیدین پرانے زمانے سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

اب اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ یہاں جمعہ وعیدین درست نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر حاکم کا اذن باقی ہے حالانکہ یہ اذن اس وقت دیا گیا تھا جب پاکستان کی آزادی سے پہلے والی سوات نے جمعہ وعیدین کی اجازت دی تھی کہ جہاں جہاں گاؤں ہیں ان میں لوگ نماز جمعہ وعیدین پڑھیں، جب بعد میں ان علاقوں کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہوا اور والی سوات کی امارت ختم ہو گئی پھر بھی لوگ آج تک جمعہ وعیدین پڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس صورت حال کے پیش نظر درج ذیل امور قابل استفسار ہیں۔

- (۱) کیا مذکورہ علاقوں میں جمعہ وعیدین درست ہے؟
- (۲) اذن امیر کب معتبر ہے؟ کیا جہاں پر باقی شرائط جمعہ نہ پائی جائیں وہاں پر امیر کا اذن درست ہے؟
- (۳) کیا اذن امیر اس کے مرنے یا حکومت ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے؟
- (۴) کیا مذکورہ علاقوں میں حنفی المسلک علماء جمعہ وعیدین کے بارے میں امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دے سکتے ہیں؟ نیز یہ تلقین بین المذاہب ہوگا یا نہیں؟
- (۵) عدم صحت جمعہ وعیدین کی صورت میں مذکورہ علاقوں میں جمعہ وعیدین بند کرانے کے لیے سعی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ فساد کا خطرہ بھی ہو۔
- (۶) اگر جمعہ درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے ان پر قضاء ظہر ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں نماز جمعہ وعیدین درست نہیں کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے

بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے یا ایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت و مرہیت حاصل ہو یا حاکم مجاز ہو۔

”وقال قاضی خان والاعتماد علی ماروی عن ابی حنیفۃ فی المحلی کل موضع بلغت ابنیته ابنیۃ منی و فیہا مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام فهو مصر جامع“..... (البنایۃ شرح الہدایۃ: ۳/۳۵)

”قولہ و فی القہستانی تائید للمتن و عبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا سواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان ہذا ما اجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

(۲) اذن امیر اس وقت معتبر ہے جب جمعہ کی باقی تمام شرائط موجود ہوں۔

”ان الحکم بصحة الجمعة مبنی علی کون ذلک الموضع محلا لاقامتها فیہ و بعد ثبوت صحتها فیہ لا فرق فیہ بین جمعة و جمعة فتدبر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۱)

(۳) اذن امیر اس کے معزول ہونے سے یا اس کی موت سے ختم ہو جائے گی۔

”قولہ اذن عام) ای لکل خطیب ان یستیب لالکل شخص ان یخطب فی ای مسجد اراد: ح، اقول لکن لا یبقی الی الیوم الاذن بعدموت السلطان الاذن بذلک الا اذا اذن بہ ایضا سلطان زماننا نصرہ اللہ تعالیٰ کما بینتہ فی تنقیح الحامدیۃ و سنذکر فی باب العیدین عن شرح المنیۃ ما یدل علیہ ایضا فتنبہ“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۳)

”وعن محمد کل موضع مصرہ الامام فهو مصر حتی لو انه بعث الی قریۃ نائباً الی اقامة الحدود ولقصاص یصیر مصرا فاذا عزله ودعاه تلحق بالقری“..... (البنایۃ شرح الہدایۃ: ۳/۳۵)

(۴) مذکورہ دیہاتوں میں حنفی المسلک علماء جمعہ و عیدین کے جواز کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ نہیں دے سکتے اس سے تعلق بین المذہب لازم آتا ہے جو کہ باطل اور حرام ہے۔

”وان الحکم الملقق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً“..... (در علی هامش الرد : ۱/۵۵)

”وان الحکم الملقق المراد بالحکم الحکم الوضعی كالصحة مثاله متوضی سال من بدنه دم ولمس امراته ثم صلى فان صحة هذه الصلوٰۃ ملققة من مذهب الشافعی والحنفی فان سيلان الدم لا ينقض الوضوء عند الشافعی وينقضه عند ابی حنيفة ولمس المرأة لا ينقض الوضوء عند ابی حنيفة وينقضه عند الشافعی والتلفيق باطل فصحته منتفية“..... (كشف الاستار على هامش در المختار: ۱/۱۵)

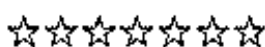
(۵) مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں اگر جمعہ وعیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے تو ان علاقوں کے علمائے کرام کے لیے لازم ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں جمعہ وعیدین کی شرائط نہ ہوں بند کرنے کی کوشش کریں اور خود نماز ظہر پڑھیں۔

”فقال ابو سعید اما هذا فقد قضی ما عليه سمعت رسول الله ﷺ يقول من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فليسانه فان لم يستطع فليقلبه وذلك اضعف الايمان“..... (صحيح مسلم : ۱/۵۱)

جن لوگوں نے اب تک وہاں جمعہ کی نمازیں ادا کی ہیں ان پر ظہر کی قضاء لازم ہے۔

”وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) لف ونشر مرتب وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما مر“..... (الدر المختار على هامش الرد المختار: ۱/۵۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب



موضع محمودہ جو دھیکاشی نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۹): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں موضع محمودہ جو دھیکا جس کی آبادی 3522 نفوس پر مشتمل ہے جب کہ اس موضع محمودہ جو دھیکا کی بستی فتح محمد کی آبادی 1295 نفوس پر مشتمل ہے اور اس موضع کی بستی سیٹل پورہ جس کی آبادی 824 نفوس پر مشتمل ہے، ۶ مساجد میں پانچ وقت کی اذان اور نماز باقاعدگی سے ادا ہو رہی ہے، جب کہ تین مساجد زیر تعمیر ہیں اور ایک مسجد کے لیے جگہ کی تعیین کی جا رہی

ہے، ضروریات زندگی کے لیے موضع محمود جو دھیکا میں 22 عدد دوکانیں، ایک عدد تیل ایلنجی آٹا مشین 5 عدد، بکڑی آٹا مشین 2 عدد، گورنمنٹ پرائمری سکول 2 عدد پرائیویٹ سکول 2 عدد اور میڈیکل سٹور 2 عدد الحمد للہ موجود ہیں، موضع محمودہ جو دھیکا جس کو نئی ترتیب کے مطابق یونین کونسل کا درجہ دیا گیا ہے اس کی کھل آبادی تقریباً 3522 نفوس بنتی ہے، آیا موضع محمودہ جو دھیکا میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: موضع محمودہ جو دھیکا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ: بستی فتح محمد اور سیٹل پورہ یہ دونوں گاؤں موضع محمودہ جو دھیکا میں داخل ہیں اور ان کا لین دین آنا جانا یونین کونسل محمودہ جو دھیکا ہے، محمودہ جو دھیکا اور بستی فتح محمد کا تقریباً فاصلہ ساڑھے پانچ ایکڑ ہے، محمودہ جو دھیکا اور سیٹل پورہ کا فاصلہ تقریباً ایک ایکڑ ہے درمیان میں زرعی کاشت ہے۔

(جواب از مدرسہ جامع العلوم عید گاہ بہاولنگر)

الجواب ومنہ الصدق والصواب

بر تقدیر صحت واقعہ و صورت مسئلہ کے مطابق موضع محمودہ جو دھیکا قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور قریہ کبیرہ میں جمعہ واجب الاداء ہوتا ہے موضع محمودہ جو دھیکا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے، اور جہاں کل آبادی 3522 ہے اور ضروریات زندگی کی سہولیات تقریباً موجود ہیں اور بستی فتح محمد و سیٹل پورہ موضع میں داخل ہیں اور یہ تینوں گاؤں ایک سمجھے جاتے ہیں لہذا موضع محمودہ جو دھیکا میں بلا شک و تردد جمعہ جائز ہے۔

”وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق“

..... (رد المحتار: 1/128)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں جمعہ کے مسائل میں یوں لکھا ہے کہ عرف عام کا اعتبار ہے عرفاً جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور لوگ جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے، دوسری جگہ لکھا ہے کہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور دونوں کی کل آبادی 2000 نفوس ہے تو جمعہ وہاں درست صحیح ہے، تیسری جگہ 1254 نفوس کی آبادی کے گاؤں میں جس کو عرف میں بڑا سمجھا جاتا تھا جمعہ جائز قرار دیا گیا (بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: 5/52، 56، 52، 37)

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

احقر غلیل احمد اخون

(جواب از جامعۃ الحمید لاہور)

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ ہستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ قریہ کبیرہ وہ ہے کہ جس میں بازاریں ہوں جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے۔

”وتقع فرضا فی القصبان والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق او“..... (فتاویٰ

شامی: ۱/۵۹۰)

جب کہ یہاں ایک بازار بھی نہیں ہے، اس پر میرا مفصل فتویٰ ”التصر فی التصر“ کے نام سے موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حمید اللہ جان عفی عنہ

☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میں واقع مرواں گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس گاؤں میں آٹھ کریبانہ دوکانوں کے علاوہ نہ تو کوئی ہسپتال ہے نہ کپڑے اور نہ سونے اور نہ گوشت وغیرہ کی دوکانیں ہیں، نہ سوئی گیس اور نہ پٹرول پمپ اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور ضروریات کی اشیاء میسر ہیں اس گاؤں میں مردوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ 800 سے 1000 تک ہیں، اس گاؤں میں نماز جمعہ 50 سالوں سے ادا کیا جا رہا ہے، مسجدوں کی تعداد تین ہیں جن میں سے دو مساجد میں نماز جمعہ ادا کیا جاتا ہے، مسئلہ مذکورہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسا قریہ کبیرہ کا ہونا کہ اس میں بازاریں ہوں اور اس کے علاوہ اس کو تجارتی مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہو، یا اس میں ایسا حاکم مجاز ہو جو مزاء اور جزاء دینے کا مجاز ہو جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں میسر نہیں ہیں۔

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق
قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان ہذا ما اجتہد فیہ فاذا اتصل بہ بالحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض
ومنیرو وخطیب کما فی المضمورات“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”وروی عن ابی حنیفہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا اسواق ولہا رساتیق و فیہا وال
یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ و علمہ او علم غیرہ والناس
یرجعون الیہ فی الحوادث وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ٹی، آر، پی کمپنی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کمپنی ٹی، آر، پی میں امام
ہوں، وہاں پر ایک جگہ مختص کی ہوئی ہے جہاں پر پانچ وقت کی نماز پڑھائی جاتی ہے لیکن وہ جگہ مستقل طور پر مسجد کے
لیے وقف نہیں ہے اور نہ ہی مسجد کا کوئی نقشہ وغیرہ بنا ہوا ہے، کمپنی کے ملازمین جن کی تعداد تقریباً 400 کے قریب ہے
وہاں نماز ادا کرتے ہیں، اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا اس جگہ پر جمعہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ کمپنی
سے تھوڑے فاصلے پر ایک مسجد ہے جہاں پر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے لیکن ملازمین کو کمپنی کی طرف سے وقت کم ملتا ہے
کہ اس وقت میں وہ اس مسجد تک جائیں اور جمعہ کی نماز ادا کریں، اس سے ملازمین کی ملازمت میں حرج آتا ہے،
اس وجہ سے یہ ملازمین اس مختص جگہ پر جمعہ کی نماز ادا کرنا چاہتے ہیں، آیا ان ملازمین کے لیے اس جگہ پر جمعہ کی نماز
ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

قرآن و سنت کی روشنی میں جواب صادر فرما کر عند اللہ اور عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اگر وہ کمپنی یا فیکٹری شہر میں ہو یا فناء شہر میں ہو کہ اس جگہ پر نماز جمعہ کی
شرائط پائی جاتی ہوں تو اس فیکٹری یا کمپنی کے ملازمین کا اس جگہ نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے البتہ نماز جمعہ کے وقت
اذن عام ضروری ہے۔

”الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقة لمنع العدو لا المصلی (قوله الاذن العام) ای ان یاذن للناس اذناعاما بان لا یمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلى فيه وهذا مراد من فسر الاذن العام بالاشتہار وكذا فی البرجندي اسماعیل وانما كان هذا شرطاً لان الله تعالى شرع النداء لصلاة الجمعة بقوله فاسعوا الى ذكر الله والنداء للاشتہار“..... (درمع الرد: ۱/۶۰۰)

”قوله وغلقة لمنع العدو الخ ای ان الاذن هنا موجود قبل غلق الباب لكل من اراد الصلاة والذي یضر انما هو منع المصلین لا منع العدو“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وائذہ شاہ مدو میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) وائذہ شاہ مدو جس کی کل تعداد مردوزن چھوٹے بڑے 1520 پندرہ سو بیس ہے جس میں پانچ عدد دوکانیں ہیں لیکن دوکانوں میں صرف سبزی، چائے، گھی، چینی، دال وغیرہ ملتی ہیں، اس کے علاوہ دو عدد گھروں اور ایک دوکان میں دوائی بھی ملتی ہے باقی سہولیات میسر نہیں ہیں، جیسا کہ کپڑا، گوشت، موچی، زرگر، ڈاکٹر، ہسپتال، ہائی سکول وغیرہ، وائذہ شاہ مدو میں چھ عدد پرائیویٹ آب پاشی ٹیوب ویل بھی موجود ہیں، جسے لوگ اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں، وائذہ شاہ مدو میں گورنمنٹ مڈل سکول اور دو عدد پرائمری سکول موجود ہیں۔

(۲) وائذہ شاہ مدو کے ساتھ وائذہ نعمان ہے لیکن درمیان میں شاہراہ عام ہیں جو کہ نقشہ میں موجود ہے وائذہ نعمان کی کل آبادی مرد، زن، چھوٹے بڑے، 969 ہیں جس میں ایک پرائمری سکول، مردانہ اور ایک غیر آباد پرائمری سکول زنانہ اور پانچ عدد چھوٹی چھوٹی پریچون کی دوکانیں ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، باقی سہولیات میسر نہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۳) وائذہ شاہ مدو کے ساتھ ملحق وائذہ خاوض ہے جس کی کل آبادی 357 ہے اور وائذہ شاہ مدو اور وائذہ خاوض کے درمیان صرف ایک قبرستان کا فاصلہ ہے جو کہ مشترک قبرستان ہے، وائذہ خاوض میں ایک پرائمری سکول دو عدد پرائیویٹ آبپاشی ٹیوب ویل ایک عدد آٹا پیائی مشین اور ایک پرجون کی دوکانیں ہیں باقی سہولیات میسر نہیں ہیں۔

(۴) وائذہ شاہ مدو کے ساتھ ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر وائذہ بلوچ واقع ہے جس کی کل آبادی 400 ہے باقی سہولیات میسر نہیں ہیں۔

اب مذکورہ وائذہ جات کی مشترک آبادی 3246 ہے کیا اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں نقشہ بھی ملحق ہے۔
نوٹ: ہمیں مدارس سے جواب موصول ہوا کہ اس وائذہ جات میں نماز جمعہ درست نہیں ہے ان مدارس میں جامعہ اشرفیہ، جامعہ دارالعلوم تھانیہ، جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت، جامعہ عثمانیہ لکی مروت، جامعہ الرشید کراچی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد وغیرہ مدارس ہیں، لیکن آپ کا جواب بھی ضروری ہے، اس لیے آپ سے جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں جمعہ کے جواز کے لیے مصر (شہر) کا ہونا یا فناء مصر (یعنی مصر کی ضروریات کی جگہ نہیں) کا ہونا ضروری ہے، اور مصر کی تعریف یہ ہے کہ اس میں حاکم مجاز جس کو حکومت بالاسے سزا دینے کا اختیار حاصل ہو جیسے جج یا اے سی وغیرہ مقرر ہو جو حدود و قصاص نافذ کر سکتا ہو، یا اس میں ایسی بازاریں ہوں جن کو آس پاس کے علاقوں کے لیے تجارتی مرہیت و مرکزیت حاصل ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ بستی میں دونوں شرائط نہیں ہیں اس لیے اس بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال کل موضع مصرہ الامام فہو مصر جامع حتی ان الامام اذا بعث الی قرية نائبالاقامة الحدود فيهم وقاضيا يقضى بينهم صار ذلك الموضع مصرا و اذا عزلہ ودعاہ الی نفسه عادت قرية كما كانت“..... (المحيط البرہانی : ۲/۴۳۹)

”وقال شيخ شمس الائمة السرخسي ظاهر المذهب ان المصر الجامع ان يكون فيه جماعات الناس وجامع واسواق التجارات وسلطان وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام ويكون فيه مفتي اذالم يكن الوالي والسلطان مفتيا وفي التحفة وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سلك واسواق

ولہا رساتیق وفيہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ
او علم غیرہ و یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث و ہذا هو الاصح“
.....(الفتاوی التاتارخانیۃ : ۲/۳۰)

”عن ابی حنیفۃ کل موضع بلغت ابنتہ ابنتہ منی وفيہ مفتی وقاض یقیم
الحدود و ینفذ الاحکام فهو مصر جامع وفي المرغینانی ان ہذا ظاہر الروایۃ
وہذا ایضا یقرب من تعریف صاحب التحفۃ وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کل
موضع مصرہ الامام فهو مصر حتی انہ لو بعث الی قریۃ نائباً لاقامۃ
الحدود والقصاص تصیر مصر فاذا عزله تلحق بالقری“..... (حلبی کبیری:
۳۷۳)

”وکما یجوز اقامۃ الجمعۃ فی المصر یجوز اقامتہا خارج المصر قریباً
نحو مصلی العید لان العید ابداً یكون فی فناء المصر وفناء المصر الحق
بالمصر فیما کان من حوائج اهل المصر واداء الجمعۃ من حوائج اهل المصر
فیالحق بالمصر فی اداء الجمعۃ هكذا ذکر المسئلۃ فی شرح القدوری وفي
فتاویٰ شیخ الاسلام الفقیہ ابی الیث شرط الفناء نصاً فقال ویجوز اقامۃ
الجمعۃ خارج المصر اذا کان فی فناء المصر وفي نوادر الصلاۃ لو ان الامیر
خرج للاستسقاء وخرج معہ ناس کثیر فحضرت الجمعۃ فصلی بہم الجمعۃ
فی الجبانۃ علی قدر غلوۃ من المصر اجزاهم لانه فناء المصر وفناء المصر
حکم المصر“.....(المحیط البرہانی : ۲/۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً
6000 افراد پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایک بوائزہائی سکول، ڈسپنسری اور کھانے پینے کی اشیاء مثلاً
دال، چاول، چینی، چائے سبزیاں، تقریباً مل جاتی ہیں جب کہ بڑے گوشت اور چھوٹے گوشت کی کوئی ایک دکان بھی

نہیں ہے، دیگر اہل حرف مثلاً نائی، موچی، کمہار، سنیا اور غیرہ نہیں ہیں، ہمارا گاؤں ضلع لکی مروت سے 14 کلومیٹر دور ہے، آمدورفت کے لیے سواری کا سامان تقریباً دو تین بجے دن تک ممکن ہے، اس کے بعد لکی مروت شہر سے اسٹیشن سواری کے علاوہ رابطہ نہیں ہو سکتا ہے، پیدل جانا پڑتا ہے، اب آپ حضرات سے یہ بات دریافت کرنی ہے کہ کیا اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جب کہ علاقہ کے قرب و جوار میں جو دو اہم مدارس مثلاً دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت اور جامعہ حلیمیہ درہ پیزو ضلع لکی مروت کے علماء کرام جمعہ و عیدین کی نمازوں کے عدم جواز کے قائل ہیں، کچھ عرصہ پہلے یہ صورت حال بنی کہ گاؤں کے چند علماء کرام نے جن کے رابطے علاقہ سے باہر مفتیان کرام سے بھی تھے اور یہ علماء کرام ہمارے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے جواز کے قائل تھے، انہوں نے علاقے سے باہر کسی اور مفتی صاحب کو گاؤں میں بلا کر اپنے گاؤں کی سیر کرا کر اس مفتی صاحب کے کہنے پر جمعہ اور عیدین کی نمازیں شروع کیں۔

جیسا کہ اوپر آپ کو بتایا کہ علاقہ کے دو اہم دینی ادارے عدم جواز کے قائل ہیں جب کہ ہمارے علاقے کے ایک اہم مفتی جو کہ تقریباً اب ان کا شمار ملک کے اہم ترین مفتیان کرام میں ہوتا ہے، میری مراد حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم سابق رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں عدم جواز کے قائل ہیں، اب ہم شش و پنج میں مبتلا ہیں کہ آخر ہم کیا کریں، آیا نماز جمعہ اور عیدین پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں، کیا ہم اس تردد والی صورت میں جمعہ اور عیدین پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

نوٹ: چند علماء جو جواز کے قائل ہیں اور چند عدم جواز کے، لہذا یہ ایک شک والی صورت پیدا ہوئی اور شک والے عمل کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”دع ما یروییک الی مالایروییک“..... (الحديث)

لہذا اس شک والی صورت میں وہ علماء کرام جو عدم جواز کے قائل ہیں اگر جمعہ اور عیدین نہ پڑھیں تو کیا شریعت کی رو سے یہ علماء کرام گناہ گار تو نہیں ہوں گے، قرآن و حدیث کے رو سے مفصل و مدلل جواب باحوالہ دے کر اس تردد والی کیفیت سے آزاد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بندہ کا ایک مفصل فتویٰ اس سلسلہ میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے، یہاں مختصراً عرض ہے کہ جس آبادی

کو تجارتی مرکزیت و مرہیت اور بازاروں پر مشتمل ہونا حاصل نہ ہو اور نہ اس میں حاکم مجاز ہو تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، یعنی جواز کے لیے ان دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، آپ کی ہستی میں یہ دونوں مفقود ہیں، لہذا احناف کے نزدیک اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ میں ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر الروایۃ دونوں کو ترجیح حاصل ہے، لہذا اصول احناف اور اصول افتاء کے مطابق فتویٰ ظاہر الروایۃ پر دینا ضروری ہے۔

”قال فی البحر من کتاب الرضاع الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح لظاهر الروایۃ وفیہ من باب المصرف اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایۃ والرجوع الیہ اہ“..... (شرح عقود رسم المفتی للعلامہ ابن عابدین الشامی: ۱۰۸)

”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب اہ“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں پتھراڈہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کا نام پتھراڈہ ہے جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے اور اس گاؤں میں عرصہ دو سال سے جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جا رہی ہیں اس گاؤں میں جنرل سٹور، میڈیکل سٹور، ہنری فروش، موچی، ورزی، حکیم، مرغی فروش، اور دیگر سہولیات میسر ہیں، کیا اس گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے؟ اور اسی گاؤں کے متصل ایک اور گاؤں ہے جس کا نام وارنہ ہے ان دونوں گاؤں کے درمیان تقریباً 20 یا 25 منٹ کی پیدل مسافت ہے، کیا اس وارنہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اس وارنہ گاؤں کی آبادی بھی تقریباً چار ہزار ہے، اول الذکر گاؤں میں اگر نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے اب تک نماز جمعہ ادا کی ہے ان پر ظہر کی نماز کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اگر ایسی بستی میں بازاریں ہوں اور اس کو تجارتی مرکزیت و مرجعیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو تو اس میں جمعہ کی نماز جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اول الذکر گاہوں میں مذکورہ تفصیل کے ہوتے ہوئے نماز جمعہ درست ہے تو قضاء ظہر لازم نہیں ہے ورنہ لازم ہے۔

”ولادائها شرائط في غير المصلى منها المصري هكذا في الكافي والمصري ظاهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنته ابنة منى هكذا في الظهيرية وفتاوى قاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التارخانية ومعنى اقامة الحدود القدره عليها هكذا في الغياثية“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)

”قوله وفي القهستاني الخ تائيد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا باخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضممرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكرهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القري لزمهم اداء الظهر وهذا اذا لم يتصل به حكم“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة“..... (در علی هامش الرد: ۱/۵۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین چار ہزار آبادی والے قصبہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۵): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے قصبہ کی

آبادی تین اور چار ہزار کے درمیان ہے، گاؤں میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، اس کے بعد ہماری مسجد کا نمبر آتا ہے، جس میں نمازیوں کی تعداد پندرہ سے ہیں ہے بعض نمازوں میں یہ تعداد بڑھ کر تیس تک پہنچ جاتی ہے، اس کے علاوہ گاؤں میں ڈاکخانہ بھی ہے، ہائی سکول بھی ہے، لوگوں کی سہولت کے لیے چند دکانیں بھی ہیں، ہم اپنی دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: ضرورت کی تمام اشیاء نہیں ملتیں، اور تمام ضروریات کی دوکانیں بھی نہیں ہیں، نیز آبادی بھی متصل نہیں ہے، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے آبادی بھی دور دور ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

تحریر پر غور اور زبانی استفسار سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ علاقہ میں آبادی متصل نہیں، بلکہ دور دور کافی فاصلہ پر مکانات ہیں، اور بیچ میں کھیتوں وغیرہ کا فاصلہ آجاتا ہے، اور اس میں ضرورت کی تمام اشیاء وغیرہ بھی میسر نہیں ہیں، اور حقیقہ کے نزدیک جمعہ صرف شہر، قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے کہ جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں گلی کوچے ہوں، اور تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت اور مرکزیت رکھتا ہو، اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے، لہذا مذکورہ علاقہ میں جمعہ کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہو رہی، البتہ بہتر یہ ہے کہ موقع دکھا کر کسی مفتی صاحب سے فیصلہ کروالیا جائے۔

”عن ابی حنیفۃ انه بلدة کبيرة فیہا سکک و اسواق و لہا رساتیق و فیہا و ال
 یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع
 الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا هو الاصح“ (رد المحتار:
 ۱/۵۹۰، البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صالح آباد کا لوئی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صالح آباد کا لوئی موضع کلیار ڈاکخانہ تروکہ عقیل بسا ہیوال سرگودھا کی آبادی تقریباً پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے، جہاں پر ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی

ہیں، گوشت، کپڑا، برتن وغیرہ نہیں ملتے، کلینک اور ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے، پوری کالونی میں ایک ہی مسجد ہے جہاں پر پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ المبارک باجماعت پڑھا جاتا ہے اور تقریباً ڈھائی سال سے جمعہ کی تمام نمازیں پابندی سے ہوتی رہی ہیں، اب جمعہ کی نماز بند کر دی گئی ہے، اب جمعہ کی نماز کے لیے 5 یا 6 کلومیٹر سفر کرنا پڑتا ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جب جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرتا ہے، مسجد غیر آباد ہو گئی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۲) کیا اس بستی میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان جمعہ صرف شہر، قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بگلیاں، بازار اور سڑکیں ہوں، اور وہ تجارتی یا انتظامی اعتبار سے مرکزیت و مرجعیت رکھتا ہو یعنی اردگرد دیہات وغیرہ کے لوگ وہاں سے اشیاء ضروریہ کی خرید و فروخت کے لیے آتے ہوں، آپ نے جو اپنی بستی کا حال لکھا ہے (کہ وہاں برتن و کپڑے وغیرہ نہیں ملتے) اس کے پیش نظر اس کو قصبہ، قریہ کبیرہ یا شہر کہنا مشکل ہے، لہذا یہاں جمعہ وغیرہ کی ادائیگی درست نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ ”جب جمعہ کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرتا ہے“ سخت جہالت کی بات ہے، آپ لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے، اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی ضروری ہے، جمعہ فرض نہ ہونے سے ظہر والا فریضہ ساقط نہ ہوگا، اگر ممکن ہو تو کسی مستند مفتی کو موقع دکھا کر فیصلہ کروایا جائے۔

”عن ابی حنیفۃ انه بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا ساتیق وفیہا وال
 بقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع
 الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (رد المحتار:
 ۱/۵۹۰، البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کا خطبہ ایک آدمی دے اور نماز دوسرا پڑھائے:

مسئلہ نمبر (۵۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب کبھی کبھی

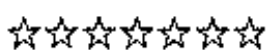
ایسا کرتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ تو دیتے ہیں لیکن نماز پڑھانے کے لیے کسی اور کو آگے کر دیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر وہ دوسرا آدمی خطبے میں موجود ہو تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ خطبہ ختم ہونے کے بعد آیا ہو تو اس کو جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کرنا جائز نہیں ہے اس سے جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوگی، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے خطبہ شرط ہے۔

”وان خطب وهو طاهر ثم احدث وامر رجلا بالصلاة فان كان الرجل المأمور قد شهد الخطبة او بعضها اجزأه وان لم يشهد المأمور الخطبة لا يجزيه لانه يريد ان يسنى تحريمه الجمعة من غير شرطها وهو الخطبة فلا يجزيه كما اذا لم يخطب الا اول واراد ان يصلى بالناس الجمعة“..... (التاتار خانية جديد : ۲/۵۷۰)

والله تعالى اعلم بالصواب



جواز جمعہ اور وجوب جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) جمعہ کی شرائط کیا کیا ہیں؟ اور کیا وہ شرائط جواز جمعہ کی ہیں یا وجوب جمعہ کی؟ یاد دہانوں؟
- (۲) اور اگر کسی جگہ 60 سال سے زائد عرصہ سے نماز عید ہو رہی ہے حالانکہ وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تو وہاں نماز عید کا کیا حکم ہے؟ اس کو بند کر دیا جائے یا نہیں؟
- (۳) اسی طرح اگر ایک جگہ پر 30 سال سے جمعہ شروع ہے جب کہ وہاں پر جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہیں تو کیا وہاں جمعہ بند کر دینا چاہیے یا جاری رہے؟
- (۴) پانچ سے زائد مفتیان کرام سے پوچھا انہوں نے کہا کہ جس جگہ جمعہ و عیدین شروع ہیں وہاں ان کو بند نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ فتنہ کا دور ہے اور زمانے کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور احکام میں تخفیف ہو جاتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ جب کہ کفایت المفتی: ۳/۱۸۰، پر یہ بات موجود ہے کہ جس جگہ عید اور جمعہ شروع ہے اور بند کرنے سے فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو بند نہیں کرنا چاہیے۔

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات بالذکر عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جمعہ وعیدین کے جواز کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ علاقہ یا تو قریہ کبیرہ ہو یا ایسی بستی ہو کہ جس میں شاہراہیں اور بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت و مرہعیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، جو اپنی قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکے، اگر یہ شرائط جس میں موجود ہوں تو وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں گی ورنہ جائز نہیں ہے۔

(۲، ۳، ۴) نماز عید کے لیے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں اگر کسی جگہ جمعہ جائز نہیں تو وہاں نماز عید بھی جائز نہیں، اس کو بند کر دیا جائے، اسی طرح جس جگہ جمعہ کی شرائط موجود نہ ہوں تو وہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اس کو بند کر دیا جائے، اور بعض حضرات جو فرماتے ہیں کہ اس کو بند نہ کر دیا جائے کیونکہ فساد کا خطرہ ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس قسم کا قول احناف کے ائمہ مجتہدین، ارباب تخریج، اصحاب تحقیق، اقوال ترجیح میں سے کسی مستند فقیہ کا ہمیں معلوم نہیں، اور چودہویں یا پندرہویں صدی کے مقلد محض مفتی کا قول حجت نہیں ہے۔

”وروی عن ابی حنیفہ انه بلاسة کبيرة فيها سبک واسواق ولهار سائق
وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع :
۱/۵۸۵)

”تجب صلاة العیدین علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها“.....
(البحر الرائق: ۱/۲۷۵)

”قوله شرط ادائها المصراي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح
في قرية ولا مفازة لقول علي رضي الله عنه لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر
ولا اضحى الا في مصر جامع او في مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبه وصححه
ابن حزم“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

پانچ سو گھرانوں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء احناف اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو گھرانوں پر مشتمل ہے اس میں دو جامع مسجدیں ہیں، ایک مین بازار میں اور ایک محلے کے اندر، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے دونوں مسجدوں میں پانچوں نمازوں میں نمازیوں کی تعداد کم ہوتی ہے، البتہ جمعہ کے دن دونوں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، اس کے باوجود محلے والی جامع مسجد کو منتقل کر کے بازار والی جامع مسجد کے بالکل قریب تعمیر کیا جا رہا ہے، نئی تعمیر ہونے والی جامع مسجد کا فاصلہ پہلے سے موجود بازار والی مسجد سے تقریباً 250 فٹ ہے، واضح رہے کہ دونوں مسجدیں ایک ہی مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات کی ہیں۔

محلہ والی مسجد کو نماز جمعہ سے خالی کیا جا رہا ہے اور اس کی جگہ دوسری جامع مسجد بازار والی جامع مسجد کے قریب تعمیر کی جا رہی ہے، جس کے باعث پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑی عمر والے حضرات کو نماز جمعہ کے لیے مشقت کا سامنا ہے۔

- (۱) اب قابل وضاحت امر یہ ہے کہ کیا اس محلے والی جامع مسجد کو بازار والی جامع مسجد کے قریب منتقل کرنا جائز ہے؟
- (۲) نئی تعمیر کی جانے والی مسجد میں جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

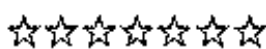
بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں مذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ اداء کرنا جائز نہیں ہے، جمعہ کو منتقل کرنا تو بعد کا مسئلہ ہے جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسے قریب کبیرہ کا ہونا جس میں بازاریں ہوں اور اس کو آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہو یا اس میں ایسا حاکم مجاز ہو جس کو جزا و سزا دینے کا اختیار ہو، جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں میسر نہیں ہیں۔

”وعبارۃ القہستانی نفع فرضا فی القصات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
اداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ و فیما
ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب
کما فی المضمورات“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكناً في توابعه وكذا الايصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

”وروى عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على الصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب



سوا اصل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں شرعاً جمعہ کے فرض ہونے کے بارے میں مذکورہ شرائط کے ساتھ جب کہ گاؤں سوا اصل کی آبادی تقریباً 3500 ہے اور ضروریات زندگی کی تقریباً تمام چیزیں مل سکتی ہیں، سہولیات ہیں، پولیس چوکی، پرائیویٹ ہسپتال، دو عدد سرکاری سکول، اور آٹھ عدد پرائیویٹ سکول ایک عدد کالج برائے خواتین، لوہار، ترکھان، موچی و قبرستان یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی، سہولیات موجود ہیں، اور البتہ ڈاکخانہ و بینک اور کپڑے کی دوکان پہلے موجود تھیں فی الحال نہیں ہیں، اور مساجد کی تعداد سات ہے، کیا مذکورہ شرائط کے ساتھ اس آبادی کی مساجد میں جمعہ ادا کیا جائے گا یا نہیں؟

برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسؤلہ میں ایسے قریہ میں نماز جمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسے قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے جس کو علاقہ کے لیے تجارتی مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہو یا اس میں ایسا حاکم مجاز ہو جو سزا جزا دینے کا مجاز ہو جب کہ آپ کی ہستی میں یہ دونوں میسر نہیں۔

”وعبارة القهستانی تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمرة والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر وهذا اذا لم يتصل به حكم..... (فتاوى شامى: ۱/۵۹۰)

”وروى عن ابى حنيفة انه بليلة كبيرة فيها سلك واسواق ولهاساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں اور متصل بستیوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں ایک گاؤں ہے جس کی ہیئت کچھ اس طرح سے ہے کہ گاؤں کے ساتھ مختلف آبادیاں / بستیاں ملحق ہوتی ہیں جو کہ اس گاؤں کے ساتھ ساتھ آباد ہیں کہ اگر گاؤں کی مسجد میں اذان ہو تو ان بستیوں میں سنائی دے، اس گاؤں کی مجموعی آبادی بشمول ان بستیوں کے تقریباً 4000 سے متجاوز ہے، گاؤں کی مزید تفصیل یہ ہے کہ وہاں ایک بازار ہے جس میں ضروریات زندگی کی تقریباً تمام اشیاء مل جاتی ہیں، جیسے جنرل سٹورز، میڈیکل سٹور، حجام، قصاب، نان ہائی، لوہار، موچی، ہاسپٹل، ہوٹل، بیکری، جوتا فروش، کریانہ اسٹورز، درزی، ڈاکخانہ، اور دوہائی سکول یعنی گریڈ ہائی سکول اور بوائز ہائی سکول، بوقت ضرورت ایسبوسٹنس کی سہولت، اس کے علاوہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ مثلاً ٹیچرز، معمار، ترکان، لوہار ڈرائیور وغیرہ بھی میسر ہیں، اس تمام صورت حال کے پیش نظر چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ و عیدین درست ہیں؟

(۲) اسی گاؤں سے متصل ایک اور گاؤں ڈنڈے کے نام سے آباد ہے، جو اپنی ضروریات زندگی کی چیزوں کے لیے اول الذکر گاؤں سے ہی منسلک ہے، اور دونوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ بھی نہیں، اگر ایک گاؤں سے پیدل چلیں

تو تقریباً 15 سے 20 منٹ میں دوسرے گاؤں پہنچ جائیں، عرض یہ ہے کہ کیا اس گاؤں ڈنہ میں جمعہ وعیدین ادا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

نوٹ: یاد رہے کہ اول الذکر گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں، امام مسجد مخالف مسلک کا ہونے کے باعث لوگوں میں طرح طرح کے غلط عقائد و مسائل متعارف کروا رہے ہیں، خالی الذہن دیہاتی لوگوں کے عقائد و نظریات کو یک لخت سنت نبوی ﷺ اور فقہ حنفی کے مسلم مسائل کے خلاف ڈھالا جا رہا ہے، ایسے حالات میں ضرورت ہے اس امر کی کہ عوام جو کہ تقریباً جمعہ وعیدین ہی میں اجتماعی طور پر مل پاتے ہیں کو صحیح عقائد و مسائل سے متعارف کروایا جائے یا کم از کم صحیح المسلمک لوگوں کے ذہنوں کو تشریح سے بچایا جائے، تو کیا اس صورت حال کے تحت اول الذکر گاؤں سے متصل گاؤں ڈنہ میں نماز جمعہ وعیدین شروع کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(۳) میں نے کسی فتاویٰ میں پڑھا تھا کہ اگر مسلمان حاکم کسی بستی میں جمعہ شروع کرنے کی اجازت دے دے تو جائز ہے، گزارش ہے کہ موجودہ دور میں کس کی اجازت معتبر سمجھی جائے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲۱) بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اول الذکر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور نہ ہی ڈنہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے، کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے یا ایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت و مرجعیت حاصل ہو یا وہاں پر حاکم مجاز ہو۔

باقی اگر کوئی شخص لوگوں کے درمیان غلط نظریات پھیلا رہا ہے تو اس کے مقابلے میں لوگوں کے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے کوئی متبادل طریقہ اختیار کیا جائے مثلاً درس قرآن وغیرہ لیکن اس شخص کے مقابلے میں جمعہ وعیدین شروع کرنا شرائط نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

(۳) حاکم کسی جگہ پر نماز جمعہ کی اجازت اس وقت دے سکتا ہے جب جواز جمعہ کی تمام شرائط پائی جائیں۔

” (ولادائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصمر هكذا فی الکافی والمصر فی

ظاهر الروایة الموضوع الذی فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام

وبلغت ابنیة ابنیة منی هكذا فی الظہیریة وفتاوی قاضی خان وفی الخلاصة

وعلیہ الاعتماد کذا فی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدود القدرة علیہا“

”قوله وفي القهستانی الخ تانید للمتن “وعبارة القهستانی تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرائے نورنگ کے ساتھ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۲):

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) ہمارا گاؤں سرائے نورنگ شہر سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، کل آبادی تقریباً سو گھر ہوگی اور ضلع کئی مروت ہے، جب کہ چند گھر ضلع بنوں کی حدود میں بھی واقع ہیں جب کہ ساتھ والا گاؤں مشرقی سمت دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے یہ بھی نصف ضلع کئی مروت اور نصف ضلع بنوں میں واقع ہے اس کی آبادی تقریباً دو سو گھروں پر مشتمل ہوگی، ہمارے اور پڑوسی گاؤں کے درمیان ان کی آخری حد پر مدرسہ اور مسجد ہے وہاں کے ایک مدرس جو کہ مفتی بھی ہیں وہاں نماز جمعہ شروع کر رہے ہیں، اور اس کے لیے مردم شماری کر رہے ہیں جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف لڑکوں کا سرکاری پرائمری سکول ہے، اور ساتھ والے گاؤں میں بچیوں کا ایک پرائمری سکول ہے، بجلی پانی اور ٹیلی فون اور ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی موجود ہے، ان کے ماسوائے کوئی سرکاری ادارہ یا محکمہ نہیں ہے، نہ پولیس چوکی ہے نہ تھانہ ہے، نہ کچھری کا دفتر ہے کوئی بڑی دوکان بھی نہیں ہے، صرف چند ایک دوکانیں دوسرے گاؤں میں اور ایک ہمارے گاؤں میں ہے، جس میں بچوں کے استعمال کی اشیاء دستیاب ہیں، باقی اشیاء سبزی، گوشت، کپڑے وغیرہ کے لیے سرائے نورنگ جانا پڑتا ہے، گاؤں اور سرائے نورنگ کے درمیان مختلف فاصلوں پر دو گاؤں ہیں جس میں سے ایک شہر کے ساتھ ملحق ہے، جب کہ ایک اس سے آگے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، ایسی صورت میں اس گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ مدلل جوابات سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ جگہ مسجد یا مدرسہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

”لاتصح الجمعة الا في مصر جامع اوفى مصلی المصر ولا تجوز في القرى..... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود اه“..... (الهداية: ۱/۱۱)

”وروی عن ابی حنیفہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہا رساتیق و فیہا و ال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ و علمہ او علم غیرہ و الناس یرجعون الیہ فی الحوادث و ہوا الصّح“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

”عن ابی حنیفہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہا رساتیق و فیہا و ال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا ہوا الصّح“..... (رد المحتار : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مختصر خطبہ پڑھنے سے نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں جمعہ المبارک کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب جمعہ المبارک کا جو عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں، اس کے پہلے حصہ میں وہ ”الحمد لله ، نحمدہ“ سے شروع کر کے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں ”بارک اللہ لنا الخ“ پڑھ کر ختم کرتے ہیں، دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کر کے سورۃ الضحیٰ پڑھتے ہیں اور پھر ”ان اللہ یامر الخ“ پڑھ کر ختم کرتے ہیں، اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چلے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شور مچاتا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا لہذا خطبہ نہیں ہوا اور نماز جمعہ نہیں ہوئی۔

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ خطبہ ہوا ہے یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟ اور اگر دونوں چیزیں ہو گئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سلوک کریں جس نے نمازیوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں خطبہ جمعہ درست ہوا ہے، اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے۔

”وفی الدر المختار مع العلامیۃ و کفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ و قال لا بد من ذکر طویل و اقلہ قدر التّشہد الواجب“..... (در مختار علی هامش الرد : ۱/۵۹۸)

نوٹ: اس شخص نے چونکہ یہ بات لاعلمی کی بناء پر کہی ہے اس لیے اس کو سمجھا دیا جائے، البتہ خطیب صاحب کو بھی چاہئے کہ تمام آداب کا خیال رکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے چودہ کلومیٹر دور شوگر ملز میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۴): محترمی و مکرمہ عافاکم اللہ تعالیٰ فی الدارين

عرض یہ ہے کہ گوجرہ شہر سے تقریباً 14 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شوگر ملز ہے، شوگر ملز کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے اور شوگر ملز کے اندر ایک کینٹین ہے جب کہ شوگر ملز کے سامنے سڑک پر تقریباً 15 دوکانیں ہیں اور شوگر ملز کے اندر ایک پرائمری سکول ہے اور تھانہ یہاں سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، شوگر ملز سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جگہ چک 45 ہے، جس کی آبادی تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں پر ایک سڑک پر تقریباً 100 دوکانیں ہیں بینک بھی ہے اور یہاں سے تھانہ تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چک 45 اور شوگر ملز کے درمیان کھیت ہیں جب کہ کوئی اور گاؤں نہیں ہے، کیا اس شوگر ملز میں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس بہستی کو تجارتی مرجعیت و مرکزیت حاصل نہ ہو یا اس میں حاکم مجاز نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ جائز نہیں، لہذا شوگر ملز میں مندرجہ بالا شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ جائز نہیں۔

”وعبارۃ الفہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقرى الکبیرۃ التی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذاذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
وإداء الجمعة لان هذا مجتهد فیہ فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ
وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر
وخطیب اه“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں ڈھاگڑی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ڈھاگڑی میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ گاؤں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ہمارا گھر شہر (مانسہرہ) کی حدود سے تقریباً دو سو میٹر کے فاصلے پر ہے، گاؤں کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے، گاؤں میں چار پانچ دوکانیں ہیں، جن پر ضرورت کی کچھ چیزیں ملتی ہیں، گاؤں میں دو پولٹری فارم اور ایک پلاسٹک کے جوتوں کا کارخانہ ہے ایک آٹے کی مل تیار ہوگئی ہے جو عنقریب کام شروع کر دیگی، گاؤں میں بجلی، سوئی گیس اور ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے، ہمارا ڈاکخانہ، پتواری خانہ، ہائی سکول، کالج اور ہسپتال شہر میں ہیں۔

ہمارے گاؤں کو ٹی تھانہ کنٹرول کرتا ہے جب کہ دور کے گاؤں کو صدر تھانہ کنٹرول کرتا ہے، گاؤں میں ایک پرائمری سکول، دو مسجدیں اور دو دینی مدرسے ہیں، ہمارے گاؤں کو مانسہرہ کا دیہہ کہتے ہیں، لوگ تقریباً چالیس سال سے جمعہ کی نماز شہر میں پڑھتے ہیں، فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں آپ کا گاؤں شہر کی بلدیہ کے حدود سے باہر ہے اور اس کا نام بھی علیحدہ مستقل موجود ہے، اور اس کی آبادی بھی مصر جامع ہونے کے لیے کافی نہیں ہے اور نہ ہی یہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہیں لہذا یہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

”قوله وفي القهستانی تائيد للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضاً في القصبات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشيء هكذا رواه جعفر عن الامامين وهو اختيار الحلواني وفي التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر

او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل فيه“

..... (فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خان خیل منڈاڑی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): جناب مفتی صاحب مندرجہ ذیل سہولیات اور کوائف کی روشنی میں ہم اہلیان خان خیل منڈاڑی کی یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ہمارے گاؤں مذکورہ بالا میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نکات حسب ذیل ہیں۔

ہمارا گاؤں تقریباً ۲۵۰۰ نفوس یعنی چھوٹے بڑے مرد و عورت پر مشتمل ہے، یہ گاؤں سرکاری پختہ سڑک سے قریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، سرکاری پختہ سڑک سے ایک کچی سڑک جس پر شنگل بھی ہے جو ابھی زیر تعمیر ہے ہمارے گاؤں پر سے آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر سے گزرتی ہے اور ساتھ ساتھ ہمارے گاؤں اور پختہ سرکاری سڑک کے درمیان دو ندیاں (نگرم اور چھل) حائل ہیں، بارش کی صورت میں ندیوں میں طغیانی کی وجہ سے گاڑیاں کبھی مسلسل چار یا چھ دن سرکاری پختہ سڑک تک بھی بالکل بند ہو جاتی ہیں، کیونکہ افراوخت طغیانی کی صورت میں ان کو عبور نہیں کر سکتے، گاؤں سے بازار تک آنے و جانے کے لیے تین چار ڈائن اور ایک گھوڑا گاڑی ہے، ڈائن دن کے وقت بازار کا ایک ٹرپ لگاتی ہے، جو واپس آ کر دوبارہ بازار کا رخ نہیں کرتے، کسی آدمی کا ان گاڑیوں سے رہ جانے کی صورت میں اسے مجبوراً پیدل یا کسی سائیکل پر جانا پڑتا ہے، مزید یہ کہ رات کو یا بے وقت بالکل سواری نہیں ہوتی ہے، رستہ غیر محفوظ ہے، اور ڈاکوؤں کا بڑا خطرہ ہوتا ہے ایمر جنسی اور سخت بیمار کی صورت میں ڈائن سیشل پر منہ مانگے کرایہ کا مطالبہ کرتے ہیں، گاؤں مذکورہ میں کوئی پولیس تھانہ نہیں ہے صرف ندی کے کنارے ہمارے گاؤں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چوکی ہے جس میں صرف تین پولیس کانسٹیبل تعینات ہیں، لیکن ایمر جنسی کی صورت میں باہر سے نفری کا مطالبہ کرتے ہیں، یہ پولیس چوکی ہمارے گاؤں کے نام سے موسوم ہے، گاؤں مذکورہ میں تقریباً بیس دوکانیں ہیں، جس میں روزمرہ استعمال کی ضروری اشیاء تقریباً ملتی ہیں، مثلاً بجلی کے بورڈ، تاریں وغیرہ اور سائیکل خراب اور پتھر کی دو دوکانیں ہیں، تاہم قصاب، کبھار، سنار اور نائی کی دوکان نہیں ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک B.H.U ہسپتال بھی ہے، جس میں تقریباً 1988ء میں ایم، بی، بی، ایس ڈاکٹر کے لیے رہائش گاہ تعمیر کیا گیا ہے، لیکن تاحال ڈاکٹر تعینات نہیں ہے، صرف ایک ڈپنسر موجود ہے، ہسپتال میں ایم بی بی ایس کی عدم موجودگی عدم تحفظ کی بدولت ہے اس گاؤں میں

ایک مردانہ ہائی سکول ہے، دو یونٹ پر انٹری سکول ہیں، اور ایک گریڈ پر انٹری سکول ہے، ابھی حال میں ہائی سکول میں سائنس ٹیچر کی تعیناتی عمل میں آئی ہے، اس سے پہلے اور اب بھی سائنس کے طلبہ نہیں ہیں، کیونکہ مقامی اساتذہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے غیر مقامی اساتذہ ہر وقت تبادلوں کے چکر میں رہتے ہیں، اس کی وجہ سرکاری پختہ سڑک سے دوری اور ہر وقت گاڑی نہ ملنے کی ہے، لہذا ان اساتذہ کو سڑک سے سائیکل یا پیدل چلنا پڑتا ہے، اس گاؤں میں تقریباً گیارہ مسجدیں ہیں، جس میں ایک بڑی مسجد بھی ہے، مذکورہ گاؤں میں آب نوشی کی دو سیکیمیں ہیں، اور ایک زیر تعمیر کنکریٹ بھی ہے، کپڑے کی ایک دوکان بھی ہے، اور ایک عدد نیاری جنرل سنورس میں صندوق وغیرہ ملتے ہیں، غلے کی کوئی مستقل منڈی نہیں ہے، اور ڈاک خانے کی ایک برانچ بھی ہے جو ہفتے میں ایک بار ڈاک لاتے ہیں، مستری، لوہار، ترکھان اور موچی موجود ہیں، میڈیکل سنور نہیں ہے، عام دوکانوں میں کھانسی وغیرہ شربت اور عام گولی ڈسپینر، پیراسیٹامول وغیرہ ملتے ہیں۔

گاؤں میں دو ڈیزل کی دوکانیں ہیں جو کہ ڈرموں میں تیل پمپ سے لاتے ہیں اور یہاں پرفروخت کرتے ہیں، اور ایک ویلڈنگ کی دوکان بھی ہے، گاؤں والوں کے دوٹرک ہیں اور دوٹرکٹر بھی ہیں، درزی بھی ہیں، اور پانچ عدد آٹا مشین بھی ہیں، گاؤں میں ایک دینی مدرسہ بھی ہے جس میں حفظ و ناظرہ اور درجہ اولیٰ کی کتب پڑھائی جاتی ہیں گاؤں کے قریب ایک قبرستان ہے، لیکن سرکاری جنازہ گاہ نہیں ہے، گاؤں میں کوئی بینک، عدالت اور ہوٹل وغیرہ نہیں ہے، جناب والا مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم اہلیانِ دیہہ نماز جمعہ کے ادا کرنے یا نہ کرنے پر جناب والا کے فتوے پر متفق ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحت اداء جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں میں بازاریں اور کھلے راستے ہوں اور اردگرد دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو اور یا وہاں پر حاکم مجاز ہو، جب کہ مذکورہ گاؤں میں یہ تمام شرائط مفقود ہیں۔

”وعبارة القهستانی تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع
اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما
ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب
كما في المضمرة“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”لائصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلى المصر ولا تجوز فی القرى
..... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم
الحدود“..... (هدایہ: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میٹھونچہ ضلع بونیر میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ضلع بونیر کے پہاڑی علاقے موسوم ”میٹھونچہ“ ہے، جس کے گھروں کی مجموعی تعداد بشمول مضافات کے ایک سو ہے، جس میں خواتین و حضرات کی تعداد تقریباً چودہ سو ہے اور چھ متفرق دوکانیں ہیں جن میں اشیاء ضروریات میں سے کچھ میسر ہوتی ہیں اور کچھ کے لیے شہر کا رخ کرنا پڑتا ہے، شہر تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، نیز بچوں اور بچیوں کے پرائمری سکول، لوہار، کلر کار، ڈپنر معالج، نیز ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود ہے، جامع مسجد ایک ہے اور مضافات میں دو چھوٹی مساجد ہیں، عیدین و جمعہ میں قریبی گاؤں سے لوگ آتے ہیں اس کے باوجود مسجد میں جگہ باقی ہوتی ہے، اور گاؤں میں عالم دین موجود ہے جو صدیقیہ مدرسہ دہلی کے فارغ التحصیل ہیں۔

کچھ احباب کا کہنا ہے کہ والی سوات نے جمعہ جاری کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اندازاً جمعہ و عیدین ایک سو تیس سال سے قائم چلے آ رہے ہیں، جب کہ موجودہ دور کے مقامی علماء کا کہنا ہے کہ قریہ ہذا میں شرائط جمعہ و عیدین ناپید ہیں، لہذا جمعہ و عیدین کا قیام درست نہیں ہے۔

☆ کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

☆ کیا مذکورہ گاؤں میں قیام جمعہ و عیدین شرعاً درست ہے؟

نیز اس بات پر سب اہل قریہ متفق ہیں کہ اگر مفتیان کرام قریہ ہذا میں جمعہ و عیدین کے بارے میں عدم جواز کا فتویٰ دیں تو ہم جمعہ و عیدین بند کر دیں گے، جب کہ جمعہ و عیدین کے بند کرنے میں کوئی فتنہ فساد کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

☆ شریعت کی روشنی میں مسئلہ ہذا کے بارے میں مکمل تحقیقی جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

احناف کے نزدیک نماز جمعہ صرف شہر، قصبے یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام

ملتی ہوں، بازار ہوں، سڑکیں ہوں، اور وہ علاقہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس میں تجارتی مرکز اور حاکم مجاز ہو، اور جس گاؤں کی ایسی صورت حال نہ ہو وہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور سوال میں ذکر کردہ علاقہ کی موجودہ صورت حال کے مطابق چونکہ اس کا شمار فی الحال چھوٹے گاؤں میں کیا جائے گا اس لیے اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے، اور اگر وہاں سوات کا ثبوت مل بھی جائے تب بھی ان کی وفات کے ساتھ ہی ان کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

”وفی الشامیة عن ابی حنیفة رحمہ اللہ انہ بلدة کبیرة فیہا سکک واسواق
ولہا رساتیق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ
او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا هو الاصح“
..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”ومثلہ فی بدائع الصنائع کتاب الصلوٰۃ شرائط الجمعة: ۲/۱۹۰
”وعبارۃ القہستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة الی فیہا اسواق
..... انہ لا تحوز فی الصغیرة الی لیس فیہا قاض ومنبر و خطیب“..... (فتاویٰ
شامی: ۱/۵۹۰)

”اقول لکن لا یقی الی الیوم الاذن بعدموت السلطان الاذن بذلک الا اذا اذن
بہ ایضا سلطان زماننا نصرہ اللہ تعالیٰ کما بینتہ فی تنقیح الحامدیة“
..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کے قریب چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۷۵۰ افراد پر مشتمل ہے جو کہ ایک بڑے گاؤں درجہ شہر کے قریب واقع ہے، جس میں جمعہ کی نماز باشرع پڑھی جاتی ہے، بڑے گاؤں کا نام بڑا بھکین ہے اور چھوٹے گاؤں کا نام چھوٹا بھکین ہے، ان دونوں گاؤں کے درمیان سات سو فٹ کا فاصلہ ہے، جس میں فصل کاشت کی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں کے قبرستان جدا جدا ہیں، جب کہ سرکاری ہسپتال اور سکول ایک ہیں، اب اس چھوٹے بھکین کو نفاذ مہر قرار دے کر ایک عالم نے نماز جمعہ شروع کیا ہے، وجوہات یہ بتاتے ہیں۔

- (۱) دونوں کی اذانیں بغیر لاؤڈ اسپیکر سنی جاتی ہیں۔
 (۲) دونوں گاؤں والے تکبیرات تشریح بھی پڑھتے رہے ہیں۔
 (۳) جب کہ اس عالم نے نماز جمعہ شروع ہونے سے پہلے آٹھ یا نو سال سے لگاتار عید کی نمازیں بھی پڑھائی ہیں۔

اب اس چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نمازیں آج تک پڑھی جا چکی ہیں ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟
نوٹ: بڑے گاؤں کے سارے علماء نماز جمعہ کے جائز ہونے کے خلاف ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”قال في الهندية ، ولاداتها شرائط في غير المصلی منها المصر هكذا في الكافي والمصر في ظاهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنته ابنة منى هكذا في الظهيرية وفتاوى قاضی خان ، وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التارخانية ، ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا في الغياثية و كما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداءها في فناء المصر وهو الموضوع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضوع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشيء هكذا في الخلاصة هكذا روى الفقيه ابو جعفر عن ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالى وهو اختيار شمس الانمة الحلوانى كذا في فتاوى قاضى خان “..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے۔

- (۱) جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے جب کہ مذکورہ فی السوال شہر نہیں بلکہ چھوٹا گاؤں ہے۔
 (۲) جس طرح شہر میں جمعہ درست ہے اسی طرح فناء شہر میں بھی درست ہے، اور فناء وہ ہے جس میں شہر کے مصالح پائے جاتے ہیں جبکہ مذکورہ گاؤں میں اس مذکورہ بڑے شہر/گاؤں کے کوئی مصالح متعلق نہیں ہیں۔

(۳) جب دونوں بستیوں کے درمیان مزارع یعنی کھیت وغیرہ حائل ہیں تو یہ اتصال کے لیے مانع ہیں لہذا دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا اگرچہ اذان وغیرہ کی آواز ایک دوسری بستی میں سنائی دیتی ہوں اور فٹوں اور گزروں کا اعتبار نہیں ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے یہی تفصیل منقول ہے، بناء بریں اس چھوٹی بستی میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اور عید کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں تو جب جمعہ درست نہیں ہے تو عید کی نماز قائم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۲) اور جواب تک ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز پڑھی تو ترک ظہر کا گناہ لازم ہوا، اتنے عرصہ کی نماز ظہر کی قضاء لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ارضی کے درمیان بسائی ہوئی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ کا جواب درکار ہے براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں جواب فرمادیتے، تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ کہ ہم لوگ پہلے بڑے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پذیر تھے، اور گاؤں سے آکر کھیتی باڑی لاتے تھے، عرصہ 30/35 سال سے ہم نے اپنی ارضی کے قریب ہی ایک بستی بسائی ہے، جو 45 گھروں پر مشتمل ہے، ہماری بستی میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جہاں پر نمازیوں کی تعداد 55 تک ہے، نیز قریبی فیکٹری ایریا سے بھی لوگ نماز پڑھنے کے لیے آجاتے ہیں، اس طرح سے مسجد میں اچھی خاصی تعداد نمازیوں کی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ ہماری وارڈ نمبر 6 موضع کھارہ کی وارڈ کے ساتھ منسلک ہے، جناب عالی! ہماری بستی موضع کھارہ کی مشمولہ آبادی ہے ہر طرح سے موضع کھارہ میں شامل ہے بڑے گاؤں موضع کھارہ کا فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، اور فیروز پور روڈ بھی ایک کلومیٹر ہے۔

ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمادیتے کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ المبارک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

تنقیح: بستی کی پوری آبادی بھی تحریر کریں کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت، مسلم وغیر مسلم کتنے افراد ہیں؟

جواب تنقیح: کل افراد کی تعداد 350 ہے۔

جناب عالی! ہماری بستی 350 افراد پر مشتمل ہے تاہم ہم سے آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر 30 گھر اور آباد ہیں

جو تقریباً 250 افراد پر مشتمل ہیں، اس طرح سے کل آبادی 600 ہے، ہماری بستیوں میں کوئی غیر مسلم نہ ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عند الاحناف جمعہ کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے یا پھر قصہ ہو (قریب کبیرہ) جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

”لقولہ علیہ السلام لاجمعہ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ ابن ابی شیبہ عن

علی“

جب کہ مذکور فی السؤال گاؤں چھوٹا ہے اس میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہاں والوں کو ظہر کی

نماز پڑھنا فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑے گاؤں سے 16 ایکڑ کے فاصلے پر موجود چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۰): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے

بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے اندر پانچ مسجدیں ہیں اور تمام مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہوتی ہے اسی گاؤں کے

چند گھروں جن کی تقریباً آبادی 250 کے قریب ہے، اور بڑے گاؤں سے تقریباً 16 ایکڑ کے فاصلے پر ہے، اور پٹواری

کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے، لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے

گاؤں میں پرائمری سکول ہے، ہمارے گاؤں سے دو ایکڑ دور تقریباً ایک ڈیرے کی آبادی 150 کے قریب ہے، اور

دوسرے ڈیرے کی آبادی تقریباً 200 ہے، اور تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے، اور یہ

تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ

ہماری مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

”وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض

ومنبر وخطیب“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چالیس گھروں والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً چالیس گھروں پر مشتمل ہے آیا اس میں جمعہ اور عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا قرآن و سنت اور فقہ حنفیہ کے مطابق کیسا ہے؟ جب کہ ہمارے گاؤں میں پوسٹ آفس اور بجلی گھر اور بجلی کی سہولت بھی موجود ہے، اور گاؤں بالکل سڑک پر واقع ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں ہے۔

”لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری

لقولہ علیہ السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع

والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود

وهذا عن ابی یوسف“..... (الہدایۃ: ۱/۱۷۷)

”اما المصر الجامع فقد اختلف الاقوال فی تحدیدہ ذکر الکرخی ان

المصر الجامع ما اقيمت فیہ الحدود ونفذت فیہ الاحکام وعن ابی یوسف

روایات ذکر فی الاصل کل مصر فیہ منبر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود

فہو مصر جامع تجب علی اہلہ الجمعة“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”اما شرائط وجوبہا او جوازہا فکل ما هو شرط وجوب الجمعة وجوازہا

فہو شرط وجوب صلاة العیدین وجوازہا من الامام والمصر والجماعة

والوقت الا الخطبة فانہا سنة بعد الصلوة ولو ترکھا جازت صلوة العید“

..... (بدائع الصنائع: ۱/۶۱۶)

”والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضع الذی یكون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود

وینفذ الاحکام وبلغت ابنیۃ ابنیۃ منی“..... (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

”تجب صلوة العيد على كل من تجب عليه صلوة الجمعة كذا في الهداية
ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة الا الخطبة كذا في الخلاصة“..... (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں ڈیرہ اسلام دین میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں جناب مولانا مفتی صاحب
السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میرا گاؤں ڈیرہ اسلام دین لاہور سے تقریباً ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع
ہے، جس کے حدود اربعہ اس طرح ہیں کہ وہ گاؤں واہگڑیاں کی ایک چھوٹی آبادی ہے جو کہ گاؤں سے تقریباً
دو کلومیٹر مغرب میں ہے میرے گاؤں (ڈیرہ) کے شمال میں گاؤں ۲ کلومیٹر جنڈیالہ اور جنوب میں ۳ کلومیٹر اتو کے اعوان
اور مغرب میں گاؤں نت اور گنجینہ سندھ تقریباً ۳ کلومیٹر پر واقع ہے، میرا ڈیرہ تقریباً ۵۰ یا ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے،
اور اس میں پرچون کی تقریباً تین حدود کانیں ہیں اور گاؤں کے ارد گرد ایک ایک دو دو گھروں کے ڈیرے بھی ہیں،
تو اس مسئلے میں آپ سے عرض ہے کہ میرے ڈیرے میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ ارد گرد نواح مذکورہ
بالا دیہاتوں اور قصبوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا
ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں، بازار ہوں اور وہ چھوٹے دیہاتوں کے لیے مرکز تجارت
ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ مقام میں جمعہ کی مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی درست نہیں
ہے اور مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے، اور نماز جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ
ہے اور اس کی قضاء کرنا بھی ضروری ہے۔

”فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سبک واسواق ولها سائق
وفیها وال بقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ
یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)
”فی القصبات والقری الكبيرة التي فیها اسواق..... لا تجوز فی الصغيرة التي

ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة والظاهر انه از يدبه الكراهة
لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء
الظهر..... (فتاوى شامى: ١/٥٩٠)

”في الخانية المقيم في موضع من اطراف المصران كان بينه وبين عمران
المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة
او ميل ليس بشيء هكذا..... ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من
يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح
ما قيل فيه“..... (فتاوى شامى: ١/٦٠٢)

والله تعالى اعلم بالصواب



تبلیغی جماعت میں شرکت کی بناء پر نماز جمعہ چھوڑنا:

مسئلہ نمبر (۵۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقامی آدمی کے لیے تبلیغی جماعت میں
شریک ہو کر اس بناء پر نماز جمعہ ادا نہ کرنا کیسا ہے؟ بقول اس کے جمعہ کی ادائیگی محض ایک فرض کی ادائیگی ہے جب
کہ جماعت تبلیغی کے ساتھ جانے پر جو نماز ظہر پڑھی جائے گی اس کا ثواب انچاس کروڑ ہوگا کیا یہ استدلال از روئے
شرع محمدی ﷺ درست ہے کیا اس سے وظیفہ جمعہ ساقط ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب بالغ آدمی نہ مسافر ہو اور نہ بیمار ہو شہر کے اندر ہوتے ہوئے جمعہ کی نماز چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور جمعہ کی
ادائیگی کے وقت میں تبلیغ کا کام کرنا اور جمعہ کی نماز کا چھوڑنا یہ بھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ نفس تبلیغ کا کام فرض کفایہ
ہے، اور موجودہ مروجہ طریقہ سے تبلیغ کا کام صرف ایک اچھا ایجاد ہے نہ فرض ہے نہ واجب ہے، اور جمعہ کی نماز فرض
میں ہے۔

”في باب الجمعة ، وهي فرض عين يكفر جاحدها“..... (در مختار: ١/١٠٩)

”ومن صلى الظهر في منزله يوم الجمعة قبل صلاة الامام ولا عذر له كره له
ذلك وجازت صلوته“..... (هدايه: ١/١٤٩)

”وحرر لمن لا عذر له صلاة الظهر قبلها اما بعدها فلا يكره غاية (في يومها

بمصر) لكونه سببا لتفويت الجمعة وهو حرام“..... (در مختار علی هامش
الشامی: ۱/۶۰۳)

”ومنشاء الخلاف في ذلك ان العلماء اتفقوا على ان الامر بالمعروف
والنهي عن المنكر من فروض الكفايات ولم يخالف في ذلك
الاالنزور“..... (روح المعانی: ۳/۲۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضع پہاڑ خیل تحصیل کی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پہاڑ خیل تحصیل کی میں
جمعہ کی نماز فرض ہے یا نہیں؟

(۱) اس موضع کی کل آبادی 2210 افراد ہیں (۲) دس دکانیں ہیں، کپڑا اور ضرورت کی جملہ اشیاء کی فروخت بذریعہ
پرچون ہوتی ہے (۳) ترکھان، لوہار، موچی، درزی، کہہار موجود ہیں اور اپنے پیشہ کی روزی کما سکتے ہیں (۴) دیہہ
ہذا میں ٹڈل سکول بھی ہے (۵) ایک مسجد مکتب پرائمری سکول ہے (۶) ایک گرلز پرائمری سکول ہے مگر تاحال چالو نہیں
ہے (۷) آج کل ہسپتال کی تعمیر شروع ہے جس میں ایک M.B.B.S ڈاکٹر کام کرے گا یا بڑا سینئر کمپانڈر کام کرے
گا (۸) دیہہ میں یونین کونسل ہے مگر یونین گھر موضع شہاب خیل میں تعمیر شدہ ہے (۹) دیہہ ہذا کے ارد گرد نو یا دس
دیہات ہیں، بعض ضروریات روزمرہ کی سودا سلف کے لیے یہاں آ کر خرید و فروخت کر لیتے ہیں (۱۰) مویشی شفاء
خانہ کا بابو کئی سال سے کام کرتا ہے، مگر سرکاری ہسپتال تعمیر شدہ نہیں ہے (۱۱) پینے کے پانی کا ٹیوب ویل بنا ہوا ہے مگر
ابھی تک چالو نہیں ہے، دیہہ ہذا میں پائپ لائن مکمل ہے، اور دیہہ ہذا سے تین واٹھہ جات کو بھی پائپ لائن چلی گئی ہے
(۱۲) دیہہ ہذا میں چھ مساجد ہیں (۱۳) دیہہ ہذا میں سات گلی کوچے ہیں (۱۴) دیہہ ہذا میں سات محلے ہیں
(۱۵) دیہہ ہذا میں سب مسلمان ہیں سنی ہیں حنفیہ مسلک والے ہیں (۱۶) ۶۰ سال کے لگ بھگ صرف ایک مسجد میں
نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے مگر برٹش دور حکومت میں احتیاطی نماز پڑھی جاتی تھی، مگر پاکستان بننے کے بعد فرض جمعہ
پڑھا جاتا ہے، واضح رہے کہ صرف اس مسجد کے محلہ والے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، پانچ مساجد کے افراد اختلاف
کرتے تھے اور جمعہ پڑھنا فرض نہیں سمجھتے البتہ چند ایک افراد دوسرے محلوں سے بھی نماز جمعہ پڑھنے جاتے ہیں
(۱۷) مولانا حبیب اللہ صاحب ناظم مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ لکی، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی، مولانا جمعہ خان

مدرسہ سرانے نورنگ، مولانا مفتی محمود قاسم جمعیت نے جلسوں کی صورت میں دیہہ ہذا میں آ کر دیہہ ہذا کو دیکھا، پھر عوام نے ہر ایک سے وقتاً فوقتاً جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا ہے، ان حضرات نے دیہہ ہذا میں جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کو فرمایا ہے مگر زبانی، عوام دیہہ ہذا نے ان حضرات سے کوئی فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے (۱۸) عام دیہاتی لوگوں سے جب پوچھا جائے کہ موضع پہاڑ خیل کیسی آبادی تو سب لوگ یوں کہتے ہیں کہ پہاڑ خیل قریہ کبیرہ ہے، یعنی عرف میں لوگ اس آبادی کو بڑا قصبہ بتاتے ہیں۔

نوٹ: (۱) تین دکانات متصل ہیں اور سات دکانات قاصلے پر ہیں، یعنی کہ بازار موجود نہیں ہے، حالانکہ دکانات بازار جیسے بڑی نہیں ہیں۔

نوٹ: (۲) مندرجہ بالا علماء سے جب جمعہ کا مسئلہ پوچھا تھا اس کو اب تقریباً دس بارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذہب حنفی میں وجوب صلوٰۃ جمعہ کے لیے مصر (شہر) شرط ہے، تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے متون، شروح، فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے، البتہ مصر کی تعریف میں فقہاء کرام کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے، بدائع الصنائع ص ۲۶۰، ۲۵۹ میں ملک العلماء نے کئی اقوال نقل کیے ہیں۔

پہلی تعریف:

”ذکر الکرخی ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام“

اسی تعریف کو صاحب ہدایہ نے ص ۱۶۸ جلد اول میں باختلاف الفاظ نقل کر کے فرمایا ہے ”وہو اختصار کرخی وهو الظاهر من المذهب“ اس کے بعد ملک العلماء نے مصر کے متعلق فقہاء کے چند اقوال نقل فرماتے ہوئے دو قول ذکر کیے ہیں، ایک قول ابی عبداللہ الحنفی کا نقل کیا ہے کہ

”احسن ما قيل فيه اذا كانوا بحال لواجتمعوا في اكبر مساجدهم فهذا

مصر تقام فيه الجمعة“

دوسرا قول آخر میں نقل کیا ہے کہ

”وروى عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها ساتيق وفيها

وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه وعلم غيره والناس

يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح انتهى“

فتاویٰ شامی، ۲۸، جلد اول میں فرماتے ہیں۔

قوله وظاهر المذهب قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقوم الحدود (الى ان قال) لان المراد القدرة على اقامتها على ما صرح في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال الخ

جیسے کہ بدائع کے دوسرے قول کی عبارت ہے اور پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ نے ”سکک ورساتیق“ ذکر نہیں کیا۔

”لان الغالب ان الامير والقاضى شأنه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك انتهى“
البحر الرائق: ۲۴۷، ۲/۲۳۶، ۲ میں مذکور ہے۔

”وفي حد المصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين احدهما ما في المختصر اى الكنز وثانيهما ما عزوه لابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال في البدائع وهو الاصح وعن ابي يوسف انه ما اذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم وعليه فتوى اكثر الفقهاء“

طحاوی ۴۱۸ میں رقم ہے

”قوله ولما كان حد المصر مختلفا فيه على اقوال كثيرة، الفصل في ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه ﷺ الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر كقولهم هو ما لا يسع اهله اكبر مساجده او ما يعيش فيه كل محترف بحرفة وغير ذلك قوله عند ابي حنيفة صرح به في التحفة عنه ورواه الحسن عنه في كتاب الصلوة كذا في غاية البيان وبه اخذ ابو يوسف وهو ظاهر المذهب كما في الهداية واختاره الكرخي والقُدوري وفي العناية هو ظاهر الرواية وعليه اكثر الفقهاء“

فقہاء کے اقوال مندرجہ میں سے بحر الرائق ۱۴۰ جلد دوم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے ان میں

سے دو قول مختار کیے ہیں ایک کنز الدقائق کی تعریف مصر جس کو صاحب ہدایہ نے مختار کہا ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر مذہب ہے اور یہی معمول ابی یوسف ہے، جیسے کہ طحاوی ۴۱۸ کے قول ”وبہ اخذ ابو یوسف“ سے معلوم ہوتا ہے، اور دوسرا قول منسوب الی الامام الاعظم ہے۔

”انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق وفيها وال الخ

اور اکبر مساجد کا قول تو امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے جیسے کہ بحر الرائق کے قول عن ابی یوسف سے واضح ہے اور اکثر فقہاء کا فتویٰ اسی روایت پر بحر الرائق نے نقل کیا ہے، اور طحاوی نے اس اکبر مساجد والی تعریف کو غیر معتبر کہا ہے بلکہ اسی ظاہر الروایۃ کے متعلق لکھا ہے ”وعليه اكثر الفقهاء، تورسم المفتي کے قوانین کے لحاظ سے ظاہر الروایۃ پر عمل کیا جائے گا، جیسے کہ بحر الرائق ۳۱۶ جلد اول اور منہ الخالق میں لکھا ہے۔

”فالمرجع من حجة المذهب وحيث اختلف الترجيح كما رأيت فلا بد من الترجيح فالمرجع من جهة المذهب ما في المتن لانه ظاهر الرواية كما صرح قاضي خان في شرحه وقال في المنحة ما عدا ظاهر الرواية ليس مذهبا لاصحابنا وفي الشامي صرح في كتاب الرضاع عن البحر حيث قال الفتوى اذا اختلفت كان الترجيح بظاهر الرواية وفيه من باب المصروف اذا اختلف

التصحيح ووجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها“

توصاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ خیل پر دو قول مختار میں سے کوئی تعریف بھی صادق نہیں آتی اور اکبر مساجد کی روایت تورسم المفتی کے مطابق مرجوح ہے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، الحاصل امام اعظم کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا مقام جس میں اسواق اور سنگ وغیرہ ہوں اور ایسا والی ہو جو احکام شریعت نافذ کر سکے و جب جمعہ کے لیے شرط ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک سو اسی گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ مذکورہ میں کہ، مسئلہ نماز جمعہ کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

مسئلہ: ہمارے گاؤں میں زندگی کی اہم ضروریات تقریباً پوری ہوتی ہیں گاؤں میں تقریباً ۸۰ دوکانیں ہیں جن میں آٹا، گندم، گھی، چینی، چاول، بنزیاں، میوہ جات اس کے علاوہ جوتے زنانه و مردانه ڈیزل پیٹرول وغیرہ آسانی سے مل

جاتی ہیں، دو آٹا چکیاں بھی ہیں، ایک ڈاکٹر بھی ہے (پرائیویٹ) دو دینی مدرسے بھی ہیں جن میں حفظ و ناظرہ کے علاوہ درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں، دو سکول پرائمری اور مڈل اور ایک F.C قلعہ بھی ہے، اس کے علاوہ زنانہ و مردانہ کپڑا بھی مل جاتا ہے، الیکٹریک کا مکمل سامان مع ملینیک بھی موجود ہے، گاؤں میں تقریباً ۸ ٹریکٹر اور ۱۰ گاڑیاں ہیں، روڈ تقریباً پکا ہے، گاؤں میں ۹ مساجد ہیں، گاؤں میں گھروں کی تعداد ۱۸۰ ہے، گاؤں میں ہسپتال، تھانہ اور ڈاک خانہ نہیں ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں یہاں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور ان سے مراد یہ ہے کہ جس میں کئی بازاریں ہوں اور عرفاً بازار وہ ہوتا ہے کہ جس میں مارکیٹ کی صورت میں مسلسل دوکاتیں ہوں، اور ان کو آس پاس کے دیہاتوں کے لیے تجارتی مرجعیت و مرکزیت حاصل ہو اور منڈی کی طرح مستقل آنے جانے والے تاجر ہوں، یا اس میں حاکم مجاز ہو چنانچہ مذکورہ بستی میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی نہیں پائی جاتی، لہذا اس میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

”وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعة اتفقا علی ما قالہ السرخسی رح (قولہ وفی القہستانی) تاہید للمتن وعبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر وخطیب کما فی المضمورات والظاهر انہ ارید بہ الکراہۃ لکراہۃ النفل بالجماعۃ الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“..... (درمع الود: ۱/۵۹۰)

”قولہ شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قریة ولا مفازة لقول علی لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظیمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في مصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

”عن ابی حنیفہؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (فتاوى شامى : ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جن کو جمعہ کی نماز نہ ملی ہو وہ ظہر انفرادی پر پڑھیں گے یا جماعت کے ساتھ؟

مسئلہ نمبر (۵۵۶): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں کو جمعہ کی نماز نہیں ملی تو کیا وہ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے یا علیحدہ علیحدہ؟
(۲) کیا نابینے شخص پر جمعہ کی نماز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مذکورہ میں شہر میں ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں گے۔
”والمسافرون اذا حضر وايوم الجمعة في مصر يصلون فرادى وكذلك اهل المصر اذا فاتتهم الجمعة واهل السجن والمرضى ويكره لهم الجماعة كذا في فتاوى قاضى خان“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)
(۲) صورت مذکورہ میں نابینا آدمی پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

”قوله سلامة العينين فلا تجب على الاعمى عند ابى حنيفة رحمه الله خلافا لهما اذا وجد قائدا يوصله قوله فلا تجب على الاعمى عند ابى حنيفة لافرق بين ان يجد قائدا او لا سواء كان القائد متبرعا او باجر الخ“..... (حاشية الطحطاوى على المراقى : ۵۰۵)

”قوله وقدرته على المشى) فلا تجب على المقعدان وجد حاملا اتفاقا خانية

لانه غير قادر على السعى اصلا فلا يجزى فيه الخلاف فى الاعمى كما نبه عليه

الفهستاني “..... (فتاوى شامى: ۱/۶۰۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آفس کی بلڈنگ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۷): بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کے بعد ادب سے گزارش یہ ہے کہ دو مسئلوں کی وضاحت چاہیے مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

مسئلہ نمبر (۱) آفس کی بلڈنگ میں ہم نے ایک کمرہ صرف نماز ظہر باجماعت کے لیے متعین کیا ہے جب

کہ وقف نہیں مسجد کے لیے، یہاں ظہر کی نماز باجماعت پابندی سے ادا کی جاتی ہے نمازیوں کی تعداد میں سے پچاس

تک ہے، تو کیا ہم لوگوں کی آسانی کے لیے یہاں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۲) ایسی جگہ جہاں صرف ظہر کی نماز باجماعت ادا ہوتی ہے تو کیا دو جماعتیں کرنا یعنی پہلی جماعت

1:15 پر اور دوسری جماعت 1:45 پر ایسی جگہ جائز ہیں، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں،

کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بھی نماز جمعہ درست ہے، البتہ مصر

اور اذن عام ہونا شرط ہے کہ نماز کے وقت عام مسلمانوں کو نماز جمعہ کے لیے آنے کی اجازت ہونی چاہیے، کہ اگر کوئی

آنا چاہے تو آسکے اور اگر اس جگہ اذن عام نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

(۲) مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پر ایک سے زائد جماعتیں کرنا درست ہے، البتہ محلہ کی مسجد میں اہل محلہ کے لیے

مکروہ ہے۔

”شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية

ولامفازة لقول على رضى الله عنه لاجمعه ولا تشريق ولا صلوة فطر

ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة “..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”والشرط السادس الاذن العام وهو ان يفتح ابواب الجامع ويؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجزهم وكذلك السلطان اذا اراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار واذن للناس اذناعا ما جازت صلواته شهدها العامة ولم يشهدوها وان لم يفتح باب الدار واغلق الابواب واجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لم تجزهم الجمعة“.....(المحيط البرهاني : ٢/٣٢٣)

”جاء انس بن مالك الى مسجد قد صلى فيه فاذن واقام وصلى بجماعة واستدل به من اختار الجماعة الثانية ووسع فيها احمد رحمه الله تعالى وذهب الشافعي رحمه الله تعالى ومالك رحمه الله تعالى الى التضييق كما صرح به الترمذي وعن ابي يوسف رحمه الله تعالى في الكبيرى انها تجوز بدون الاذان والاقامة اذا لم تكن في موضع الامام ولعل ترك الاذان والاقامة مع ترك موضع الامام لتغييرها عن هيئة الجماعة الاولى وفي ظاهر الرواية انها مكروهة ثم ان رواية ابي يوسف رحمه الله تعالى محلها فيمن فاتتهم الجماعة لانهم عملوا ذلك او تعودوه اما ان انس رضى الله عنه فلا دليل فيه لمافى مصنف ابن ابي شيبه انه جمع بهم وقام وسطهم ولم يتقدم عليهم فدل انه قصد تغيير الشاكلة كما فعله ابو يوسف رحمه الله تعالى غير ان ابا يوسف رحمه الله تعالى غيرها بترك الاذنين وموضع الامام وانس رضى الله تعالى عنه بترك التقدم عليهم على انه لم يجمع في مسجد محلته وانما جاء الى مسجد بنى زريق وجمع بهم فيه ومسئلة الجماعة الثانية فيما اذا جمع اهل تلك المحلة في مسجدهم ثانيا“.....(فيض الباري :

(٢/١٩٣، ١٩٤)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ سو پچاس افراد والی ہستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۵۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اب سے چند سال پہلے ہماری یہ آبادی

تین چھوٹی چھوٹی بستیاں پر مشتمل تھی اب چونکہ اضافی آبادی کی وجہ سے تینوں بستیوں کی آبادی ایک دوسرے میں مل گئی ہے چند سال پہلے تینوں بستیوں میں تین مسجدیں تھیں، اب حالیہ آبادی اور اضافی تعداد کی وجہ سے تینوں مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں، مذکورہ مسجدیں تقریباً پانچ سے لے کر پندرہ تک مقتدیوں پر مشتمل ہیں، بستیوں کی آبادی تقریباً ۱۶۵۰ افراد جن میں بالغ اور نابالغ سب شامل ہیں، حالیہ آبادی میں تقریباً بارہ دوکانیں پرچون کی ہیں جن پر چائے چینی نمک وغیرہ مل جاتے ہیں، باقی دیگر کھاد، تیل، ڈیزل، پیٹرول، کھل، چوکر ادویات میسر ہیں، مرغی کا گوشت، ٹیلر ماسٹرز، آٹے کی چکیاں، ایزی لوڈ، عورتوں کی چوڑیاں، سائیکل پنکچر و مرمت کی دوکان موجود ہیں، فرنچیز کا سامان، دو عدد پرائمری سکول بوائز اینڈ گرلز، اور پرائیویٹ ہائی سکول بھی دستیاب ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس گاؤں میں جس کے ابھی کوائف ذکر ہوئے ہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

”ولادانها شرائط فی غیر المصلیٰ منها المصر ہکذا فی الکافی والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یكون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ہکذا فی الظہیریۃ“..... (فتاویٰ الہندیۃ:

(۱/۱۳۵)

”قولہ شرط اداۃھا المصر ای شرط صحتها ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول علی رضی اللہ عنہ لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وصححہ ابن حزم“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”قولہ وظاہر المذہب) الخ قال فی شرح المنیۃ والحد الصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود وتزیف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد المتقدم بظہور التوانی فی الاحکام مزیف بان المراد القدرۃ علی اقامتها علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا ساتیق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ

يرجع الناس فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح..... (رد المحتار:

(۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقریر کے بعد خطیب منبر پر بیٹھا رہے یا نیچے اتر جائے؟

مسئلہ نمبر (۵۵۹): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین اندر میں مسئلہ ہذا کے کہ بروز جمعہ المبارک خطیب جمعہ کی پہلی سنتیں ادا کر کے منبر پر تشریف لا کر خطبہ جمعہ (یعنی تقریر) دیتا ہے پھر اس کے بعد یعنی اذان سے قبل اکثر مساجد میں سنتوں کی ادائیگی کا وقفہ کیا جاتا ہے، براہ کرم شرعی طور پر وضاحت فرمائیں کہ اس وقفہ کے دوران خطیب کو منبر پر موجود رہنا چاہیے یا نیچے مصلے پر آ جانا چاہیے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر طرح جائز ہے چاہے اوپر بیٹھے یا نیچے، البتہ اگر خطیب صاحب کے منہ کے سامنے لوگ سنتیں ادا کر رہے ہوں تو پھر خطیب صاحب کو نیچے بیٹھ جانا چاہیے تاکہ عبادت کروانے کا سبب لازم نہ آئے۔

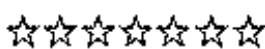
”و صلاة الى وجه انسان ككراهة استقباله فالاستقبال لو من المصلى فالكراهة عليه والافعلى المستقبل ولو بعيدا ولا حائل (قوله ولو بعيدا ولا حائل) قال في شرح المنية ولو كان بينهما ثالث ظهره الى وجه المصلى لا يكره لانتفاء سبب الكراهة وهو التشبه بعبادة الصور اه و ظاهره عدم الكراهة ولو كانت تقع المواجهة في حالة القيام كما في النهي والحلية واستظهره في الحلية بان القاعدة يكون ستره للمصلى بحيث لا يكره المرور وراءه فكذا هنا يكون حائلا قلت لكن في الذخيرة نقل قول محمد في الاصل وان شاء الامام استقبال الناس بوجه اذا لم يكن بحذانه رجل يصلى ثم قال ولم يفصل اى محمد بين ما اذا كان المصلى في الصف الاول والاخير وهذا هو ظاهر المذهب لانه اذا كان وجهه مقابل وجه الامام في حالة قيامه يكره ولو بينهما صفوف اه..... (درمع الرد: ۱/۳۷۶)

”قوله والصلاة الى ظهر قاعد) يتحدث اى لا تکره..... وقيد بالظهر لان

الصلاة الى وجه احد مكروهة كما في الجامع الصغير قال في المنية والاستقبال الى المصلى مكروه سواء كان المصلى في الصف الاول او في الصف الاخير ولهذا قال في الذخيرة يكره للامام ان يسقبل المصلى وان كان بينهما صفوف وهذا هو ظاهر المذهب..... (البحر الرائق: ٢/٥٥)

”ويكره ان يصلى الى وجه الانسان وهو محمل ماروى البزار عن علي انه عليه الصلاة والسلام رأى رجلا يصلى الى رجل فامرہ ان يعبد الصلاة ويكون الامر بالاعادة لازالة الكراهة لانه الحكم في كل صلوة ادبت مع الكراهة وليس للفساد ولو كان بينهما ثالث ظهره الى وجه المصلى لا يكره لانتفاء سبب الكراهة وهو التشبه بعبادة الصور“..... (حلبى كبرى: ٣١١)

والله تعالى اعلم بالصواب



شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (٥٦٠): (١) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً ٣ میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن درمیان میں کم و بیش فاصلے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کا اتصال شہر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس مذکورہ گاؤں میں دیگر مسالک (یعنی غیر مقلدین و بریلوی) کے لوگ عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں، جب کہ اس گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ متصل بازار موجود نہیں ہیں اور اس کی آبادی 1500 گھروں کے لگ بھگ ہے، اور حسب ضرورت اشیاء خورد و نوش بھی دستیاب ہیں اور سکول بھی موجود ہے، آیا اس مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(٢) اس مذکورہ گاؤں کے قریب واقع بستی جو کہ ٣٠ گھروں پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ اس گاؤں سے ١٦٤ میٹر ہے اور مزید یہ کہ اس بستی میں پہلے جمعہ شروع ہوا پھر امام کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے جمعہ رک گیا اور اب دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور مسلسل ایک سال سے ادا کیا جا رہا ہے، اس مذکورہ بستی والوں کا جمعہ ادا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا

ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ دونوں مقامات کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے اور نماز جمعہ کے عنوان سے نماز ظہر کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور جو ظہر کی نمازیں اس بنیاد پر نہیں پڑھ چکے ہیں اس کی قضاء ضروری ہے۔

”فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولهار سابق وفيها وال يقدر على الانصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق..... لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشيء هكذا رواه ابو جعفر عن الامامين وهو اختيار الحلواني وفي التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل فيه اه“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے ۱۳ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟

نوعیت: ہمارا گاؤں پتوکی شہر سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر مغرب کی جانب میگہ روڈ پر واقع ہے، کوٹ باوا چک 25 بشمول چک 25 کھوکھر جو کہ تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 1500 گھرانوں پر مشتمل ہے، کوٹ باوا چک 25 کل گھرانے تقریباً ۱۱۹ کل تعداد افراد تقریباً 905 بشمول مرد، عورت اور بچے، کل رقبہ

1257 ایکز (قابل کاشت زمین) دو عدد دو کانیں جن پر کریمانے کے سامان کے علاوہ ڈیزل، پیٹرول، سپرے، جوتی، آٹا میسر ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہمارے گاؤں میں کپڑے کے ڈپو میسر ہوتے ہیں جس سے گاؤں کے لوگوں کی کپڑوں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، ایک مرکزی مسجد عائنہ صدیقہ (حنفی، دیوبندی) دو عدد گورنمنٹ پرائمری سکول (بوائز، گرلز) ایک عدد قبرستان، ایک عدد عید گاہ بمعہ چار دیواری ہے، ہمارے گاؤں سے تقریباً 2 کلومیٹر فاصلے پر جمشیر چک 24 کاڈہ ہے جہاں سے ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی ہیں۔

مذکورہ مسجد عائنہ صدیقہ میں تقریباً 30 سال پہلے نماز جمعہ اہتمام کے ساتھ ادا کی جاتی تھی پھر کسی کے کہنے پر روک دی گئی، اب گاؤں کے لوگ اکثر تو نماز جمعہ پڑھتے ہی نہیں، کیونکہ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے وہ گاؤں (ہجرائے کلاں) تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جہاں اکثر شیعہ اور تشدد بریلوی ہیں جو سابق ممبر قومی اسمبلی ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر (صدر جمعیت علماء پاکستان) کے مرید ہیں، دوسرا گاؤں جمشیر چک 24 جو تقریباً تین کلومیٹر دور ہے جس میں دیوبندی حنفی کے علاوہ بریلوی اور اہل حدیث بھی ہیں، اب لوگ اہل حدیثوں اور بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھ کر گاؤں کا ماحول خراب کرتے ہیں، مذکورہ مسجد میں اگر نماز جمعہ شروع ہو جائے تو گردنواح کے لوگ بھی جمعہ عائنہ مسجد میں ہی ادا کریں گے۔

ان حالات میں قرآن و سنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہم گاؤں میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں

یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں کوٹ باوا چک 25 میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے اس گاؤں کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کریں گے۔

”قوله وفي القهستانی الخ تايد للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافي
القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف
اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان
هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه
لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة

والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لوصول في القرى لزومهم اداء الظهر..... (فتاوى شامى: ١/٥٩٠)

”قوله شرط اداؤها المصراى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر جامع حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعه ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او فى مدينة عظيمة“

.....(البحر الرائق: ٢/٢٣٥)

”اما المصراى فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصراى ومن كان ساكنا فى توابعه وكذا الايصح اداء الجمعة الا فى المصراى وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصراى ولا يصح اداء الجمعة فيها“.....(بدائع الصنائع: ١/٥٨٣)

”عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهار سابق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“.....(فتاوى شامى: ١/٥٩٠)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں ٹبہ نین والی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد ہے جو ساٹھ فٹ لمبی اور چون فٹ چوڑی ہے، جس میں بارہ صفیں سما جاتی ہیں، مسجد کا صحن اس کے علاوہ ہے اور یہ مسجد گاؤں ٹبہ نین وال میں واقع ہے، اس گاؤں میں اس کے علاوہ اور کوئی مسجد نہیں ہے، سبھی لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں، ٹبہ نین وال کی کل آبادی ایک ہزار ساٹھ افراد پر مشتمل ہے، اس بستی کے قریب اور بھی آبادیاں ہیں۔

چاہ ٹبی والا: اس کی مسجد علیحدہ ہے۔

چاہ فقیراں والا: اس کی بھی مسجد علیحدہ ہے۔

چاہ کھڑکا والا: ان بستیوں کا فاصلہ ٹیہ نین وال سے 2 یا 13 ایکڑ ہے، ان تین بستیوں اور گاؤں کی آبادی 1442 افراد پر مشتمل ہے کچھ اور فاصلے پر اور بستیاں بھی موجود ہیں۔

بستی کوٹ حاجی باگڑا، چاہ باغ والا، چاہ تھو والا، حاجی روزدار خان، اس کے علاوہ کوٹ حاجی باگڑا، چاہ باغ والا ان کی مسجد بھی علیحدہ علیحدہ ہے، ان بستیوں کا ٹیہ نین وال سے فاصلہ کچے راستے سے 15 ایکڑ ہے اور کھیتوں سے سیدھا 12 ایکڑ ہے، ان بستیوں کی کل آبادی 379 افراد پر مشتمل ہے، ان کے علاوہ ایک بستی غازی آباد ہے جس کا فاصلہ ٹیہ نین وال سے 13 ایکڑ ہے، اس بستی میں تقریباً دس سال سے غیر مقلدین کے مسلک کے تحت نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، اس کی کل آبادی 216 افراد پر مشتمل ہے، ان تمام بستیوں کا پرائمری گریڈ سکول علیحدہ ہے، مذکورہ تمام بستیوں کی اور گاؤں کی کل آبادی بالغ و نابالغ مرد و عورت 2037 افراد پر مشتمل ہے، گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ پرچون کی تقریباً 10 دوکانیں ہیں، ڈاکٹر حضرات کی دوکانیں بھی ہیں، ایک عدد دھکی، ایک ویلڈنگ موٹر سائیکل ملکیٹک، موٹر وائینگ ملکیٹک، دو عدد درزی کی دوکانیں اور ایک عدد بچہ پچر کی دوکان ہے، دو پرچون کی دوکانوں پہ کبھی کبھی سبزی بھی مل جاتی ہے، اس کے علاوہ تمام بستیوں اور گاؤں کا قبرستان ایک ہے، اور گاؤں میں بوائز پرائمری سکول گریڈ سکول علیحدہ موجود ہے، اس گاؤں میں نماز جمعہ میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں دو گروہ بنے ہوئے ہیں، ایک گروہ نماز جمعہ ادا کرتا ہے اور دوسرا گروہ اسی مسجد میں نماز ظہر جماعت سے ادا کرتا ہے، اختلاف کی بنیاد جمعہ کی جامع شرائط کا نہ پایا جانا ہے، نماز جمعہ پڑھنے والے گروہ نے ایک پرچون کی دوکان پر ایک درجن جوتے، چار پانچ عدد مرغیاں رکھو ادیں جو کہ فروخت ہونے کے ساتھ اور لائی جاتی ہیں، یاد رہے کہ نماز جمعہ کا یہ مسئلہ چلنے سے قبل مرغی اور جوتے کی مستقل دوکانیں نہیں ہوتی تھیں، اس مسئلے کے بعد ایک پرچون کی دوکان پر یہ کام شروع کر دیا اس کے علاوہ گھر میں چار پانچ تھان کپڑے رکھے ہوئے ہیں، یاد رہے کہ بستی ٹیہ نین وال سے تقریباً 14 ایکڑ کے فاصلے پر ایک بستی میاں کوٹ ہے اس کی مسجد بھی علیحدہ ہے، جس کی آبادی 144 افراد پر مشتمل ہے اس بستی کا قبرستان علیحدہ ہے، اور یہ بستی ٹیہ نین وال بستی سے تقریباً سات ایکڑ کے فاصلے پر واقع ہے، ٹیہ نین وال کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک غیر مقلدین کی ہے اور ایک مسلک بریلوی کی ہے، دونوں کے اندر نماز جمعہ ادا کیا جاتا ہے، بستی ٹیہ نین وال کا فاصلہ بستی ٹیہ نین وال سے تقریباً 12 ایکڑ ہے۔

نوٹ: اگر میاں کوٹ کی آبادی ٹیہ کی آبادی میں شامل کی جائے تو کل آبادی (2200) افراد بن جاتی ہے۔

نوٹ: ٹیہ نین وال میں دو دھ دہی کی دوکان، رنگ ساز کی دوکان، حلوائی کی دوکان اور لوہار کی دوکان نہیں ہے، اس گاؤں کے تمام لوگ مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، اس گاؤں ٹیہ نین وال میں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: یہ تحریر گاؤں کے دونوں گروہوں کے اتفاق رائے سے تیار ہوئی ہے اور دونوں گروہ اس تحریر کے مطابق موصول جواب پر عمل کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں ٹیہ نین وال میں نماز جمعہ اداء کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع نہ قریہ کبیرہ ہے، اس بستی کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز اداء کریں گے اور پہلے جتنے جمعے پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان پر لازم ہے۔

”قوله وفي القهستانی تاييدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”قوله شرط اداؤها المصراى شرط صحتها ان تؤدي في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفاضة لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او في مدينة عظيمة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”اما المصراى فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصراى ومن كان ساكنا في توابعه وكذا الاصح اداء الجمعة الا في المصراى وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصراى ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتة وعلمه او علم غيره يرجع

الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح..... (فتاویٰ شامی):

(۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حوٹلی کمہار والی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوٹلی کمہار والی شہر راجہ جنگ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جس میں سبزی، فروٹ، کریمانہ کی دو تین دوکانیں ہیں، اور سائیکل موٹر سائیکل کی مرمت کے لیے بھی ایک دوکان ہے، نیز ڈاکٹر، درزی، تیل، پان، موبائل کی بھی ایک ایک دوکان ہے، آٹا پیسنے والی ایک چکی ہے، اور عورتوں کی زیب و زینت مثلاً چوڑیاں، جوتے وغیرہ بھی دستیاب ہیں، اور اس میں جمعہ بھی بیس پچیس سال سے ہو رہا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جمعہ کی صحت ادا کے لیے جو شرائط فقہاء کرام نے ذکر کی ہیں وہ شرائط مذکورہ حوٹلی پر صحت صلاۃ جمعہ کے لیے کافی ہیں یا نہیں؟ شہر اور قصبہ کبیرہ کے علاوہ عام چھوٹے گاؤں میں صحت صلوٰۃ جمعہ و عیدین کی جو شرائط ہیں ان سے بھی ہمیں آگاہ کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور ان سے مراد وہ ہیں کہ جس میں بازاریں ہوں اور ان کو آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرہعیت و مرکزیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، چنانچہ مذکورہ گاؤں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے، اور شروع سے جمعہ کی جتنی نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان پر لازم ہے۔

”قولہ وفي القہستانی تاييد للتمتن وعبارة القہستانی تقع فرض في القصبات

والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي

او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به

الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي

ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضممرات والظاهر انه اريد به الكراهة

لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء

الظہر..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”قوله شرط اداؤها المصراى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفاضة لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع اوفى مدينة عظيمة“.....
(البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”اما المصراى فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الا على اهل المصر ومن كان ساكنا فى توابعه وكذا الا يصح اداء الجمعة الا فى المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (فتاوى شامى: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

20 گھرانوں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۳): حضرات مفتیان کرام عرض ہے کہ ہمارے چند گھر ہیں جو کہ بیس کے قریب ہیں، یہ گاؤں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں اور گاؤں میں تمام اہل بدعت ہیں جن میں شیعہ مسلک سے بھی کچھ لوگ تعلق رکھتے ہیں، ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز تو بستی والے گاؤں کی کسی مسجد میں ادا کر لیتے ہیں مگر عیدین کے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ گاؤں سے باہر بھی عیدین کی نمازیں بعض لوگ ادا کرتے ہیں تو اگر ہم نماز عیدین پڑھنے کے لیے گاؤں جائیں تو راستہ میں ہمیں کچھ حضرات روکتے ہیں اور جبراً نماز گاؤں سے باہر ادا کروا لیتے ہیں۔

اور اگر ہم جبراً گاؤں جائیں تو مسجد والے تمام بستی والوں سے گاؤں میں عید کی نماز سے قبل 500 یا 1000 روپے ہر فرد سے لیتے ہیں پھر مسجد میں داخل ہونے دیتے ہیں، اور اگر یہ رقم ادا نہ کریں تو وہ مسجد والے بستی والوں کو رسوا کرتے ہیں جب کہ ہماری بستی والے غریب لوگ ہیں اور اس رقم کو ادا کرنے سے عاجز ہیں، ہماری بستی گاؤں سے مسلک ہے اور اس کے مضائقہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی بستی والے جمع ہو کر عیدین کی نماز بستی میں باجماعت ادا کر سکتے ہیں؟ شرعی اعتبار سے ہمیں عیدین کی نمازیں گاؤں میں یا اپنی بستی میں ادا کرنی چاہئیں؟ اور ہمارا گاؤں تقریباً 2000 گھر پر مشتمل ہے اس میں جمعہ اور عیدین کی تمام شرائط موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں مذکورہ بستی والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ وہ اپنی بستی میں ظہر کی نماز پڑھیں اسی طرح ان پر عیدین کی نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہے لہذا آپ حضرات کے لیے دوسری بستی میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔

”وفناء المصر هو الموضع المعد لمصالح المصر متصل به ومن كان مقيما في عمران المصر واطرافه وليس ذلك الموضع وبين المصر فرجة فعلية الجمعة ولو كان بين ذلك وبين عمران المصر فرجة من مزارع ومراعى كالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء والخلوة والميل والاميال ليس بشرط“..... (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۰۷)

”و كما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصل به ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والخلوة والميل والاميال ليس بشيء هكذا في الخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)

”وتجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذا في الهداية ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة الا الخطبة كذا في الخلاصة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۵۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں پھیالہ ضلع ہری پور میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۵): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں پھیالہ جو کہ تحصیل غازی ضلع ہری پور

میں موجود ہے اس گاؤں میں تقریباً بیس کے لگ بھگ محلے ہیں، ہر محلہ کا فاصلہ تقریباً پانچ سے دس منٹ کی پیدل مسافت ہے، یعنی بعض محلے قریب ہیں اور بعض محلے دور ہیں، اس پورے گاؤں کی آبادی تقریباً تین چار ہزار کے لگ بھگ ہے، ان میں آٹھ دوکانیں ہیں جن پر صرف چھوٹی موٹی ضروریات کا سامان ملتا ہے باقی بڑا سامان مثلاً آٹا، بٹری وغیرہ خریدنے کے لیے شہر جانا پڑتا ہے، اس گاؤں کی دکانیں بھی اکٹھی نہیں ہیں بلکہ بعض محلوں میں دو دوکانیں، بعض میں ایک دوکان اور بعض میں کوئی دوکان بھی نہیں ہے، دوپرائمری سکول ہیں ایک بچوں کا اور ایک بچوں کا اور ایک یونین کونسل ہے، آٹھ مساجد ہیں جن میں سے دو مسجدوں میں باقاعدگی سے جمعہ اور عید کی نماز ہوتی ہے ان دو مسجدوں میں سے ایک میں تیس سال سے جمعہ ہو رہا ہے اور دوسری مسجد میں دس سال سے جمعہ ہو رہا ہے ان میں بھی بعض محلوں کے لوگ آتے ہیں، اس گاؤں کے قریب ایک اور علاقہ ہے جس کا نام پملیٹ ہے وہ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، وہاں پر بیس پچیس دوکانیں ہیں سکول بھی ہیں اکثر ضرورت کا سامان وہاں سے مل جاتا ہے، وہاں پر چھ سات مساجد جن میں ہر ایک کے اندر جمعہ ہوتا ہے، اور بڑا شہر جہاں ہر قسم کی ضرورت کا سامان مل سکتا ہے وہ ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اب گاؤں پیپالہ کے اندر جن دو مساجد کے اندر جمعہ و عید کی نمازیں ہو رہی ہیں کیا یہ شرعی اصول و ضوابط کے تحت درست ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں پیپالہ میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے نہ قریہ کبیرہ ہے، اس ہستی کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کریں گے اور پہلے جتنے جمعہ پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان کے اوپر لازم ہے۔

”قوله وفي القهستانی تاييد للمتن وعبارة القهستانی تقع فرض في القصبان والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القري لزمهم اداء الظهر“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة لقول علي رضي الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر

ولا اضحى الافى مصر جامع اوفى مدينة عظيمة“
.....(البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداؤها عند اصحابنا حتى
لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا فى توابعه وكذا لا يصح اداء
الجمعة الافى المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التى ليست من توابع
المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“.....(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر
على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه
فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“.....(فتاوى شامى: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

۱۲ گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں عرصہ چار سال سے جمعہ کی نماز ادا کی جا رہی ہے، جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں کی آبادی ۱۲ گھروں پر مشتمل ہے اور ایک دوکان ہے، قبائلی علاقہ کی وجہ سے پکی آبادی نہیں ہوتی، اس کے گرد و نواح میں آدھے کلومیٹر پر دوسری آبادی ہے جس میں تقریباً 15 گھر ہیں اور تین دوکانیں بھی ہیں ایک کلومیٹر پر آبادی ہے اس میں 9 گھر ہیں ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر آبادی ہے جہاں تقریباً 50 گھر ہیں دو دوکانیں ہیں، یہ علاقہ سب ڈویژن ہے تھانہ بھی ہے جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں ڈپنسری B.H.U بھی ہے، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ نہیں ہوتا، آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں یا نہ کریں، اگر واقعی جمعہ ایسی جگہ نہیں ہوتا تو پھر پہلے جو چار سال تک پڑھ چکے ہیں ان کا کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا بھی شرط ہے اور سوال میں ذکر کردہ جگہ کے متعلق جو صورت حال ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق مذکورہ جگہ شرعاً شہر یا قصبہ کے حکم میں نہیں ہے لہذا مذکورہ جگہ پر جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے، چار سال کی ظہر کی نماز کا اعادہ ضروری ہے یعنی قضاء کرنا ضروری ہے۔

”وفیما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض
ومنبر وخطیب کما فی المضمرات“..... (فتاویٰ شامی: ۴/۱۳۸)
”ویشرط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر وهو ما لا یسع اکبر مساجده اہلہ
المکلفین بہا وعلیہ فتویٰ اکثر الفقہاء مجتہب لظہور الترائی فی الاحکام
وظاہر المنہب انه کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ
فیما عقلناہ علی الملتقی اہ“..... (در مختار ہامش علی الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ میں تعجیل افضل ہے:

مسئلہ نمبر (۵۶۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) عرض ہے کہ ہمارے امام مسجد صاحب نے جمعہ کا وقت ڈیڑھ بجے سے دو بجے کر دیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ شریعت کے مطابق ہے، حالانکہ نماز جمعہ ایک بجے، سوا ایک بجے اور ڈیڑھ بجے عام طور پر ہوتا ہے، شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟
- (۲) عشاء کی نماز شریعت کے مطابق غروب آفتاب سے کتنے وقت بعد پڑھنی چاہئے؟ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد یا اس سے کم یا اس سے زیادہ؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کا وقت ظہر کی نماز کا وقت ہے یعنی جب وقت ظہر داخل ہو جائے تو کسی بھی وقت جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اس میں وقت کی کوئی قید اور حد نہیں ہے، اور اس میں افضل تعجیل ہے مگر اس پر لڑائی لڑنا جہالت ہے۔
”ومن شرائطها الوقت فتصح فی الظہر ولا تصح بعدہ اہ“
..... (ہدایہ: ۱/۱۷۸)

- (۲) جب شفق ایض غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے نیز اس کا مدار بھی شہر کے محل وقوع اور موسم پر ہوتا ہے اس لیے گھنٹہ اور منٹ کے لحاظ سے اس کے ضابطہ کے طور پر کوئی مخصوص مقدار نہیں بتائی جاسکتی، ہر شہر کی ہر موسم میں مقدار مختلف ہوتی ہے۔

”و اول وقت العشاء اذا غاب الشفق و آخر وقتها ما لم یطلع الفجر“..... (ہدایہ

”ووقت المغرب منه الى غروب الشمس وهو الحمرة عندهما وبه قالت
الثلثة واليه رجع الامام كما في شروح المجمع وغيرهما وكان هو المذهب
قال ابن عابدين اى الى قولهما الذى هو رواية عنه ايضا وصرح فى المجمع
بان عليها الفتوى ورواه المحقق فى الفتح بانه لا يساعده رواية ولا دراية وقال
تلميذه القاسم فى تصحيح القدورى ان رجوعه لم يثبت قال العلامة
القاسم ثبت ان قول الامام هو الاصح ومشى عليه فى البحر مؤيدا له
بما قدمناه عنه من انه لا يعدل عن قول الامام الا للضرورة من ضعف دليل
اولئامل بخلافه“ (فتاوى شامى: ۱/۲۶۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۸): محترم جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سے جمعہ کی نماز کے جواز اور عدم جواز پر ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے،
ہمارے ہاں تین گاؤں مرمنڈی ملتان، مرمنڈی عظیم، اور کوئٹہ شادی خان مرمنڈی ہیں، یہ تینوں گاؤں پہلے
آپس میں ذرا زیادہ فاصلے پر تھے، اب ان کی آبادی تقریباً بڑھتے بڑھتے آپس میں مل چکی ہے، اور ان میں تقریباً
200 گز کا فاصلہ رہ گیا ہے، ان تینوں گاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مرمنڈی ملتان: یہ بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً 2500 نفوس یا اس سے کچھ زیادہ پر مشتمل ہے
اس میں دس دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی یعنی کھانے پینے کی چیزیں، کپڑا، جوتے، بہزی اور غلہ وغیرہ
دستیاب ہوتی ہیں، گاؤں میں بہت سے گلی محلے اور کوچے ہیں، مین روڈ سے گاؤں تک پکی سڑک آتی ہے، اس میں
پانچ پرائمری مردانہ اور ایک پرائمری زنانہ سکولز ہیں اور ہر ایک میں بچوں کی بڑی تعداد پڑھتی ہے، ایک مردانہ مڈل
سکول ہے، ایک دینی مدرسہ ہے، اس کے علاوہ چھوٹی بڑی گیارہ مسجدیں ہیں، یہاں کے عرف عام میں مرمنڈی ملتان
کو بڑا گاؤں قریہ کبیرہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۲) کوئٹہ شادی خان مرمنڈی: اس کی آبادی تقریباً 500 نفوس پر مشتمل ہے ایک پرائمری سکول ہے اور ایک مسجد ہے۔

(۳) مرمنڈی عظیم: مرمنڈی عظیم کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے، ایک پرائمری سکول مردانہ ایک پرائمری سکول زنانہ اور ایک مڈل سکول زنانہ ہے، چار مسجدیں ہیں۔

مرمنڈی عظیم والے لوگ عرصہ پانچ سال سے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں کیونکہ وہ ان تینوں گاؤں کو ایک ہی گاؤں تصور کرتے ہیں کیونکہ عرف میں یہ لوگ اپنے آپ کو ایک ہی گاؤں کے لوگ سمجھتے ہیں اس لیے کہ تینوں گاؤں والے ایک دوسرے کی شادی اور عقی میں شریک ہوتے ہیں اور اگر شریک نہ ہو جائیں تو ناراض بھی ہو جاتے ہیں، اور تینوں گاؤں والے جنہوں نے شروع میں ان گاؤں کو آباد کیا تھا ایک ہی قوم غزنی خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ تینوں گاؤں والوں نے ایک اصلاحی کمیٹی بنائی ہے جس میں ہر مسجد والوں کی نمائندگی موجود ہے یہ کمیٹی ان گاؤں کے چھوٹے بڑے تنازعات کا خود فیصلہ کرتی ہے اور تھانے تک نہیں جانے دیتی۔

ان گاؤں میں بجلی کے کھمبے ایک دوسرے کے گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو مرمنڈی ملتان کے حدود میں رہتے ہیں اور شناختی کارڈ مرمنڈی عظیم کارکھتے ہیں، تینوں گاؤں اتنے قریب ہیں کہ ان کے لڑکے ایک دوسرے کے پرائمری سکول میں جاتے ہیں، ایک سرکاری ٹیوب ویل ہے جس کے پائپ تینوں گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں علاقے کا یونین کونسل مرمنڈی عظیم کے نام سے موسوم ہے اور ناظم مرمنڈی ملتان سے منتخب ہوا ہے۔

مرمنڈی ملتان اور کوئٹہ شادی خان مرمنڈی، ان کا قبرستان بھی ایک ہے اور مرمنڈی عظیم والے کبھی اپنے مردوں کو مرمنڈی ملتان کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں، اگر ان تینوں گاؤں کو ایک آبادی تصور کیا جائے تو تعداد 4000 تک پہنچتی ہے، پانچ سال پہلے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ٹنک اور کئی دیگر مقتدیان حضرات نے آبادی کے ایک ہونے کی بناء پر جواز جمعہ کا فتویٰ دیا تھا، مرمنڈی ملتان اور کوئٹہ شادی خان والے جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے، اور وہ اس سے بچنے کے لیے تینوں گاؤں آپس میں جدا کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے درمیان کوئی قابل ذکر فاصلہ نہیں ہے، اور کوئٹہ شادی خان کا پرائمری سکول اور دینی مدرسہ جو کوئٹہ شادی خان مرمنڈی کے نام پر ہیں بالکل مرمنڈی ملتان کی حدود میں واقع ہیں، لہذا یہاں کے لوگ حیران ہیں کہ کیا کریں؟

میں مستفتی عزیز الرحمن ولد عبد اللہ جان 1987ء میں جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے فاضل ہوں میرا ضمیر اور معمولی علم یہاں کی آبادی اور حالات کو دیکھ کر جمعہ کی نماز جائز سمجھتا ہے، لیکن شروع کرنے کے لیے آپ کے فتویٰ کی ضرورت ہے، لہذا التماس ہے کہ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر جلد از جلد فتویٰ ارسال فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ظہر کے قطعی فرض کو ایک اختلافی عمل کے لیے شواہد کی وجہ سے چھوڑنا مقتضائے شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ مصر جامع یا قریہ کبیرہ نہ ہونے کی صورت میں نماز جمعہ کے جواز میں اختلاف ہے۔

”تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لانه هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض و متبر و خطيب“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”ومن لا تجب عليهم الجمعة من اهل القرى والى اهلهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۵)

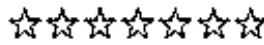
”لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة ولم ينقل عن الصحابة رضى الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فى الامصار دون القرى“..... (مراقى الفلاح شرح نور الايضاح: ۵۰۳)

”شرط اذانها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود او مصلاه فى مصر لاعرفات وتؤدى فى مصر فى مواضع والسلطان او نائبه فى البحر قوله شرط اذانها المصر اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او فى مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبه وصححه ابن حزم وكفى بقوله قدوة واماما واذالم تصح فى غير المصر فلا تجب على غير اهله“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”للجمعة شرائط بعضها فى نفس المصلى وبعضها فى غيره فالتى فى غيره فستة احدها المصر وهذا مذهبنا وقال الشافعى المصر ليس بشرط وكل قرية

يسكنها الاربعون من الاحرار البالغين لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا تقام
 بها الجمعة وتكلموا في المصر على اقوال وروى عن ابي حنيفة
 ان المصر الجامع ما يجتمع فيه مرافق اهلها دينا ودنيا وعن ابي يوسف ثلاث
 روايات وفي رواية قال كل موضع فيه امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم
 الحدود..... (فتاوى التاتارخانية: ۲/۳۹، مکتبہ رشیدیہ: ۷/۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب



تمت المجلد الرابع بحمد الله تعالى وعونه

جلد چہارم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہوئی، پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

یہ جلد حاضر خدمت، اگلی جلد بہت جلد

خصوصیات فتاویٰ ارشاد المفتین

(۱) ہر مسئلہ کے ساتھ عربی حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ عربی کتب کی طرف رجوع کا ذوق پیدا ہو اور یہ اب تک کے اردو فتاویٰ میں سے اس فتاویٰ کی انفرادی خصوصیت ہے۔

(۲) اکثر مسائل کے ساتھ متعدد معتبر کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں تاکہ اگر ایک کتاب دستیاب نہ ہو تو دوسری اصل کتاب کی طرف رجوع ہو سکے۔

(۳) اصول و کلیات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ہر مسئلہ کے ساتھ صریح جزیے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۴) جن مسائل میں ہمارے ائمہ احناف سے متعدد اقوال مروی ہیں ان میں راجح اور مرجوح کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(۵) ایک حوالہ اگر دوبارہ آیا تو اس کو صراحتاً ذکر کیا گیا، صرف اس کی طرف اشارہ پر اکتفا نہیں کیا گیا، تاکہ ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

(۶) ہر مسئلہ کا حوالہ حاشیہ میں دینے کی بجائے مسئلہ کے جواب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ دلیل سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۷) اصل مسئلہ سمجھانے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام کا دفاع اور اہل السنۃ والجماعۃ حنفیہ کے مسلک کی صحیح راہنمائی کی گئی ہے۔